تجلیاتِ سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیغمبرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور غیر مسلم سیرت
نگاروں اور مذاہبِ عالم کے دانشوروں کا خراجِ عقیدت

ورفعنا لک ذکرک

١٣٩٧ھ

تجلیاتِ سیرت ﷺ
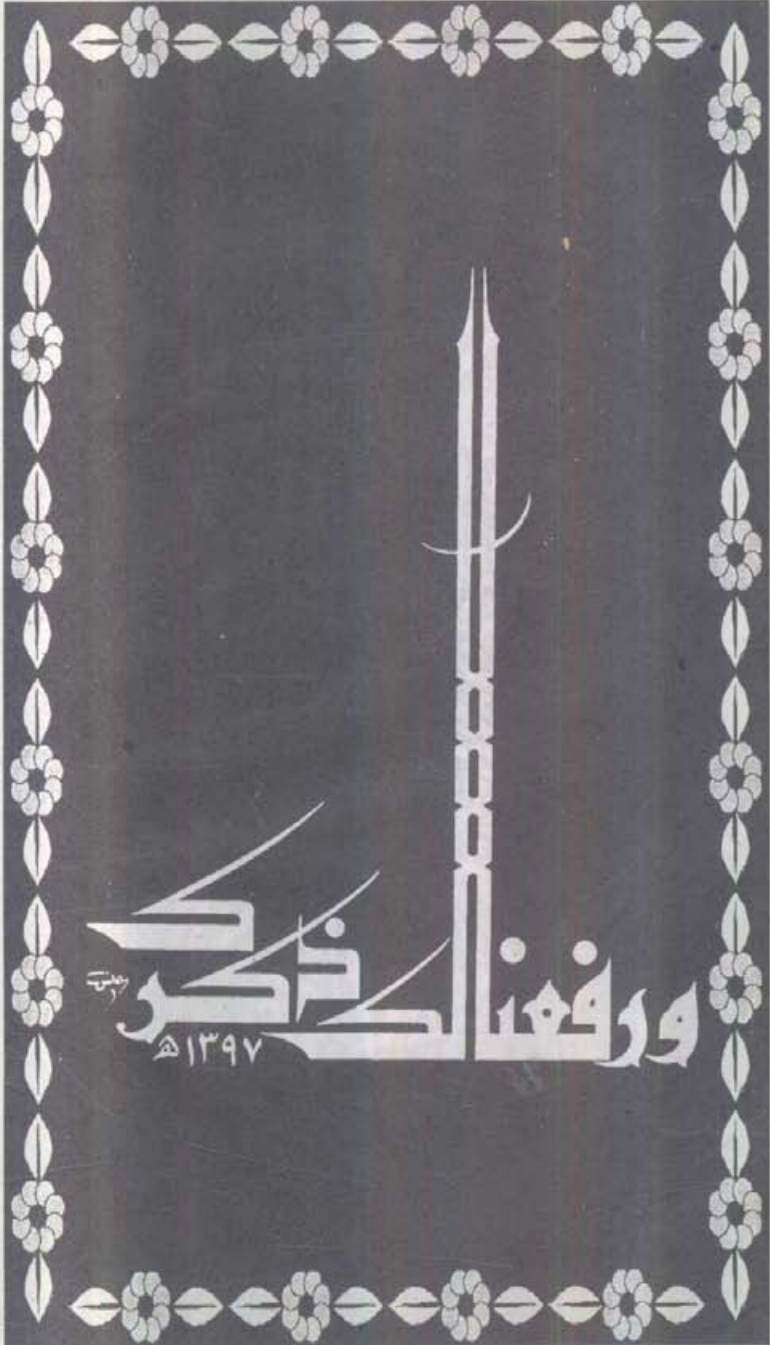
پیغمبر رحمت ﷺ کے حضور غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کا خراج عقیدت

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

پیش نظر کتاب سیرت طیبہ ﷺ پر اپنی شان انفرادیت کا امتیازی شاہکار ہے۔ جس میں ہادی عالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کا خراج عقیدت شامل ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر متعصب مستشرقین اور دیگر غیر مسلم حلقوں بالخصوص عصر حاضر کے سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے خود ساختہ اعتراضات کے علمی اور مدلل جوابات خود غیر مسلم سیرت نگاروں اور دانشوروں کی کتب اور ان کی آراء کی روشنی میں دیے گئے ہیں۔

مندرجہ ذیل موضوعات قابل ذکر ہیں۔

☆ دین اسلام کی حقانیت، صداقت اور مذاہب عالم پر فوقیت ☆ اشاعت اسلام اور تلوار ☆ اسلام اور تعدد ازواج ☆ ختم الانبیاء اور تعدد ازواج ☆ اسلام اور غلامی ☆ جزیہ ☆ عورت اسلام اور مذاہب عالم ایک تاریخی و تقابلی مطالعہ۔ غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کی کتب سیرت سے اقتباسات سیرت طیبہ پر ان کے گراں قدر مضامین و مقالات کے علاوہ ہندو اور سکھ شعراء کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحدیث نعمت

اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا انعام و اکرام ہے کہ اس نے سیرت طیبہ جیسے بابرکت موضوع پر کام کرنے کی توفیق دی اور "تجلیات سیرت" کی تدوین کی سعادت بخشی' اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اگست 1996 میں اشاعت پذیر ہوا' اہل علم اور دانشوروں نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اس پر جو تبصرے کیے گئے ان میں اس کوشش کو سراہا گیا چنانچہ روزنامہ DAWN' 31 جنوری 1997 میں محترم خالد رحمان نے اپنے تبصرہ میں لکھا!

"It is a valuable addition to the vast literature on the life, time and teachings of the holy Prophet. A bibliography at the end enhances the value of the work, despite some too obvious proof errors.

A very interesting aspect of this book is the verses section. It contains such masterpieces as the Na'ats of Maharaja Sir Kishan Parashad, Bal Mukund Arsh Malsiani, Jagan Nath Azad, Pandit Hari Chand Akhtar, Kunwar Mahinder Singh Bedi and others. Some of these are recited with due reverence in the congregations of 'milad' without realisation ofthe fact that they were tokens of devotion offered by non-Muslims."

اور ڈاکٹر رحیم بخش شاہین' ماہنامہ "ترجمان القرآن لاہور" نومبر 1997 79-80 میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"ایسی کتابوں کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے جو نومسلموں کے تاثرات اور سلیم الطبع غیر مسلم فضلاء کی اسلام اور حضور ﷺ کے بارے میں مثبت آراء و تاثرات کو موثر طریقے سے پیش کریں۔

زیر نظر کتاب میں اس ضرورت کو بطریق احسن پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے'

مصنف نے مذاہب عالم کے عالموں' غیر مسلم سیرت نگاروں اور مصنفوں کی نظم و نثر کا ایسا انتخاب پیش کیا ہے۔ جس سے اسلام کی حقانیت اور حضور ﷺ کی سیرت پاک کی عظمت کا ثبوت ہوتا ہے...

زیر نظر کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ متنوع موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مطالب میں حسن ترتیب کے علاوہ کتاب کا صوری حسن بھی لائق داد ہے' رنگین سرورق اور عمدہ رنگین کاغذ' نیز خوب صورت طباعت کی بنا پر کتاب اس قابل ہے کہ احباب کو تحفے میں دی جائے۔

نقطۂ نظر' اکتوبر 1997 (ص 20 اسلام آباد) میں تبصرہ نگار رقمطراز ہے

"اس قبیل کی کتابوں کے بارے میں تبصرہ نگار کے تحفظات سے قطع نظر نبی اکرم ﷺ کے بارے میں غیر مسلم اہل قلم کی تحریروں کے اب تک جو معروف مجموعے ملتے ہیں ان میں "تجلیات سیرت" زیادہ جامع ہے اور بالخصوص اس میں ہندو اور سکھ شاعروں کی نعتوں کا ایک اچھا انتخاب مرتب کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن سال بھر بھی نہ گزرا تھا کہ نکل گیا اور اگست 1997 سے ناشر کی طرف سے کتاب پر نظر ثانی کا تقاضا زور پکڑ گیا آخر میں نے وقت نکال کر نظر ثانی کی اور اب یہ پریس میں طباعت کی منزل سے گزر رہی ہے

اللہ تعالیٰ کے حضور میں نے اس عاجز کی یہی التجا ہے کہ اس سے ہر ایک کو فائدہ پہنچائے حسن قبول سے سرفراز فرمائے' میری لغزش و خطاؤں سے درگزر فرمائے' مجھے رسالتمآب ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے' میری اور میرے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے'

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

(ڈاکٹر) حافظ محمد ثانی

6 دسمبر 1997

کراچی' پاکستان

عرضِ ناشر

تجلیاتِ سیرت ﷺ کے مولف مذہبی اسکالر حافظ محمد ثانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، وہ علمی اور ادبی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیرت طیبہ ﷺ پر ان کے علمی اور تحقیقی مقالات و مضامین ملک کے موقر علمی و دینی رسائل و جرائد اور روزنامہ جنگ پاکستان و لندن، روزنامہ نوائے وقت، اور دیگر اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی تحریریں انفرادی اور امتیازی اسلوب کی حامل ہیں جس میں بطور خاص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مستشرقین اور دیگر غیر مسلم حلقوں بالخصوص عہد حاضر کے دریدہ دہن مصنف سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین کے اعتراضات کے علمی اور مدلل جوابات دیئے گئے ہیں۔

پیش نظر کتاب تجلیات سیرت ﷺ ان کی اسی انفرادیت اور امتیازی اسلوب کا شاہکار ہے جس میں غیر مسلم معترض حلقوں کے جوابات علمی انداز میں دیئے گئے ہیں۔ ان کی یہ کاوش سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتب اور مقالات میں انفرادی اسلوب کی حامل ہونے کے علاوہ دیگر کتب سیرت' میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔ جس میں رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ پر غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کی کتب سے ان کی آراء و اقتباسات، مضامین و مقالات اور ہندو و سکھ شعراء کے نعتیہ کلام کو پیش کر کے رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ کے اعجازی پہلوؤں کو نمایاں کرنے کے ساتھ ذکر رسول ﷺ کی بلندی کا اظہار اور معترضین کے اعتراضات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

امید ہے علمی اور ادبی حلقوں میں ان کی یہ کتاب شہرت و تداول حاصل کرے گی۔ اور تشنگان سیرت طیبہ ؐ کے لئے معترض حلقوں کے اعتراضات و شبہات کے جوابات کے لئے بہترین ماخذ کا کام دے گی۔

طارق رحمٰن

فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی

حرف سپاس

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پاگئے عقل غیاب و جستجو۔ عشق حضور و اضطراب

ختم المرسلین ﷺ نے عدل و احسان اور عفت و دیانت کے جن اصولوں پر اسلامی ریاست قائم کی وہ خلیفہ راشد حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دنیا کی واحد سپرپاور بن گئی' اسلام کے جانثاروں نے شمع حق کو بجھانے کے درپے ایران اور روم کی سلطنتوں کو فیصلہ کن شکستیں دے کر ایران بازنطین اور روم کی سلطنتوں کا شیرازہ درہم برہم کر دیا۔

کبر و نخوت کی فضا میں پلنے والی اقوام ان غالب اقوام کو کبھی معاف نہیں کرتیں جنہوں نے انہیں میدان کارزار میں ہزیمت دی اور انہیں اقتدار اور جہانگیری کے تمغوں سے محروم کیا ہو۔

چوتھی صدی عیسوی سے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز تک یورپی تاجر مشرق و مغرب کی تجارت میں پیش از پیش تھے۔ لیکن تیس برس کی مختصر مدت میں بری اور بحری تمام تجارتی راستوں پر اہل اسلام کا قبضہ ہو گیا اور مغربی ملکوں کی خوشحالی نکبت و ادبار کے روزافزوں سیل میں غرق ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ تمام مغربی اقوام کا قلب اجتماعی اہل اسلام اور بانی اسلامؐ سے شدید نفرت کرنے لگا۔ داعی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سارے عالم افرنگ کے غیظ و غضب اور کینہ و تنقید کا ہدف بن گئے۔

پھر برطانیہ' فرانس' اٹلی اور دوسری فرنگی اقوام نے پاپائے روم سے التجا کی کہ وہ مسیحی دنیا کو اسلام کی بیخ کنی کے لئے مقدس جنگ کا حکم دے۔ پاپائے روم کا اپنا خزانہ نئے سیاسی جغرافیہ کی وجہ سے خالی ہو رہا تھا سو سارے کرسٹنڈم کے روحانی پیشوا عہد بہ عہد صلیبی جنگوں کو "نیابت مسیح" کرتے ہوئے Bless کرتے رہے۔

صدیوں کی اس مسلسل بڑھتی ہوئی نفرت' ایک جنون' ایک Mania اس وقت بنی جب صلاح الدین ایوبی نے اللہ کی تلوار بن کر حملہ آور صلیبی لشکر کو شکست فاش دی۔ یروشلم کو مسیحی قبضہ سے آزاد کرایا اور تمام مسیحی اسیران جنگ اور شہریوں کو عام Amnesty عطا کی۔ اس غازی مرد کی دل آویزی اور کرم گستری سے صلیبی جنگیں تو ختم ہو گئیں لیکن دلوں کا زہر اندر ہی اندر بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ مغرب کے بیشتر مورخ اور علم الانسان کے ماہر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر طرح طرح کے بے بنیاد اور بے سروپا اعتراض کرنے کو مذہبی فریضہ سمجھتے چلے آئے ہیں۔ حضورؐ کی شخصیت اور حضورؐ کے کار نبوت کو کذب و دروغ اور بددیانتی کے پروردہ ہدف تنقید بناتے رہے ہیں۔ اس عاجز نے "تعارف الفرقان" میں ان ہذیانی تحریروں اور ہرزہ سرائیوں کا بعض جگہ جواب دیا ہے۔

مگر مغربی تہذیب اور مختلف شعبہ ہائے علم میں تحقیق کرنے والے عالموں اور دانشوروں میں ایسے دیانتدار لوگ بھی نایاب نہیں جو حقائق کو معروضی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر پوری دیانت سے اپنے اخذ

کردہ نتائج کو قلم بند کردیتے ہیں۔ چنانچہ جہاں دوسرے درجے کے محققوں اور مورخوں نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہادی برحق کے خلاف دریدہ دہنی اور فتور ذہنی کے شرمناک مظاہرے کئے ہیں وہیں ان گنت مفکر دانشور اور تخلیق کار ایسے بھی ہیں جنہیں حق سے حقائق کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنے اور ان سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی توفیق ملی ہے۔

انیسویں صدی کے ربع چہارم اور بیسویں صدی کے ربع اول کے عظیم دانشور اور تمثیل نگار برنارڈشا تھے ان کی کتاب کا عنوان تھا A Black Girl in search of God ۔

برنارڈشا اس کتاب کے آخر میں کہتا ہے کہ اسلام دنیا کے سب بڑے مذاہب کے بعد آیا یہ جدید زندگی کے تمام تقاضوں کے قابل قبول جواب پیش کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ بیسویں صدی فروغ اسلام کی صدی ہوگی اور حق کے متلاشی جوق در جوق اس سچے اور فعال مذہب کو قبول کر کے دنیا میں حق کی حکومت قائم کرنے کے نصب العین کو عملی صورت دیں گے۔

بیسویں صدی کے عظیم مورخ ٹوئین بی بھی اسلام ہی کو آئندہ مسائل کا مداوا سمجھتے ہیں۔ گوئٹے جرمن کا عظیم شاعر تو اپنی روح میں مسلمان ہی تھا۔ علامہ اقبال نے اس کی نظم کا آزاد ترجمہ "نغمہ محمد" کے عنوان سے کیا ہے۔

"تجلیات سیرت" کے قابل صد احترام مولف نے برسوں کی محنت یکسوئی اور کل وقتی انہماک سے دنیا کے عالمی مشاہیر کی تحریروں سے اقتباسات پیش کر کے اور ان کی ہرزہ سرائیوں اور سیرت طیبہ پر ان کی خرافات اور اعتراضات کے علمی اور مدلل جوابات دے کر ایک ضخیم کتاب قلم بند کردی ہے جسے ہم "مدح رسول آخرالزماں" کا سیرت انسائیکلوپیڈیا کہیں تو یہ بات سراسر حقیقت ہوگی۔

کتاب پڑھ کر ہمارا ایک عام قاری بھی حضور خاتم المرسلین ﷺ کی شخصیت، ان کے اوصاف ان کی دعوت حق اور سیرت کے تمام پہلوؤں کو ان کی دائمی تنویر اور تابانی کے ساتھ سمجھ سکے گا اور پھر انہیں دل میں بسالے تو وہ ان پاک بندوں میں شامل ہو سکتا ہے جن کے لئے کتاب الہی میں کہا گیا ہے۔

ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون

میں دل کی تمام صداقت سے محترم حافظ محمد ثانی کو ان کے اس کار عظیم پر سپاس پیش کرتا ہوں کہ ان کے اس کار عظیم کی بدولت بلاد مشرق میں جہاں بھی اسلام اور داعی اسلام کے خلاف غیر مسلموں کو ان کے چند توں "گیانیوں" نے اپنی کور باطنی کے باعث غلط باتیں بتا کر گمراہ کیا ان کے لئے واضح حقائق کا کام دے گی۔

مولف نے ایک بالواسطہ نیکی کمائی ہے جو لوگ ان کی اس بیش بہا تالیف کا مطالعہ کریں گے ان کے دلوں میں اس کتاب میں شامل مدح سرایان رسول کے لئے تعریفی کلمات اور مولف کے لئے دعائیہ جملے نکلیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عشق رسول کے اس خزینہ کو قبول عام عطا فرمائے۔ آمین۔ حمید نسیم

باسمہ تعالیٰ - حامداً و مصلیاً

رائے گرامی

پروفیسر علامہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ایم اے - ایل ایل بی - پی ایچ ڈی ' ڈی لٹ

عزیز محترم حافظ محمد ثانی صاحب کی کتاب "تجلیات سیرت" شروع سے آخر تک دیکھی۔ بہت خوشی ہوئی کیونکہ اس میں نہ صرف غیر مسلموں نے جو کچھ حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کے متعلق کہا ہے' اس کا ذکر ہے بلکہ بعض متعصب لوگوں کے اقوال کی مکمل تردید بھی ہے۔

عزیز محترم نے حتی الامکان اپنے موضوع کے متعلق کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ کتاب میں آٹھ ابواب ہیں جن میں مغربی سیرت نگاروں کی کتابوں کے اقتباسات ہیں' ان کے خطبات' و مقالات اور ان کا اعتراف حقیقت بھی مذکور ہے' پھر جن لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں ان کے جوابات ہیں۔ یہ کتاب بہت تحقیق اور تفصیل سے لکھی گئی ہے۔

عورت کے مقام کو جس جس انداز سے غیر مسلموں نے جھٹلایا ہے اس کی نوعیت اور اسباب کے ساتھ ساتھ اسلام میں اس کے مراتب کی تفصیل بھی دیدی ہے۔

ایک باب ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کے متعلق ہے اور ان کے خطبات اور مقالات کے اقتباسات بھی ہیں' پھر ایسے لوگوں نے جو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کو بہت خوش اسلوبی سے درج کیا ہے۔ اس باب سے اوسط درجے کی علمیت والے بھی محظوظ ہو سکتے ہیں۔ آخر میں کتابیات ہے جس میں اردو' سندھی' عربی اور انگریزی کتابوں اور رسائل کا ذکر ہے جن سے اس کتاب میں مدد لی گئی ہے'

جس عزیز کے باپ دادا علمائے مشاہیر میں سے ہوں اس سے یہی توقع تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دونوں جہانوں میں سرفراز فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دینی کاموں میں مصروف رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(ڈاکٹر) غلام مصطفیٰ خان
24 شعبان المعظم 1418
2- اولڈ یونیورسٹی کیمپس
حیدر آباد سندھ

APRECIATIONS

PROFESSOR DR. ABDUL WAHID HALEPOTA
FADIL ULUM- ULDIN, M.A.ARABIC/PERSIAN-D.PHIL (ISLAMIC PHILOSOPHY AND ARABIC) OXFORD.
FORMERLY PROFESSOR AND HEAD OF DEPARTMENT OF COMPARATIVE RELIGION AND ISLAMIC CULTURE, UNIVERSITY OF SINDH. FORMERLY DIRECTOR. ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE ISLAMABAD/CHAIRMAN. COUNCIL OF ISLAMIC IDEOLOGY PAKISTAN.

❖❖❖❖

I have been asked to record my views about the highly valuable and rare work Tajallyyat-e-Seerat. Which have been developed in my mind after the fruitful pearusal of the previous work. The work leanes deep impression on the mind about universal implications and its originality and vast application of the ideal not only of the tired topics dircetly dealt in the work and also of the application and solution of problems in life faced by humanity at large. Manly the section of generations belonged to the weslern hemis phere.

The problems are self created on baseless foundations concorded by section of the people in the work.

Clear refutation of the charges leveled against the pure and superemely spiritual correcter and luninous personality of the Prophet of Islam.

❖❖❖❖

تجلیات سیرت ﷺ

****

پروفیسر ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی
ڈائریکٹر سیرت طیبہ ﷺ چیئر سرسید یونیورسٹی
سابق صدر نشین شعبہ اردو جامعہ کراچی

اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرت پر تحریروں کا سلسلہ چودہ سو سال سے جاری ہے مغرب کے مورخوں اور اہل قلم کا وہ گروہ جو مستشرق کہلاتا ہے اس کی اکثریت اسلام اور نبی آخر الزماںؐ سے متعلق مطالعے میں مسلسل مصروف رہی ہے۔ مستشرقین میں سے چند ایسے عالم ہیں جنہوں نے انصاف اور بے تعصبی سے اسلام اور سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا ہے' مگر اکثریت ان اہل قلم کی ہے جو قبول حق کی صلاحیت سے محروم کردیئے گئے ہیں اور انہوں نے مختلف ادوار میں مختلف اسباب کی بنا پر دیدہ و دانستہ اسلام کی مخالفت کی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی بے داغ اور بے عیب زندگی پر نکتہ چینی کو اپنا مقصد حیات بنالیا۔ پہلے تو اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لئے اسلام اور نبی رحمت ﷺ کی زندگی کو تاریک انداز میں پیش کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں' ان کی یہ کوششیں نفسیاتی اور ذہنی خوف کا نتیجہ ہیں کیونکہ اسلام یورپ اور امریکہ میں نہایت تیزی کے ساتھ پھیلتا ہوا مذہب ہے اور آج امریکہ میں وہ عیسائیت کے بعد سب سے اہم مذہب کا درجہ رکھتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہل مغرب نے جو کچھ لکھا ہے اس کے تراجم اردو میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اور کئی مختصر مجموعے مرتب کئے جاچکے ہیں ان میں سے بیشتر تالیفات ایسی ہیں جن میں مغربیوں کے اعتراف عظمت محمدی کو پیش کیا گیا ہے' لیکن حافظ محمد ثانی صاحب نے یہ کام وسیع پیمانے پر کیا ہے۔ اس میں مختصر حوالے اور اقتباسات ہی نہیں بلکہ سیرت محمدی پر منتخب مقالات بھی شامل ہیں کتاب کے پہلے باب میں مغربی سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کے اقتباسات ہیں۔ یہ اقتباسات اسلام اور محمد ﷺ کے سلسلہ میں مغرب کے ذہن کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور ہمیں اپنے دین کی تفہیم کے سلسلہ میں نیا تناظر بھی عطا کرتے ہیں اسلام نے انسانی ثقافت اور تہذیب ہی کو متاثر نہیں کیا ہے بلکہ انسان کے انداز فکر پر اثر ڈالا ہے۔ یہ نکتہ ایل وی واگلیری نے کس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے!

"محمد ﷺ دنیا کے لئے ایک ایسا دین لے کر آئے جو انسان کے ذہن کو ترقی

دیتا ہے۔ اس کی جمالیات کی حس کو بیدار تر اور مکمل کرتا ہے"

اس ایک جملہ میں ادبیات، فن تعمیر اور دوسرے فنون لطیفہ میں مسلمانوں کے کارناموں اور ان کے مذہبی پس منظر کی نشان دہی کی گئی ہے۔

"تجلیات سیرت" میں 'سیرت محمد عربی ﷺ کے ساتھ ساتھ اسلام کے مختلف پہلوؤں کے باب میں اہل مغرب کے خیالات کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اسلام محمد عربی کی تجلی کا دوسرا نام ہے اسی لئے ان تمام موضوعات کا تعلق سیرت سے ہے۔ حافظ محمد ثانی صاحب نے اس نکتہ کو سمجھ لیا ہے کہ مصطفی ﷺ تک رسائی کا دوسرا نام دین ہے۔

"تجلیات سیرت" میں اسلام کی عظمت اور صداقت کے سلسلہ میں مغربی دانش وروں کے اعترافات بھی موجود ہیں اور اسلام پر ان کے اعتراضات کے علمی اور مدلل جوابات بھی۔ یہ اعتراضات اسلام میں کثرت ازدواج اور دیگر حوالوں سے ہیں۔ حافظ محمد ثانی صاحب نے ان اعتراضات کو بڑے سلیقہ سے رفع کیا ہے اور اس سلسلہ میں منصف مزاج مستشرقین کی تحقیقات کو پیش کیا ہے، خاص طور پر جان ڈیون پورٹ اور پروفیسر آرنلڈ نے جو کچھ اسلام کے دفاع میں میں لکھا ہے۔

"تجلیات سیرت" کے تیسرے باب میں اسلام کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں مغربیوں کی آراء کا انتخاب دیا گیا ہے۔ ذیلی عنوانات سے حافظ صاحب کی نظر اور جستجو دونوں کا قائل ہونا پڑتا ہے ان عنوانات سے اسلامی تعلیمات کے پھیلاؤ اور وسعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اسلام اور امن عالم "اسلام اور مساوات" اسلام اور جمہوریت "اسلام اور رواداری" اسلام تہذیب جدید کا خالق میں تو یہ عرض کروں گا کہ ان موضوعات اور تصورات تک مغرب کی رسائی اسلام کے واسطے اور وسیلے سے ہوئی۔ مغرب کا نشاۃ الثانیہ اسلام کی روشنی کا عطیہ ہے۔

حافظ محمد ثانی صاحب نے اسلام کی اشاعت اور اسلام میں عورت کی حیثیت کے بارے میں مدلل طور پر مواد جمع کیا ہے۔ اس باب میں بھی غیر مسلموں کی تحریروں سے مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کے ذہن میں غبار پیدا ہوتا تھا۔ آج مغربی افکار و خیالات کے اثر و نفوذ اور برقی ذرائع ابلاغ ان موضوعات کو چھیڑتے اور ابھارتے رہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس کتاب سے ان کے ذہنوں کو ان مسائل پر اپنے شکوک کے کانٹوں سے نجات مل سکے گی۔

"تجلیات سیرت" میں یورپ اور امریکہ کے دانش وروں کے ساتھ ساتھ ہندو اور سکھ اہل قلم کے اعترافات عظمت محمدی کے ساتھ ساتھ غیر مسلم شعراء کی نعتوں کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے افکار کو نمایاں طور پر شامل کرنے کا سبب بہت واضح ہے۔ ہم صدیوں سے ان کے ساتھ

رہے ہیں اور اس طویل مدت میں انسانی زندگی اور معاملات میں اسلام کا گہرا اثر ان پر پڑا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہندوؤں نے ہماری معاشرت اور رسم و رواج کو متاثر کیا ہے۔ اس باب میں بھی ہمارے لئے بڑی عبرت موجود ہے۔ اسلام کے اثرات نے ہندو ذہن کو وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا' اور ہندوؤں کے اثرات نے ہماری معاشرتی زندگی کے ڈھانچے میں رخنے ڈال دیئے۔

غیر مسلموں کی نعتوں کو شامل کرنا حافظ محمد ثانی صاحب کے فہم و تدبر کی ایک مثال ہے۔ آدمی دماغ اور دل کا مجموعہ ہے۔ ہمارے افکار ہمارے دماغ کے تابع ہیں اور ہمارے جذبات ہمارے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ شاعری اگرچہ دل و دماغ دونوں کی ترجمانی کرتی ہے مگر اصلاً "شاعری کا رشتہ ہمارے دل سے ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کی تجلیوں نے غیر مسلموں کے نہاں خانہ قلوب کو بھی منور کیا ہے۔ وہ غیر مسلم شعرا جو انسانی عظمت و حرمت کی قدر کو عزیز جانتے ہیں' جو مساوات زندگی کو انسانی معاشرہ کی بنیاد سمجھتے ہیں' جو عدل کے تصور کو معاشرے میں عملی طور پر جاری و ساری دیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں ان کے ساتھ اسم محمد پر دھڑکتے ہیں۔ نعتوں کو شامل کرنے سے یہی حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ رسول کائنات ﷺ کی ذات آج کائنات کے مرکزی کردار کے فکر و نظر کی رہبر و رہنما اور اس کی محبتوں کا مرکز و محور ہے۔ انسان حب رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کے ذریعے ہی اپنے اس کردار اور رول کو ادا کر سکتا ہے جو اس کا مقدر ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی سیرت پاک و حیات کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات کو بہت سے اہل قلم نے مرتب کیا ہے لیکن حافظ ثانی صاحب نے اپنے پیش رووں کی نسبت زیادہ وسیع پیمانے پر یہ کام کیا ہے۔ "تجلیات سیرت" کی ترتیب میں سلیقہ' ارتقاء اور ربط معنوی موجود ہے۔ سب سے پہلے مغربی سیرت نگاروں کی کتب سیرت کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں اس کے بعد سیرت نبوی پر مغربی مفکرین کے منتخب مقالات پیش کئے گئے ہیں اس مناسب پیش منظر کے بعد اسلام کا مطالعہ مغربی اور غیر مسلم مفکرین کی تحریروں کے آئینہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اسلام کے اجزائے ترکیبی اور دوسرے ادیان سے تقابل اسلام کی اشاعت اور اس بارے میں تلوار اور قوت و جبر کے استعمال کے اعتراضات اور ان کے جواب' تعدد ازواج کا مسئلہ اور اس کا جائزہ' اسلام میں عورت کا مرتبہ اور آخر میں غیر مسلموں کی نعتوں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

******

(ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی)

اس کتاب کے بارے میں

******

پروفیسر ڈاکٹر جمیل جالبی
سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی
و صدر نشین' مقتدرہ قومی زبان

"تجلیات سیرت ﷺ" ایک اچھی' دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔ مفید اس لیے کہ اس میں فاضل مولف نے دنیا کی مختلف زبانوں میں حضور اکرم ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے تلاش اور اردو زبان میں ترجمہ کر کے شامل کتاب کر دیا ہے۔ یہ ایک بڑا اور مشکل کام تھا۔

اس کتاب کے مطالعے سے حضور ﷺ کے بارے میں "دوسروں نے کیا اور کس طرح دیکھا" کی روئیداد سامنے آجاتی ہے اور ان کی ذات والاصفات کے وہ روشن پہلو بھی سامنے آجاتے ہیں جن سے ان کی فکر و نظر منور تھی۔

ساتھ ہی حافظ محمد ثانی صاحب نے نہ صرف دین اسلام کی عظمت' حقانیت اور مذاہب عالم پر فوقیت کو ایک الگ باب میں سلیقے سے بیان کیا ہے بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات طیبہ پر جو اعتراضات کیے جاتے رہے ہیں ان کا بھی مدلل جواب دے کر ان غلط فہمیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جنہیں اہل مغرب "کلیشوں" کے طور پر زبان پر لاتے رہتے ہیں مثلاً "تعدد ازواج کے مسئلے کو الہامی و غیر الہامی مذاہب اور اس دور کے سماجی عوامل کو سامنے رکھ کر خود مغربی مصنفین کے اقتباسات سے اس طرح واضح کیا ہے کہ یہ اعتراض ہی بے معنی اور مہمل معلوم ہونے لگتا ہے۔

عورت کو جو مقام اسلام نے دیا ہے اور جس طرح عورت و مرد کے رشتے میں عدل و مساوات کو' عملی زندگی کے تعلق سے' ایک نیا توازن بخشا ہے وہ دنیائے فکر و عمل کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

یقیناً "تجلیات سیرت ﷺ" ایک ایسی کتاب ہے جسے ہم سب کو پڑھنا چاہئے تاکہ حضور انور ﷺ کے تعلق سے ہمارا ذہنی تناظر وسیع ہو سکے۔

چار سو پچاس صفحات پر مشتمل یہ خوب صورت کتاب ایک ایسا تحفہ ہے جس سے پڑھنے والوں کا ذہن روشن ہو جاتا ہے۔ میں اس کتاب کی تالیف و اشاعت پر حافظ محمد ثانی اور فضلی سنز کے طارق رحمٰن کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔

******

ڈاکٹر جمیل جالبی

فہرست مضامین

☆ باب سوم

الاسلام

دین اسلام کی عظمت، حقانیت، صداقت اور مذاہب عالم پر فوقیت

☆ باب پنجم

○ ... عورت ــــ اسلام اور مذاہب عالم

☆ باب ششم

آثار سیرت

☆ باب ہفتم

انوار سیرت

باب ہشتم

ہندو اور سکھ شعراء کا منظوم خراج عقیدت (نعتیہ کلام)

پیش لفظ

از مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
فاضل دارالعلوم دیوبند
ایم اے۔ ایم ایل ایس۔ پی ایچ ڈی
مشرف شعبہ تخصص فی الحدیث النبوی ﷺ
جامعہ علوم اسلامیہ کراچی

پیش نظر کتاب "تجلیات سیرت" رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی سیرت، اخلاق وعادات، کردار وگفتار، بے مثال قربانی وعظیم الشان خدمات کے گوناگوں پہلوؤں اور اسلامی تعلیمات کے مختلف گوشوں پر مذاہب عالم کے مشہور دانشور وارباب فکر ونظر کے افکار ونظریات، قلبی احساسات وتاثرات کا نہایت دلکش مرقع ہے۔ ان کی تحقیقات وتنقیحات اور بارگاہ رسالت میں محبت وعقیدت، دلآویزی وگرویدگی، اور تحسین وستائش کی آئینہ دار ہے۔

جو مسلمان اس کتاب کو پڑھے گا اسے حیرت ہوگی کہ ایک مخالف مذہب غیر مسلم اپنا تاثر اس طرح پیش کرتا ہے کہ مسلمان بھی انہیں پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

سرکار دو عالم وسردار انبیاء کی سیرت اور اسلام جیسے منصفانہ، جامع، منظم ومکمل نظام وضابطہ حیات کا جن کا ماضی نہایت شاندار ودرخشاں رہا ہے ان مذاہب عالم کے دانشوروں کے حقیقت پسندانہ اعترافات اور سچی شہادتیں حقیقت میں "ورفعنالک ذکرک" کی جلوہ نمائی ہے کہ مسلمان ہی آپ کی یاد سے قلوب واذہان کو آباد وروشن نہیں رکھتے بلکہ غیروں کے قلب ونظر بھی اس کی نغمہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔

ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ میر ہوئے اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

مذکورہ بالا حقائق واعترافات کے باوجود مذاہب عالم کے ان دانشوروں کا اسلام کے قبول کرنے سے کترانا حقیقت میں ایک ایسا کانٹا ہے جو اس کتاب کے پڑھنے والے کے دل میں کھٹکتا ہے اور وہ اس خلش کی چبھن کو محسوس کرتا اور

یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟

بادی النظر میں اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

- قومی عصبیت
- سیاسی وجوہ واسباب
- سائنسی علوم میں برتری و تفوق
- ماحول کی مخالفت
- عملی زندگی سے گریز
- عزیزوں اور دوستوں کے طعن و تشنیع کا خطرہ
- مالی نقصان کا ڈر
- اہل و عیال کی جدائی کا خدشہ و خطرہ
- فاتح و مفتوح کا امتیاز
- مسلم قوم کی پسماندگی
- مذہبی تعصب
- سچی طلب و تڑپ کی کمی

اس معاملہ میں خود ہماری اپنی عملی و اخلاقی خامیاں و کوتاہیاں' اسلامی تعلیمات سے بیگانگی اور پہلو تہی بھی اس دور میں غیر مسلموں کی اسلام سے دوری کا ایک اہم سبب ہے۔ عمل و عقیدہ کا یہ تضاد اور اسلامی تعلیمات سے دوری ہمارا قومی مزاج سا بن گیا ہے ہماری کیفیت اب موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی سی ہو گئی ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

"وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا"

اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں' اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے (اپنا) راستہ بنالیں۔

(۱۴۶۔ الاعراف)

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے زمانے میں ہر خاص و عام کی رگ و پے میں اسوہ رسول ﷺ ایسا رچ بس گیا تھا کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' کھانا پینا' گفتگو کرنا' ملنا جلنا' رہنا سہنا' غرض ہر نقل و حرکت اسلامی تعلیمات اور اسوہ رسول ﷺ کے قالب میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس لئے آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد' جو ان کو دیکھتا متاثر ہوتا اور جو ان کے زیر سایہ آتا انہی کے رنگ میں رنگ جاتا' ان کی دین سے وابستگی' جان نثاری' ایثار و قربانی' اخلاص و للّٰہیت سے ہر انسان اثر لیتا اور انہی کے ڈھنگ پر چلتا تھا' اس لئے ابتدائی مدنی دور میں اسلام نہایت تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔

"تجلیات سیرت" درس عبرت بھی ہے جو ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتی اور ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنے آپ کو ہم انہی اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ و پیراستہ کریں جو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز تھا اور اس امر کا بھی ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم اس دور میں خیرامت کے فرائض' عدل و انصاف' احسان و حسن سلوک' پرہیزگاری و نیکوکاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے اور حقوق اللہ کو پورا کرنے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں یا شرامت کے کام کر رہے ہیں فواحش و منکرات' سرکشی و بغاوت میں مبتلا ہیں جو غیر مسلموں کے اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ چنانچہ مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد "عرب کا چاند" میں لکھتا ہے۔

اسلام دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ دنیا سے کبر و غرور' جھوٹ' غیبت' بد عہدی' چوری' زنا' جوا' ظلم' فساد' ایسے انسانیت کش جرائم سے دنیا کو پاک کردے' نا اس لئے کہ اس اسلام کے دعویدار مسلمان یہ سب کچھ خود کرنے لگیں' غضب خدا'... اگر بیک وقت ایک چیز سیاہ اور سفید دونوں رنگوں کی حامل نہیں ہو سکتی'.... اسی طرح مسلمان کے ساتھ یہ تمام بدعادتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس کتاب کو پڑھنے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کردار کے اعتبار سے ہمیں انہی معیاروں پر پورا اترنا چاہئے جن کا اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں رسوائی سے بچیں۔

عہد رسالت ﷺ میں بھی دانشوران یہود و نصاریٰ کو مذہبی تعصب اسلام قبول کرنے سے مانع رہا ہے حالانکہ انہیں ان کی مذہبی کتابوں سے آپ ؐ کے آخری نبی ہونے کا خوب علم تھا۔ چنانچہ قرآن نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کہتا ہے:

الذین أتینا ہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ہم و ان فریقا منہم لیکتمون الحق و ہم یعلمون (۱۴۶۔البقرہ)	"جن لوگوں کو ہم کتاب دے چکے ہیں' وہ آپ کو پہچانتے ہیں اسی طرح جیسے اپنی نسل والوں کو پہچانتے ہیں اور بیشک ان میں کے کچھ لوگ خوب چھپاتے ہیں حق کو' حالانکہ جانتے ہوئے ہیں۔

دانشوران اہل کتاب اور ان کے علماء و اکابر سب ہی مذکورہ بالا حقیقت کو خوب جانتے اور سمجھتے تھے لیکن مذہبی تعصب سے مانتے نہ تھے' ان دانشوروں کی خوشنودی اس امر میں مضمر تھی کہ آپ ؐ (معاذ اللہ) اسلام کو خیرباد کہہ کہ یہودی یا نصرانی بن جائیں' قرآن کہتا ہے۔

ولن ترضی عنک الیہود ولا النصاری حتی تتبع ملتہم (۱۲۰۔البقرہ)	اور آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جائیں۔

ہدایت ان کو ملتی ہے جن کے قلوب جہل و عناد اور شکوک و شبہات کی آلودگیوں سے پاک ہوتے ہیں' دلائل و شواہد سے چشم بینا فائدہ اٹھاتی ہے چنانچہ عہد رسالت میں رسول اللہ ﷺ کی کتاب زندگی کی ہر سطر معجزہ تھی وہ اور کلام اللہ کا لفظی و معنوی اعجاز بھی ہزاروں لاکھوں قلوب کو ایمان کی دولت سے مالامال کرتا رہا۔ لیکن دانشوران

اہل کتاب و مشرکین اس سعادت سے بے بہرہ ہی رہے یہ دونوں معجزے آج بھی وہی مقناطیسی اثر رکھتے ہیں جیسا کہ پہلے زمانے میں رکھتے تھے چنانچہ جن کے قلوب جہل و عناد کے روگ سے پاک ہوتے ہیں وہ آج بھی اس کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں چنانچہ کتاب "Why I am a Muslim" اس کی روشن مثال ہے مذاہب عالم کے دانشوروں کا اسلام قبول کرنے سے گریز کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہدایت سے محرومی ہے ایمان کی دولت سے سرفرازی نبی کے اختیار میں بھی نہیں چنانچہ قرآن میں اس امر کی وضاحت موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء (۵۶۔القصص)

جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے' البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے۔

اس سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ہدایت کا تعلق مشیت تکوینی سے ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کی مرضی اور پسند کا دخل نہیں۔

کتاب اللہ اور رسول اللہ کی برگزیدہ شخصیت دونوں عظیم ترین ہدایت کے سرچشمے قریش اور عربوں کی آنکھوں کے سامنے موجود تھے قریش کی شخصیات میں سے بعض کے متعلق رسول ﷺ کی چاہت بھی تھی کہ وہ ہدایت پا جائیں اور ایمان کی نعمت سے ہمکنار ہو جائیں اس کے باوجود انہیں ایمان کی توفیق نصیب نہ ہو سکی' جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے حقیقی چچا ابو طالب کا واقعہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مذکور ہے اس امر کا شاہد ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ ہم تکوینی امور کے مامور نہیں' ہم تشریعی امور کے پابند ہیں لہٰذا ہمیں شرعی احکام اور اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کر کے اپنے آپ کو مثالی مسلمان بنانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے "تجلیات سیرت" انہی حقائق کی آئینہ دار ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کے الفاظ میں (باد نٰی تصرف) آپ ﷺ کی امانت' دیانت' محبت' عفت' شرافت' حسن اخلاق' فہم و فراست' تدبیر و تدبر' جود و سخا' دلیری و مردانگی' کی گواہی جس طرح پچھلے منکروں نے دی اس طرح آج مذاہب عالم کے دانشور یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے فاضل و عاقل دیتے چلے آ رہے ہیں اور اس کے نعت گویوں کی فہرست میں دس بیس نہیں پچاسوں بلکہ سینکڑوں ہندوؤں کے نام نظر آتے ہیں۔ اس کے نام کی پکار آج چودہ سو سال سے ہر روز پانچ پانچ بار دنیا کے گوشے گوشے سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔

وہ کل دس برس کی ننھی سی مدت میں دنیا میں عظیم ترین انقلاب برپا کر گیا' اپنے پیچھے ایک منظم حکومت بارہ لاکھ مربع میل پر چھوڑ گیا' اور وہ بھی لاکھوں انسانوں کے قتل کے بعد نہیں ہزاروں جانیں لینے کے بعد نہیں بلکہ حیرت کے کانوں سے سنئے کہ اس کی ساری لڑائیوں میں دوست دشمن سب ملا کر کل جمع ایک ہزار اٹھارہ (۱۰۱۸) انسان کام آئے دو سو انسٹھ (۲۵۹) اپنے اور سات سو انسٹھ (۷۵۹) دشمن کے۔ جب ہی تو "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کے گیارھویں ایڈیشن کا بیان ہے کہ دنیا کی مذہبی شخصیتوں میں سب سے بڑھ کر کامیاب وہی ہستی گزری ہے۔

"The most Successful of all religious personalities." اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی بابت اسی "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" کی گواہی ہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب یہی ہے۔ The most widely read book in the world اور جو امت اس کے نام کا کلمہ پڑھتی ہے اس کی تعداد دنیا کے مختلف ملکوں میں ملا کر اب تقریباً ایک ارب تک پہنچ رہی ہے۔

اس ساری زندگی کو اگر ایک مستقل اور مسلسل معجزہ نہ کہئے تو آخر اور کیا کہئے۔

اسلام کی بیخ کنی کے لئے مخالفین و معاندین کتنی ہی تدبیریں کرلیں عقلی دلائل کی رو سے کوئی مذہب اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتا غلبہ اسلام ہی کو حاصل رہا ہے' قرآن کہتا ہے۔

"یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الاان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون"

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ کو نامنظور ہے (ہر صورت) بجز اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچائے۔ خواہ کافروں کو کیسا ہی ناگوار گزرے۔

اس آیت کی صداقت پر چودہ سو سال سے تاریخ گواہ ہے۔ یہود و نصاریٰ' مشرکین ہر طرح سے اسلام کی بیخ کنی میں لگے ہوئے ہیں اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جاتا ہے اور پیروان اسلام کی تعداد میں اضافہ ہی روزافزوں ہے' یہاں تک کہ مسیحی مشنریوں کو اعتراف ہے کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرنے اور نہایت درجہ مستحکم نظام کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے مشن افریقہ وغیرہ میں ناکام ہو رہے ہیں۔ (مولانا عبدالماجد دریابادی' ذکر رسول ﷺ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔۱۹۸۸ء' صفحہ۱۶۶)

سارے باطل ادیان و مذاہب اس دین حق کے دلائل و براہین کے آگے دب جائیں گے یہ غلبہ کسی وقت یا زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے البتہ غلبہ مسلمانوں کی صلاحیت و اہلیت کے ساتھ مخصوص و مشروط ہے۔ (تفسیر ماجدی تاج کمپنی کراچی ۱۹۵۴ء' صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۱ حاشیہ ۱۲' ۱۳ (بادنیٰ تصرف)

(ڈاکٹر) محمد عبدالحلیم چشتی

سی ۲۳۔ اسٹاف ٹاؤن' جامعہ کراچی۔

مقدمہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنالک ذکرک دیکھے

سید الرسل، خیر البشر، سید عرب و عجم خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شخصیت و سیرت عظمیٰ ازل سے ابد تک زمان و مکاں پر احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ ہر شے رسالت مآب ﷺ کی نبوت کے بے کراں جلال و جمال کی گرفت میں ہے۔

ذرہ ذرہ کائنات حضور ﷺ کی اکملیت و جامعیت، اور مدحت و رفعت ذکر کا شاہد ہے۔ اور "ورفعنالک ذکرک" (اور ہم نے آپ ﷺ کے آوازہ ذکر کو بلند کر دیا) کی صدا سے زمین و آسماں گونج رہے ہیں۔ یہ ذکر اتنا بلند ہوا کہ کون و مکاں کی ساری رفعتیں اس کے سامنے پست ہو کر رہ گئیں فرش زمین و عرش بریں سب اس کے ذکر سے معمور ہیں۔ مقام محمود آپ ﷺ کا مقام ہے قرآن کہتا ہے **"عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا"** (عجب کیا ہے آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں جگہ دے)۔

(سورۃ الاسراء)

یہ رتبہ بلند کل کائنات میں آپ ﷺ کے سوا نہ کسی اور کو نصیب ہوا ہے نہ ہوگا۔

مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم کیا خوب لکھتے ہیں!

"یہ آواز اس وقت دنیا کے سامنے بلند ہوئی تھی، جب اسلام کے خلاف دولت، امارت و حکومت کی ساری قوتوں کا ایکا تھا، جب اسلام محدود تھا، تنگدستوں اور بیکسوں، ضعیفوں اور شکستہ حالوں کی ایک مختصر سی جماعت میں، جب اللہ کا نام زبان پر لانے کا انعام ملتا تھا، گالیوں اور ذلتوں، تازیانوں اور عقوبتوں سے۔ مگر دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ چند ہی روز میں کیسی کایا پلٹی تھی، قریش کے زور آور سردار خاک میں مل گئے۔ ان کے حلیف اور حمایتی مٹ کر رہ گئے۔ دولت مند یہود کا تختہ الٹ گیا اور جن کی عقل و فہم پر قوت و اثر پر دولت و سرمایہ پر زمانہ کو ناز تھا، ان کے نام تک صفحہ روزگار سے مٹ گئے۔ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی، عقل و دانش کی کتنی منزلیں، حد و حساب سے باہر عدد و حساب سے خارج۔ طے ہو چکیں۔ الحاد و مادیت کی قلمرو کتنی وسیع ہو چکی۔ پر آج خالق کے نام کے ساتھ جس مخلوق کا نام زبانوں پر آتا ہے اللہ کے ذکر کے ساتھ جس بندہ کا ذکر کانوں تک پہنچتا ہے۔ وہ کسی قیصر و کسریٰ کا نہیں، کسی زار و فغفور کا نہیں، دنیا کے کسی شاعر و ادیب کا نہیں، کسی حکیم و فلسفی کا نہیں، کسی

جرنل اور سردار کا نہیں، کسی گیانی اور کسی راہب کا نہیں، کسی رشی کا نہیں، یہاں تک کہ کسی دوسرے پیغمبر کا بھی نہیں بلکہ عبد اللہ کے لخت جگر، آمنہ کے نور نظر خاک بطحا کے اسی بے کس و بے بس یتیم کا جسے قریش کے زور آور، جہل و نخوت کے نشہ میں اپنے ہی جیسا محض ایک مشت خاک سمجھ رہے تھے۔ کشمیر کے سبزہ زار میں، دکن کی پہاڑیوں میں، افغانستان کی بلندیوں میں، ہمالیہ کی چوٹیوں میں، گنگا کی وادیوں میں، چین میں، جاپان میں، جاوا میں، برما میں، روس میں، بخارا میں، مصر میں، ایران میں، عراق میں، فلسطین میں، ترکی میں، نجد میں، یمن میں، مراکش میں، طرابلس میں، ہندوستان کے گاؤں گاؤں میں، اور ان سب مہذب نیم مہذب ملکوں کو چھوڑ کر خاص ناف تمدن و مرکز تہذیب لندن پیرس اور برلن کی آبادیوں میں ہر سال نہیں ہر ماہ نہیں ہر ہفتہ نہیں ہر روز بھی پانچ پانچ مرتبہ بلند میناروں سے جس نام کی پکار خالق کے نام کے ساتھ فضا میں گونجتی ہے وہ اسی ایک سچے اور اچھے کا نام ہے جسے بصیرت سے محروم دنیا نے ایک زمانہ میں محض ایک بے کس و یتیم کی حیثیت سے جانا تھا۔ یہ معنی ہیں یتیم کے راج کے اور یہ تفسیر ہے "ورفعنالک ذکرک" کی کسی ایک صوبہ پر نہیں کسی ایک جزیرہ پر نہیں دنیا پر دنیا کے دلوں پر آج حکومت ہے تو اسی یتیم کی راج ہے تو اسی کا۔ (ذکر رسول ﷺ صفحہ ۲۹ و صفحہ ۳۰)

صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر کو دنیا اور آخرت دونوں میں بلند فرمایا اس کی حقیقت ہر خاص و عام پر ظاہر ہے کہ جہاں ہر کلمہ گو آپ ﷺ کا نام لیوا ہے وہاں عالم ملکوت میں بھی آپ ﷺ پر درود و سلام کا ورد جاری ہے۔

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۵۶۔ سورۃ الاحزاب)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا اور آپ ﷺ کا رب مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ ﷺ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (مسند ابو نعیم)

تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

زمان و مکان کا وہ کونسا گوشہ، وہ کونسی ساعت، وہ کونسا لمحہ ہے جو ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے اس عالم شش جہات کے گوشہ گوشہ میں بگردش زمین کے ساتھ ساتھ ہر بانگ اذاں میں آپ ﷺ کا نام نامی بلند ہو رہا ہے۔ اونچے اونچے میناروں سے باعث تخلیق کائنات ﷺ کا اسم گرامی خالق کائنات عزوجل کے نام نامی کے

ساتھ پکارا جا رہا ہے۔ دشت و جبل، صحرا و دریا، بحر و بر، شہروں اور دیہاتوں، آبادیوں اور ویرانوں، سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور گھاٹیوں میں ہمہ وقت آپ ﷺ کے نام کی منادی ہے۔ حجاز و عراق، یمن و شام، حبش و مصر، ایران و توران، بخارا اور ہندوستان، چین و جاپان، روس و افغانستان، جرمنی و انگلستان، فرانس و امریکہ، دنیا کا گوشہ گوشہ اور زمین کا چپہ چپہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی پکار سے گونج رہا ہے۔ "ورفعنا لک ذکرک" بلندی ذکر کی یہ وہ تفسیر ہے جو اوراق لیل و نہار پر سوا چودہ سو سال سے ثبت چلی آ رہی ہے، چشم روزگار اسے صدیوں سے پڑھتی چلی آ رہی ہے۔

کیا دل سے بیاں ہو ترے اخلاق کی توصیف　　　　عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

پیش نظر کتاب "تجلیات سیرت" ارشاد الٰہی "ورفعنا لک ذکرک" (اور ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے آوازہ ذکر کو بلند کر دیا) کی تصدیق و تائید ہے جس میں غیر مسلم سیرت نگاروں مذاہب عالم کے غیر مسلم دانشوروں، مصنفوں، ادیبوں، اور شعراء کا رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کے حضور نظم و نثر ہر دو صنف میں گلہائے عقیدت اور خراج تحسین شامل ہے۔

یہ ذات مقدس تو ہے ہر انسان کو محبوب　　　　مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمد ﷺ

فتنہ استشراق اور مستشرقین

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریک کا آغاز ایک مشتری دشمن رسول "جان آف دمشقی (۷۰۰ـ۷۵۴ء) نے کیا اس نے آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ پر سب سے پہلے جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا' اسی کا تیار کردہ لٹریچر ازمنہ وسطی سے لے کر بیسویں صدی تک مستشرقین کے لئے بنیادی ماخذ کا کام دیتا رہا اسی لٹریچر نے صلیبی جنگوں کو ہوا دی چنانچہ ۱۰۹۹ء میں پہلی خون آشام صلیبی جنگ ہوئی۔

دوسری صلیبی جنگ ۱۱۴۷ء میں لڑی گئی۔

تیسری معروف صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہنشاہ انگلستان رچرڈ کے درمیان ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۳ء تک جاری رہی۔

چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ء سے ۱۲۰۴ء کے درمیان لڑی گئی۔

۱۲۱۷ء میں پانچویں صلیبی جنگ پیش آئی۔

چھٹی صلیبی جنگ کا واقعہ ۱۲۲۸ء میں پیش آیا۔

جب ان تمام عسکری محاذوں پر مسیحی قوت شکست سے دوچار ہوئی اور ان کی تمام کاوشیں ناکام ہو گئیں تو مسلمانوں کی تاراجی کے لئے اہل صلیب نے منگول قوت کے ساتھ عسکری اتحاد ۱۲۴۹ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان قائم کیا۔

آٹھویں صلیبی جنگ ۱۲۷۱ء میں پیش آئی۔

نویں صلیبی جنگ ۱۳۶۵ء میں پیش آئی۔

آخری دسویں صلیبی جنگ ۱۴۶۴ء میں پیش آئی۔

ان صلیبی جنگوں اور خون آشامیوں کا تعلق مستشرقین سے بڑا گہرا ہے کیونکہ پانچ صدیوں میں یورپی مفکرین مولفین اور شعراء اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف مسیحی جذبات کو گدگداتے' اسلام اور مسلمانوں کی تاراجی پر ابھارتے' اور ان میں شہادت کا جذبہ پیدا کر کے برسرپیکار ہونے کی روح پھونکتے رہے' صلیبی جنگوں کی پانچ سو سالہ تاریخ ۱۰۹۹ء تا ۱۳۶۵ء تک مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف منفی لٹریچر فراہم کرتے رہے' گیارہویں صدی عیسوی میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف معاندانہ' مناظرانہ اور مجادلانہ نوعیت کی کتابیں یورپ میں باقاعدگی سے لکھی جانے لگیں۔ مثلاً "Peter" نے بڑی کاوش سے قرآن اور اسلامی تعلیمات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس کی رائے میں عیسائی اس وقت تک اسلام کے خلاف اپنی مذہبی جدوجہد جاری نہیں رکھ سکتے تھے جب تک ان کے پاس کافی مواد موجود ہو' چنانچہ اس نے

"Robert" نے ۱۱۴۳ء میں فرانس میں لاطینی زبان میں قرآن کا ترجمہ کروایا جو بیرونی زبانوں میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہے "Robert" اور "Hermann" کی مدد سے چار مزید عربی کتابوں کا ترجمہ شائع کیا گیا جس کا دیباچہ پیٹر نے اپنے قلم سے لکھا' ان چاروں کتابوں کو سامنے رکھ کر رابرٹ نے اسلام کے خلاف ایک زہر آلود کتاب (Chronica Mendosaet Ridiculsasara Cenorum) مرتب کی'

(Peter the Venrable of Cluni) کی تصانیف کے شائع ہوتے ہی اسلام کے خلاف مجادلہ اور مناظرہ کا دروازہ کھل گیا' یہی ایک ماخذ و سرچشمہ ہے' جس سے قرون وسطی کے نصرانیوں نے اسلام کے خلاف مواد حاصل کیا' ان تصانیف کے بعد سے یورپ کی تمام زبانوں میں اسلام کے خلاف سب و شتم کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

تیسری تاریخی صلیبی جنگ (۱۱۸۹ء-۱۱۹۳ء) کے بعد صلیب (Cross) سرنگوں ہوئی تو عیسائی دنیا نے کمال عیاری سے اپنی تدبیر و حکمت عملی کو بدلا اور جنگ جیتنے کے لئے نئے ترکش اور نئے تیر استعمال کئے۔ چنانچہ آلات ضرب کی بجائے اب سرد جنگ (Cold War) کا آغاز کیا گیا عیسائی دنیا آج تک صلیبی ذہنیت اور عصبیت کے زیر سایہ اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہے' استشراق کی تحریک جس کا آغاز گیارہویں صدی عیسوی میں کیا گیا سولہویں اور بعد کی صدیوں میں اپنے عروج کو پہنچی اس تحریک کے علمبردار بلالحاظ رنگ و نسل عیسائی یا یہودی تھے جو اپنے مسخ شدہ مذہب کے تحفظ کے لئے سر جوڑ کر بیٹھ گئے' ان مستشرقین نے تجدد و تحقیق کے بھیس میں جو انکشافات کئے ہیں وہ اس قدر شدید و اہانت آمیز اور روح فرسا ہیں کہ ان کا سننا یا پڑھنا سلیم الطبع کو گوارا نہیں۔

جان آف دمشقی سے لے کر آج تک مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکاتے چلے آرہے ہیں' پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق مغربی مستشرقین کے موقف کی تشکیل ایک ایسے دینی دائرہ میں ہوتی ہے جس میں قومی تعصب' ذہنی تشنج' بغض و کینہ اور نفرت کی کار فرمائی ہے ان کی ارادی و غیر ارادی دونوں طرح کی جہالت اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے رسول اکرم ﷺ کے متعلق مستشرقین کی بحث و تحقیق اور ان کا مطالعہ و تجزیہ نہ معروضی ہے اور نہ موضوعی اور نہ تاریخی و علمی' بلکہ وہ سب و شتم کا ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں کلیسائی دینی اور مقدس تاب شخصیتوں کے ساتھ غیر دینی اور لامذہبی افراد بھی برابر حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سیلاب بلا تمیز آج تک رواں ہے اس لئے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت مستشرقین کی ہرزہ سرائی و دسیسہ کاری اور خردہ گیری کا اصل محور و مرکز ہے۔

تاہم ارشاد الٰہی "واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون" کا مصداق مستشرقین کا دوسرا رخ وہ ہے جس میں بعض سرکردہ مستشرقین اس حقیقت کا برملا اعتراف و اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ ذات رسالت مآب ﷺ ہر عیب سے منزہ' ہر الزام سے مبراء خلق و خلق کی تمام خوبیوں سے مرصع' اور دنیائے انسانیت کا حاصل تھی' اور ان کی کامیابیوں کامرانیوں اور کارناموں کی بناء پر ان کا کوئی ثانی نہیں۔

چنانچہ یورپ کا نامور متعصب مستشرق پروفیسر مارگولیتھ اپنی کتاب

Muhammad and the Rise of Islam میں جو ۱۹۰۵ء میں نیویارک سے شائع ہوئی تھی اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا وہ لکھتا ہے ا

"Biographers of the Prophet Muhammad Form a Long Series it is Impossible to end but in Which to find a place would be Honourable"

"محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت و تکریم ہے"۔

تجلیات سیرتؐ

پیش نظر کتاب "تجلیات سیرتؐ" سیرت کی کتابوں میں مندرجہ ذیل خصوصی مباحث کی وجہ سے جداگانہ حیثیت اور اسلوب کی حامل ہے۔ مذاہب عالم کے دانشوروں غیر مسلم سیرت نگاروں اور مصنفوں نے سیرت طیبہ پر جن شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا' ان اقتباسات کو پیش کیا گیا ہے۔

غیر مسلم دانشوروں عیسائی' یہودی' ہندو' سکھ' بدھسٹ اور دیگر مذاہب کے نمائندہ مفکرین اور دانشوروں کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خراج عقیدت بھی زینت کتاب کیا گیا ہے۔

تجلیات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول "آثار سیرتؐ"

اس باب میں یورپ کے جن سیرت نگاروں "مفکروں" دانشوروں ادیبوں اور علمی حلقوں سے وابستہ معروف اہل قلم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خراج عقیدت پیش کیا اور آپ ؐ کو دنیائے انسانیت کا سب سے عظیم قائد پیغمبر اور ہیرو تسلیم کیا ہے ان کے اقتباسات کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم "انوار سیرتؐ"

اس باب میں یورپ کے ممتاز ارباب فکر و نظر سیرت نگاروں' ادیبوں اور دانشوروں کے منتخب افکار و نظریات کو پیش کیا گیا ہے۔ جو پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ؐ کے گوناگوں گوشوں کی مدح و ثناء پر مشتمل ہیں ان سے محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر معترضین اور ناقدین کے اعتراضات و شبہات کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔

باب سوم کا عنوان "الاسلام"

اس باب میں ادیان عالم اور مذاہب امم پر دین اسلام کی عظمت 'صداقت' اور مذاہب عالم پر اس کی فوقیت کو جداگانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام ایک عالمگیر جامع ضابطہ حیات ہے اور اس کی اثر انگیزی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ چنانچہ عالمی تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات اس کی نہایت روشن دلیل ہیں دیگر موضوعات پر غیر مسلم مفکرین اور مذاہب عالم کے دانشوروں کی آراء کو بیان کیا گیا ہے جن سے دین اسلام کی مذاہب عالم پر فوقیت و برتری ایک منفرد انداز میں سامنے آتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے محاسن و خصوصیات جیسے اسلام اور عقیدہ توحید۔ اسلام کی اشاعت میں حیرت انگیز ترقی کا راز عیاں ہو جاتا ہے اسی نوع کے عنوانات "اسلام اور امن عالم" "اسلام اور مساوات"۔ اسلام اور جمہوریت' "اسلام اور رواداری" وغیرہ ہیں۔

باب چہارم میں پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات طیبہ پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے اس کے ذیلی عنوانات حسب ذیل ہیں۔

○ اشاعت اسلام اور تلوار

اس میں اعتراضات و شبہات کا ازالہ ہے۔

○ پیغمبر اسلام اور تعدد ازواج

عنوان کے تحت مستشرقین 'خیرہ چشم معترضین اور مصنفین کے سیرت طیبہ پر اعتراضات کے علمی اور تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں۔

۱۔ معترضین کے شبہات کی تردید کی گئی ہے اور اسلامی جہاد کے اغراض و مقاصد کو بیان کرنے کے ساتھ عہد نبوی ﷺ کے غزوات و سرایا' اور اسلامی جنگوں کا غیر اسلامی دنیا کی جنگی تاریخ اور عہد حاضر کی قتل و غارتگری و ہلاکت خیزی سے تقابل اور فتح مکہ کے تاریخ ساز موقعہ پر پیغمبر رحمت محسن انسانیت ﷺ کا دشمنوں سے حسن سلوک و عفو عام بیان کیا گیا ہے۔ جزیہ 'غلامی' اور دیگر اعتراضات و الزامات کے علمی جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

۲۔ رسالت مآب ﷺ کے ناقدین و معترضین کا بنیادی ہدف آپ کی عائلی اور ازدواجی زندگی ہے اور اس پر وہ نت نئے اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں' اس باب میں مستشرقین قدیم و جدید بلا تفریق ملک و ملت تمام فریق اور یورپ کے نام نہاد محققین اور عہد حاضر کے رشدی ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں' ان معترضین کے معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج پر اعتراضات کے علمی اور تحقیقی جوابات غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کی آراء کی روشنی میں دیئے گئے ہیں نیز آپ ﷺ کی متعدد شادیوں کے اسباب و محرکات کو پیش کرنے کے ساتھ مذاہب عالم میں تعدد ازواج کے وجود' انبیاء سابقین اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد

ازواج کا تقابلی اور تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب پنجم "عورت اسلام اور مذاہب عالم"

یہ طبقہ نسواں پر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقابل فراموش احسانات کا ایک تاریخی جائزہ ہے۔ جس میں اسلامی معاشرہ میں عورت کے مقام و مرتبہ پر ناقدین کے الزامات و اعتراضات خاص طور پر عہد حاضر کے معترضین جیسے بنگلہ دیش کی مصنفہ تسلیمہ نسرین ور شدی صفت مصنفین کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

آزادی نسواں کی تحریک اور اس کا پس منظر' آغاز و ارتقاء' قدیم تہذیبوں اور معاشروں میں عورت کے مقام و مرتبہ کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حقوق نسواں کے سلسلہ میں اسلام کا شاندار کارنامہ' نکاح اور طلاق کے قوانین' عورت اسلام اور پردہ' نیز اسلامی معاشرہ میں عورت پر پابندی کے مفید اثرات و ثمرات کا بیان ہے۔

باب ششم "آثار سیرت"

اس باب میں ہندو اور سکھ دانشوروں ادیبوں مصنفوں سیرت نگاروں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ نامور افراد کی کتابوں سے اقتباسات اور ان کی آراء کو پیش کیا گیا ہے جس میں انہوں نے سیرت خیر الانام ﷺ کے مختلف گوشوں کو نمایاں کیا اور پیغمبر اعظم ؐ کے کارہائے نمایاں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو انسانی عظمت کا شاہکار و بے مثل نمونہ قرار دیا ہے۔

باب ہفتم "انوار سیرت"

اس باب میں ہندو اور سکھ دانشوروں سیرت نگاروں ادیبوں مورخوں مصنفوں اور مفکروں کے سیرت النبی ﷺ پر نظریات و افکار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات بابرکات کی مقبولیت و محبوبیت اور عظمت و صداقت کی نہایت بین دلیل ہے۔

باب ہشتم (مدحت پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ہندو اور سکھ شعراء کا نعتیہ کلام اور منظوم خراج عقیدت پر مشتمل ہے۔

اردو شاعری میں غیر مسلم ہندو اور سکھ شعراء کا نعتیہ کلام قابل ذکر حیثیت کا حامل ہے ان شعراء نے باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے مختلف

پہلوؤں پر گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ ان کے ہاں زبان وبیان کی گل افشانیاں بھی ہیں اور اضطرابی کیفیات بھی ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات اور سیرت النبی ﷺ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس سے حد درجہ متاثر ہیں۔ ہندو اور سکھ مشہور شعراء کے قابل ذکر کلام سے خاص اعتناء کیا گیا ہے۔

اظہار تشکر

تجلیات سیرت ؐ کی تالیف میں والد محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی اطال اللہ عمرہم کی علمی عنایات مفید مشورے میرے رہنما رہے ہیں خاص طور پر انگریزی کتب سیرت سے استفادہ کے سلسلہ میں مجھے ان کی معاونت حاصل رہی ہے۔

عزیز دوست حافظ حقانی میاں قادری (ڈائریکٹر اسلامک سینٹر نیویارک، امریکہ) کی عنایات کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی تصحیح کے سلسلہ میں میری بھرپور مدد کی ان ہی کے سعی و کوشش کی بدولت کتاب کی طباعت کا آغاز ہوا۔

نیز اس موقعہ پر ادیب اور صحافی شبیر احمد خان میواتی مدیر "نقوش میوات" و مدیر معاون "قومی ڈائجسٹ" لاہور کو بھی فراموش نہیں کر سکتا جنہوں نے مجھے ہندو اور سکھ شعراء کے نعتیہ کلام پر مبنی ایک نادر و نایاب کتاب اور غیر مسلموں کی نعت کا ایک خاص نمبر عنایت کیا جس سے استفادہ کتاب کے باب آخر میں معاون رہا۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، پروفیسر عمر حیات حاصم سیال (شیخ زائد اسلامک یونیورسٹی) اور مولانا احمد علی مرادتے بھی علمی استفادہ کے سلسلہ میں میری بھرپور مدد کی۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ کے جواں سال علم دوست پبلشر جناب طارق رحمٰن خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی دلچسپی، لگن اور جذبہ حب نبی ؐ کی بدولت کتاب حسن طباعت اور تزئین و اشاعت کے منازل سے بخیر و خوبی گزر سکی۔ اور قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ سکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق شانہ اس کتاب کو حسن قبول عطا فرمائے میری غلطیوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور میرا نام بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کی فہرست میں داخل کر دے مجھے آپ ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے میری اور میرے والدین و تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے (آمین)۔

تصحیح کتاب کی پوری کوشش کی گئی ہے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو متنبہ فرمائیں تاکہ آیندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جائے۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا و تقبل منا انک انت العزیز الحکیم

حافظ محمد ثانی
ریسرچ اسکالر سندھ یونیورسٹی، شعبہ اسلامی ثقافت و تقابل ادیان
چیئرمین اسلامک رائٹرز فورم
سیکریٹری جنرل موتمر انصار السنۃ العالمی
۲۵ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ / ۲۵/ مئی ۱۹۹۵ء

ورفعنالک ذکرک

اور (اے نبی ﷺ) ہم نے بلند کر دیا ذکر آپ ﷺ کا

(القرآن سورۃ الانشراح آیت ۴)

لے کر سیاہی نور رخ آفتاب سے　　　　لکھتا ہے وصف حسن رسالت مآب کا

جس طرح دین اسلام اپنی ابدی تعلیمات اور جامعیت کے لحاظ سے دیگر مذاہب عالم میں ممتاز ہے اسی طرح رحمت عالم 'پیکر خلق عظیم 'باعث تخلیق کائنات سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان کی تعلیمات کے نمونہ عمل ہونے کے لحاظ سے دیگر انبیاء و رسل میں ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے۔

رسولوں میں محمد مصطفیٰ تم سب سے برتر ہو　　　　قسیم آب کوثر ہو' شفیع روز محشر ہو
(تائب سہارنپوری 'منشی روپ کشور)

یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا معجزہ ہی ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی زندگی کے چند خاص واقعات کے سوا ان کی سوانح حیات اور اخلاق و سیر محفوظ نہیں۔
فخر موجودات ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں اتنا لکھا جا چکا ہے کہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اتنا کسی اور شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔ آپ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ کو مورخین اور ارباب سیر نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا جوں جوں زمانہ نے ترقی کی اسی رفتار سے آپ ﷺ کی ذات سراپا کمالات کی اہمیت بڑھتی رہی۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر عصر حاضر تک ہر زمانے 'ہر ملک 'اور ہر زبان میں آپ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔
مسلم ارباب سیر اور تاریخ نگاروں کو چھوڑ دیں کہ ان کا تو دین و ایمان ہی سرور کونین ﷺ کی غلامی سے وابستہ ہے دشمنوں اور غیر مسلموں کے کیمپ میں آیئے۔ ہندو' سکھ 'عیسائی 'بدھسٹ اور دیگر غیر مسلم اقوام نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ پر لکھا اور جن نہایت شاندار الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں!

سب مانتے ہیں ان کو مسیحا نفس کہ وہ　　　عرش سے اترے تھے دست شفاء کے ساتھ

معروف ہندو شاعر منوہر لال دل کہتے ہیں!

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف　　　عالم ہوا مداح تیرے لطف و کرم کا

ہندو شاعر مجبور جالوی "منشی لالہ چھترومل اپنی نعت میں معترف صد تحسین و آفرین نظر آتے ہیں۔

نبی برحق تم ہو اور مالک شرع مبین تم ہو
رسالت ختم ہے تم پر کہ ختم المرسلین تم ہو
تمہارے مرتبہ سے عیسیٰ و مریم کو کیا نسبت
وہ ہیں گردوں نشیں اور مالک عرش بریں تم ہو
نہ ہو کیوں دماغ اہل زمیں کا عرش عظیم پر
کہ تم فخر بنی آدم ہو' اور فخر زمیں تم ہو
تمہاری شان میں لولاک فرمایا ہے خالق نے
تمہارا ہی مکاں کونین ٹھہرا اور مکیں تم ہو
تمہیں مجبور سب داد سخن کیونکر نہ دیں دل سے
کہ دل اور جاں سے مدحت سرائے شاہ دیں تم ہو

(نور سخن ۱۹۷/نور احمد میرٹھی)

منشی بشیشور پرشاد کہتے ہیں!

ذرے ذرے اس در کے کیا سیارے کیا شمس و قمر
جلوہ آراء عرش جنت میں ہے ضیائے مصطفیٰ
شافع محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب
کون محبوب الہیٰ ہے سوائے مصطفیٰ
آدمی کیا مدح کر سکتے نہیں جن و ملک
حق تعالیٰ آپ کرتا ہے ثنائے مصطفیٰ
آسمان پر لوگ کہتے ہیں جنہیں شمس و قمر
زیب ہے کہنے کہ ہیں یہ نقش پائے مصطفیٰ

(نور سخن ۲۳۴ و ۲۳۵)

انگریزی زبان میں پروفیسر مارگولیوتھ کی کتاب Muhammad and the rise of Islam سے جو "ہیروز آف دی نیشن" کے سلسلہ میں نیویارک سے ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی زیادہ زہریلی کتاب سیرت پر انگریزی زبان میں نہیں لکھی گئی اس نے تحقیق کے بھیس میں جو زہر افشانی کی وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں' تاہم وہ بھی اپنی مذکورہ بالا کتاب کے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا کہ آپ ﷺ کی سیرت نگاری ختم ہونے والی نہیں اس صف میں جگہ پا جانا ہی عزت کا مقام ہے۔ چنانچہ وہ آغاز کتاب میں رقم طراز ہے۔

"محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت

و تکریم ہے"۔

انسائیکلو پیڈیا امریکانا اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے!

"Muhammad was born with in the full light of History" محمدؐ تاریخ کی مکمل روشنی میں پیدا ہوئے۔ (The Encyclopedia Americana 1961 Vol 19, P. 292)

ہارٹ میخائیل (Hart-M) لکھتا ہے!

"قارئین میں سے ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہاں کی موثر ترین شخصیات میں محمدؐ کو سرفہرست کیوں رکھا ہے اور مجھ سے وجہ طلب کرینگے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان تھے جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران اور سرفراز ٹھہرے۔" دیکھیے

AUTHOR OF "THE 100"

Aranking of the most influential persons in history

Hart Publishing Co. New york 1978

مسٹر شانتا رام پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

"میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مشاہیر کی سوانح حیات پڑھنے میں صرف کیا ہے' میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمدؐ ایک عظیم انسان ہیں کہ جن کے مقابلہ کا انسان روئے زمین پر نظر نہیں آتا"۔ (محمدؐ کا جیون چرتر/ مسٹر شانتا رام)

جان ڈیون پورٹ (John Devenport) نے ۱۸۷۰ء میں انگریزی زبان میں سیرت طیبہ پر ایک کتاب بعنوان "Apology for Muhammad and the Quran" تصنیف کی جس کی ابتداء انہوں نے ان الفاظ سے کی ہے۔

"اس میں شبہ نہیں کہ تمام مقننین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حالات زندگی محمدؐ کے حالات زندگی سے زیادہ ترمفصل اور سچے ہوں"۔

بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں دنیا کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم داود مجاعس نے لکھا!

"دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر سے عرصہ میں ایک نئے مذہب' ایک نئے فلسفہ' ایک نئی شریعت' اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی' جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا ور ایک نئی طول العمر سلطنت قائم کر دی۔ ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا۔

وہ کون ؟!!!

"محمد بن عبداللہ قریشی۔ عرب اور اسلام کے پیغمبرؐ"۔

اے گیلوم (A-Guillume) رقمطراز ہے!

"تاریخ انسانی میں محمدؐ کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے۔ (ISLAM)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولیبان (Dr. G. Lebon) لکھتا ہے!

"اگر اشخاص کی زندگی' بزرگی' اور وقعت کا اندازہ ان کے کارناموں سے لگایا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ حضرت محمدؐ رجال التاریخ میں سب سے عظیم شخصیت گزرے ہیں۔ دیکھئے (تمدن عرب (La Civilization De Arabes)

ای ڈر منگم (E- Dermengem) اپنی کتاب "Life of Muhammet" میں رقمطراز ہے!

"محمدؐ اس اعتبار سے دنیا کے وہ واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ منور اور روشن ہے۔"

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بے کراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

(آنند پنڈت جگناتھ پرشاد)

ممتاز ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اپنی کتاب "عرب کا چاند" میں نبی اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے!

"دنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں۔ رحمت للعالمین' شفیع المذنبین' سید المرسلین' خاتم النبیین' باعث فخر موجودات' سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو کئی اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے!

مزید لکھتے ہیں!

"داعی اسلام حضور انورؐ کو مصلحان عالم کی ایک بڑی تعداد پر اس خصوصیت امتیازی میں ایک خاص شرف و برتری حاصل ہے کہ آپؐ کا قول و فعل یکساں تھا' قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادرہ روزگار اور شہرہ آفاق ہستیوں کی سوانح حیات میں بھی نایاب ہے' لیکن حضور انورؐ کا دامن ایسے بہت سے گوہرہائے نایاب سے لبریز تھا جنکی درخشندگی سے کائنات کا ہر گوشہ روشن ہو سکتا ہے"۔

جی ڈبلیو لیٹنر (G.W. Leitner)

"Muhammadan ism religious systems of the world" میں لکھتا ہے!

"حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی' بلکہ کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسان کیلئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا"۔

لین پول (Lane Poole) لکھتا ہے!

"روئے زمین پر محمدؐ جیسا دوراندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔ دیکھئے (Studies in Mosque)

والٹیر (Voltair) آپؐ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"اس سے بڑا انسان۔ انسانیت نواز' دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی۔" (Phylosophical Dictionary)

یورپ جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت نہیں وہاں بھی مختلف زبانوں میں اس موضوع پر اب تک تقریباً" پندرہ سو کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

یہ رحمت للعالمینؐ کی ذات بابرکات ہی کی عظمت ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپؐ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

معروف ہندو شاعر شیش چندر سکسینہ کہتا ہے!

یہ ذات مقدس تو ہر انسان کو ہے محبوب   مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمدؐ

فراق گورکھپوری۔ رگھوپتی سہائے کہتے ہیں!

معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام   وہ امت اسلام میں محدود نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر شاکیانہ انداز میں کہتے ہیں!

عشق کسی سے ہو جائے کوئی چارہ تو نہیں   صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

رویندر' روہندر جین کہتے ہیں!

آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں   صرف شامل ہوں مسلماں رسول اکرمؐ

گوپی امن ناتھ کو بھی فخر ہے کہ!

شفیع امم رحمت عالمیں ہے   فقط وہ متاع مسلماں نہیں ہے

یہ آپؐ کی حیات طیبہ اور اخلاق حسنہ کی جاذبیت اور دلکشی کی بین دلیل ہے کہ اس کے ادراک و علم کے بعد غیر مسلم بھی اپنے تعصبات کے کچھار میں قید نہیں رہ سکے۔چنانچہ عصر حاضر میں جب سیاسی اور مذہبی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر علمی و تحقیقی سطح پر دنیائے کفر کا رابطہ اسلام اور عالم اسلام سے ہوا تو پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کے اعتراف اور آپؐ کی ذات سے عقیدت کے اظہار کے جذبے نے یہاں کے محققین اور دانشوروں کی تحریروں اور تقریروں کو بھی تعصبات کی زنجیروں سے رہائی دلائی۔

یورپ میں ایسی تحریروں کا آغاز فرانسیسی عالم بولین ولیئر (Boolain Villiers) کی سیرت طیبہ پر تصنیف

(i) Historedes Arabes, Aved. Lavie De Mahomet (Amerssterdam 1731)

(ii) Vie De Mahomet (1730)

سے ہوتا ہے۔

جبکہ برصغیر پاک و ہند میں سیرت خیرالانام پیغمبر اسلامؐ پر تصنیفات اور نگارشات کی ابتداء انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی ایک مثال ہندو سیرت نگار' "لالہ دلیا رام گولاٹی" کی "سوانح عمری محمدؐ" ۱۸۹۳ء ہے۔ یہ کتاب واشنگٹن اروِنگ (Washington. Irving) کی کتاب (New york 1811) "Life of Mahomet" کا اردو ترجمہ ہے۔

وہ غیر مسلم مفکرین جنہوں نے مذہبی تعصب کے لبادے کو اتار کر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا علمی سطح پر مطالعہ کیا وہ آپؐ کی عظمت کے معترف نظر آتے ہیں۔

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف　　عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

بلغ العلےٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

باب اوّل

آثارِ سیرت ﷺ

(یوروپین سیرت نگاروں کی کتب سیرت سے اقتباسات)

باب اول

آثار سیرت ﷺ

(یوروپین سیرت نگاروں کی کتب سیرت سے اقتباسات)

زیر نظر باب میں صرف ان یوروپین غیر مسلم سیرت نگاروں اور مصنفین کی تحریروں کے اقتباسات کو پیش کیا جارہا ہے جنہوں نے سیرت طیبہ پر غیر جانبدارانہ طرز تحریر کو اپناتے ہوئے حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کو قلمبند کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا اور پیغمبر اعظم کے عظیم کارناموں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے!

کیوں نہ اعجاز محمدؐ کے ہوں قائل اغیار　　　کر لیا اک زمانہ کو مسخر اپنا

تاہم بقول مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی مرحوم کے کسی کی بات کو بغیر تنقیح و تحقیق کے قبول نہیں کیا جا سکتا اس لئے مستشرقین (یوروپی غیر مسلم محققین و مصنفین جو علوم مشرقیہ بالخصوص اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر تحقیقی عمل سے وابستہ ہوں) کے علم و فضل سے مرعوب ہو کر کوئی بات قبول نہیں کی جا سکتی" رہی اچھی اور سچی بات تو یہ دوست سے ملے یا دشمن سے **"کلمة الحکمة ضالة المومن اینما وجدت فھو احق بھا"** کلمہ حق مومن کا کھویا ہوا خزانہ ہے جہاں بھی مل جائے مومن ہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

ای ڈرمنگھم (E- Dermenghem)

عرب بنیادی طور پر انارکسٹ اور انتشار پسند تھے' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زبردست معجزہ کر دکھایا کہ انہیں باہم متحد کر دیا۔

بلا شک و شبہ دنیا میں کوئی ایسا مذہبی رہنما نہیں ہوا جسے محمدؐ جیسے سچے اور وفادار پیروکار ملے ہوں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ محمدؐ نے اور آپؐ کی تعلیمات نے عربوں کی زندگی بدل کر رکھ دی' اس سے پہلے

عورتوں کو کبھی وہ احترام حاصل نہیں ہوا تھا جو محمدؐ کی تعلیمات کے نتیجہ میں ملا' جسم فروشی' عارضی شادیاں' اور آزادانہ محبت ممنوع قرار دے دی گئیں' لونڈیاں اور کنیزیں جنہیں اس سے قبل محض اپنے آقاؤں کی دل بستگی کا سامان سمجھا جاتا تھا وہ حقوق و مراعات سے نوازی گئیں ---- جو کچھ محمدؐ نے کر دکھایا اسے سامنے رکھیں تو ہم ان کی عظیم ترین شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات کو سامنے رکھ لیجئے یا وہ خوبیاں جو سارے عالم میں مسلمہ سمجھی جاتی ہیں' محمدؐ کی زندگی قرآنی تعلیمات اور مسلمہ آفاقی سچائیوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھی' اور آپؐ نے کبھی اپنی گفتار اور اعمال کے ذریعہ ان حدود سے تجاوز نہیں کیا۔ (Life of Muhammad. 1930)

جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw)

ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت و تعصب کی بناء پر اسلام کی نہایت بھیانک تصویر پیش کی' انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف منظم تحریک چلائی' یہ تمام راہب اور مصنف غلط کار تھے۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔

اے گیلیوم (Alfred Guill umme)

تاریخ انسانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے۔ ان کی عظیم ترین فتح یہ ہے کہ انہوں نے انسانوں کو یہ عقیدہ تسلیم کرنے پر راضی کیا کہ خدا ایک ہے اور مسلمانوں کی ایک امت ہے۔

ایک عظیم مدبر اور سیاستدان کی حیثیت سے ان کے جوہر انتہائی پیچیدہ اور مشکل مسائل کی گتھیاں سلجھاتے ہوئے کھلتے ہیں۔ (Islam. 1963)

اے جی لیونارڈ (Arthurg Leonard)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی شخصیت تھے جن کے سامنے ایک عظیم مقصد اور بلند نصب العین تھا اور اپنے اس مقصد کی تکمیل اور نصب العین کے حصول کی راہ میں حائل ہر مشکل اور دشواری کا وہ مقابلہ کر سکتے تھے' یہ قوت اور صلاحیت اللہ کی دین تھی' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں کے حوالے سے دراصل خدائے واحد کے جلال و شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ خدا نے ان کے ہاتھوں کی حرکت کو وہ تاثیر عطا کی تھی کہ وہ پوری دنیا کو ہلا سکتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی دراصل عطیہ خداوندی تھی۔ دیکھئے (Muhammadanism in religious systems of the world. 1908)

ایس۔ پی۔ اسکاٹ (Scott. S.P)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ذہن کے مالک تھے جو مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی

گتھیاں سلجھا سکتے تھے۔ اور سب سے حیران کن حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا فقید المثال ذہن رکھنے والا انسان متکبر تھا نہ مغرور' بلکہ عجز و رضا کا پیکر تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہبی پیغام اور ان کی عظیم شخصیت کی کلید یہ ہے کہ آپؐ انسانوں کی روحانی اور سیاسی ضروریات سے کماحقہ آگاہ تھے۔ جو آگہی انہیں حاصل تھی وہ کسی دوسرے نبی یا رسول میں اس حد تک دکھائی نہیں دیتی۔ انسانی وجود کو جو مقام حاصل ہوا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے پہلے کبھی بنی نوع انسان کو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ سچ پوچھئے تو حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں تاریکیاں ختم ہوئیں۔ اور بنی نوع انسان دور جاہلیت سے نکل کر روشنی اور علم کے منطقے میں داخل ہوگئی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات انسان کو صرف اور صرف نیکی اور خیر کے کاموں پر آمادہ کرتی ہیں' حسد' جھوٹ' بے ایمانی' اور انسان دشمنی کا قلع قمع کر دیتی ہیں۔ ملاحظہ ہو (History of Moorish empire in Europe)

لین پول (Lane Poole)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بارے میں بعض حلقے شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ ایسے معترض حلقوں کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ہر آن بدلتے ہوئے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کس طرح آخری' حتمی اور غیر متبدل قرار دی جا سکتی ہیں' یہ سوال عموی سطح پر اور بالخصوص اسلام کی ابدی حقانیت کے حوالہ سے بہت اہم ہے۔ ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات بے حد سخت اور مشکل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جبر کا عنصر بہت قوی ہے ---- یوں یہ معترضین اسلام کو ایک بے لچک مذہب قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیشہ کیلئے نہیں ہو سکتیں کیا واقعی ایسا ہے ------؟

روئے زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دوراندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔ (Studies in Mosque)

لامارٹین (A. M. Lamartine)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلسفی' خطیب' مبلغ' قانون ساز' شجاع' بہادر' خیالات و افکار کے فاتح بھی تھے۔ اور انہوں نے قوانین خداوندی بحال کئے' وہ ایک ایسی عظیم الشان روحانی سلطنت کے بانی تھی جو ابد الآباد تک قائم رہے گی۔ وہ تمام پیمانے اور معیار جن سے ہم کسی انسان کی عظمت کا اندازہ لگاتے ہیں ---- انہیں بروئے کار لا کر بتایئے ---- کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عظیم تر تھا؟

جی۔ ڈبلیو۔ لائٹنر (G. W. Leitner)

حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہو گی۔ بلکہ کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسان کیلئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ملاحظہ ہو
(Muhammadanism religious systems of the world, 1908)

آرنلڈ ٹوائن بی (A. J. Toynbee)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ذریعہ انسانوں میں رنگ و نسل اور طبقاتی امتیاز کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ کسی مذہب نے اس سے بڑی کامیابی حاصل نہیں کی۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کو نصیب ہوئی۔ آج کی دنیا جس ضرورت کیلئے رو رہی ہے اسے صرف اور صرف مساوات محمدی کے ذریعہ اور اس نظریہ کے تحت ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (Civilization on trial.) New york 1948)

منٹگمری واٹ (W. M. Watt)

محمدؐ کی سوانح حیات اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں اتنا ہی آپؐ کی کامیابیوں کی وسعت پر حیرانی ہوتی ہے اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حالات اتنے سازگار تھے اور انہوں نے آپؐ کو وہ مواقع مہیا کئے جو بہت کم مشاہیر کو حاصل ہوتے ہیں' تاہم یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے ہم پلہ تھے۔ یہ آپؐ کی حکمت' سیاست اور انتظامی صلاحیتوں کے طفیل ہے کہ انسانیت کی تاریخ کو ایک اہم باب نصیب ہوا۔
ملاحظہ ہو (Muhammad prophet and statesman, oxford, 1961)

ولیم میکنیل (William- Mcneill)

آپؐ سے پہلے یا بعد میں کسی بھی نبی کو کبھی اتنی جلد اور عظیم کامیابیاں حاصل نہیں ہوئیں۔ نہ ہی کسی انسان کی تاریخ اور اس کے کارناموں سے دنیا کی تاریخ کا رخ اتنی تیز رفتاری سے اور اتنے انقلابی پیمانے پر بدلا ------- آج بھی بنی نوع انسان کا ساتواں حصہ ان کا اطاعت گزار اور نام لیوا ہے۔ دیکھئے
(The rise of the west new york, 1963)

جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کو میں نے ہمیشہ اس کی حیران کن قوت اور صداقت کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔ میرے خیال میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب دنیا کا واحد مذہب ہے جو ہر دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کیلئے کشش رکھتا ہے۔ میں نے اس حیران کن انسان کی سیرت کا بغور مطالعہ کیا ہے' اور اس سے قطع نظر کہ اسے مسیح کا دشمن قرار دیا جاتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرا ایمان

ہے کہ اگر اس جیسا شخص دنیا کا حکمران ہوتا تو ہماری اس دنیا کے سارے مسائل حل ہو چکے ہوتے اور یہ دنیا خوشیوں اور امن کا گہوارہ بن جاتی۔ دیکھیے (Islam our choice)

ڈبلیو ڈبلیو کیش (W. W. Cash)

آج کے دور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کا یہ اثر ہے کہ ایشیا اور افریقہ میں ایک ایسی بیداری کی لہر دکھائی دے رہی ہے جس سے مغرب کا خدا کو نہ ماننے والا معاشرہ لرزاں و ترساں ہے۔

جوزف شاخٹ (J. Schacht)

محمدؐ کو اپنی رسالت کی صداقت پر جو پختہ یقین تھا وہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، آپؐ کی شخصیت کا جو پہلو نہایت شدت سے ابھرا وہ آپؐ کا دینی جذبہ تھا جب اس کا امتزاج آپؐ کی غیر معمولی سیاسی صلاحیتوں سے ہوا تو آپ کی رسالت دنیا میں ہی کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔ دیکھیے۔

(Muhammad "Encyclopedia of social sciences, New york. 1959 vol.9)

مسٹر ڈی رائٹ (M. D. Wright)

انگلستان کے مشہور نامہ نگار مسٹر ڈی رائٹ لکھتے ہیں!

"تاریخ انسانی میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں کہ جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو جس طرح پیغمبر اسلام نے انجام دیا ہے۔"

ایچ جی ویلز (H. G. Wells)

سوال یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی جو خوبیوں کا مالک نہ ہو اس کا کوئی دوست ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کو جو لوگ زیادہ قریب سے جانتے تھے انہی کا آپؐ پر ایمان و اعتقاد سب سے زیادہ تھا، خدیجہؓ کو لیجئے، ابوبکرؓ کو لیجئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے ایمان اور اعتقاد میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

ابوبکرؓ اپنے پیغمبر پر جیسا ایمان رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ کی صداقت اور شہادت پر ایمان لائے۔ ملاحظہ ہو

(Outlines of history: 1920)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (Encyclopeadia Britanica)

آپؐ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو جو ایک حیران کن متاثر کرنے والا تضاد ہے، یہ ہے کہ عظیم فتوحات کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت اور انسانیت نوازی میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔

سر ہملٹن گب (H.A.R. Gibb)

عام زندگی میں آپ بہت شرمیلے اور حیادار تھے اور لطیف حس مزاح رکھتے تھے اور پھر انسانیت اور ہمدردی کا ایک پھیلا ہوا سمندر۔

آگے مزید لکھتے ہیں! ہمارے نزدیک یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضوان اللہ عنہم اجمعین) نے اپنے ارادے اور جذبات جس طرح حضرت محمدؐ کی مرضی اور احکام کے تابع کر دیے تھے اس کی تمام تر وجہ آپؐ کی شخصیت کا اثر تھا۔(Muhammadanism)

ایف' ایم' والٹیئر (F.M. Voltair)

اس سے بڑا انسان۔ انسانیت نواز' دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی۔ ملاحظہ ہو (Phylosophical dictionary)

آرلینڈ او

دنیا اگر اپنے جھگڑوں سے نجات حاصل کر کے امن کا گہوارہ بننا چاہتی ہے تو پھر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی پر عمل کرنا پڑے گا۔

جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw)

میری خواہش ہے کہ اس صدی کے آخر تک برطانوی ایمپائر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مجموعی طور پر اپنا لینی چاہییں انسانی زندگی کے حوالہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار و نظریات سے احتراز ممکن نہیں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کے بارے میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ یہ کل کے یورپ کیلئے بھی اتنا ہی قابل قبول ہے جتنا کہ آج کے یورپ کیلئے جو اسے قبول کرنے کا آغاز کر چکا ہے۔ دیکھئے (P.81 (Islam our Choice

ای بلائیڈن

سچا اور اصلی اسلام جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اس نے طبقہ اناث (خواتین) کو وہ حقوق دیے جو اس سے پہلے اس طبقہ کو انسانی تاریخ میں نصیب ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور ان کی تعلیمات کو کن الفاظ میں سراہا جا سکتا ہے وہ حقیقی انقلاب جو ذہن بدل دے' دل بدل دے' اس کی تعریف کیسے ممکن ہے۔ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد جنوبی افریقہ میں اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ مدارس' مساجد' مذہبی کتب' تجارت اور باہمی رشتہ داریوں کے ذریعہ پہنچا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی فتوحات کو الفاظ کے پیرائے میں سمونا ناممکن ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔
(Christianity Islam and the negro race. 1969)

برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell)

عیسائیت اور اس کے علمبرداروں نے ہمیشہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف باطل (حتمی) پروپیگنڈہ جاری رکھا ہے جبکہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انسان اور فقید المثال مذہبی رہنما تھے۔ وہ ایک ایسے دین کے بانی تھے جو بردباری' مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر کھڑا ہے۔ دیکھئے۔
(Why I am not a Christian)

فان گروونے بام (G.E.V. Grunebaum)

رسول اللہؐ کے جن کارناموں کو آج بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؐ نے دنیا میں پہلی مرتبہ عربی زبان میں ایسے اصول و ضوابط وضع کئے جن کی قانونی صحت عمومی اور ابدی ہے۔
دیکھئے۔ (Medieval Islam. "Chicago" 1961)

بی اسمتھ (Bosworth Smith)

کسی مذہبی رہنما اور مذہب کی حقیقت کا اندازہ اس کے نام لیواؤں اور پیروکاروں کے اعمال سے لگایا جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ۶۳۷ء میں خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یروشلم پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا' یروشلم میں کسی گھر یا مکان کو نقصان نہیں پہنچا میدان کارزار کے سوا یروشلم کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا گیا۔ ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا اور مسلمانوں کے گھروں اور املاک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی' تین روز تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی' ستر ہزار مسلمان بچے' بوڑھے' عورتیں اور جوان قتل کیے گئے۔ ان میں دس ہزار وہ تھے جنہیں مسجد عمرؓ میں ہلاک کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے یروشلم فتح کیا تو وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کیلئے فضل و رحمت بن کر آئے ہیں۔
دیکھئے۔ (Muhammad and Muhammadanism: 1874)

ای شاساؤ (E. Shosauw)

مشہور جرمن اسکالر ای شاساؤ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپؐ کی سیرت کا مناقشہ آپؐ کے جاں نثاروں سے کرتے ہوئے لکھتا ہے!

انسان اپنی محبت سے پہچانا جاتا ہے اور پیغمبر اپنے رفقاء' حواریوں اور صحابہ کے حوالہ سے۔ پیغمبر کی تعلیم کا صحیح اثر دیکھنا ہو تو ان کے ان ساتھیوں کو دیکھئے جنہوں نے ان کے ساتھ پیمان وفا باندھا ہو اور ان کے

مذہب پر سب سے پہلے ایمان لائے ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پر ایک نگاہ ڈالئے ---- اپنے نبی کیلئے سب کچھ قربان کر دینے والے جن کا تکیہ کلام یہ تھا:۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہم اور ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔

آخر یہ فرق کیوں تھا----؟ صاحب دل اور صاحب ضمیر انسانوں کیلئے اس میں غور و فکر کا بہت مواد موجود ہے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسی تاثیر تھی ان کی تعلیمات میں ایسی صداقت تھی کہ انہوں نے جاں نثاروں کو جنم دیا۔

سچ ہے تیرے اطوار کا ثانی نہ ملا ۔۔۔ اس طور کے ایثار کا ثانی نہ ملا
ویسے تو ملے لاکھ نقوش تازہ ۔۔۔ لیکن تیرے کردار کا ثانی نہ ملا
(بیشہ پال)

ای ڈرمنگھم (E. Dermenghem)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتبار سے دنیا کے وہ واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ منور اور روشن ہے۔ عقل سلیم سے عاری انسان ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بھی ذہنی بیماری کا الزام عائد کرتے ہیں۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بڑے سے بڑا معترض کوئی ایسا واقعہ بتا سکتا ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ پر غصہ اور طیش کو غالب کر لیا ہو' کیا کسی ایسے واقعہ کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرشائستہ زبان استعمال کی ہو' کوئی معترض اور نقاد کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایسا واقعہ بیان نہیں کر سکتا جب کسی مرض یا تکلیف کی وجہ سے آپؐ کسی میدان جنگ یا زمانہ امن میں کسی بیماری کے دورے کے زیر اثر آئے ہوں' کوئی ایسا واقعہ ان کی زندگی میں نہیں جس سے ان کی جسمانی یا ذہنی صحت کے علیل ہونے کا سراغ ملتا ہو۔ دیکھئے (Life of Muhamet. 1930)

آئرینا میڈ مکس

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشرے میں بھی اسے حاصل نہیں۔ اسلام میں آج بھی ایک شادی شدہ مسلم عورت کو انگریز عورت سے زیادہ قانونی تحفظ حاصل ہے۔ وہ پیدائش' شادی اور موت کی گواہی دے سکتی ہے۔ اسے تصدیق کا حق حاصل ہے جو آج کی فرانسیسی عورت کو بھی حاصل نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (Women in Islam, 1930)

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیش و عشرت اور شہوانیت کے دلدادہ نہ تھے' یہ وہ الزام ہے جو آپؐ پر ان ناعاقبت اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے۔ آپؐ کا گھریلو ساز و سامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عام قسم کی تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ مہینوں آپؐ کے گھر میں چولہا روشن نہ ہو سکا۔ وہ جو آپؐ کے جاں نثار اور پیروکار تھے آپؐ کو سچے دل سے خدا کا نبی تسلیم کیا کرتے تھے' اس لئے کہ آپؐ کی زندگی ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی' کوئی راز اور اسرار آپؐ کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر عمل کرنے والے دنیا کے بہترین انسان بن گئے۔ (تھامس کارلائل انگلستان کے نامور مورخ ادیب اور فلسفی ہیں انہوں ۱۸۴۰ء میں لیکچر دیئے جو "ہیروز اینڈ ہیروور" کے عنوان سے شائع ہوئے۔) موصوف مزید رقمطراز ہیں!

حضرت محمدؐ کے متعلق ہمارا موجودہ قیاس بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ آپ دغاباز اور کذب مجسم تھے اور آپؐ کا مذہب محض فریب و نادانی کا ایک مجموعہ ہے' کذب و افتراء کا وہ انبار عظیم جو ہم نے اپنے مذہب کی حمایت میں اس ہستی کے خلاف کھڑا کیا خود ہمارے لئے شرمناک ہے۔ دیکھئے (سید الانبیاءؐ ترجمہ ہیروز اینڈ ہیروور شپ صفحہ ۲۳) (On Heroes, Heroworship; and the Heroie in history)

ایل وی واگلیری

اگر کوئی مذہب انسان کی ثقافت' ذہانت' اور جمالیات میں اضافہ نہیں کرتا تو ایسا مذہب زندہ نہیں رہتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کیلئے ایک ایسا دین لے کر آئے جو انسان کے ذہن کو ترقی دیتا ہے۔ اس کی جمالیات کی حس بیدار' تیز تر اور مکمل کرتا ہے۔ ذہنی ارتقاء کی تکمیل کرتا ہے کیونکہ اسلام سے زیادہ روشن خیال مذہب دنیا میں کوئی اور نہیں۔ دیکھئے (Islam our chaice)

شواگ (Sauvage)

اسلام توازن کا مذہب ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حیات توازن کا بہترین نمونہ تھی۔ ملاحظہ ہو۔ (Understanding Islam)

ڈی ایس مارگولیوتھ (D.S. Margolioth)

آپؐ کی رحمت اور انسانیت بے کنار تھی۔ انسان تو اشرف المخلوقات ٹھہرا' نچلی سطح کی مخلوقات بھی آپؐ کی ہمدردی' انسانیت اور توجہ کا مرکز بنی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی برا سلوک نہ کریں۔ جنگی قیدیوں کی ضرورتوں کا پورا خیال رکھیں' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی یہی خوبیاں تھیں جنہوں

نے دشمنوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے پر مجبور کر دیا۔

(Muhamet and the rise of Islam)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان (Dr. G. Lebon)

اپنی مایہ ناز تصنیف (Civilization De arabes) میں (جو انہوں نے فرانسیسی زبان میں تحریر کی تھی اور جس کا اردو ترجمہ "تمدن عرب" کے نام سے شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی نے کیا اور ۱۸۸۶ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا) رقم طراز ہیں!

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ ان کے کاموں سے لگایا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے حضرت رسالتمآبؐ رجال التاریخ میں بڑے شخص گزرے ہیں۔ قدیم مورخین نے تعصب مذہبی کی وجہ سے انکے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی۔ لیکن فی زمانہ خود مورخین نصاریٰ انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ "موسیو بار تھیلمی، سینٹ ہیلیر" جو اس زمانہ کے سربر آوردہ مورخین میں سے ہیں حضرتؐ کے بارے میں لکھتے ہیں!

"حضرت رسالتمآبؐ اپنے زمانہ کے عربوں میں سب سے زیادہ تیز فہم، سب سے زیادہ باحیا اور سب سے زیادہ رحمدل شخص تھے۔ آپؐ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی۔ جس مذہب کی آپؐ نے اشاعت کی وہ ان اقوام کیلئے جنہوں نے اسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بن گیا۔

جان بیگٹ (جنرل گلپ پاشا) (John Bagot)

جان بیگٹ ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب ممالک میں رہے اور اس مدت میں انہیں اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقعہ فراہم ہوا تب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھی چنانچہ اسی کتاب میں ایک موقعہ پر رقمطراز ہیں!

حضورؐ میں بلا کی کشش تھی اور جاذبیت، آپؐ کی بذلہ سنجی، آپؐ کی شگفتہ مزاجی، آپؐ کا شائستہ مذاق، افراد خاندان سے محبت، اپنے اصحاب سے حسن اخلاق، صحابہؓ کی باتوں سے لطف اندوزی، ہر ایک سے برادرانہ اور مساویانہ سلوک لطف و محبت سے اپنے قریبی لوگوں کو اپنے دیے ہوئے نام سے پکارنا، مخلصین سے مشورہ حضورؐ کے اوصاف حسنہ تھے۔

موصوف پیغمبر اسلامؐ کے ابتدائے زمانہ تبلیغ میں مصائب و آلام کے برداشت کرنے پر پیغمبر اسلامؐ کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے!

کیا دنیا میں کوئی مثال اور بھی ایسی مل سکتی ہے جس میں مقصد کے حصول کیلئے اٹھنے والے کی اتنی زیادہ مخالفت کی گئی ہو۔ اس کے باوجود صبر کا دامن آپؐ کے ہاتھ سے نہ چھوٹا ـــــ یہ بات حضور کے مخالفین

خصوصاً" مغربی مصنفین کیلئے ایک تازیانہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ایک غیر محتاط قسمت آزما تھے۔ دیکھئے
(محمد رسول اللہؐ ترجمہ (The life and times of Muhammad

ہارٹ میخائیل (Hart, M.)

ہارٹ میخائیل لکھتے ہیں!
قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہاں کی موثر ترین شخصیات میں محمدؐ کو سرفہرست کیوں رکھا ہے' اور مجھ سے وجہ طلب کریں گے' حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان تھے جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران اور سرفراز ٹھہرے۔ دیکھئے۔

AUTHOR OF "THE 100"
(Aran
king of the most influential persons in history- hart publishing co. Newyork 1970)

کاؤنٹ ٹالسٹائی (Tolstoi)

روسی فلاسفر کاؤنٹ ٹالسٹائی لکھتا ہے!
محمدؐ ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے قوموں کے اتحاد کی بہت بڑی خدمت کی ہے لیکن ان کے فخر کیلئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے وحشی انسانوں کو نور حق کی جانب ہدایت کی اور ان کو ایک اتحاد و صلح پسندی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والا بنا دیا اور ان کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دیئے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اتنا بڑا کام صرف ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا (شان محمدؐ)

آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے (R.V.C. Bodley)

آر وی سی باڈلے اپنی شہرہ آفاق تصنیف (The Messenger) کے اختتام میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے!
"مذہب کی تاریخ میں حضرت محمدؐ کی منفرد حیثیت کا بڑا سبب یہ ہے کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک خدا کی بندگی کرنے کے لئے معقول کر دیا۔ حالانکہ نہ تو آپؐ کوئی آسمانی مخلوق تھے' اور نہ فرشتہ' اور نہ ہی ایسا کرنے کے لئے آپؐ کے پاس کوئی مافوق البشر صلاحیتیں تھیں سوائے آپؐ کی عظیم شخصیت کے۔

کونستن ویرژیل گیورگیو (رومانیہ کے ادیب و سیرت نگار)

رومانیہ کے ادیب و سیرت نگار "کونستن ویرژیل گیورگیو" اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں لکھتے ہیں!

حضرت محمدؐ میں وہ تمام عمدہ صفات تھیں جو ایک عرب میں ہونی چاہئیں تھیں البتہ ان کے تمام برے اخلاق و عادات سے آپؐ کا دامن پاک تھا' اگر یہ بات ان کے بارے میں دعوائے پیغمبری کے بعد کہی جاتی تو شاید بعض لوگ اسے خوش عقیدگی پر محمول کرتے' مگر آپؐ کے دعوائے نبوت سے بیس پچیس برس پیشتر سے لوگ آپؐ کو امین اور صبور کہہ کر پکارتے تھے۔

ہم لوگ امین کے لفظ سے صرف ایک مفہوم یعنی امانتدار لیتے ہیں مگر اہل عرب اس کے علاوہ اسے وفادار کے معنی بھی پہناتے تھے۔

آپؐ کی صفت صبر آپؐ کی امانت کی طرح پیغمبری سے بہت پہلے معروف و مشہور تھی۔ آپؐ میں یہ وصف موجود تھا' صبر اہل عرب کی صفات محمود میں سے تھا' اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ بے سرمایہ و فقیر ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے عیب کی بات یہ ہے کہ انسان بدبختی کے مقام پر صبر کو اپنے ہاتھ سے دے دے اور بے قراری کا اظہار کرے۔ آپؐ کا صبر آپؐ کی دوستی' وفاداری' اہل عرب میں دعوائے پیغمبری سے پہلے شہرت حاصل کر چکی تھی۔ دیکھئے (محمد رسول اللہؐ صفحہ ۲۶)

باب دوم
انوارِ سیرت ﷺ
(یورپین مفکرین کے سیرت النبی ﷺ پر منتخب خطبات ومقالات)

باب دوم

انوار سیرت ﷺ

(یوروپین منکرین کے سیرت النبی ؐ پر خطبات و مقالات)

فرانسیسی عالم موسیو سیدیو (M. Sediuot)

فرانسیسی عالم "موسیو سیدیو" تاریخ عرب میں لکھتا ہے!

رسول اللہ ؐ یوں تو محض امی تھے مگر عقل و رائے میں یگانہ روزگار تھے' ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اکثر خاموش رہتے۔ طبیعت کے حلیم' خلق کے نیک' اکثر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے' لغو بات کبھی زبان سے نہ نکالتے تھے' آپ کے نزدیک حقوق کے فیصلے کے وقت قریب و بعید قوی و ضعیف سب برابر تھے' مساکین کو آپ ؐ دوست رکھتے' کبھی فقیر کو اس کے فقر کے سبب حقیر نہ جانتے' نہ کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہی کے سبب سے خوف کرتے تھے' اپنے اصحاب میں الفت پیدا کرتے تھے' ایسا کام نہ کرتے جس سے کسی کو نفرت ہو' کوئی پاس آکر بیٹھتا تو خود بھی بیٹھے رہتے کھڑا ہوتا تو آپ ؐ بھی کھڑے ہو جاتے اور مصافحہ کرتے تو اس وقت تک ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ وہ شخص خود ہاتھ جدا نہ کرتا یا آپ ؐ کو نہ چھوڑتا' اپنے اصحاب ؓ سے حالات دریافت کرتے رہتے' انکساری سے زمین پر بیٹھ جاتے' نعلین مبارک کو خود ہی جھاڑ لیتے' کپڑوں میں پیوند تک سی لیتے تھے۔ (تاریخ عرب)

موسیو سیدیو مزید لکھتے ہیں!

پیغمبر اسلام ؐ کے اخلاق نہایت اعلیٰ درجے کے تھے' آپ ؐ کے عفو و درگزر پر واقعات گواہ ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو آپ ؐ نے اپنے سخت دشمنوں کو اور ان کے قصوروں کو معاف کر دیا' قبائل سے جو حقوق جنگ لینا چاہتے تھے ان سب سے درگزر کیا۔ اور جو کچھ لڑائی میں بعضوں پر درشت احکام صادر کرنے پڑے اس پر افسوس ظاہر کیا' گو آپ ؐ کو اول درجہ کی قوت حاصل ہو گئی تھی مگر آپ ؐ نے سختی اور سنگدلی کے جذبات کو اپنے قلب میں ہرگز راہ نہیں دی' اسی بناء پر آپ ؐ کے اصحاب ؓ میں سے اگر کوئی راہ اعتدال سے تجاوز کر

جاتا تھا تو آپؐ اسے دائرہ اعتدال میں واپس آنے کی ہدایت فرماتے اور حد سے آگے بڑھنے نہ دیتے'

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسیران بدر کے قتل کا مشورہ دیا تو اسے آپؐ نے ازراہ ترحم نہ مانا' آپؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل سے بھی درگزر کیا' اور جب حضرت خالدؓ نے اپنے ایک رشتہ دار کے عوض بنی خزیمہ سے انتقام لیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے راضی نہیں ہوں' اور رسول اللہؐ کی جرأت پر یہ واقعات شاہد ہیں کہ واقعہ اُحد میں آپؐ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا دندان مبارک شہید ہو گئے مگر آپؐ معرکہ قتال میں اپنے اسی عزم و قوت کے ساتھ قائم رہے جو پہلے تھی۔

ایسے ہی آپؐ کے زہد و ورع کا حال تھا' ایک دشمن بھی ایسا نہیں جس نے کوئی بات اس کے خلاف لکھی ہو' حالانکہ آپؐ کے ہاتھ میں مال و دولت کا خزانہ آتا رہتا تھا قوت و شوکت بدرجہ کمال آپؐ کو آس پاس کے بادشاہوں کے جاہ و جلال کے نمونے دیکھتے تھے لیکن آپؐ نے ان میں سے کسی کی تقلید نہ کی' آپؐ کے اوامر و نواہی نافذ ہوتے کسی کو ان سے سرتابی کی جرأت نہ ہوتی تھی' آپؐ نہایت ہنس مکھ اور خندہ جبیں تھے' امیر و غریب سے آپؐ حسن سلوک سے پیش آتے خصوصاً" جب کوئی سوال کرتا تو بہت ہی نرمی و حلم سے اس کو جواب دیتے تھے۔ دیکھئے (تاریخ عرب صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۸)

ایڈورڈ جی براؤن (معروف مستشرق) (E. G. Brown)

مشہور مستشرق "ایڈورڈ جی براؤن" (نے اسلامی طب پر چار خطبات دیئے تھے جنہیں بعد میں "عربین میڈیسن" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا جس کا اردو ترجمہ حکیم سید علی احمد نیرواسطی نے "طب العرب" کے نام سے کیا)

وہ اپنے خطبات میں کہتا ہے!

حضرت محمدؐ کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ آپؐ نے عرب کے لڑتے اور ایک دوسرے سے خصومت رکھنے والے قبیلوں میں مذہبی اور معاشرتی یک رنگی اور یک جہتی پیدا کر دی' جس سے ان کا نصب العین ایک ہو گیا' وہ ایک قوم کی حیثیت سے دنیائے معلوم کے نصف حصہ پر قابض ہو گئے اور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے بجائے انہوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کر دی۔ دیکھئے (طب العرب صفحہ ۲۷)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹینٹ (Ed. Montent) (سابق پروفیسر السنہ شرقیہ جنیوا یونیورسٹی)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹینٹ اپنی کتاب "Al Islam" جو پایو کمپنی پیرس سے شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں!

آپؐ پر دشمنوں کی طرف سے سخت الزامات عائد کئے گئے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپؐ مصلحین عالم میں ایک نادر ہستی ہیں جن کے حالات ہمیں بہ تفصیل معلوم ہیں' اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے تزکیہ اور تطہیر کے متعلق آپؐ کے کارنامے آپؐ کو انسانیت کا محسن اعظم قرار دیتے ہیں۔

انک لعلی خلق عظیم

معروف عرب عیسائی اہل قلم نجیب آفندی نصار جن کی زیر ادارت شام کے شہر حیفہ سے "الکرمل" نامی عرب اخبار شائع ہوتا تھا۔ آفندی موصوف نے ربیع الاول ۱۳۴۵ھ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں مولد نبوی کی مناسبت سے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان آیت **انک لعلی خلق عظیم** (بیشک آپ اخلاق کے اعلی مرتبہ پر ہیں۔ سورہ القلم آیہ۔ ۴) قرار دیا موصوف الکرمل میں رقمطراز ہیں!

"محمدؐ تمام عرب کے خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی سب کے برابر کے ہیرو ہیں اگر مسلمان عربوں کے وہ قومی اور مذہبی ہیرو ہیں تو عیسائی عربوں کے وہ قومی ہیرو ہیں انہوں نے عرب قوم کو ذلت و خواری کی زمین سے اٹھا کر رفعت و بلندی کے آسمان تک پہنچا دیا' اس کو ایرانیوں اور رومیوں کی غلامی سے آزاد کرا دیا۔

آگے لکھتے ہیں!

ہاں اگر محمدؐ کے اخلاق بڑے نہ تھے تو ان کے ماحول کے اخلاق و عادات' قومی تعصبات اور کھلی گمراہی اور بد اخلاقی خود ان پر مسلط ہو جاتی۔

اگر محمدؐ کے اخلاق مضبوط نہ ہوتے تو مشکلات کے پہاڑوں کے آگے وہ اپنا سر جھکا دیتے' اور اپنی ہار مان لیتے' اور اپنے ماحول کے مقتضی کے مطابق وہ بھی چلنے پر مجبور ہو جاتے اور وہ عظیم الشان انقلاب پیدا نہ کر سکتے' انہوں نے گمراہی کو ہدایت سے' جہالت کو علم سے وحشت کو اس تمدن سے بدل دیا جس کی بنیاد اخلاق حسنہ پر تھی۔

ہاں اگر محمدؐ کے اخلاق عظیم نہ ہوتے' تو کوئی ان کے پاس نہ جاتا کوئی ان کی بات نہ سنتا' اور عرب قوم ایرانیوں اور رومیوں کی غلامی سے آزاد نہ ہوتی نہ عربوں کا نظام بندھتا نہ ان کی سلطنت قائم ہوتی' نہ ان کا تمدن پھلتا پھولتا نہ ان کے ہاتھوں علوم و فنون کو ترقی ہوتی' اور نہ ان کے پیرووں کو جو ان پر درود و سلام پڑھتے ہیں ان کو کروڑوں کی تعداد میں دیکھتے۔ بحوالہ (معارف مجلس دار المصنفین / مرتبہ سید سلیمان ندوی۔ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ نومبر ۱۹۲۶ء)

بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم (داور مجاعص) نے لکھا!

"دنیا میں سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے مذہب' ایک نئے فلسفہ' ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کر دی۔ لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا۔ وہ کون؟ محمدؐ بن عبداللہ قریشی۔ عرب اور اسلام کا پیغمبرؐ۔ اس پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پیدا کر دیا اور اپنی قوم اور اپنے پیرووں کے لئے اور اس سلطنت کے لئے جس کو اس نے قائم کیا۔ ترقی اور دوام

کے اسباب بھی خود مہیا کر دیے۔ اس طرح کی تمام ہدایات قرآن اور احادیث میں موجود ہیں۔ جن کی ضرورت ایک مسلمان کو اس کے دینی یا دنیاوی معاملات میں پیش آسکتی ہے۔ حج جو ایک فرض ہے اور سالانہ اجتماع بھی ہے اس کو اسلام کا ایک رکن قرار دیا۔ تاکہ اقوام انسانی میں اہل استطاعت ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنے دینی و قومی معاملات میں باہم مشورے کر سکیں اپنی امت پر زکوٰۃ فرض کر کے قوم کے غریب طبقہ کی حاجت پوری کی۔ قرآن کی زبان کو دنیا کی دائمی اور عالمگیر زبان بنا دیا کہ وہ مسلمان اقوام کے باہمی تعارف کا ذریعہ بن جائے۔ قوم کے ہر فرد کو ترقی کا موقع اس طرح عنایت کیا کہ یہ کہہ دیا کہ ایک مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان پر صرف تقویٰ کی بنا پر بزرگی حاصل ہے۔ اس بناء پر اسلام ایک حقیقی جمہوریت بن گیا۔ جس کا رئیس قوم کی پسند سے منتخب ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے ایک مدت تک اس اصول پر عمل کیا۔ یہ کہہ کر کہ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فوقیت نہیں۔ اسلام میں داخل ہونا ہر شخص کے لئے آسان کر دیا۔ غیر مسلموں کے لئے اسلامی ملکوں میں عیش و آرام اور امن و اطمینان سے سکونت کی ذمہ داری یہ کہہ کر اپنے اوپر لے لی کہ "تمام مخلوق خدا کی عیال ہے۔ تو خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے"۔ خاندانی اور ازدواجی اصلاحات بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہ رہیں۔ انہوں نے نکاح و وراثت کے احکام مقرر کئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا۔ نزاعات و مقدمات کے فیصلے کے قوانین بنائے۔ بیت المال کا نظام قائم کر کے قومی دولت کو بیکار نہ ہونے دیا۔ علم کی اشاعت اور تعلیم ان کی کوششوں کا بڑا حصہ رہی۔ انہوں نے حکمت کو مومن کا گمشدہ مال قرار دیا۔ اسی سبب سے مسلمانوں نے اپنی ترقی کے زمانے میں ہر دروازے سے علم حاصل کیا۔ کیا ان کارناموں کا انسان دنیا کی سب سے بڑی ہستی قرار نہ پائے گا؟"

MUHAMMAD:
ON TOP OF THE HUNDRED BESTS

(Muhammad) was the only man in history who was supremely successful on both the religious and the secular levels. Of humble origins, Mohammad fonded and promulgated one of the world's greatest religions and became an immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive. The Bedouine tribesmen of Arabia had been no match for the larger armies of the kingomes in the settled agricultural areas to the north. However, unified by Muhammad for the first time in history, and inspired by their fervent belief in the one true God, those small Arab armies now embraked upon one of the most astonishing series of conquests in human history. For a while, it must have seemed that the Muslims would overwhelm all of christian Europe. However, in 732, at the fomous battle of Tours, a Muslim army which had advanced into the centre of France, was at last defeated by the Franks, Nevertheless in a scant century of fighting, these Bedouin tribesmen, inspired by the word of the prophet, had carved out an empire stretching from the borders of India to the Atlantic ocean-the largest empire that the world had yet seen. Of many important historical events, one might say that they were inevitable and would have occured even without the particular political leader who guided them. But this cannot be said of the Arab conquests. Nothing similar had occured before Muhammad, and there is no reason to believe that the conquests would have been achieved without him. We see then, that The Arab conquests of the seventh century have continued to play an important role in human history, down to the present day. It is thhis unparalleled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history. Dr. Michael H. Hart, The 100, New York 1978.

محمدؐ تاریخ انسانی کے سو عظیم انسانوں میں عظیم ترین

ڈاکٹر میخائیل ایچ ہارٹ (Dr. Michael. H. Hart)

یہ مضمون مائیکل ہارٹ (پیدائش ۱۹۳۰ء) کی کتاب ایک سو (The 100) سے ماخوذ ہے۔ مصنف ایک امریکی عالم فلکیات ہیں اور اسی کے ساتھ مورخ بھی۔ انہوں نے اور ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوی نے مل کر دنیا کی مشہور شخصیتوں کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کا حاصل انہوں نے ۵۷۲ صفحات کی ایک انگریزی کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے اس کتاب میں ایک سو ایسے آدمیوں کے حالات درج ہیں جنہوں نے مصنف کے نزدیک تاریخ پر نمایاں ترین اثرات ڈالے۔ کتاب میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ مصنف کے مطالعہ کے مطابق وہ تاریخ کے سب سے بڑے انسان ہیں۔ انسانی تاریخ پر آپ نے جو اثرات ڈالے وہ کسی دوسرے واحد شخص نے نہیں ڈالے اس کتاب میں نمبر ۳ پر حضرت مسیحؑ نمبر ۱۶ پر حضرت موسیٰؑ اور نمبر ۵۱ پر حضرت عمر بن الخطابؓ کو رکھا گیا ہے۔ یہاں کتاب کے اس حصہ کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔

کتاب میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ تاہم طریقہ مطالعہ کے اعتبار سے اس میں وہ خامیاں موجود ہیں جو غیر مسلم سیرت نگاروں کے یہاں اکثر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً "یہ کہنا کہ آپ نے ابتداء یہودیوں اور عیسائیوں سے توحید کا تصور لیا یا یہ کہ آپ قرآن کے مصنف تھے۔ جنہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ باتیں نہ صرف ہمارے عقائد کے خلاف ہیں بلکہ خالص علمی پہلو سے بھی بالکل بے بنیاد ہیں اور ان کے رد میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ان مزعومات کے علمی اور تاریخی طور پر باطل ثابت ہونے کے باوجود مغربی علماء کیوں انہیں دہراتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ ان کا مخصوص ذہن ہے' وہ "علم" کے کسی غیر زمینی ماخذ کو نہیں مانتے۔ اس لئے کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک شخص نے زمین سے ماورا کسی ذریعہ سے کیسے علم حاصل کر لیا جب آدمی کے ذہن میں کوئی بات بیٹھ جائے تو اس کے خلاف کوئی بات' خواہ وہ کتنی ہی مدلل ہو' اس کے ذہن کی پکڑ میں نہیں آتی۔ وہ اپنی بات کو اس طرح دہراتا رہتا ہے جیسے کہ وہ بدستور ایک مسلمہ صداقت ہے۔ خواہ اس کو کتنے ہی معقول دلائل سے رد کیا جا چکا ہو (مترجم)

میرا یہ انتخاب کہ محمدؐ دنیا کی تمام انتہائی باثر شخصیتوں میں سرفہرست ہیں' کچھ قارئین کو اچنبھے میں ڈال سکتا ہے۔ کچھ اور لوگ اس پر معترض ہو سکتے ہیں۔ مگر محمدؐ تاریخ کے واحد شخص تھے جنہوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی' مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔ محمدؐ نے معمولی حیثیت سے آغاز کر کے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو پھیلایا۔ وہ انتہائی موثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقتور ہیں۔

اس کتاب میں جن اہم تاریخی شخصیتوں کا انتخاب کیا گیا ہے' ان کی اکثریت اس خوش قسمتی کی مالک تھی کہ وہ تہذیب کے مرکزوں میں پیدا ہوئی اور وہاں پلی بڑھی۔ وہ ایسی قوموں کے فرد تھے جن میں اعلیٰ تمدن تھا یا ان کو سیاسی مرکزیت حاصل تھی۔ مگر محمدؐ ۵۷۰ء میں مکہ کے شہر میں پیدا ہوئے جو جنوبی عرب میں واقع تھا اور اس وقت دنیا کا ایک پس ماندہ علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ تجارت' آرٹ اور علم میں اس کو کوئی مرکزیت حاصل نہ تھی۔ چھ سال کی عمر میں یتیم ہو کر ان کی پرورش ایک معمولی ماحول میں ہوئی۔ اسلامی روایات مزید بتاتی ہیں کہ وہ بے پڑھے لکھے تھے۔

انہوں نے ایک دولت مند بیوہ سے شادی کی جن کی عمر ۴۵ سال تھی۔ تاہم چالیس سال کی عمر تک بظاہر کوئی ایسی علامت نہ تھی کہ وہ کوئی ممتاز شخصیت کے انسان ہیں۔ جب ان کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو محمدؐ کو یقین ہو گیا کہ ایک سچا خدا (اللہ) ان سے کلام کر رہا ہے۔ اور اس نے سچے مذہب کی تبلیغ کے لئے ان کا انتخاب کر لیا ہے۔

تین سال تک محمدؐ صرف اپنے قریبی دوستوں اور متعلقین پر تبلیغ کرتے رہے۔ پھر تقریباً" ۶۱۳ء میں انہوں نے عوام میں تبلیغ شروع کی۔ دھیرے دھیرے لوگوں نے ان کے مذہب کو قبول کرنا شروع کیا تو مکہ کے سردار ان کو اپنے لئے ایک خطرناک مصیبت سمجھنے لگے۔ ۶۲۲ء میں محمدؐ کو اپنی حفاظت کا خطرہ محسوس ہونے لگا اور وہ مدینہ چلے گئے جو مکہ کے شمال میں تقریباً" ۲۰۰ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہاں ان کو قابل لحاظ سیاسی طاقت حاصل ہو گئی۔

یہ ہجرت پیغمبر کی زندگی میں ایک نقطہ انقلاب تھا۔ مکہ میں ان کے ساتھیوں کی تعداد صرف چند تھی۔ مدینہ میں ان کے ساتھیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ انہوں نے جلد اتنا اثر پیدا کر لیا کہ عملاً" وہ مدینہ کے مطلق حکمراں بن گئے۔ اگلے چند سال میں جب کہ محمدؐ کے ساتھیوں کی تعداد تیزی سے بڑھی' مدینہ اور مکہ کے درمیان جنگوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا یہ جنگ ۶۳۰ء میں ختم ہوئی جب کہ محمدؐ دوبارہ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ ان کی زندگی کے بقیہ ڈھائی سالوں میں عرب قبیلے بہت تیزی سے ان کے نئے مذہب میں داخل ہو گئے۔ ۶۳۲ء میں جب محمدؐ کا انتقال ہوا تو وہ تمام جنوبی عرب کے حکمراں بن چکے تھے۔

عرب کے بدو قبائل ماضی سے سخت جنگ جو چلے آ رہے تھے۔ مگر ان کی تعداد کم تھی اور وہ اختلاف اور باہمی لڑائیوں کے نتیجہ میں برباد ہو رہے تھے۔ وہ شمالی عرب کے زرعی علاقوں میں آباد شہنشاہوں کی بڑی فوجوں سے کوئی نسبت نہ رکھتے تھے۔ تاہم محمدؐ نے پہلی بار ان کو منظم کیا۔ ایک خدا پر پرجوش اعتقاد سے مسلح ہو کر یہ چھوٹی عرب فوجیں انسانی تاریخ کی سب سے حیرت ناک فتوحات کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ عرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی عظیم نوپارسی شہنشاہیت تھی' عرب کے شمال جنوب میں بیزنطینی یا مشرقی رومی شہنشاہیت تھی جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ عددی اعتبار سے عرب اپنے حریفوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ تاہم جنگ کے میدان میں پرجوش عربوں نے بہت تیزی سے تمام میسوپوٹامیہ' شام اور فلسطین

فتح کر لیا۔ ۶۳۲ء میں مصر کو بیزنطینی سلطنت سے توڑ لیا گیا۔ ایرانی فوجیں ۶۳۷ء میں قادسیہ اور ۶۴۲ء میں نہاوند کی جنگوں میں پسپا کر دی گئیں۔

مگر یہ عظیم فتوحات' جو کہ محمدؐ کے قریبی ساتھیوں اور ابتدائی خلفاء ابوبکرؓ اور عمر بن الخطابؓ کی رہنمائی میں انجام پائیں' عرب پیش قدمیوں کی انتہا نہ تھیں۔ ۷۱۱ء تک عرب فوجوں نے شمالی افریقہ سے لے کر بحر اٹلانٹک تک مکمل طور پر فتح کر لیا تھا۔ یہاں سے وہ شمال میں مڑے اور آبنائے جبرالٹر کو پار کرتے ہوئے اسپین کی گاتھ سلطنت کو مغلوب کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر کے لئے محسوس ہونے لگا کہ مسلمان تمام مسیحی یورپ پر قابض ہو جائیں گے۔ مگر ۷۳۲ء میں تورس کی مشہور جنگ میں ایک مسلمان فوج' جو کہ فرانس کے مرکز تک پہنچ چکی تھی' بالآخر فرانسیسیوں کے ہاتھوں شکست کھا گئی۔ تاہم ان بدو قبائل نے جو کہ پیغمبر کی تعلیمات سے متاثر تھے' ایک صدی کی قلیل مدت میں ایک ایسی سلطنت قائم کر لی جو ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر بحر اٹلانٹک کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ اتنی بڑی سلطنت تھی جیسی سلطنت اس سے پہلے تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام ممالک جو عربوں نے فتح کئے' ہر جگہ بہت بڑے پیمانہ پر لوگوں نے نئے مذہب کو قبول کر لیا۔

یہ تمام فتوحات مستقل ثابت نہ ہو سکیں۔ ایرانی اگرچہ پیغمبرؐ کے مذہب پر قائم رہے' تاہم انہوں نے عربوں کے اقتدار سے آزادی حاصل کر لی۔ اسپین میں سات سو سال کی جنگوں کے بعد آخر کار عیسائیوں نے پورے جزیرہ نما کو دوبارہ فتح کر لیا۔ تاہم میسوپوٹامیہ اور مصر جو کہ قدیم تہذیب کے گہوارہ رہے ہیں' بدستور عرب باقی رہے اور اسی طرح شمالی افریقہ کا پورا ساحلی علاقہ بھی۔ نیا مذہب' بلاشبہ درمیانی صدیوں میں مسلمانوں کی ابتدائی مقبوضہ سرحدوں سے بہت آگے تک پھیلتا رہا۔ آج اس کے ماننے والوں کی تعداد افریقہ اور وسط ایشیا میں دسیوں ملین ہے اور پاکستان اور شمالی ہندوستان اور انڈونیشیا میں اور بھی زیادہ ہے۔ انڈونیشیا میں اسلام ایک اتحادی عامل ثابت ہوا ہے۔ تاہم برصغیر ہند میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کشاکش اتحاد کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ رہی ہے۔

اب اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ محمدؐ کے اثرات مجموعی طور پر انسانی تاریخ کے اوپر کیا ہیں۔ تمام مذاہب کی طرح اسلام اپنے پیروؤں کی زندگی کو غیر معمولی طور پر متاثر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے بانیوں نے ہماری اس کتاب میں نمایاں طور پر جگہ پائی ہے۔ چوں کہ عیسائی سرسری اندازہ کے مطابق' دنیا میں مسلمانوں کے مقابلہ میں تقریباً" دگنی تعداد میں ہیں۔ ابتدائی طور پر یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ محمدؐ کو ہم نے اس کتاب میں مسیح سے اوپر رکھا ہے۔ ہمارے اس فیصلہ کے دو بڑے وجوہ ہیں۔ اول محمدؐ نے اسلام کی ترقی میں اس سے کہیں زیادہ اہم حصہ ادا کیا ہے جتنا مسیح نے عیسائی مذہب کی ترقی کے لئے کیا ہے۔ مسیحیت کی بنیادی اخلاقیات' جس حد تک وہ یہودیت سے مختلف ہیں' ان کی تعلیم اگرچہ حضرت مسیح نے دی۔ مگر مسیحی الہیات کا وضع کرنے والا اصلاً" سینٹ پال ہے۔ وہی اس کا اصل مبلغ ہے اور عہدنامہ

جدید کے بڑے حصہ کا مصنف بھی۔

مگر اسلام کی الہیات اور اس کے بنیادی اخلاقی اصول دونوں کو دینے والے خود محمدؐ تھے۔ مزید یہ کہ نئے مذہب کی تبلیغ میں انہوں نے کلیدی حصہ ادا کیا اور اسلام کے مذہبی اعمال کو قائم کیا۔ الہامات کا اکثر حصہ محمدؐ کی زندگی ہی میں صحت کے ساتھ لکھ لیا گیا تھا اور ان کی وفات کے جلد ہی بعد ان کو ایک مستند مجموعہ کی صورت میں مرتب کر لیا گیا۔ اس لئے قرآن قریبی طور پر محمدؐ کے خیالات اور تعلیمات کی نمائندگی کرتا ہے اور بڑی حد تک ان کے بولے ہوئے اصل الفاظ کا بھی مسیح کی تعلیمات کے بارے میں اس قسم کا تفصیلی مجموعہ موجود نہیں۔ قرآن چوں کہ مسلمانوں کے لئے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ بائبل مسیحیوں کے لئے۔ اس لئے قرآن کے واسطے سے مسلمانوں کے اوپر محمدؐ کا اثر غیر معمولی رہا ہے۔ اغلب ہے کہ محمدؐ کے اضافی اثرات اسلام پر اس سے بہت زیادہ ہوں جتنا کہ مسیح اور سینٹ پال کا مجموعی اثر مسیحیت پر۔ البتہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالص مذہبی سطح پر محمدؐ کے اثرات انسانی تاریخ پر اتنے ہی ہیں جتنے مسیح کے ہیں۔ مزید یہ کہ محمدؐ (بمقابلہ مسیح کے) دنیاوی لیڈر بھی تھے اور مذہبی لیڈر بھی۔ درحقیقت عرب فتوحات کے پیچھے قوت محرکہ کی حیثیت سے ان کو تمام زمانوں میں سب سے زیادہ بااثر سیاسی لیڈر کہا جا سکتا ہے۔

اکثر اہم تاریخی واقعات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے اور جس خاص سیاسی لیڈر نے اس کی رہنمائی کی' اس کے بغیر بھی وہ وقوع میں آتے۔ مثال کے طور پر' جنوبی امریکہ اس وقت بھی اسپین سے آزادی حاصل کر لیتا اگر سائمن بولیور کا سرے سے وجود نہ ہوتا۔ مگر یہی بات عرب فتوحات کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی۔ محمدؐ سے پہلے عرب میں اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور یہ یقین کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ ان کے بغیر بھی یہ فتوحات حاصل ہوتیں۔ انسانی تاریخ میں اس سے ملتی جلتی فتوحات صرف منگولوں کی ہیں جو انہوں نے تیرھویں صدی میں حاصل کیں۔ یہ فتوحات بنیادی طور پر چنگیز خاں کے اثر سے ہوئیں۔ تاہم یہ فتوحات عربوں کی فتوحات سے وسیع تر ہونے کے باوجود مستقل قائم نہ رہ سکیں اور آج منگولوں کے پاس صرف وہی علاقے ہیں جو ان کے پاس چنگیز خاں سے پہلے تھے۔

عربوں کی فتوحات کا معاملہ بالکل مختلف ہے' عراق سے مراکش تک عرب قوموں کا ایک پورا سلسلہ پھیلا ہوا ہے جو نہ صرف اسلام میں اپنے عقیدہ کی وجہ سے متحد ہیں بلکہ عربی زبان' تاریخ اور کلچر بھی سب کا ایک ہے۔ مسلم مذہب میں قرآن کی مرکزیت اور یہ واقعہ کہ وہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے' اس نے غالباً" عربی کو اس سے بچایا ہے کہ وہ مختلف اور ایک دوسرے کے لئے ناقابل فہم زبانوں میں تقسیم ہو جائے۔ حالانکہ درمیانی تیرہ صدیوں میں ایسا ہونا بالکل قرین قیاس تھا۔ عرب ریاستوں میں اختلاف اور تقسیمیں یقیناً" موجود ہیں اور وہ قابل لحاظ ہیں' مگر جزئی عدم اتحاد کو دیکھ کر ہمیں اتنا اندھا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم ان اہم اتحادی اجزاء کو نہ دیکھیں جو مسلسل ان کے درمیان پائے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ۷۳-۱۹۷۴ء کی سردیوں میں عربوں نے تیل کا بائیکاٹ کیا تو ایران اور انڈونیشیا اس میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر یہ محض اتفاق نہیں۔

ہے کہ تمام عرب ریاستیں اور صرف عرب ریاستیں اس منصوبہ میں شریک ہوئیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ساتویں صدی میں عربوں کی فتوحات انسانی تاریخ میں مسلسل اہم حصہ ادا کررہی ہیں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مذہبی اور دنیاوی اثرات کا یہی بے نظیر اجتماع ہے جو میری نظر میں محمد کو اس لائق بناتا ہے کہ ان کو تاریخ کا سب سے زیادہ بااثر واحد شخص قرار دیا جائے۔ ((انگریزی سے ترجمہ) (پیغمبر اسلام/وحیدالدین خان ص ۲۸، ۳۲)

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله
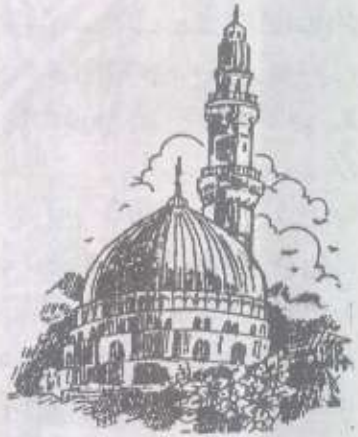
پیغمبر صادق و امینؐ

ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ (Dr. Mrs. Annie Besant)

(اس صدی کی ابتدا میں برصغیر کی جدوجہد آزادی میں جن چند غیر ملکی دانشوروں نے حصہ لیا ان میں ڈاکٹر مسز اینی بیسنٹ کا نام خاص طور پر لیا جا سکتا ہے۔

وہ ایک صوفی منش متصوفہ تھیں اور انہوں نے ایک حلقہ تصوف بھی قائم کیا تھا۔ انہیں اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے مطالعہ سے خاصا شغف تھا۔ مسلمانوں کی ملی ترقی و اصلاح کے لئے بھی کوشش کرتی رہتی تھیں۔ ۱۹۱۲ء میں ایک تصوف کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں انہوں نے حضور مقبولؐ کی حیات طیبہ پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ اس لکچر کے بعض اجزاء اس قابل ہیں کہ انہیں یہاں پیش کیا جائے۔)

جہاں تک اسلام کے بانی کا تعلق ہے' آپؐ کی زندگی کی تاریخ میں ظلم الاصنام کا وہ عنصر نہیں پایا جاتا جس نے دوسرے بڑے مذہبی پیشواؤں کی زندگیوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ آپؐ کی زندگی ایک ایسے زمانہ میں بسر

ہوئی تھی جسے تاریخی زمانہ کہا جاتا ہے۔ عیسوی سن کی ساتویں صدی میں آپ کی پیدائش ہوئی اور آپ کی زندگی ایسے زمانہ میں بسر ہوئی تھی جس کی تاریخ کا ہمیں پورا پورا علم ہے۔

الامین

کس شان دار طریقہ سے آپؐ کی زندگی تاریخ کی روشنی کا مقابلہ کرتی ہے اور کس قدر جاہل ہیں وہ لوگ جو حضرت محمدؐ پر حملہ کرتے ہیں! یہ دونوں باتیں تاریخ سے ثابت ہیں۔ بہت سے لوگ تو آپؐ کی زندگی سے واقف ہی نہیں' اپنے خدوخال کے اعتبار سے وہ کس قدر سادہ' کس قدر بہادرانہ تھی' تاریخی آدمیوں کی عظیم الشان زندگیوں میں سے ایک! آپؐ تاریخ کے ایک کٹھن دور میں پیدا ہوئے تھے جو سخت اور مشکل حالات سے گھرا ہوا تھا۔ آپؐ پیدا ہوئے تھے ایسی قوم میں جو سرتاپا اوہام پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی' پیدا ہوئے تھے ایسے لوگوں میں جن میں اوہام باطلہ نہایت ہی خراب نتائج پیدا کر رہے تھے۔ ہم تھوڑی دیر میں ان اشخاص کی شہادت سے جن کی زندگیوں کو آپؐ نے بدل ڈالا تھا' ان لوگوں کے الفاظ سے جنہوں نے آپؐ کی شہادت دی تھی جب کہ آپؐ زندہ تھے اور جنہوں نے آپؐ کو پیغمبر خدا تسلیم کیا تھا' یہ معلوم کر لیں گے کہ اس وقت عامتہ الناس کی زندگیاں کیسی تھیں۔ لیکن اس سے قبل بھی آپؐ اندھیرے میں روشنی کے مینار کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں' اور ہمیں آپؐ کی زندگی اس قدر شریفانہ اور اس قدر سچی نظر آتی ہے کہ ہم فوراً معلوم کر لیتے ہیں کہ کیوں آپؐ کو اپنے گردوپیش کے لوگوں تک اپنے خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ وہ کونسا نام تھا جس سے مکہ کے تمام مرد' عورتیں اور بچے آپؐ کو پکارا کرتے تھے؟ وہ نام الامین یعنی صادق' دیانت دار تھا۔ مجھے اس سے زیادہ پایہ کا اور زیادہ شریفانہ اور کوئی لقب نہیں ملتا جس سے وہ اس شخص کو پکارا کرتے تھے جس نے اپنی زندگی کے ایام طفولیت سے انہی میں بسر کی تھی' یعنی ایسا شخص جو اعتماد اور بھروسہ کے قابل ہو۔ آپؐ کی نسبت عام طور سے بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؐ گلیوں اور بازاروں میں سے گزرتے تھے تو بچے دروازوں سے نکل کر دوڑتے ہوئے آتے اور آپؐ کے گھٹنوں اور ہاتھوں سے چمٹ جاتے تھے۔ جب کبھی آپ یہ دونوں صفات ایک ہی شخص کی ذات میں مجتمع دیکھیں (یعنی بچوں کی محبت اور ایسا چال چلن جس کی وجہ سے اس کے گردوپیش کے لوگ اسے امین اور صادق کے نام سے پکاریں) تو پھر آپ اس میں ایک ہیرو کے' ایک پیدائشی لیڈر کے' بنی نوع انسان کے ایک ہادی کے عناصر موجود پائیں گے۔

یہ داستان اپنے اندر بہت بڑے معنی رکھتی ہے کہ کشمکش کے خیالات کے' غور و فکر کے' دنیا میں زندگی بسر کرنے اور پھر کچھ مدت تک صحرا کے ایک غار میں رہنے کے ان پندرہ سالوں میں آپؐ نے ایسے خیالات سے جنگ جاری رکھی جنہوں نے اول اول آپکو مغلوب کر لیا اور آپؐ روحانی طاقتوں کی آواز کے مقابلہ میں انسان کی فطری کمزوری کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ایک رات جب آپؐ اس

غار سے واپس لوٹے جہاں خدا کے ایک فرشتے نے آپؐ کو حکم دیا کہ "اے خدا کے رسولؐ" اٹھ اور جا اور لوگوں کو پیام سنا" تو آپؐ خوف کے مارے کانپ اٹھے اور تردد اور شک میں پڑ گئے کہ "میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ کہ خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے لوگوں کے پاس جاؤں؟" یہی وقت تھا جب کہ آپؐ کی بیوی نے آپؐ کی ہمت بندھائی اور آپؐ کو اس آواز پر چلنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے کہا۔ "خوف نہ کیجئے' کیا آپ الامین نہیں ہیں؟ خدا کبھی ایسے شخص کو دھوکا نہیں دے گا جس پر لوگ اعتماد رکھتے ہوں"۔ اس سے بہتر شہادت کسی پیغمبر کو کہیں نہیں مل سکتی۔ پھر آپؐ اپنے بڑے مشن پر گامزن ہو گئے۔ آپؐ کی بیوی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائیں' وہ جو عورتوں میں سب سے زیادہ پیاری اور سب سے زیادہ شریف تھیں جنہوں نے لوگوں کے اس ہادی کے ساتھ ۲۶ سال تک مکمل ازدواجی زندگی بسر کی تھی۔ یہ تھا اس ہستی کا کردار اس خاتون کے الفاظ میں جو آپؐ سے سب سے زیادہ قریب تھی۔

آپؐ کی سادہ زندگی

اب عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ ایک پیغمبر کی اپنے ملک میں عزت نہیں کی جاتی۔ مگر اس پیغمبر کی اپنے ملک میں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی عزت تھی۔ آپؐ کی اپنے رشتہ داروں کے دلوں میں عزت تھی اور ان ہی میں سے آپؐ کو ابتدائی ایمان لانے والے ملے۔ جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے۔ آپؐ کی پہلی بیوی آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائیں اور پھر وہ لوگ ایمان لائے جو رشتہ میں آپؐ سے قریب ترین تھے' اور پھر ان میں کے دوسرے شخص ایمان لائے جن سے آپؐ محبت کرتے تھے۔ صبر آزما محنت کے تین سال بعد ایسے تیس آدمی ہو گئے جنہوں نے آپؐ کو خدا کا رسول تسلیم کر لیا۔ اور آپؐ کی زندگی کس قدر سادہ اور کس قدر کفایت شعارانہ تھی! آپؐ اپنے ٹوٹے ہوئے جوتوں کی مرمت خود کر لیا کرتے تھے' اپنے کپڑوں کو خود سی لیا کرتے تھے۔ آپؐ اپنے ہی درزی اور کفش دوز تھے' اس وقت بھی جب کہ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں آپؐ کے گرد و پیش کے لاکھوں آدمی پیغمبر خدا کی حیثیت سے آپؐ کی تعظیم کرتے تھے۔ یہ تھا اس ہستی کا کردار! کس قدر سادہ! کس قدر شریفانہ! کس قدر ایمان دارانہ!

ایک دن آپؐ ایک مالدار آدمی سے بات چیت کر رہے تھے جبکہ ایک اندھے آدمی نے چلا کر کہا! "اے خدا کے رسول! مجھے بھی نجات کا راستہ بتائیے"! آپؐ نے اس کی بات پر کچھ توجہ نہیں دی . . . . پھر اس نے چلا کر کہا: اے خدا کے نبی! مجھے بھی نجات کا راستہ دکھائیے"! رسولؐ کے چہرے پر شکنیں پڑ گئیں اور آپؐ نے منہ موڑ لیا۔ دوسرے ہی دن صبح کے وقت وہ پیغام ملا جو آپ کی ایمانداری اور انکساری کی شہادت کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ قرآن مجید میں محفوظ رہے گا اور وہ پیغام اس میں اس لئے درج ہے کہ سب لوگ اسے یاد رکھیں:

"وہ ترش رو ہوئے اور منہ موڑ بیٹھے' کیونکہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور تم کو کیا خبر کہ شاید وہ

پاکیزگی حاصل کر لیتا یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا؟ جو پروا نہیں کرتا' اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔ اور اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ الزام نہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور خدا سے ڈرتا ہے' اس سے بے رخی کرتے ہو! (سورہ عبس آیات ۱' تا ۱۰)

بہت تھوڑے آدمی اتنے جری نکلیں گے جو ایسی تنبیہ کو عام کر دیں جو براہ راست ان کی ذات سے متعلق ہو۔ لیکن برخلاف اس کے آپؐ اس قدر عظیم اور اس قدر ایمان دار انسان تھے کہ بعد میں جب بھی آپ اس بوڑھے شخص کو دیکھتے کھڑے ہو جاتے اور اسے یہ کہہ کر بٹھاتے: **اہلا و سھلا**' تیری ہی وجہ سے تو میرے خدا نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی!" آپؐ اس قدر عظیم تھے کہ ذرا سی کمزوری اور آداب کی ذرا سی کمی کو فی الفور تسلیم کر لیتے تھے اور جو آدمی تنبیہ کا باعث ہوتا' اسے بھی آپؐ عزیز رکھتے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ پھر تعجب کی کون سی بات ہے کہ وہ تمام لوگ جو آپؐ سے قریب تھے' آپؐ سے اتنی محبت کرتے تھے؟

صحابہؓ اور حب رسولؐ

یہ محبت جو آنحضرتؐ کے قریبی پیرووں کو جو آپؐ سے اچھی طرح واقف تھے' آپ کی ذات سے تھی' دنیا کے مذاہب کی تاریخ میں نہایت رقت انگیز ہے۔ آپؐ کے ماننے والوں پر نہایت خوفناک مظالم روا رکھے جاتے تھے۔ وہ انہیں تپتی ہوئی ریت پر اس طرح لٹا دیتے تھے کہ عرب کے گرم سورج کی کرنیں انہیں اوپر سے جھلساتی رہتی تھیں' وہ ان پر پتھروں کی سلیں رکھ دیتے تھے' وہ انہیں اپنے خشک ہونٹوں کو تر کرنے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیتے تھے' وہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ ایک شخص کے جسم کی بوٹی بوٹی کر ڈالی' اس کی ہڈیوں پر سے اس کے گوشت کو نوچ ڈالا اور پھر اس کے درد و کرب اور نزع کی شدت میں اس سے کہا: "تو جو اپنے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے' کیا تو پسند نہیں کرتا کہ محمدؐ تیری جگہ ہوتا اور تو اپنے گھر میں چین کرتا؟" لیکن مرتا ہوا آدمی جواب دیتا ہے: "خدا گواہ ہے اگر محمدؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اس وقت میں اپنی بیوی اور بچوں اور سارے ساز و سامان کے ساتھ گھر میں رہنا پسند نہ کروں گا۔" اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپؐ کے پیرووں کو آپؐ سے کتنی محبت تھی۔

ایک لڑائی کے بعد' جو ان ابتدائی لڑائیوں میں سے تھی جس میں آپؐ کی فوجیں کامیاب ہوئی تھیں' اور مال غنیمت ہاتھ آیا تھا' ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے زیادہ اور کوئی چیز دلگداز نہیں ہو سکتی۔ حضرتؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کی تھی اور ان لوگوں کو جو آپؐ سے سب سے زیادہ قریب تھے اور جنہوں نے سب سے زیادہ مدت تک اور نہایت اچھے طریقے سے آپ کی مدد کی تھی اس تقسیم میں کچھ حصہ نہیں ملا وہ بہت ناراض ہوئے اور چپکے چپکے بڑبڑانا شروع کیا مگر اس پر آپؐ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

"مجھے اس بحث کا حال معلوم ہو گیا ہے جو تم لوگ آپس میں کر رہے تھے۔ جب میں تم لوگوں میں آیا تھا'

اس وقت تم تاریکی میں بھٹک رہے تھے اور خدا نے تمہیں سیدھا راستہ دکھایا' تم تکلیف میں تھے اور اس نے تمہیں مسرور کیا' تم آپس میں برسرجنگ رہتے تھے اور پھر اس نے تمہارے دلوں کو اخوت اور برادرانہ محبت سے بھر دیا اور فتح عنایت فرمائی مجھے بتاؤ کہ کیا یہ واقعہ ہے یا نہیں؟" جواب ملا کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور ساری اچھائی خدا اور اس کے رسولؐ ہی کو زیبا ہے۔ پیغمبرؐ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "خدا کی قسم' تم جواب میں یوں کہہ سکتے تھے اور تمہارا جواب صحیح ہوتا کیونکہ میں خود اسکی شہادت دیتا کہ' تو ہمارے پاس ایسی حالت میں آیا تھا کہ لوگ تیری باتوں کو جھوٹ سمجھ کر رد کر رہے تھے اور ہم تجھ پر ایمان لائے' تو ہمارے پاس بیکس و بے یار پناہ گزیں کی حیثیت سے آیا تھا اور ہم نے تیری مدد کی' مفلس اور گھر سے نکالا ہوا تھا' ہم نے تجھے رہنے کو جگہ دی' پریشان تھا اور ہم نے تجھے تسلی دی' اس زندگی کی چیزوں کی وجہ سے تم کیوں کڑھتے ہو؟ کیا تم اس بات سے مطمئن نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو ریوڑ اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے گھروں کو اس طرح سے لوٹو کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں؟"

اور تاریخ میں درج ہے کہ جب یہ الفاظ آپؐ کی زبان سے نکل رہے تھے' "اس وقت آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھیاں بھیگ گئی تھیں' اور انہوں نے بالاتفاق کہا: ہاں! اے خدا کے رسولؐ ہم اپنے حصہ سے مطمئن ہیں۔

آپؐ سے اس قدر محبت کی جاتی تھی۔ مگر کیوں؟ اس لئے کہ آپؐ ان لوگوں کے لئے جو جہل اور تاریکی میں تھے' روشنی لے کر آئے تھے۔ آپؐ کے متبعین کی شہادت کہ وہ کیا تھے اور رسولؐ کی تعلیمات کی بدولت کیا سے کیا بن گئے تاریخ اس پر شاہد ہے اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بہ حیثیت رسولؐ کے وہ آپؐ کی نسبت کیا رائے رکھتے تھے جبکہ ان پر نور الٰہی جلوہ گر ہوا اس تعلیم کی وجہ سے تھی جو آپؐ نے دی۔ انہوں نے ایک معروضہ کی شکل میں جو آج بھی محفوظ ہے' حسب ذیل باتیں بیان کیں:

ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

ہم ناپاک زندگی بسر کرتے تھے۔

ہم مردے کھاتے تھے۔

ہم گالیاں بکا کرتے تھے۔

ہم انسانیت کے ہر جذبہ کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور مہمان نوازی اور ہمسائیگی کے حقوق سے غفلت برتتے تھے۔

ہم طاقت کے قانون کے سوا کسی اور قانون سے واقف نہ تھے۔

اتنے میں خدا نے ہم میں ایک شخص کو پیدا کیا جس کے حسب نسب سچائی' دیانتداری اور پاکیزہ زندگی سے ہم واقف تھے اور اس نے ہمیں خدا کی وحدانیت کی طرف دعوت دی۔ اور ہمیں سکھایا کہ ہم اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا کریں۔

اس نے ہمیں بتوں کی پرستش سے روکا اور سچ بولنے' اماںتوں میں خیانت نہ کرنے' رحم کرنے اور اپنے ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔

اسؐ نے عورتوں کی برائی کرنے سے یا یتیموں کا مال کھا جانے سے ہمیں روکا۔ اس نے ہمیں بدکاریوں سے دور رہنے کا حکم دیا۔

اور برائی سے بچنے' نمازیں پڑھنے' زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کی تلقین کی۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں' ہم نے اس کی تعلیمات کو قبول کرلیا ہے۔

بیعت عقبہ:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپؐ کے ساتھ چند صحابہ تھے جن سے آپؐ نے بیعت کی جو بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے اس بیعت کے بارے میں یاد رکھئے کہ آپ کسی ایسے دور دراز زمانہ سے بحث نہیں کررہے ہیں جبکہ کوئی مورخ بھی موجود نہ تھا' بلکہ آپ ساتویں صدی عیسوی سے بحث کررہے ہیں جبکہ واقعات باقاعدہ قلمبند کئے جاتے تھے۔ ذرا اس بیعت کو دیکھئے جو رسولؐ خدا نے اپنے متبعین سے لی تھی:

"ہم خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کریں گے' ہم چوری نہیں کریں گے' کسی شادی شدہ عورت کے ساتھ یا ناکتخدا لڑکی کے ساتھ زنا نہیں کریں گے' ہم اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گے' ہم فحش کلامی اور گالی گلوچ سے احتراز کریں گے' ہم ہر امر حق میں رسولؐ خدا کا کہنا مانیں گے' ہم اچھے اور برے وقتوں میں اس کا ساتھ دیں گے۔"

یہ وہ بیعت ہے جس کے الفاظ ہی سے ان لوگوں کی حالت اچھی طرح سے عیاں ہوجاتی ہے جنہیں آپؐ نے سربلند اور سرفراز کیا۔ ذرا اس کا اندازہ ان چیزوں سے کیجئے جن سے بچنے کا انہوں نے وعدہ کیا ہے۔ انسانی قربانی عام طور پر ہوتی تھی' بدکاری ان کی روزمرہ کی زندگی کا جز بنی ہوئی تھی۔ یہ تھی وہ بیعت جو آپؐ نے ان سے لی' یہ تھا وہ وعدہ جو آپؐ نے اپنے متبعین سے لیا دیکھئے کہ آپؐ کی اخلاقی تعلیمات زمانہ کی ضروریات سے کس قدر دانشمندانہ مناسبت رکھتی تھیں!

نیکی کا مفہوم:

جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں' میں عورتوں کے مسئلہ کو کچھ دیر کے لئے اٹھا رکھتی ہوں' رواداری کے سوال پر بھی میں آگے چل کر بحث کروں گی۔ لیکن میں آپ کو یہاں پر اتنا بتا دینا چاہتی ہوں کہ آپؐ نے اپنی قوم کے جاہل افراد میں ایک شریفانہ اخلاق کی مضبوط بنیاد قائم کردی۔ نیکی کے مسئلہ پر آپؐ کی تعلیمات کو لیجئے اور دیکھئے کہ آپؐ نے اس کی کیا تعریف فرمائی ہے۔ نیکی سے کیا مراد ہے؟ ہر آدمی کہے گا کہ وہ نام ہے خیرات دینے کا' غریبوں کی روپے پیسے سے مدد کرنے کا' نہیں' بلکہ ہر اچھا کام نیکی میں داخل ہے:۔

تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ ہنس کر بات کرنا نیکی ہے۔ اپنے ہم جنسوں کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرنا نیکی ہے۔ گمراہ مسافر کو صحیح راستہ پر ڈال دینا نیکی ہے۔

اندھے کی اعانت کرنا نیکی ہے۔

راستہ سے پتھر اور کانٹے اور دوسری رکاوٹیں ہٹا دینا نیکی ہے۔

پیاسے کو پانی دینا نیکی ہے۔

کس قدر عملی، کس قدر سادہ، آپؐ کی تعلیم ہے اور کس قدر شان دار الفاظ میں ان فرائض کی تعریف کی گئی ہے جو ایک انسان کے دوسرے انسان پر واجب ہیں: نیکی کے متعلق قرآن کی تعلیم ہے:۔

"یہ نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور غلامی وغیرہ کی قید سے آزاد کرانے میں خرچ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور معرکہ کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔" (سورہ بقرہ رکوع ۲۲ آیت ۱۷۷)

علم کی فضیلت:

محمد (صلعم) جو خدا کے رسولؐ تھے، اس مفہوم میں پڑھے لکھے نہ تھے جو دنیا آج پڑھے لکھے سے مراد لیتی ہے۔ آپؐ اپنے آپ کو "امی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور آپؐ کے پیرو القرآن کو ایک مستقل معجزہ خیال کرتے ہیں جس سے آپؐ کی نبوت کے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے اس لئے کہ وہ نہایت ہی مکمل اور فصیح عربی میں ہے۔ لیکن خود پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود آپؐ علم کو ان چیزوں میں سب سے پہلا درجہ دیتے ہیں، جن کی خواہش کی جاسکتی ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

علم حاصل کرو اس لئے کہ جو شخص اسے حاصل کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں نیکی کا کام کرتا ہے۔ جو علم کا ذکر کرتا ہے وہ خدا کی تعریف کرتا ہے۔

جو اس کے لئے سعی کرتا ہے وہ خدا کی پرستش کرتا ہے۔

جو دوسروں تک اسے پہنچاتا ہے وہ گویا زکوٰۃ دیتا ہے۔

اور جو اس کی اہلیت رکھنے والوں تک پہنچاتا ہے وہ گویا خدا کی عبادت کرتا ہے۔

ہم سے حلال اور حرام میں تمیز کرنی آتی ہے۔

وہ صحرا میں ہمارا رفیق ہے۔

خلوت میں ہمارے لئے جلوت کا سامان پیدا کرتا ہے۔

وہ اس وقت ہمارا رفیق ثابت ہوتا ہے جب ہم دوستوں کی رفاقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

وہ مسرت کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔
وہ مصیبت و ابتلا میں ہماری ڈھارس بندھاتا ہے۔
وہ ہمارے دشمنوں کے خلاف سپر کا کام دیتا ہے۔
علم کے ذریعہ خدا کا بندہ نیکی کی بلندیوں اور اعلیٰ مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔
اس دنیا میں بادشاہوں کا ہم جلیس بنتا ہے۔
اور آخرت میں ابدی مسرت حاصل کرتا ہے۔

اس طرح سے یہ معلمؐ جس کے لئے۔ اتنے آدمیوں نے اپنی عزیز جانیں قربان کردیں' قدروں کا باہمی منصفانہ اندازہ کرنے کے بعد اعلان کرتا ہے:

"عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے"۔

یہ فقرہ اس قابل ہے کہ اسے ہر اس درسگاہ کی دیوار پر جسے مسلمان قائم کریں' سونے کے روشن حروف میں تحریر کیا جائے۔

رسولؐ کے چہیتے داماد' حضرت علیؓ نے بھی علم کی نہایت ارفع تعریف کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"علم کا جوہر دل کی صفائی ہے' سچائی اس کا سب سے بڑا منتہائے خیال ہے' الہام اس کا رہنما ہے' عقل اسے قبول کرتی ہے' خدا اس کا ملہم ہے اور انسانی الفاظ اسے ادا کرتے ہیں"۔

عورت کا درجہ

آیئے' اب ہم عورتوں کے متعلق اسلام کی تعلیمات پر غور کریں۔ مغرب میں اسلام پر جو عام طور سے اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورتیں اپنے اندر روح نہیں رکھتیں' یقیناً" یہ صریح جھوٹ ہے۔ القرآن کا ارشاد ہے:

"جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا نہ مددگار۔ اور جو نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کے ساتھ رائی برابر بھی ظلم نہ ہو گا"۔ (سورہ نساء رکوع ۱۸/ آیت ۱۲۴۔)

"تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں اور' کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے خدا نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (سورہ احزاب رکوع ۵ آیت ۳۵)

اس بات سے صاف ظاہر و ثابت ہے کہ اس نے مرد و زن میں کس طرح مساوات قائم کی اور انھیں کیا درجہ عطا کیا: (ماہ نو کراچی سیرت رسول نمبر جولائی ۱۹۶۳ء)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلّوا علیہ و آلہٖ

پیغمبر انقلابؐ

پروفیسر اے جے آربری (A.J. Arberry)

جب مشرق کی جانب آسمان پر روشنی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور جبکہ ساری بستی پر خاموشی کا عالم طاری ہوتا ہے موذن کی اذان کانوں میں پڑتی ہے۔ اس آواز میں ایک پیغام ہے جو مخلوق الٰہی کو کم و بیش چودہ سو سال سے دیا جا رہا ہے اور قیامت تک یہ پیغام اسی طرح دیا جائے گا۔ وہ پیغام کیا ہے؟ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ متعدد بار موذن ان کلمات کو دہراتا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حی علی الصلوۃ۔ نماز کی طرف آؤ۔ حی علی الفلاح۔ نجات کی طرف آؤ۔ الصلوۃ خیر من النوم۔ نماز بہتر ہے نیند سے۔

جب ایک مسلمان کے کانوں میں یہ آواز پہنچتی ہے۔ وہ اپنے بستر سے اٹھ بیٹھتا ہے۔ وضو کرتا ہے اور پھر مکہ کی طرف رخ کر کے اللہ اکبر کہہ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح دن کے آغاز میں ہی خدا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے گویا سب سے پہلا خیال خدا کا ہوتا ہے وہ خدا جو وحدہ لاشریک ہے وہ خدا جو حی وقیوم ہے۔ جو علی کل شیءٍ قدیر اور رحمن اور رحیم ہے۔

اسلام نے تاریخ کی پوری روشنی میں جنم لیا

اسلام جو نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس ربع مسکوں کا ۱/۶ حصہ اس کا معتقد اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے تاریخ کی پوری روشنی میں جنم لیا۔ اس مذہب کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا کہ احادیث و تواریخ سے ثابت ہے ۵۷۱ء میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کے سرپرست بنے مگر وہ بھی دو سال کے بعد عالم جاودانی کو سدھارے۔ اس پر آپ کے چچا نے آپ کو اپنی تفویض میں لے لیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت سارا ملک عرب مختلف قبیلوں میں بٹا ہوا تھا اور ان میں مستقل طور پر جنگ و جدل کا بازار گرم رہتا تھا۔ بایں عرب کا تعلق یورپ اور ایشیا کے مہذب ممالک سے تھا اور ان ممالک سے تجارت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ تجارتی قافلے ایک دوسرے کے ممالک میں جاتے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی کئی سال تجارت کا کام کرتے رہے آپ کا محبوب ترین مشغلہ پہاڑ کے غار میں جا کر عالم تنہائی میں غور و فکر کرنا تھا۔ جب آپ کا سن چالیس برس کا ہوا اور آپ اس غار میں غور

و فکر میں مشغول تھے کہ غیبی آواز نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ **اقراء**۔ یعنی پڑھ۔ آپؐ نے جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا اس پر اس آواز نے کہا۔ **اقراء باسم ربک الذی خلق** یعنی اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھ جس نے پیدا کیا۔ یہ سب سے پہلی وحی بیان کی جاتی ہے اس دن سے آپ اپنے منصب پر مامور ہوگئے اور اصلاح عالم کا کام آپ کے سپرد ہوا اس دن سے اس تحریک کی بنیاد پڑی۔ جس سے ایک عظیم الشان انقلاب دنیا میں رونما ہوا۔ خدا کی وحی آپ پر باوقات مختلف اترتی رہی۔

جو آپؐ پر نازل ہوتا تھا۔ اس کو آپ یاد رکھتے۔ اس طرح سے سارا قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا۔ یہ قرآن کیا تھا؟ یہ وہ پیغام تھا اور یہ وہ تعلیم تھی جو خدا نے اپنے نبی کو مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے نازل کی تھی۔ یہ پیغام یہ تعلیم بالکل سادہ تھی۔ آپ سے پہلے بھی نبی آتے رہے اور خدا نے ان کو یہی تعلیم دیکر بھیجا تھا کہ خدا ایک ہے۔ بتوں کی عبادت حرام ہے۔ مشرکانہ رسوم حرام ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ گناہوں سے بچے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔ اور آئندہ پاک و صاف رہنے کی کوشش کرے۔ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ بھی یہی تعلیم لے کر آتے رہے لیکن لوگ اس تعلیم کو بھلا دیتے یا اس میں ردوبدل کر لیتے اور غلط رستوں پر پڑ جاتے۔ مگر خدا بڑا رحیم و کریم ہے اس نے محمدؐ کو بھیجا۔ کہ خلقت کو پھر خدا کا رستہ دکھائیں ان کو پھر ایک خدا کی عبادت کا حکم دیں اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کریں۔ حضرت محمدؐ نے پہلے انبیاء کی تصدیق کی اور ان کی وحی کی بھی تصدیق کی۔

حضرت محمدؐ کی مخالفت اور آپ کی کامیابی

جب حضرت محمدؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا۔ تو آپ کے پیغام پر بڑے غم و غصہ کا اظہار کیا گیا اور معدودے چند کے سوائے سب نے مخالفت شروع کر دی لیکن آہستہ آہستہ ماننے والوں کی تعداد بڑھتی گئی مگر اس کے ساتھ ہی مخالفت کا طوفان بھی بڑھتا گیا۔ اور بالآخر آپ کو مکہ چھوڑنا پڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی یہ واقعہ ۶۲۲ء کا ہے آپ کو یہ یقین تھا کہ مدینہ کے لوگ آپ کے پیغام کو سن لیں گے۔ اور ان کی تصدیق کریں گے۔ اور ایسا ہی ثابت ہوا۔ چنانچہ مدینہ میں آپ کو بہت کامیابی ہوئی اور جب دس سال کے بعد آپ کا انتقال ہوا سارا ملک عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ اور ایک صدی کے اندر اندر بحر اوقیانوس سے لے کر بحر ہند تک مساجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی۔

اسلامی عقیدہ بہت مختصر اور سادہ ہے یہ دو جملوں پر مشتمل ہے۔ لا الہ الا اللہ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں محمد رسول اللہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ایک مسلمان کے چار فرائض ہیں۔ پہلا فرض نماز ہے۔ یہ اوقات متعینہ پر دن میں پانچ دفعہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کے الفاظ بھی متعین اور مقرر ہیں۔ دوسرا فرض روزہ ہے۔ یہ سال میں ایک مہینہ کے ہوتے ہیں۔ جسے رمضان کا مہینہ کہتے ہیں۔ پو پھٹنے کے وقت سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں کچھ نہیں کھایا پیا جاتا ہے۔ تیسرا فرض حج ہے جو زندگی میں کم

از کم ایک دفعہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ حاجی کیلئے مکہ اور مدینہ جانا ہوتا ہے۔ (یاد رکھنا چاہئے کہ زیارت مدینہ حج کا حصہ نہیں ہے یہ پروفیسر صاحب سے غلطی ہوئی ہے۔ مترجم)

چوتھا فرض زکوٰۃ ہے۔ جس کا مقصد غریب اور محتاج مسلمانوں کی مالی امداد ہے اسلام قوانین عقائد اور عبادت کا مذہب ہے۔ اسلام کا مذہبی ضابطہ قرآن مجید کے عام احکام پر مبنی ہے اس کے ساتھ احادیث ہیں یا محمدؐ کی سنت۔ آپ کا عمل یا تعلیم۔ یہ قوانین ایک مسلمان کی ذاتی اور قومی زندگی کے لئے ضابطہ کا کام دیتے ہیں۔ اور معاملات ورثہ۔ شادی۔ اور پرائیویٹ اور پبلک فرائض اور ملک و مال کا حصول اور ان سے منفعت کے طریق کے متعلق رہنمائی کرتے ہیں۔ مسلمان کے لئے شراب اور سور کا گوشت حرام ہے۔ اس کو چار بیویاں بیک وقت کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اجازت کی اصل وجہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے وقت میں چونکہ غیرمسلموں کے ساتھ اکثر جنگ و جدل رہتا تھا۔ بہت سی عورتیں بیوہ ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کے لئے انتظام کرنا ضروری تھا۔ اس حالت میں ایسی مستورات کے تحفظ کا اہتمام کرنا قابل تعریف کام ہے۔ اگرچہ اس سے انسان کے گھر میں ایسا امن قائم نہیں رہ سکتا جس طرح ایک بیوی کی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔ (جن ممالک میں اس کا رواج ہے وہاں آج بھی زندگی پرسکون اور پرامن گزرتی ہے جیسے نائیجیریا۔)

ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں انسان کو اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس کا سب سے زیادہ مقصد دیدار الٰہی ہے۔ محض زبان سے ایمان کا اقرار کر لینا نجات کے لئے کافی نہیں۔ ایمان اندرون قلب میں ہونا چاہئے۔ اور اس کا ثبوت عمل میں ظاہر ہونا چاہئے مگر محمدؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو گا۔ وہ نار جہنم سے بچ جائے گا اس میں شک نہیں کہ بہشت اور دوزخ کا تخیل بہت سے لوگوں کی اصلاح کا موجب ہوا ہے۔ دوزخ کا ڈر اور بہشت کی توقع سے لوگوں میں برے اعمال سے بچنے اور نیک عمل بجا لانے کی تحریک پیدا ہوئی۔ مگر اسلام میں اولیاء اللہ اور صوفی لوگ اس سے بلند مقام پر تھے۔ وہ بہشت دوزخ کے تخیل سے ارفع ہو کر دیدار الٰہی اور لقاء اللہ کے جویا تھے۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے

اگرچہ اسلام ایک تبلیغی مذہب رہا ہے اور اب تک ہے اور اس کا پیغام عالمگیر ہے۔ لیکن جہاں کہیں اسلام کا غلبہ ہوا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو ان کی مذہبی آزادی پورے طور سے دی گئی۔ اور ان میں بہت سے لوگوں نے قوم کی سیاسی اور علمی زندگی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بتوں کی پرستش یا خدا کے انکار کو مسلمان نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمدؐ نے فرمایا ہے کہ علم کی تحصیل ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ **طلب العلم فر**

یضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ اور یہ کہ علم خواہ چین میں ملے اس کو حاصل کرنا چاہیے۔ **اطلبوا العلم و لو کان بالصین** (یہ موضوع حدیث) فی الجملہ اسلام دنیا میں ایک بہت بڑی تعلیمی طاقت رہا ہے۔ ابتدائے زمانہ سے ہی مساجد کے ساتھ مدارس ملحق رکھے گئے۔ اور جامعہ ازہر جو قاہرہ میں ہے دنیا میں سب سے پرانی یونیورسٹی بیان کی جاتی ہے۔ حال ہی میں اس کی ہزار سالہ جوبلی منائی گئی ہے۔

زکوٰۃ اور صدقات جو مذہبی فرائض میں سے ہیں۔ ان سے شفا خانے قائم کیے گئے۔ جہاں غربا کو دوائی اور خوراک بھی مفت دی جاتی تھی۔ اور علم طب میں مسلمانوں نے ریسرچ ورک کیا۔ اور اس میں بہت کاوش کی۔ بو علی سینا کی کتابیں جو ازمنہ وسطیٰ میں ترجمہ کی گئیں موجودہ علوم و فنون کی ترقی سے پہلے یورپ میں طبی تعلیم کی اساس تھیں۔

اسلام کے بانی خود یتیم ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کے مذہب میں یتامیٰ کی پرورش اور ان کی نگہداشت کے متعلق بالخصوص تاکید پائی جاتی ہے۔

مسلمانوں کی کتب میں اسلامی اخوت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ "**انما المومنون اخوۃ**" اور مساجد میں نماز اور حج کے وقت چھوٹے بڑے امیر غریب سب کو ایک دوسرے کے برابر ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔ کہ ہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

نبیؐ کا اپنی ذات کے متعلق یہ قول تھا کہ "**الفقر فخری**" یعنی میرا فقر میرا فخر ہے۔

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام جس کے لغوی معنی کلیتہً اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ہے۔ قضا و قدر پر راضی رہنے کی تلقین کرتا ہے اور ایک مسلمان جب خدا کے حضور میں ہاتھ باندھ کر اللہ اکبر کہتا ہے اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس قسم کا خیال مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے اور زوال کے زمانہ میں یہ خیال بہت غالب رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ وقوع میں آیا ہے کہ دنیائے اسلام جو یورپ کے تاریک ایام میں یونانی علوم کی مشعل بردار تھی بعد میں اس کے اندر روحانی غفلت اور بے حسی آگئی جس سے اب حال ہی میں یہ بیدار ہوئی ہے۔ توہم پرستی اور من گھڑت باتیں ان لوگوں کے عقائد کے جزو بن گئے جن کی سیاسی طاقت کے زوال کے ساتھ بصیرت کی طاقت بھی زائل ہو چکی تھی۔ حالانکہ یہ دونوں یعنی سیاسی طاقت اور روحانی قوت وہ ممتاز صفات تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کے بزرگ دنیا جہان کے پیشوا بن گئے تھے۔ اور یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ ان کا خدا پر بھی پورا پورا ایمان تھا۔ اور اپنی قوت بازو پر بھروسہ کر کے وہ اپنی قسمت آپ بناتے تھے۔

خدا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا یا اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دینے کا مطلب تو یہ تھا کہ انسان کو اپنی زندگی اس طریقہ پر استوار کرنی چاہیے جو خدا کے منشا کے مطابق ہو اگر تمام لوگ اس طریق سے زندگی بسر کرلینا سیکھ لیں۔ تو تمام دنیا میں امن اور صلح قائم ہو جائے۔

میں خود مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن میں نے اسلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بغیر کسی

تعصب یا لگاؤ کے کیا ہے۔ یہ مذہب مختلف قوموں کو متحد کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

(اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی دسمبر ۱۹۳۸ء)

محمدؐ عربی

نپولین بوناپارٹ (Napoleon Bonaparte) کہتا ہے!

اپنی قوم کو وجود باری کا سبق حضرت موسیٰؑ نے دیا حضرت عیسیٰؑ نے سلطنت روم میں اور قدیم براعظم میں حضرت محمدؐ نے یہی اعلان کیا' مگر عرب بڑے ہی بت پرست تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے چھ سو سال بعد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی تعلیمات کو جب لوگ بھول گئے تو محمدؐ نے انہیں مقام کبریا پھر یاد دلا دیا۔

آریائی نسل کی ملتوں اور دیگر انسانی گروہوں نے فکر مشرق میں عجب خلفشار پیدا کر رکھا تھا کہ خدا ہے' مسیح ہے اور روح القدس ہے۔ مگر محمدؐ نے اعلان کیا کہ سوائے ایک خدا کے دوسرا کوئی بھی نہیں' نہ وہ کسی سے پیدا ہے نہ کوئی اس کا فرزند ہے' اور نہ کوئی دوسرا قابل پرستش۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تثلیث ہی ہے جو بت پرستی کو راہ دیتی ہے۔ اسی لئے جان لو کہ معبود سوائے خدا کے اور کوئی نہیں۔

محمدؐ کی ذات ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع و گرویدہ بنا لیا اور ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے چند ہی سال میں اسلام کا غلغلہ نصف (معلومہ) دنیا میں بلند کر دیا۔ اسلام کے ان پیروؤں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا۔ انہوں نے بت سرنگوں کر دئے۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے پیروؤں نے ۱۵ سو سال میں کفر کی نشانیاں اتنی منہدم نہ کی تھیں جتنی ان متبعین اسلام نے صرف پندرہ سال میں کردیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی ہستی بہت ہی بڑی تھی۔

جس وقت وہ اپنی قوم کے سامنے آئے اس وقت عرب خانہ جنگیوں کا شکار تھے۔ مسلمانوں نے اپنا علم دنیا کے اس کونے سے اس کونے تک لہرا دیا۔ جو قومیں ابتلا و آزمائش کے دور سے گزر کر جسم و روح کی پرورش و رفعت کا سامان مہیا کرتی ہیں ان سے ایسی ہی عظیم کارگزاریاں ظہور میں آتی ہیں۔ جنگ قادسیہ کے بعد نتائج کہاں سے کہاں تک پہنچے' جیحون کے کناروں سے چین کی سرحد تک ان کا پھریرا اڑنے لگا۔ شام اور مصر ان کے زیر نگیں آگئے' لیکن غور کرو اگر پیروان اسلام کے "خالد" ان کے جرار اور "عمرؓ" ہزیمت کھا جاتے تو پھر ان کا ٹھکانہ کہاں تھا؟ وہ لوٹ کر پھر لق و دق صحراؤں کی خانہ بدوش زندگی میں واپس چلے جاتے اور آوارہ صحرا پھرتے رہتے جیسے ان کے اجداد بے نشان اور بے حیثیت رہ گئے تھے' وہ بھی ایسے ہی ہو جاتے! نکبت و فلاکت کی تصویر رہتے اور پھر دنیا کو کیسے معلوم ہوتا کہ محمدؐ کون تھے؟ علیؓ کون تھے؟ اور عمرؓ کیا تھے؟

پارتھی' سیتھیں' منگول' تاتاری اور اقوام ترک کی بابت یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء" وہ علم و حکمت اور فنون و ثقافت کے دشمن تھے۔ مگر دیکھو عرب تو شروع ہی سے علم کے گرویدہ اور حکمت و فنون کے جویا رہے

ہیں۔ کون ہے جو محمدؐ (عربی) پر علم دشمنی کا الزام لگا سکے؟۔ مسلمان سائنسدانوں نے صنعا سے کوفہ تک کے فاصلہ کو ایک درجہ سمت الراس تک ناپا۔ وہ کیمیا کے تجربے کرتے تھے۔ انہوں نے الانبیق ایجاد کی' دھوپ گھڑی بنائی' گھڑیاں مرتب کیں' ریاضی میں اعلام و اعداد معین کئے۔ آج ان سب کا وجود عربوں کا ہی مرہون منت ہے۔

مگر ان ایجادات و کمالات سے بڑھ کر جو شرف انھیں حاصل ہے وہ ان کے آداب حیات ہیں' ان کا ادب ہے' ان کی حکمت ہے۔ ان کی شاعری میں ولولہ ہے علو ہے۔ محمدؐ نے اہل علم کو سراہا ہے۔ حکمت کی ہمت افزائی کی ہے اور عقل و دانش کے کاسہ پروازوں کو اونچا کیا ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ اسلام میں علم اور کتب کی قدر ہوئی ہے) قاہرہ کے کتب خانہ میں صرف ہیئت پر چھ ہزار کتابوں سے کم نہ تھیں۔ دیگر علوم پر ایک لاکھ کتابیں ان کے علاوہ تھیں۔ قرطبہ کی لائبریری میں تین لاکھ کتابیں معروف و مشہور حقیقت ہے۔ غرض خلفائے اسلام نے اپنے پانچ سو سالہ دور میں ہر طرف علم و حکمت کی حفاظت کی۔ ہر طرف اس کا چرچا کیا اور ترقی کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا کہ اچانک فتنہ چنگیزی کا ظہور ہوا۔

محمدؐ نے ازدواج کی تعداد معین کردی۔ ان سے قبل انسان کے لئے کوئی حد ہی نہ تھی کہ وہ کتنی بیویاں کرسکتا ہے جو صاحب ثروت تھے وہ جتنی عورتیں چاہتے بیویاں بنالیتے' مگر محمدؐ نے یہ رسم توڑ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی نسبت کم ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے سوال تھا کہ محمدؐ نے عہد عیسوی کے قانون کی پابندی کیوں نہیں کی اور مردوں کو یہ اجازت کیوں نہیں دی کہ وہ جس قدر بیویاں چاہیں کرلیں۔ پھر ادھر یورپ میں کیا ہوتا رہا ہے۔ یہاں کے قانون دہندوں نے خواہ وہ یونانی ہوں یا جرمن یا رومی' اسپینی ہوں یا انگریز ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مغرب میں تو یہی حال ہے' مگر ادھر مشرق میں کیا ہے؟ وہاں تو ہمیشہ اس کی آزادی رہی۔ از منہ قدیم سے یہاں ہر ملت میں خواہ وہ یہودی ہوں' ثوری ہوں یا ایرانی' تاتاری ہوں یا افریقی حد ازواج معین نہ تھی۔ بعض نے (تاویل میں) کہا ہے کہ جغرافیائی کیفیت اس کی متقاضی ہے اور مغرب کے مقابلے پر یہاں یہ فرق ہونا اسی باعث ہے۔ مگر بات اور ہے۔

ایشاء اور افریقہ میں مختلف اللون انسان بسے ہوئے ہیں۔ انھیں باہم دگر کس طرح شیر و شکر کیا جائے۔ کثرت ازواج (Poly Gamy) کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ اسی طرح یہ ممکن ہے کہ سفید پر کالے کا اور کالے پر سفید کا جبر و تسلط دور کیا جاسکتا تھا۔ کثرت ازدواج میں یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی ماں یا ایک ہی باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور کالے گورے دونوں ہی بھائی بن جاتے ہیں۔ دونوں ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ مشرق میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جلد کا رنگ ایک انسان کو دوسرے پر فوقیت نہیں دیتا۔ (تفریق رنگ و نسل پر قابو پانے کے لئے) محمدؐ نے چار بیویاں تک کرنے کی اجازت دی' مگر سوال یہ ہے کہ جب عورتیں کم ہوں تو چار تک کی بھی اجازت کیسے دی جاسکے گی؟ مگر ایک نکتہ پر غور کرو۔ کثرت ازواج سے فائدہ تو صرف صاحب مال و زر ہی اٹھا سکتے ہیں اور وہی (معاشرہ میں جو اوپر ہیں) وہی آراء کی تشکیل

کرتے ہیں۔ پس انہیں آپس کی یہ شادیاں مربوط رکھتی ہیں۔ اگر ہم (یعنی اہل فرانس' اپنی نوآبادیاں جیسے مصر و شمالی افریقہ) میں کالوں کو آزادی دینا چاہتے ہیں اور ان میں رنگ کا تعصب بھی دور کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے قانون سازوں کو کثرت ازواج کی اجازت دینی پڑے گی۔

مشرق میں غلامی کا وہ عالم کبھی نہ رہا جو مغرب میں ہے۔ مشرق میں غلامی کی کیفیت بائیبل کے مطابق ہی نظر آتی ہے۔ غلام کو اپنے آقا کی املاک میں سے حصہ ملتا ہے۔ وہ اس کی لڑکی سے بھی شادی کر سکتا ہے۔ (میرے زمانہ میں) اکثر "پاشا" (حاکمان مصر) غلاموں سے ہی ہیں۔ بڑے وزیر مصر کے تمام مملوک سلاطین علی بن مراد بے وغیرہ سب غلام تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز اپنے مالکوں کے ہاں معمولی نجی ملازم کی طرح کیا مگر بربنائے صلاحیت یا بطریق کرم وہ اونچے درجوں تک پہنچ گئے۔ مگر مغرب میں حالت کیا تھی۔ غلاموں کے ساتھ جو سلوک تھا وہ نجی ملازموں سے بھی بدتر تھا۔ وہ مرتبہ حیات کے بالکل نچلے زینے پر کھڑے تھے۔ وہ اپنے غلام کو بھی آزاد کر دیا کرتے تھے۔ مگر کیا انہیں آزادوں کی برابری میسر آئی؟ الغرض مشرق اور مغرب میں یہ فرق بڑا بین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مصر کو سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ فوج ساری کی ساری سلطان الکبیر کے غلاموں پر مشتمل نہیں ہے۔ مسلمانوں کا معاشرہ ایسا ہے کہ یہاں باپ ایک مجسٹریٹ بھی ہے۔ پہلا مجسٹریٹ وہی ہوتا ہے۔ اسے اپنی بیویوں' اولاد اور غلاموں پر کلی اختیار حاصل ہوتا ہے۔ کسی کنبے کے اندرونی معاملات کیا ہیں۔ ان میں کسی انتظامیہ نے دخل نہیں دیا اور نہ باپ کے اقتدار پر ہاتھ ڈالا۔ کنبہ کے سربراہ اور باپ' کی جتنی بھی بیویاں ہوں سب کا احترام یکساں ملحوظ رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ خانہ جنگیوں میں بھی یہی صورت رہتی ہے۔

میری توقع ہے کہ وہ دن دور نہیں جب میں دنیا کے صاحبان علم و دانش کو متحد کر کے ایک ایسا ادارہ قائم کروں جو یک رنگ و ہم آہنگ ہو اور اصول قرآن اس کی بنیاد ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ قرآن ہی کے اصول سچے ہیں اور انسان کو طمانیت کی منزل تک اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ ملخص

(Cherfils Bonaparte et Islam) پیرس۔ فرانس۔ صفحات (۱۰۵ تا ۱۲۵) ۱۹۱۳ء

سیرت طیبہ

ڈاکٹر ڈیرکس

حضرت محمدؐ (اس لفظ کے معنی ہیں ستودہ) جن کا دوسرا نام یعنی کنیت ابوالقاسم بھی ہے (قاسم آپؐ کے بیٹے کا نام تھا) ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپؐ کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ اور ماں کا آمنہ۔ یہ دونوں قریش مکہ کے معزز اور حکمران خاندان سے تھے لیکن تھے ذرا غریب۔ حضرت عبداللہ کا آپؐ کی ولادت سے چند ماہ قبل انتقال ہو گیا۔ اور ان کی وفات پر آمنہ بی بی کو اس قدر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کہ اپنے نازک مولود کے لئے دایہ رکھنی بھی دشوار ہو گئی۔ اور اسی لئے تیسرے سال آپؐ دایہ کے وطن سے

واپس آگئے۔ چند سال کے بعد آمنہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور آپؐ کی کفالت کا بار آپؐ کے دادا عبدالمطلب پر پڑ گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب نے آپؐ کی پرورش کی۔ جب تک آپؐ اپنے چچا کے پاس رہے بحیثیت چرواہا شتربان کے کام کرتے رہے۔ اور اس سلسلہ میں آپؐ نے تمام عرب اور شامی سرحد کا سفر کیا۔ لہذا ایام شباب ہی میں آپؐ نے بہت سے مختلف اثرات اپنی ذات میں جمع کر لئے جن کا نقشہ آپؐ کی آیندہ زندگی میں بھی نظر آتا ہے۔ آپؐ کی قوت مشاہدہ بہت ہی تیز زبردست اور عمدہ واقع ہوئی تھی۔

پچیس سال کی عمر میں آپؐ نے ایک دولتمند بیوہ خدیجہ بی بی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس سلسلہ میں آپؐ کو تجارت کی غرض سے دوردراز مقامات کے سفر کرنے پڑے اور چونکہ آپؐ کو تجارتی طور پر بہت کامیابی ہوئی۔ لہذا خوش ہو کر چالیس سالہ خدیجہ نے آپؐ کو موردالطاف بنا لیا۔ اور یہ لطف و کرم کچھ عرصہ کے بعد نکاح کی صورت میں منتج ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ نے تجارت کو خیرباد کہہ دیا۔ اور اپنا سارا وقت مراقبہ اور غور و فکر میں بسر کرنا شروع کیا چنانچہ کبھی بی بی کو لے کر اور کبھی تن تنہا آپؐ صحرا میں چلے جاتے تھے۔

چالیس سال کی عمر میں آپ کو اس امر کا یقین ہوا۔ کہ جبرئیل فرشتہ آپؐ کے پاس آیا۔ اور خدا کی وحی آپؐ کے پاس لایا۔ اور انسانوں کی ہدایت کا کام آپؐ کے سپرد کیا۔ چونکہ اس بات کا اعلان آپؐ نے شروع ہی سے کر دیا تھا۔ کہ میں حتی الوسع بت پرستی کی بیخ کنی کر دونگا۔ اور چونکہ ایسا کرنے کی وجہ سے قریش کے مالی اور نفع بخش کاموں میں خلل اندازی یقینی تھی' لہذا ان لوگوں نے جو خانہ کعبہ کے محافظ اور خدام تھے۔ اور اسی ضمن میں بہت سے آمدنی کے ذرائع ان کو ملے ہوئے تھے' آپؐ کی انتہائی مخالفت شروع کر دی۔ آپؐ کے پیغام کو نفرت اور حقارت سے دیکھا اور ایسا تنفر اور تمسخر کیا۔ گویا آپؐ کے مشن کا استیصال کلی کر دیں گے۔ لیکن آپؐ کی ذات میں حصول مقصد کیلئے انتہائی جدوجہد اور مجنونانہ جوش' جس کے حاصل ہونے پر آپؐ کی رائے میں عربوں کی بہبودی کا دارومدار تھا۔ آپؐ کے دشمنوں کی مخالفت سے زیادہ زبردست اور نمایاں نظر آتا ہے۔ آپؐ کو اپنے مقصد کی پاکیزگی پر کامل یقین تھا۔ اور نیز اس امر پر بھی کہ آپؐ مامور من اللہ ہیں۔ لہذا آپؐ نے مردانہ وار اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ ہرچند تبلیغ کے ابتدائی سالوں میں بہت تھوڑے لوگ آپؐ پر ایمان لائے جن میں زیادہ تر خاندان اور قبیلے کے لوگ تھے۔ لیکن جب مکہ کے دو بااثر شخص یعنی ابوبکرؓ اور عثمانؓ آپؐ پر ایمان لے آئے اور جب نوجوان اور مستعد علیؓ نے آپؐ کو قبول کر لیا۔ تو مکہ کے سرداروں کا طرز عمل بدل گیا۔ پھر تو وہ تمام لوگ اس مٹھی بھر جماعت کے ایسے جانی دشمن ہو گئے۔ کہ آپؐ کو اس امر میں تردد لاحق ہوا کہ ایسی مخالفانہ جماعت کا مقابلہ اس طرح کھلے بندوں اور آزادی کے ساتھ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ پس جب کہ آپؐ کو یہ معلوم ہوا کہ دشمن میری جان لینے کے درپے ہیں (اس حرکت کی وجہ سے آپؐ کے بہت سے رشتہ دار بھی آپؐ کے طرفدار ہو گئے تھے) تو آپؐ نے پھر وہی جرات اخلاق کا نظارہ دکھایا۔ اور پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ بت پرستی کے خلاف تلقین شروع کی۔

سب سے مقدم بات آپؐ کی نذر میں توحید الٰہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور جسمانی کیفیات سے قطعاً" منزہ اور مبرا ہے۔ اس کا نتیجہ لازمی یہ ہوا کہ نہ صرف رومی عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام سے تصویر کی پرستش ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی۔ بلکہ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ جو لوگ خدا کی تصویر پوجتے ہیں۔ وہ دراصل مشرک اور بت پرست ہیں۔ جیسے کہ یہ عیسائی تمام عمر' جن اصولوں پر آپؐ کاربند رہے وہ سب کے سب نہایت ہی اعلیٰ اور ارفع تھے۔ اسلام نے جو کچھ احسان دنیا پر کیا ہے۔ اور جو کامیابی اسے یورپ کے علاوہ افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہوئی یا ہو رہی ہے۔ اور جو عمدہ اور خوشگوار تبدیلی اس نے انسانوں میں پیدا کی ہے۔ وہ اس امر کی کافی ضمانت ہے۔ کہ ہر وہ شخص جسے تاریخ مذاہب عالم سے دور کا لگاؤ بھی ہو' کبھی اس مقدس انسان کے متعلق یاوہ گوئی نہیں کر سکتا۔ جس کی نظیر' جوش قابلیت اور تخیل کے لحاظ سے دنیا میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔

انسانی مقاصد کم و بیش ذاتی اغراض سے وابستہ ہوتے ہیں ہر قابل قدر اور مشہور بات جو انسان کے ہاتھوں معرض وجود میں آئی ہے۔ وہ انسانی مقاصد یا جذبات یا کمزوری سے اپیل کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس کا وجود بلا کسی غرض کے محض فلسفیانہ تخیل کی بنا پر نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ کے مقاصد سب کے سب عملی تھے۔ اور اس زمانہ کے حالات سے مطابقت کلی رکھتے تھے۔ اور آپؐ کی تعلیمات کی کامیابی کا یہی راز ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیرو آپؐ کو اس کامیابی پر مبارکباد نہ دیں کیونکہ قدرتی طور پر انہیں اس معاملہ میں آپؐ کی ذات پر حسد آتا ہوگا۔ لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ آپؐ پر اعتراض کرتے وقت اپنے مذہب اور دیگر مذاہب کی تواریخ بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے عقاید اساسی کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔ کرتے ہیں تو یہ کہ اندھادھند اسلام پر عملی ذرائع استعمال کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ خود ان کے مذہب نے بھی انہیں ذرائع کو اپنی کامیابی کے لئے استعمال کیا ہے۔ سزا کے خوف اور آئندہ شادمانی کے خیال نے جملہ مذاہب کو موجودہ شکل عطا کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ آدم برسر مطلب آنحضرتؐ کے مردانہ وار مقابلہ نے آپؐ کے حریفوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ لہٰذا مجبور ہو کر وہ لوگ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ اور آپؐ کی جماعت کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ چنانچہ ان حالات کے ماتحت آپؐ نے اپنے رفقاء کو حکم دیا کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔ تاکہ دشمنوں سے نجات ملے۔ اور آپؐ بھی طائف چلے گئے۔ لیکن طائف میں آپؐ کو سکون نصیب نہ ہوا۔ لہٰذا پھر مکہ واپس آگئے آپؐ کی غیرحاضری میں خدیجہ اور ابوطالب دونوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد جب آپؐ کی عمر اکیاون (۵۱) سال ہوئی تو صورت حال خوشگوار ہو گئی۔ یثرب (جس کو بعد میں مدینہ کہنے لگے) کے کچھ لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے۔ ادہر آنحضرتؐ نے دیکھا کہ مکہ والوں کی مخالفت روزبروز شدید ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا آپؐ نے پہلے اپنے رفقاء کو بھیجا اور ۱۳/ ستمبر ۶۲۲ء کو خود بھی ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مسلمانوں میں اس تاریخ کو بجا طور پر ایک تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اور ان کا سنہ ہجری اسی دن سے شروع ہوتا ہے۔ غرض کہ مدینہ آکر آپؐ نے اپنا وقت اسلام کی تبلیغ و اشاعت

کے لئے وقف کر دیا۔ عرب لوگ عموماً ان تین چیزوں کی بہت قدر کرتے ہیں۔ فصاحت' سخاوت اور شجاعت۔ پس آپؐ نے یہی تین خوبیاں اپنے پیروؤں میں پیدا کردیں۔ ۶۲۴ء میں تین سو تیرہ مسلمانوں اور نو سو کفار مکہ کے درمیان بدر کے پاس ایک اعلانیہ جنگ واقع ہوئی۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کی فتحیابی قطع نظر مال غنیمت سے بہت اہم چیز تھی۔ کیونکہ تمام عرب میں مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا۔ اور بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مکہ والوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی تیاریاں کیں۔ اور احد کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اسی لئے جبکہ ۶۲۷ء میں مکہ والے دس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو آنحضرتؐ مدینہ میں شہربند ہو گئے۔ دشمنوں نے کئی ماہ تک محاصرہ قائم رکھا لیکن انجام کار واپس چلے گئے۔ اگلے سال ۶۲۸ء میں آپؐ نے ایک اولوالعزمانہ قدم اٹھایا۔ یعنی حج کے ایام میں آپؐ چودہ سو مسلمانوں کی معیت میں زیارت کعبہ کے لئے تشریف لائے۔ مکہ والوں نے آپؐ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ لیکن آپؐ کے خلاف جارحانہ پیش قدمی کی جرات بھی نہ ہو سکی بہرکیف آپؐ کے اور مکہ والوں کے مابین ایک معاہدہ طے ہو گیا جو آپؐ کیلئے چنداں غیر مفید نہ تھا۔ اس کی رو سے آپؐ کو آئندہ سال حج ادا کرنے کی اجازت مل گئی اور فریقین کے درمیان دس سال کیلئے عارضی طور پر صلح ہو گئی۔ اگرچہ اس سفر میں آپؐ کو اپنے مقاصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اس صلح نامہ کا اخلاقی اثر مسلمانوں کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کی رو سے ان کو برابر کی طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اور تمام قبائل عرب میں آپؐ کی جماعت کا وقار قائم ہو گیا۔

اس کے بعد آپؐ نے ملک عرب سے باہر بھی اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ ہرقل شاہنشاہ روم' کیخسرو والی ایران' مقوقس والی حبش اور مصر کے حاکم کے نام تبلیغی خطوط روانہ کئے گئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے آپؐ کی دعوت پر کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن عمرو نے جو غسانی قبیلہ کا عیسائی حکمران تھا آپؐ کے قاصد کو قتل کر دیا۔ اور طالب جنگ ہوا۔ اگرچہ اس جنگ کا نتیجہ فیصلہ کن نہ ہوا تاہم آپؐ کے عرب دشمنوں کو ریشہ دوانیوں کا موقعہ مل گیا۔ آپؐ نے ان کی خلاف ورزی معاہدہ سے فائدہ اٹھایا۔ اور مکہ پر چڑھائی کر دی۔ ۶۲۹ء میں دس ہزار آدمیوں کے ساتھ آپؐ مکہ پہنچے وہاں کوئی مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوا اور بغیر کسی خونریزی کے شہر فتح ہو گیا۔ آپؐ نے انتقام لینے کی رسم کو بالائے طاق رکھ دیا اور سب کو معافی عطا کی۔ حالانکہ عربوں کے دستور کے موافق آپؐ کو اس بات کا پورا حق حاصل تھا۔ کہ اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتے۔ صرف اس قدر کیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ اور شہر کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ ۶۳۱ء میں آپؐ نے طائف بھی فتح کر لیا۔ اور اس طرح تقریباً تمام عرب آپؐ کے زیرنگیں ہو گیا۔ مدینہ پہنچ کر آپؐ نے روم پر چڑھائی کرنے کی تیاری کی۔ لیکن یہ مہم سر نہ ہونے پائی تھی۔ کہ ۸ر جولائی ۶۳۲ء کو آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ اب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی۔ جس کی بدولت اس قدر تھوڑے عرصہ میں تمام عرب پر آپؐ کو غیر معمولی فتح اور کامیابی حاصل ہو گئی؟

آپؐ از سر تا پا عربی خصائص کے حامل تھے۔ آپؐ نے تمام عمر شاعری نہیں کی لیکن اس کے باوجود آپؐ اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور نہایت پرجوش انسان تھے۔ اور ان دو باتوں نے عربوں کی طبائع پر زبردست اثر پیدا کیا۔ کوئی شاعر آپؐ سے زیادہ ان کو متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ بالطبع بہادر اور جری تھے۔ اور اسی لئے عربوں میں آپؐ کا شخصی وقار قائم ہو گیا۔ کیونکہ وہ لوگ دلیری اور جرات سے بڑھ کر کسی چیز کے شیدائی نہ تھے۔ نیز یہ کہ آپؐ کے دل میں مساوات اور ہمدردی کے جذبات بھی موجزن تھے۔ یہ صفت بھی عربوں کو بہت مرغوب تھی۔ آپؐ شخصی عزت کی مطلق خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس امر میں کوشاں رہتے تھے۔ کہ لوگ آپؐ کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھیں۔ آپؐ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ آپؐ کی طرف مافوق البشری طاقت منسوب کریں۔ آپؐ ہر شخص سے مل سکتے تھے کسی کو کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ آپؐ بیماروں کی عیادت کرتے' جنازوں میں شرکت فرماتے۔ اور مہمان نوازی اور سخاوت میں تو آپؐ ضرب المثل تھے۔ واضح ہو کہ عربوں کے نزدیک سخاوت اور مہمان نوازی سے بڑھ کر اور کوئی انسانی خوبی نہیں ہے۔ آپؐ کی شخصیت بھی جاذب اور دلکش تھی۔ جو شخص ایک دفعہ آپؐ سے مل لیتا۔ وہ عمر بھر کے لئے آپؐ کا غلام ہو جاتا۔ آپؐ کی باوقار اور شاہانہ شخصیت' آپؐ کی آنکھوں کی جاذبیت' یہ دونوں باتیں گویا سادہ تھیں اور جو کوئی بھی آپؐ سے ملنے آیا وہ آپؐ کی شخصیت سے مسحور ہو کر آپؐ ہی کا کلمہ پڑھنے لگتا۔

اسی قسم کی اور خوبیاں آپؐ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔ جو نہایت سادہ صاف سریع الفہم معقول اور طبائع انسانی کے موافق ہیں۔ آپؐ نے بہت سی وہ باتیں جو عربوں میں قدیم الایام سے رائج تھیں اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں تھیں۔ جوں کی توں باقی رہنے دیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپؐ نے بیشتر بری رسموں کا خاتمہ کر دیا' اور ان کے عوض ایسی اصلاحات جاری کیں جنہوں نے عربوں کو بحیثیت قوم بہت فائدہ پہنچایا۔ خونریزیوں اور اطفال کشی کا تو ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ قمار بازی' سود خوری' شراب نوشی اور زنا کی سخت ممانعت فرمائی۔ نیز ہر قسم کی بت پرستی اور مشرکانہ خیالات کا بھی قلع قمع کر دیا۔ غلامی کے انسداد کے لئے بہت سے قوانین نافذ کئے۔ آپؐ کے لباس اور خوراک میں انتہا درجہ کی سادگی تھی۔ عام طور پر آپؐ صلح کن اور روادار تھے۔ اگر آپؐ نے کبھی کسی شخص سے انتقام لیا تو اسی حالت میں جبکہ وہ شخص اسلام کی تخریب کا مجرم ہوا۔ یہ بات کہ آپؐ نے انتہائی غصہ کی حالت میں بھی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے طرز عمل سے بخوبی عیاں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں توحید باری پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور بنیادی عقائد نہایت سادہ اور با آسانی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اور اس کے اصول نہایت عملی اور مفید ہیں۔ جو انسانی طبائع سے مطابقت کلی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کو بہت خوب کامیابی ہوئی۔ اور آپؐ کا پیغام ان تعلیمات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جن لوگوں نے ان تعلیمات کو قبول کیا تھا یا جو اب کرتے ہیں۔ ان کو یقینی طور پر اخلاقی تائید حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ کسی حالت میں بھی دوسروں کے فرائض منصبی میں حارج نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انسانی تہذیب و ترقی میں کوئی

رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے نہ صرف اعمال کی قدر، واقعی کی بلکہ ان پر بہت زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ رہبانیت اور ترک دنیا کے اشد مخالف تھے۔ اور یہ طرز زندگی مشرق میں بدھ مت کے لوگوں کے یہاں اور مغرب میں عیسائیوں کے ہاں بہت عام تھی۔

مذہب اسلام کی خدمات اور اس کے فوائد سے انکار کرنا دوسرے لفظوں میں تاریخ عالم سے انسانی اور تمدنی پہلو پر غلط نتائج مستنبط کرنے کے مترادف ہے۔ قطع نظر اس حقیقت سے اسلام نے آکر عیسائیت کو سونے سے جگا دیا۔ ورنہ وہ کبھی کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ اسلام نے لکھوکھا انسانوں کو جو توہم پرستی کا شکار ہو رہے تھے از سر تو حیات عطا کی۔ اور ان میں خدا کا اعلیٰ اعتقاد پیدا کیا۔ اور اخلاقی طور پر آدمی بنا دیا۔ آپؐ نے آپس کی خانہ جنگیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور یہ وہ بات تھی جس کا دور ہو جانا بظاہر ناممکن تھا۔ آپؐ نے سینکڑوں قبائل کو باہم متحد کر دیا اور ان میں شجاعت اور ترقی کی وہ عدیم النظیر روح پھونک دی جس کی بناء پر وہ لوگ نہ صرف خود آزاد ہو گئے بلکہ اس کی بدولت ان کی مخفی قوتیں اس طرح جاگ اٹھیں کہ انہوں نے حیرت انگیز طریقہ میں دنیا کی تمدنی اور اخلاقی ترقی میں غیرفانی آثار چھوڑ دیے۔

(بحوالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی۔ جولائی ۱۹۳۶ء)

عظیم انقلاب کے عظیم قائدؐ

الفونس الامارتین

الفونس الامارتین (ولادت ۱۷۹۰ء بمقام ماکون' وفات ۱۸۶۹ء بمقام پاریس) فرانسیسی ادیب' شاعر' مورخ اور وزیر سلطنت تھا۔ شروع میں کٹر مذہبی تھا پھر عیسائی مقامات مقدسہ (یروشلم وغیرہ) کی سیاحت کے بعد اس میں ایک انقلاب آگیا۔ بکثرت نظموں اور کتابوں میں جو اس نے فرانسیسی زبان میں لکھیں ایک تاریخ ترکی بھی ہے جس کی جلد اول میں صفحہ ۲۷۶ تا ۲۸۰ "ترکوں کا مذہب" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں موصوف نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کیا ہے اس کا ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے۔ موصوف کا مکان پارس میں محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں پارلیمنٹ کے عین الاعیان کے سامنے آج بھی پایا جاتا ہے (محمد حمید اللہ۔ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ)

کبھی بھی کسی انسان نے خود یا اس کے سوا غیر کی مدد کے بغیر' ایسا کوئی بلند مطمح نظر اپنے سر نہ لیا کیونکہ یہ مطمح نظر انسان کی طاقت سے بالا تھا یعنی ان جاہلانہ عقائد کو نیست و نابود کیا جائے اور اس معقول اور مقدس خیال کو دوبارہ وجود میں لایا جائے کہ بت پرستوں کے مادی اور بدشکل بتوں کے لغو اجبار کی جگہ توحید باری تعالیٰ کو مانا جائے۔ کبھی بھی کسی انسان نے اتنے کم وسائل سے اتنا عظیم الشان کام جو انسان کی طاقت سے بالاتر تھا' سر نہ کیا کیونکہ اس مطلوب کام کی تجویز اور تکمیل کے لئے اس کے پاس اس کی اپنی ذات کے سوا نہ کوئی وسیلہ تھا اور نہ ایک صحرا کے کونے میں رہنے والے چند انسانوں کے سوا کوئی مددگار تھا۔

حتیٰ کہ یہ بھی کہ کبھی بھی کسی انسان نے اس سے کم وقت میں (اتنے کم وقت) میں اتنا عظیم الشان اور اتنا دیرپا انقلاب دنیا میں برپا کیا ہو کیونکہ اسلام کی تبلیغ کا آغاز کرنے کے بعد دو سو سال سے کم عرصہ میں (یہ غلط ہے اسے بیس سال سے کم عرصے میں پڑھا جائے۔ کیونکہ ذیل ممالک سے صرف گال یعنی جنوبی فرانس کچھ بعد میں فتح ہوا۔ مترجم) اسلحہ حاصل کر کے توحید الٰہی کا ایران' خراسان' ماوراء النہر' مغربی ہند' شام' مصر' حبش' شمالی افریقہ کے سارے معلوم براعظم اندلس اور گال کے ایک حصے کو ماتحت بنا کر وہاں حکمرانی کرنے لگا تھا۔

اگر منصوبے کی بڑائی اور وسائل کی بے حد قلت اور نتائج کی عظمت ہی وہ تین پیمانے ہیں جن سے

انسان کی اعلیٰ قابلیت کو جانچا جا سکتا ہے نہ کوئی اس کی جرأت کر سکتا ہے۔ انسانی نقطہ نظر سے زمانہ حال کے کسی بھی شخص کو محمدؐ کے مقابلے میں لا کھڑا کر سکتے' جو بڑے مشہور لوگ ہوئے ہیں انہوں نے کچھ کیا تو یہ کہ کچھ اسلحہ بازی کرتے قانون کو کچھ الٹ پلٹ کرتے سلطنتوں کو کچھ ہلایا جلایا اور اگر انہوں نے کچھ چیز قائم بھی کی ہو تو مادی سطوت کی چیزیں تھیں جن میں سے اکثر ان کے ہاتھوں کے مرنے سے پہلے ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اس کے برخلاف یہ شخص (محمدؐ پیغمبر اسلام) وہ ہے جس نے فوجوں کو بھی جھنجھوڑا قوانین کو بھی ہلایا۔ سلطنتوں کو بھی ہلایا۔ قوموں کو بھی ہلایا۔ خاندانوں کو بھی ہلایا۔ آباد زمین کے ایک تہائی حصے میں جو لوگ رہتے تھے ان میں سے ملینوں (کروڑوں) کو جھنجھوڑا لیکن یہی نہیں اس نے مزید بر آں عبادت گاہوں کو ہلایا' معبودوں کو ہلایا' مذہبوں کو ہلایا' خیالات کو ہلایا' روحوں کو ہلایا۔ اس نے ایک کتاب دی جس کا ایک ایک حرف قانون بن گیا اور اس کتاب کی اساس پر ایک روحانی قومیت کی بنیاد ڈالی جو ہر زبان کے بولنے والوں اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والوں کو سمیٹ لے گئی اور اس نے اس مسلمان قوم کی غیر تغیر پذیر خصوصیت یہ بتائی کہ جھوٹے دیوتاؤں سے نفرت کرے اور اپنے خدا سے والہانہ محبت کرے جو ایک ہی ہے اور غیر مادی بھی۔ اور یہ کہ جب وطن آسمان کی ہتک کرنے والوں سے انتقام لیتی ہو وہ محمدؐ کے متابعین کی خصوصیت رہے ربع مسکون کو اپنے عقیدے کا قائل بنانا ایک انسان کا معجزہ نہ تھا بلکہ معقولیت پسندی کا معجزہ تھا۔ توحید باری تعالیٰ کے تصور کا اعلان اس وقت جب دیوتاؤں کی ولادت اور ان کے شجرہ ہائے نسب کے تھکا دینے والے افسانوی خیالات پھیلے ہوئے تھے اور توحید کا یہ اعلان ہونٹوں سے نکلا تو بتوں کے سارے پرانے مندر جل کر خاکستر ہو گئے۔ اور اس کی چمک سے ایک تہائی دنیا منور ہو گئی۔

یہ شخص کیا کوئی مکار جھوٹا تھا؟ اس کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ہم مجبور ہیں کہ ایسا خیال نہ کریں۔ جھوٹا دعویٰ کرنا منافقانہ یقین کرنے سے ہوتا ہے اور منافقی میں وہ قوت نہیں ہوتی جو سچے یقین میں ہوتی ہے جس طرح جھوٹ میں وہ قوت نہیں ہوتی جو صداقت میں ہوتی ہے۔

مشینوں سے کام لینے کے علم (میکانکس) میں کسی پھینکی جانے والی چیز کا زور اتنا ہی ہوتا ہے جتنی پھینکنے والے کی قوت ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی انجام دادہ کام کی قوت تاریخ میں اسی معیار کی ہوتی ہے جو اس کام کو سوچنے کی قوت ہو جو خیال اتنا بلند ہو اور اتنا دور رس اور اتنا دیرپا ہو اسے ایسا ہی خیال ہونا چاہئے جو بہت طاقتور ہو اس قدر طاقتور ہونے کے لئے ضروری ہے وہ مخلصانہ ہو اس پر کامل یقین بھی رہا ہو۔

مگر اس کی شخصی خاگی اس کا وہ یک جتانہ شغف' اپنے ملک کے جھوٹے عقائد پر بہادرانہ اعتراض' اس کی ہمت کہ بت پرستوں کی شدید مخالفت کا مقابلہ کرے اس کا صبر و استقلال کہ پندرہ سالہ (صحیح تیرہ سال' مترجم) مکے کے عوام کی مخالفت کو برداشت کرے' اور ہموطنوں کے ہاتھوں تقریباً" موت سے دوچار رہے' پھر اس کا وطن سے ہجرت کرنا اور غیر منقطع وعظ و نصیحت کرنا' غیر مساوی جنگیں' فتح پر کامل یقین رکھنا شکست کے وقت محفوظ رہنے کا انسانیت سے بالایقین فتح کے وقت فراخدلی واحد خواہش کہ اس کے خیالات کو فتح ہو'

یہ بالکل نہیں کہ ملک حاصل ہو۔ غیر مختتم نمازیں اور دعائیں ان کا روحانی مکالمہ خدا کے ساتھ۔ اس کی وفات اور دفن کے بعد کامیابیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ جھوٹے نبی نہ تھے۔ نہ فرضی باتوں پر یقین رکھنے والے تھے۔ یہ یقین ہی وہ چیز تھی جس نے انہیں اس بات کی قوت عطا کی کہ ایک عقیدے (یا مذہب) کی تاسیس کریں۔ اور یہ عقیدہ دہرا تھا۔ یعنی خدا کی وحدانیت اور اس کا غیرمادی ہونا ان میں سے ایک یہ بتاتا تھا۔ کہ خدا کیا ہے اور دوسرا یہ بتاتا تھا کہ خدا کیا نہیں ہے۔ ایک تلوار کی مدد سے جھوٹے دیوتاؤں کو ناپید کرتا تھا اور دوسرا ایک بات کے ذریعے سے ایک خیال (عقیدے) کی تاسیس کرتا تھا۔

فلسفی' خطیب' پیغمبر' مقنن' جنگجو' خیالات کے فاتح' معقول اعتقادوں کے موسس' ایک ایسا مذہب لانا جس میں بتوں کو وجود ہی نہ ہو' ایک روحانی سلطنت کے قائم کرنے والے یہ تھے محمدؐ۔ جس پیمانے سے بھی انسانی عظمت کو ناپیں' بتاؤ کہ کونسا انسان ان سے بڑا تھا؟ (بحوالہ ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمدؐ/ ص ۲۷۲-۲۷۵)

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

باب سوم
الاسلام
دین اسلام کی عظمت، حقانیت، صداقت اور مذاہب عالم پر فوقیت
(غیر مسلم دانشوروں کا اعتراف حقیقت)

باب سوم

الاسلام

دین اسلام کی عظمت، حقانیت، صداقت اور مذاہب عالم پر فوقیت

غیر مسلم دانشوروں کا اعتراف حقیقت

دین اسلام انسانیت کا ترجمان، فطرت انسانی کا عنوان ہے۔ قرآن اللہ کی آخری و لاریب کتاب ہے۔ اور قیامت تک ورس ہدایت ہے۔ اسلام کی حقانیت و صداقت اور اس کے عالمگیر ہونے کی روشن ترین دلیل اس کی جامعیت و فطرت سے ہم آہنگی اور ہر زمانے میں پیش آمدہ مشکلات نصوص شرعیہ کی روشنی میں حل کرنے کی صلاحیت ہے۔

مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی کو یہ مقام و امتیاز حاصل ہے کہ اس کے احکام واضح، مدلل اور عام فہم ہیں۔ مذاہب عالم کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو کوئی مذہب، اسلام کے سوا، اس قابل نہیں کہ اسے جامع اور عالمگیر قرار دیا جاسکے۔

اسلام ہی زندگی کے ہر شعبہ اور بندگی کے ہر گوشہ میں رہبر و رہنما بننے کی صفت سے آراستہ ہے۔ اسلام کسی خاص قوم یا خاص ملک کا مذہب نہیں۔ کسی عہد و زمان کی پیداوار نہیں۔ کسی خاص تہذیب کی یادگار نہیں۔ وہ دین فطرت ہے اور تمام ادیان عالم اور مذاہب امم سے فائق و ممتاز ہے۔ زیر نظر مضمون میں اسلام کے اسی امتیاز و برتری، صداقت، جامعیت، عظمت و رفعت کو دانایان عالم اور دانشوران مذاہب کی آراء کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور دین اسلام کا علمی اور تحقیقی انداز میں ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اسلام انسانی اور فطری مذہب

ممتاز یورپی مفکر لیوورش لکھتا ہے!

اسلام انسانی، فطری، اقتصادی اور ادبی مذہب ہے۔ جب ہم اپنے بنائے ہوئے بعض قوانین پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو پہلے سے اسلام میں موجود پاتے ہیں۔ بلکہ میں نے اس قانون کو بھی جسے جان سموئیل "قانون

فطرت" کے نام سے موسوم کرتا ہے اسلام سے ماخوذ پایا۔ اور جب میں نے مسلمانوں کے دلوں میں اس مذہب کے اثرات کا اندازہ لگایا تو نظر آیا کہ اس نے ان کو شجاعت و شہامت' حلم و نرمی' خوبی و جمال اور لطف و کرم سے معمور کر دیا ہے۔ اور فلاسفہ جس دنیا کا خواب دیکھتے ہیں یعنی ایسی دنیا جس میں نیکیوں بھلائیوں اور لطف و محبت کے علاوہ بدی' خرافات' جھوٹ اور فریب کا گزر نہ ہو۔ اس کا نمونہ میں نے مسلمانوں کو پایا۔ مسلمان سادہ مزاج ہوتا ہے۔ میں نے دو بڑے مسائل کا حل جن کا عقدہ حل کرنے کے لئے ساری دنیا مشغول ہے اسلام میں پایا۔ ان میں ایک قرآن کی تعلیم "انما المومنون اخوۃ" یعنی تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ جو اشتراکیت کی نہایت خوبصورت ابتدائی شکل ہے۔ دوسرے دولتمندوں پر زکوۃ کی فرضیت' یعنی اگر سرمایہ دار خوشی اور رضامندی سے غریبوں کا غصب کردہ حق ان کو دینے کیلئے تیار نہ ہوں تو اس کو قانوناً" دلایا جائے۔ جو کیمونزم کا علاج ہے۔ دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن صفحہ ۷۱ و ۷۲)

موسیو ن راس تحریر لکھتے ہیں!

اسلام ایک جامع کمالات قانون ہے۔ جس کو انسانی' طبعی' اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا ہے۔ زمانہ حال میں جتنے قوانین نوع انسانی کی فلاح کیلئے وضع کئے گئے ہیں وہ سب اس مقدس مذہب میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ دیکھئے (شہادت الاقوام علی صدق الاسلام مولفہ علامہ اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ)

چیمبرس انسائیکلو پیڈیا لکھتا ہے!

قرآن کے احکام اس قدر مطابق عقل و حکمت و فطرت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھ لے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اسلام ایک اجتماعی مذہب

موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے!

اسلام ایک اجتماعی مذہب ہے جس کو دنیا کی ۲/۳ حصہ آبادی نے حق تسلیم کر لیا ہے۔ اسلام ہی نے دنیا کی عمرانی ترقی کیلئے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو پہنچائے ہیں۔ روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا مسلمان نیست و نابود ہو گئے قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا دنیا میں امن قائم رہے گا؟۔ ہرگز نہیں۔ (البلاغ بیروت صفر ۱۳۳۰ھ)

اسلام ایک عام فہم اور سہل ترین مذہب

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W. Arnold) اسلام کی کامیابی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"اسلام کی کامیابی کے اسباب میں سب سے پہلا سبب اس کی تعلیم کی سادگی ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** یعنی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اسکے رسول ہیں۔ یہی وہ سادہ سا اقرار

ہے جس کا اقرار نومسلم کے لئے ضروری ہے۔ یہ اسلامی عقیدہ اتنا صاف اور واضح ہے کہ انسان کی قوت ایمان کو اس کے قبول کرنے میں کوئی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ اس کے سمجھنے میں انسان کو کوئی عقلی مشکلات پیش نہیں آتیں بلکہ ادنیٰ فہم کے لوگ بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی عقیدے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا دارومدار عقل پر ہے اور اس سے اسلام کی اشاعت میں سہولت پیدا ہوئی ہے۔" دیکھئے

(دعوت اسلام صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱ -The preaching of Islam)

پروفیسر موصوف اسلام کے احکام واضح ہیں کے زیر عنوان رقمطراز ہیں!

"اسلام کے اجزائے ایمان ایسی مختصر اور سادہ عبارت میں بیان ہوئے ہیں کہ ان کے سمجھنے کے لئے عقل پر بہت کم زور پڑتا ہے اسی طرح عبادات کے متعلق جو احکام ہیں وہ بھی ایسے ٹھیک ٹھیک اور صاف طور پر واضح کر دیئے گئے ہیں کہ کسی کو ان کی تعمیل میں شبہ نہیں رہتا کہ اس کو کیا کرنا چاہئے" (حوالہ سابقہ ۳۹۶)

یورپی مستشرق گاڈ فری ہیگنس لکھتا ہے!

"عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو بانی اسلام کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو جب ایک فلسفی اور دانشور تمام مذاہب عالم پر غور کرتا ہے تو دین اسلام کی سادگی و خوبی کو دیکھ کر دل ہی دل میں پشیمان ہوتا ہے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہیں۔ مجھ کو کوئی مذہب ایسا معلوم نہیں ہوتا جو سخت خرافات اور پیچیدہ مسائل پر مشتمل نہ ہو۔ مگر محمدؐ کا مذہب بہت سادہ اور حکیمانہ ہے۔" دیکھئے (شہادت الاقوام علی صدق الاسلام)

فالیری لکھتا ہے!

"دوسرے مذاہب نے اپنے پیروؤں کو ایسے سخت عقائد کی تعلیم دی کہ ان کے بعید از عقل ہونے کی بناء پر ان کا بار اٹھایا جا سکتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں اسلام کی آسانیاں حیرت انگیز ہیں اس کے فرائض بہت صاف اور واضح ہیں اس لئے وہ ان طبقوں میں جن کا اخلاق مذہبی عقائد اور شک و شبہ کی بنا پر بگڑ گیا تھا تیزی سے پھیل گیا۔ ایشیا اور افریقہ کی وحشی قوموں میں اس کی مسلسل اشاعت کا سبب بھی یہی تھا کہ اسلام کے آسان اور سادہ عقائد کسی طویل تشریح اور دعوت و تبلیغ میں لطف و مدارات کے بغیر آسانی کے ساتھ دلوں میں اتر جاتے تھے۔" دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن از شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۷۱)

فرانسیسی عالم جان ملیا (Jean Melia) لکھتا ہے!

"اسلام آسانی مذہب ہے لطف و محبت اور شرف کا مذہب ہے اور اس میں تمام مذاہب سے زیادہ نرمی و سہولت موجود ہے" دیکھئے (JEANMELIA = LECORAN FOURLAFRANCE)

برطانوی مصنف جے ڈبلیو گراف لکھتا ہے!

"قرآن وہ واحد کتاب ہے جس کے الہامی ہونے پر بے شمار تاریخی دلائل موجود ہیں اور محمدؐ وہ واحد رسول ہیں جن کی زندگی کا کوئی حصہ ہم سے مخفی نہیں۔ اسلام ایک ایسا فطری اور سادہ مذہب ہے جو اوہام و خرافات سے پاک ہے۔ قرآن نے اس مذہب کی تفصیل پیش کی اور رسولؐ نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔

قول و عمل کا یہ حسین امتزاج کہیں اور نظر نہیں آتا بحوالہ (دین و دنیا دہلی مارچ ۱۹۵۶ء)

ممتاز فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان (Gustave lebon) اپنی تصنیف <CIVILIZATION DE ARABES> میں رقمطراز ہیں!

"پیغمبر اسلام نے جس مذہب کی اشاعت کی وہ ایک نہایت سادہ اور شاندار مذہب ہے۔" دیکھئے (تمدن عرب صفحہ ۱۶۳)

اسلام کی جاذبیت اور اثر انگیزی

"ایڈورڈ مونٹینٹ (Ed. Montent) کہتا ہے!

اسلام ایسا جامع مذہب ہے جس میں تمام نظریاتی تصورات کو ختم کردیا گیا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ عام فہم ہوگیا ہے اور اس میں درحقیقت ایسی عمدہ کشش ہے جو لوگوں کے دلوں میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ دیکھئے (محمدؐ پیغمبر اسلام از پروفیسر راما کرشنا راؤ)

اسلام ایک زندہ جاوید حقیقت

<MILTANT ISLAM> کا مصنف تعجب سے کہتا ہے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے سات سو کروڑ ہوگئی ہے (دراصل ایک ارب کے قریب ہے) وہ ستر سے زیادہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خود یورپ میں اسلام عیسائیت کے بعد سب سے بڑا مذہب ہے۔ افریقہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اس ترقی نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اسلام میں ایک عام کشش ہے اور اس میں زندگی کی طاقت بھی موجود ہے۔

ڈنمارک یونیورسٹی کے سابق پروفیسر قیروواں' اسلام کے متعلق لکھتے ہیں!

"اسلام میں بعض ایسی خوبیاں ہیں کہ وہ عنقریب ساری دنیا کو اپنے احاطہ تقدیر میں لے لیگا۔ اسلام نام ہے ایسے اصول و آئین حیات کا جو زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے اور جس پر انسانی زندگی کا دارو مدار ہے۔ ہر وہ اصول جو قانون فطرت کے لازوال چشمہ سے نکلا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جذب و کشش کی دنیا اپنے اندر رکھتا ہو۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلام میں غیر معمولی کشش ہے۔ (بحوالہ دین و دنیا دہلی جون ۱۹۳۶ء)

مونٹیو کا بیان ہے کہ!

"اسلام جو محض ایک دین تھا ایک بڑی علمی و ادبی قوت بن گیا جو بغیر کسی غرض و مقصد کے عزت و احترام کا مستحق ہے۔ اور حالات کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم اس کے پیروؤں کے ساتھ محض اخوت و محبت کی بنیاد پر تعلقات و روابط پیدا کریں۔ اور ان سے خوشگوار تعلقات کی سب سے بڑی شرط بغیر کسی غرض اور مطلب

کے اسلام کا مطلق احترام ہے۔ اور یہ مذہب ان بے غرض علماء کی تصانیف کی وجہ سے جنہوں نے بغیر کسی مقصد کے اسلام کے متعلق تحقیق کی ہے اور بعض واقف کار سیاحوں کے بیانات کی بناء پر یورپ میں پوری طرح متعارف ہوچکا ہے اور کل اس کے مرتبہ کا اندازہ آج سے زیادہ ہوگا۔ دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن صفحہ ۶۶)

"میجر آرتھر گلائن لیونارڈ" اپنی کتاب جس کا نام "اسلام ہر مورل اینڈ سپر چیوئل ویلیو" ہے اس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ اسلام کے خلاف جو عیسائیوں کا رویہ چلا آرہا ہے اسے کم کردیا جائے۔ وہ مغربی ممالک کے عیسائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اسلام کو سمجھتے وقت وہ اپنے آپ سے تمام حسد کو برطرف کردیں وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں! "یہ محض اسلام کی اصلیت کا روحانی اور اخلاقی کرشمہ ہی ہے کہ جس کی بناء پر میں یہ وضاحت کرنے پر مجبور ہوں کہ اسلام ایک روح رکھتا ہے۔ وہ اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ یقین رکھئے کہ اسلام ایک خالص اور سنجیدہ روح رکھتا ہے ایک عظیم اور فاضل روح جسے سمجھنا چاہئے۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمدؐ یا اسلام کے متعلق کسی خاص کتاب کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ لیکن اس سرچشمہ کے منبع کے طرف یعنی خاص محمدؐ کی ذات کی طرف چلا ہوں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر اسلام کی سچی روح کو پانا ہو تو وہ محمدؐ کی ذات اور خاص ان کے افعال میں ملتی ہے۔ دیکھئے (اسلام اور دیگر مذاہب از الحاج جی این احمد صفحہ ۳۶)

جارج برنارڈشا (George Bernard Shaw) لکھتا ہے!

"میری خواہش ہے کہ اس صدی کے آخر تک برطانوی ایمپائر کو محمدؐ کی تعلیمات مجموعی طور پر اپنا لینی چاہئیں۔ انسانی زندگی کے حوالہ سے محمدؐ کی تعلیمات سے احتراز ممکن نہیں۔

اسلام ایک مکمل دین مستقل تہذیب

جرمنی کے مشہور فاضل اور مستشرق جو ایم وی بوائف کہتے ہیں کہ!

اقوام عالم کو اس بارے میں مسلمانوں پر رشک کرنا چاہئے کہ اسلامی تعلیم کی برتری فضیلت اور قدر و منزلت بالکل روشن ہے۔ وہ ایک کامل مذہب ہے اور اس کی تعلیم بالکل خالص ہے۔ اگر اسلامی تہذیب کی روشنی دنیا میں جلوہ فگن نہ ہوتی تو ہماری کیا کیفیت ہوتی؟ اس احسان مندی کے لحاظ سے دنیا پر واجب ہے کہ پیغمبر اسلام نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر دنیا پر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کرے۔ (شہادت الاقوام علی صدق الاسلام)

The preaching of Islam کے مصنف پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W. Arnold) لکھتے ہیں!

"اسلام کا پیغام صرف ملک عرب ہی کیلئے نہ تھا بلکہ کل دنیا کو اس سے حصہ لینا تھا' چونکہ خدا واحد تھا اس لئے مذہب واحد۔ جس میں شرکت کیلئے سب آدمی بلائے جائیں۔ اسلام کا یہ استحقاق کل دنیا کیلئے ہے

اور سب انسانوں اور قوموں پر حاوی ہے۔ اس کی عملی مثال ان مکتوبات میں ملتی ہے جو رسول اکرمؐ نے ۶ھ میں اس زمانہ کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام بھیجے۔ اسی بات کو ڈاکٹر ڈبلیو لیسٹ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے دین ابراہیمی کی برکات کو اپنی قوم کی طرف یعنی عرب تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ ساری دنیا کیلئے عام کیا۔ اس طرح اعلیٰ تہذیب و تمدن کا دروازہ ان کروڑوں انسانوں کیلئے کھول دیا جو حیوانیت کے غار میں پڑے ہوئے تھے۔

یورپ کا ممتاز مفکر جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw) لکھتا ہے!

"محمدؐ کے مذہب کو میں نے ہمیشہ اس کی حیران کن قوت اور صداقت کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔ میرے خیال میں محمدؐ کا مذہب دنیا کا واحد مذہب ہے' جو ہر دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کیلئے کشش رکھتا ہے۔" دیکھئے (Islam our Choice)

ایک اور موقعہ پر برنارڈ شا لکھتے ہیں!

ایک صدی بھی نہ گزرنے پائے گی کہ یورپ بالخصوص انگلینڈ کو اس کا یقین ہو جائے گا کہ اسلام تہذیب صحیحہ کیلئے کس قدر موزوں ہے۔ (اسلام اور عربی تمدن صفحہ ۶۰)

لین پول (Lane Poole) لکھتا ہے!

"محمدؐ کی تعلیمات کے بارے میں بعض حلقے شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ ایسے معترض حلقوں کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ہر آن بدلتے ہوئے زمانے میں محمدؐ کی تعلیمات کس طرح آخری' حتمی' ابدی اور غیرمتبدل قرار دی جا سکتی ہیں؟ یہ سوال عمومی سطح پر اور بالخصوص اسلام کی ابدی حقانیت کے حوالہ سے بہت اہم ہے۔ ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات بے حد سخت اور مشکل ہیں' اسلامی تعلیمات میں جبر کا عنصر بہت قوی ہے۔ یوں یہ معترضین اسلام کو ایک بے لچک مذہب قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام اور محمدؐ کی تعلیمات ہمیشہ کیلئے نہیں ہو سکتیں۔

مزید لکھتے ہیں! یہ اسلام ہے جو اپنے معاشرے کے ہر فرد کو وقار' آزادی' احترام اور عزت کا مقام دیتا ہے۔ اور یہ وہ عمل ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب کے معاشرے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔" دیکھئے (Studies in Mosque)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

موسیو ارجین کلافل فرانس کے نامور مستشرق ہیں۔ یہودیت' عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب کے مطالعہ میں انہوں نے عمر ختم کر دی۔ ان کا ایک مضمون ۱۹۰۱ء میں وہاں کے مقامی اخبارات نے شائع کیا۔ وہ اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں!

"قرآن صرف مذہبی قواعد و احکام کا مجموعہ نہیں اس میں سوشل احکام بھی ہیں جو نوع انسانی کی زندگی

کیلئے ہر حال میں مفید ہیں۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں تمدنی قوانین' جرائم اور ان کی سزاؤں کے قوانین' دنیا کی مختلف اقوام کے باہمی تعلق کے قوانین اور سب سے بڑھ کر حفظان صحت کے قوانین سب ہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم اس زمانہ پر نظر دوڑاتے ہیں جس میں آپؐ نے نبوت و رسالت کا علم بلند کیا اور اس وقت ایک ایسا مجموعہ قوانین مہیا کیا گیا' جو دنیا کی ملی' مذہبی اور تمدنی ضروریات کیلئے کافی ہے۔ تو ہمیں انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا عظیم الشان ملکی و تمدنی نظام کس طرح قائم کر لیا گیا جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے۔ (بحوالہ فاران سیرت نمبر ۱۹۵۶ء)

جان ڈیونپورٹ (John Davenport) اپنی کتاب "Muhammad and Quran" میں لکھتے ہیں!

"قرآن عالم اسلامی کا مشترکہ قانون ہے۔ یہ معاشرتی' ملکی' تجارتی' عسکری' عدالتی اور تعزیری معاملات پر مشتمل ہے۔ مگر بایں ہمہ ایک مذہبی ضابطہ بھی ہے۔ اس نے ہر چیز کو باقاعدگی سے آراستہ کر دیا ہے۔ اور مذہبی رسوم سے لے کر روز مرہ کی زندگی کے اعمال تک' روحانی تجارت سے جسمانی صحت تک' اجتماعی حقوق سے انفرادی حقوق تک' شرافت سے دیانت تک' اور دنیاوی سزا سے اخروی عقوبت تک سارے امور کو ایک باضابطہ سلسلہ میں منسلک کر دیا ہے۔

ڈاکٹر موریشس اپنے ایک مضمون میں قرآن حکیم پر ایک مکمل قانون ہونے کی حیثیت سے بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

"روم کے عیسائیوں کو جو کہ ضلالت کے خندق میں گرے پڑے ہیں کوئی چیز نہیں نکال سکتی بجز اس آواز کے جو غار حرا سے نکلی۔"

پروفیسر جان اوکارنز لکھتے ہیں!

"اسلام مذہب ہی نہیں بلکہ زندگی کا ایک ایسا مکمل نظام ہے جو ہر زمانہ اور ہر حال میں انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو برقرار رکھتا ہے۔ اور انہیں مضبوط بناتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات اعلیٰ اخلاق اور سماجی قدروں کا ایک بیش بہا مجموعہ ہے۔ ہر شخص خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اسلام کی اخلاقی اور سماجی تعلیم سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔" (بحوالہ دین و دنیا دہلی اگست ۱۹۶۳ء)

ڈاکٹر گستاؤلی بان (Dr. G. Lebon) لکھتا ہے! اس بحث میں کہ اسلام کی فطری وحدت اپنی بنیاد و اساس کے اعتبار سے واحد ہے۔ اس لئے کہ اس کا مدار ایک کتاب پر ہے۔ اور وہ قرآن ہے۔ یہ کتاب دینی سیاسی اور اجتماعی اعتبار سے مکمل قانون ہے۔ اس کے احکام دس صدیوں سے جاری و نافذ ہیں۔

وہ آگے مزید لکھتا ہے! مذہب اسلام کی سادگی اور اس پر مومنوں کے ایمان نے اس میں بڑی قوت پیدا کر دی ہے۔ آگے پھر لیبان نے ڈوفل کا بیان نقل کیا ہے کہ اسلام کے طفیل فیسٹزم (مخلوق پرستی) اور بت پرستی دنیا سے معدوم ہو جائے گی (اسلام اور عربی تمدن صفحہ ۶۹ و ۷۰)

مغربی ادیب ہیکٹر بوتھ اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد لکھتا ہے!

"بین الاقوامی زندگی میں اسلام نے انسانیت نوازی اور انسان دوستی کے جس اصول کو بنیاد قرار دیا ہے وہ اسلام کا ایک عظیم ترین تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ مذہب دراصل ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اگر اس کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے ہماری زندگی کے بہت سے تاریک راستے روشن ہو سکتے ہیں۔" بحوالہ (سفینہ کراچی ستمبر ۱۹۶۶ء)

رسالہ "The Muslim World" جو مستشرقین کی زیر ادارت نکلتا ہے اس میں مذکور ہے!

"مغرب پر ایک خطرے کا چھا جانا لازمی ہے اس خطرے اور خوف کے چند اسباب ہیں۔ وہ یہ کہ اسلام کی آواز جب مکہ میں بلند کی گئی تو اسی وقت سے اس کے پیروؤں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ عددی اعتبار سے یہ امت آج تک کبھی کمزور نہیں رہی بلکہ برابر وسعت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ پھر اسلام صرف عباداتی مذہب نہیں بلکہ اس کے احکام زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہیں۔"

(The political geography of the Muhammadan world, June 1930)

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند لکھتے ہیں!

اسلامی برادری ایک روحانی اور سماجی حقیقت ہے۔ اسلام صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ مکمل سماجی اور قانونی نظام ہے۔ (بحوالہ حیات نو کراچی ۱۹۶۸ء)

دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام میں

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک نامور پادری اور میتھوڈسٹ چرچ کے ممتاز رکن پادری کینتھ ایچ کارڈول نے ایک موقعہ پر اسلام کے بارے میں کہا تھا!

"اسلام کی جن تعلیمات نے عہد وسطی میں مسلمانوں کو انسانی ترقی کا پیشرو بنا دیا تھا وہی تعلیمات آج دنیا کے تمام اہم مسائل کو طے کرنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور اگر مغربی اقوام حقیقی معنی میں انسان کو اس کے موجودہ اندیشوں باہمی بے اعتمادیوں اور ہلاکت کے خطروں سے نجات دلانے کی خواہش مند ہیں تو انہیں آج کی دنیا میں اسلام کے اصول عملدر آمد کی اہمیت کو تسلیم کر کے دنیا کے الجھے ہوئے سوالات کو اسلام ہی کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسلام کے ان احسانات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے جو اس مذہب نے پوری دنیا پر کئے ہیں۔" بحوالہ (دین و دنیا دہلی اکتوبر ۱۹۶۱ء)

اسلام ایک روشن خیال مذہب

ایل وی واگلیری لکھتا ہے!

"اگر کوئی مذہب انسان کی فطانت و ذہانت اور جمالیات میں اضافہ نہیں کرتا تو ایسا مذہب زندہ نہیں رہتا۔ محمدؐ دنیا کیلئے ایک ایسا دین لے کر آئے جو انسان کو ذہنی ترقی دیتا ہے۔ اس کی جمالیات کی حس بیدار تیز تر

اور مکمل کرتا ہے۔ ذہنی ارتقاء کی تکمیل کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام سے زیادہ روشن خیال مذہب دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔" ملاحظہ ہو (Islam our Choice)

دین اسلام کی فوقیت ادیان عالم پر

ممتاز جرمنی شاعر گوئٹے (Goet e) اسلامی تعلیمات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد رقمطراز ہے!

"اگر اسلام یہی ہے تو ہم سب کے سب مسلمان ہیں ہر وہ شخص جو حسن اخلاق اور شرافت کا پیکر ہو وہ مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔ بے شک محمدؐ کا لایا ہوا دین اخلاص انسانیت کے ساتھ ہمدردی اور معاشرے کیلئے اعلیٰ ترین اخلاقی ہدایت ہے۔ ہر لحاظ سے محمدؐ کا لایا ہوا دین دیگر تمام ادیان پر فوقیت رکھتا ہے۔

انگلستان کا نامور مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے!

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔" دیکھئے (سلطنت روما کا انحطاط و زوال جلد پنجم باب ۵۰)

عیسائی پادری ڈین اسٹیلے اسلام کے دساتیر و قوانین کے موثر ترین ہونے کو اس طرح بیان کرتا ہے!

"قرآن کا قانون بلاشبہ بائبل کے قانون سے زیادہ موثر ثابت ہوا ہے۔" ملاحظہ ہو (مشرقی کلیسا صفحہ ۲۷۹)

مسٹر چارلس مور۔ سن انگلستان کا نامور مفکر اسلام کے متعلق کہتا ہے!

"صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو موجودہ ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اسلام نے عبادات سے کہیں زیادہ دنیاوی معاملات اور تعلقات کو بہتر بنانے پر زور دیا ہے۔ اسلام کو مذہب کے بجائے اگر بہترین معاشرتی اور تمدنی نظام کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ اس میں اول سے لے کر آخر تک زندگی کے حقائق کو اجاگر کر کے نوع انسانی کو بہترین راہ عمل اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔" بحوالہ (دین و دنیا دہلی اگست ۱۹۵۷ء)

مسٹر ہولڈرسن لکھتے ہیں!

"حضرت محمدؐ کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اس میں وہ تمام اچھی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں دیکھئے (شان محمدؐ / میاں عابد احمد ۴۳)

ڈاکٹر کلارک لکھتا ہے! حضرت محمدؐ کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اس میں وہ تمام اچھی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں (میزان التحقیق ۴۳)

ممتاز انگریز مفکر موسیو لیون راس کہتا ہے!

"دین اسلام دیگر تمام مذاہب سے بہتر اور افضل ہے۔ جو لوگ اس میں عیب نکالتے ہیں وہ سخت غلطی پر

ہیں۔ اسلام ایک جامع کمالات دستور ہے۔"

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان (G. Lebon) اپنی کتاب (La Civilization de Arabes) میں رقمطراز ہے!

"دنیا کے ان مذاہب میں جنہوں نے دلوں پر حکومت کی ہے یہ بھی ایک عالیشان مذہب ہے۔" دیکھئے (تمدن عرب صفحہ ۱۷۰ و ۱۷۱)

اسلامی تعلیمات کے محاسن و خصوصیات

موسیو سیدیو (M. Sedillot) لکھتا ہے!

"اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن میں تمام آداب' اصول و حکمت فلسفہ موجود ہیں۔" دیکھئے (خلاصہ تاریخ عرب ۶۴)

ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے!

"اس مادی دنیا میں اخلاقی اقدار کو بتدریج کس نے مستحکم اور توانا کیا۔ اور پھر انھیں کس نے بام عروج تک پہنچایا؟ محمدؐ اور ان کے دین اسلام نے۔"

مزید کہتا ہے!

انسانی وجود کو جو مقام حاصل ہوا وہ محمدؐ کی تعلیمات سے پہلے کبھی بنی نوع انسان کو حاصل نہ تھا۔ سچ پوچھئے تو حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی نے تاریکیاں ختم کر دیں۔ اور بنی نوع انسان کو دور جاہلیت سے نکال کر روشنی اور علم کے منطقے میں داخل کر دیا۔ محمدؐ کی تعلیمات انسان کو صرف اور صرف نیکی اور خیر کے کاموں پر آمادہ کرتی ہیں۔ حسد' جھوٹ' بے ایمانی اور انسان دشمنی کا قلع قمع کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (History of moorish empire in Europe)

فاضل جرمن مستشرق "جو ایکم دی بولف" نے جرمنی کے علمی مجلہ "دی ہائف" ۱۹۱۳ء میں ایک مقالہ لکھا اس میں اسلامی فرائض اور حفظان صحت پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

"میں اس وقت اسلام کے اس خاص پہلو پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس پر شاید اب تک کسی یورپین نے غور نہیں کیا ہے۔ یہ پہلو ان احکام و قوانین سے تعلق رکھتا ہے جو قرآن نے اپنے ماننے والوں پر حفظان صحت و تندرستی کے تعلق سے ضروری قرار دیئے ہیں۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین کے تمام صحائف آسمانی میں قرآن ہی کو اس لحاظ سے خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ اگر ہم ان عظیم الشان مگر سادہ احکام تندرستی پر غور کریں جو قرآن نے دیئے ہیں اور یہ بھی سوچیں کہ ان کی پابندی کرنے والوں کو جنت الفردوس کا مستحق قرار دیتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ تو یہ حقیقت روشن ہو کر سامنے آجائے گی کہ اگر یہ صحیفہ آسمانی (قرآن کریم) اہل ایشیا کو نہ ملتا تو ایشیا جیسا وبائی خطہ یورپ کے حق میں بھی بلائے بے درماں ثابت ہوتا۔ اسلام صفائی' پاکیزگی' اور طہارت کی واضح ہدایات نافذ کر کے جراثیم کے لئے مہلک ثابت

ہوا ہے۔

مسٹر فن چی بدھ عالم اور چینی لیڈر لکھتے ہیں!

"پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو اقسام کی ریاضتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین توازن قائم کرنے والی ہیں دیکھئے (شان محمدؐ صفحہ ۱۳)

آرنلڈ ٹوئن بی (Arnold Toynbee) لکھتا ہے!

"محمدؐ نے اسلام کے ذریعہ انسانوں میں رنگ' نسل اور طبقاتی امتیاز کا یکسر خاتمہ کردیا۔ کسی مذہب نے اس سے بڑی کامیابی حاصل نہیں کی جو محمدؐ کے مذہب کو نصیب ہوئی۔ آج کی دنیا جس ضرورت کے لئے رو رہی ہے اسے صرف اور صرف مساوات محمدیؐ کے ذریعہ ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (CIVILIZATION ON TRIAL)

مسٹر لیونارڈ (Leonard) اسلام کے متعلق کہتے ہیں!

"پس وہ تلاش کنندہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام ایک عظیم اور سچا مذہب ہے جو اپنے متبعین کو انسانی اندھیرے اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلند چوٹیوں پر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اسلام کا منشائے مقصود یہی ہے اور ایک یورپ میں رہنے والے کی تحقیق اس نتیجہ پر پہنچتی ہے تو وہ دن دور نہیں جب نیک ارادوں والے لوگ اسلام اور اس کی اشاعت کرنے والے کے متعلق اس نتیجہ پر یقیناً پہنچ جائینگے۔ دیکھئے (اسلام اور دنیا کے مذاہب صفحہ ۳۶۱)

موصوف مزید کسی اوسط درجہ کے مسلمان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"تاہم وہ نہ صرف پرجوش سرگرم اور پختہ عقیدت مند ہوتا ہے بلکہ تمام دیگر باتوں سے بالاتر وہ ثابت قدم وفادار اور عقائد میں مستقل اور برقرار رہنے والا بھی ہوتا ہے (صفحہ ۳۶۳)

ولیم میور (S.W. Muir) لکھتا ہے!

مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ (LIFE OF MUHAMMAD)

سرولیم میور ایک اور موقعہ پر رقمطراز ہے (یہ بیان بڑا قابل قدر ہے کیونکہ یہ تحریر ایک ایسے ہاتھ سے آئی ہے جو دلی طور پر اسکا اظہار کرنا گوارا تو نہیں کرتا تاہم اسے اعتراف حقیقت کرنا ہی پڑتا ہے)

"اس طریق کار کے اثرات جسے ایسے نظام سے قائم کیا گیا تھا جو حضرت محمدؐ اپنی وفات کے بعد چھوڑ گئے تھے کیا کیا ظاہر ہوئے۔ ہمیں آزادانہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہم اور وسوسہ کے سیاہ بادلوں کو جو عرصہ دراز سے اس جزیرہ نما کو گھیرے ہوئے تھے باہر نکال کر جلاوطن کردیا۔ اسلام کا ڈنکا بجتے ہی بت پرستی غائب ہوگئی۔ اسلام نے بت پرستی کو عرب میں جڑوں سے اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اور دیگر تمام عقائد

رکھنے والوں کو جو اس وقت دنیا میں پھیلے ہوئے تھے اس حقیقت سے آگاہی ہو گئی کہ بت پرستی ایک گناہ عظیم ہے۔ اتفاق کی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کی برتر ذات کو ہر پہلو سے اکمل ہونا خاص کر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا ایسی باتیں ہیں جو حضرت محمدؐ کی پیروی کرنے والوں کے دلوں میں اور زندگیوں میں زندہ و جاوید اصول بن گئے۔ گویا یہ امور جزو جان بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر رہنا اور سر تسلیم خم کرنا جسے اسلام کا نام دیا جاتا ہے مذہب کا بنیادی اصول قرار پایا۔

مزید کہتا ہے!

اسلام اعلیٰ درجہ کی ٹمپرنس رکھنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ ایسی ٹمپرنس (نشہ آور اشیاء سے پرہیز) جو کسی دوسرے مذہب کو معلوم بھی نہیں ہے۔

آگے مزید لکھتا ہے!

"اسلام نے جوئے جیسی کمائی جس میں محنت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اتفاقاً" منافع مل جانے کا احتمال ہوتا ہے بالکل منع کر دی ہے۔ یعنی ایسے کھیل جس میں محض اتفاق یا چانس کو دخل ہو حرام قرار دی گئی ہیں۔ گندے الفاظ اور جملوں سے پرہیز' والدین سے محبت اور ان کا احترام' زکوۃ اور خیرات کا فرض ادا کرنا۔ جانوروں سے رحمدلانہ سلوک وغیرہ سب اسلام میں شامل ہیں۔ دیکھئے (اسلام اور دنیا کے مذاہب صفحہ ۱۶۷' ۱۶۸)

ممتاز یورپی مورخ ایچ جی ویلز (H.G. Wells) رقمطراز ہے!

"محمدؐ کی تعلیمات یہ ہیں کہ سچ سب سے بڑی خوبی اور نعمت ہے..... اسلام سادہ اور کامل مذہب ہے۔ مہربانی' فیاضی اور مساوات پر اس کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ یہ دنیا کے ہر آدمی کی ضروریات پوری کرنے والا مذہب ہے۔ دیکھئے (OUT LINES OF HISTORY)

ڈبلیو ڈبلیو کیش لکھتا ہے!

"عیسائیوں کو یہ تلخ حقیقت قبول کر لینی چاہئے کہ اسلامی اخلاق مسیحی اخلاق سے بدرجہا بہتر اور قابل عمل ہے۔

"محمدؐ کی تعلیمات کی قوت جو دراصل اسلام کی قوت ہے یہ ہے کہ اس نے انسانوں کو دینداری سے زندگی بسر کرنا سکھا دیا۔ محمدؐ کی تعلیمات کی تاثیر تو اپنی جگہ آپؐ نے اسے اس قدر آسان بنا دیا کہ عام آدمی کے لئے انہیں اپنانے میں کسی قسم کی پیچیدگی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دوسرے مذاہب کی تعلیمات اور اعمال اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ عام آدمی کی گرفت میں نہیں آتے۔ ملاحظہ ہو

(THE EXPANSION OF ISLAM)

ماسٹر شنکر داس گیانی ہندو عالم کہتا ہے!

"آپؐ کی تعلیم میں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار آپؐ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا

ہے۔ اگر آپؐ کچھ نہ کرتے صرف خدا پرستی اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تو بہت کچھ تھا اور اتنے ہی پر دنیا ان کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جبکہ آپؐ کی تعلیمات میں توحید' تقویٰ' نیکی' پارسائی' محبت' رواداری' اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں تو ایسی حالت میں انکی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے۔ بحوالہ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ای ڈرمنگم (E-Dermenghem) لکھتا ہے!

"محمدؐ جو دین لے کر آئے اور جن تعلیمات سے آپؐ نے دنیا کو سرفراز کیا اس میں سمجھوتے بازی اور منافقت سرے سے موجود ہی نہیں ہے (THE LIFE OF MUHAMMET)

ہندو عالم لالہ لاجپت رائے کہتے ہیں!

"میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلام کے پیغمبرؐ کو دنیا کے مہارش سمجھتا ہوں۔ میں قرآن کی معاشرتی' سیاسی' اخلاقی اور روحانی تعلیم کا دل سے مداح ہوں اور اس رنگ کو اسلام کا بہترین رنگ سمجھتا ہوں جو حضرت عمرؓ کے دور میں تھا۔

سرولیم بگنٹ رقمطراز ہے!

"اسلام کے پاس اولاد آدم کو دینے کے لئے اتنا کچھ ہے کہ وہ بالآخر ساری دنیا کو اپنا بنالے گا ملاحظہ ہو۔ (THE FUTURE OF ISLAM)

روزنامہ جنگ نے ۲۷ جون ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی کہ پہلی مرتبہ امریکی ایوان کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن سے کیا گیا۔ وائس آف امریکہ کے مطابق سراج وہاج بوسٹن کی مسجد کے امام ہیں تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسلمان عالم دین نے امریکی ایوان نمائندگان کے اجلاس کا افتتاح تلاوت کلام پاک اور دعا کے ساتھ کیا۔ امام سراج وہاج کا نام ویسٹ ورجینیا کے ڈیموکریٹک نک راہال نے تجویز کیا تھا۔ اس موقعہ پر راہال نے کہا کہ انہیں مدعو کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلامی عقائد کے بارے میں جو بعض دیو مالائی اور غلط فہمی پر مبنی باتیں مشہور ہیں ان کا تدارک کیا جائے۔

انگلستان کا نامور مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے!

"محمدؐ کا مذہب (اسلام) شک و ابہام سے بری ہے۔ خدا کی وحدانیت پر اسلام ایک درخشاں شہادت ہے۔ رسول مکیؐ نے بتوں' انسانوں' ستاروں اور سیاروں کی پرستش اس عقلی دلیل سے مسترد کی کہ جو طلوع ہوا ہے وہ غروب بھی ضرور ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے اسکا مرنا بھی یقینی ہے۔ اور ہر وہ شے زوال آمادہ ہے اس کا بگڑنا اور ناپید ہونا لازمی ہے۔ اس نے جس خالق کائنات کو قابل پرستش ٹھہرایا اس کے بارے میں یقین اور جوش و خروش کے ساتھ اعلان کیا کہ وہ لامتناہی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ کوئی شکل و صورت اور مقام اس سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی اولاد نہیں وہ ہمارے پوشیدہ ترین خیالات سے واقف ہے۔ خود اس کی فطرت اس کے وجود کی ضامن ہے۔ تمام اخلاقی اور ذہنی کمالات کا وہ خود منبع ہے۔ دیکھئے۔

(The Decline And Fall Of The Roman Empire)

مشہور انگریز مورخ ایچ جی ویلز (H.G.Wells) لکھتا ہے!

اسلام اپنے ابتدائی دور میں ان لاہوتی پیچیدگیوں سے بالکل پاک تھا جن کے دلدل میں نصرانیت ایک مدت تک پھنسی رہی اور جنہوں نے نہایت سخت اختلاف پیدا کر کے نصرانی روح کا خاتمہ کردیا۔ اسلام میں کاہنوں کا طبقہ نہیں ہے بلکہ صرف علماء معلم اور واعظ ہیں۔ جس طرح اسلام شجاعت کے جذبات پر جو صحرائی قوموں کا خاصہ ہے مشتمل ہے اس طرح وہ رحمت' و رافت' فیاضی و کشادہ دلی' اور اخوت و محبت سے معمور ہے اسی بناء پر عوام کی فطرت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کئے بغیر ان کے دلوں میں اتر گیا۔ ملاحظہ ہو (اسلام اور عربی تمدن صفحہ ٦٦)

ہندو فاضل بابو بپن چندر پال کہتے ہیں!

قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز موجود نہیں ہے۔ نہ ہی کسی کو ذاتی اور مالی عظمت کی بناء پر بڑا سمجھا جاتا ہے۔

انگلستان کے مشہور پادری جے جانسن اسلامی تعلیمات کے محاسن کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں!

"تعصب سے بالا ہو کر اگر اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے تمام باشندوں کے لئے بہترین اخلاقی درس ہے۔ اسلام میں نیکو کاری' پاکبازی' سچائی' ایفائے عہد' اور رحم و مساوات کی جیسی اچھی تعلیم موجود ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسلام میں اس کے علاوہ مساوات کا جو نمونہ پایا جاتا ہے اس کی مثال دیگر مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلامی تعلیمات اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ غیر مسلم بھی ان سے پورا فائدہ اٹھاسکتے ہیں بحوالہ (دین و دنیا دہلی ١٩٦٩ء)

کینن ٹیلر اپنے مقالہ میں جو ۷ اکتوبر ۱۸۸۷ء کو وولور ہیمپٹن چرچ کانگریس میں پڑھا گیا لکھتے ہیں!

اسلام نے مذہب کے بنیادی اصولوں کو پیش کیا۔ یعنی خدا کی وحدانیت ' عظمت' رحمت اور عدالت کا اعلان کیا اور کہا کہ اس کی ذات اطاعت اور تسلیم و رضا کی مستحق اور سزاوار ہے۔ اسلام نے اس بات کا بھی اعلان کیاکہ انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ اور آخرت میں یوم حساب آنے والا ہے جہاں گناہگاروں پر سخت عذاب نازل ہوگا۔ اس نے نماز روزہ' زکوۃ اور صدقہ و خیرات کو فرض قرار دیا۔ اور مصنوعی قسم کی نیکیوں اور مذہبی دجل و فریب کی سختی کے ساتھ تردید کی اور بگڑتے ہوئے انسانی جذبات اور مذہبی مناظروں کی لفظی باریکیوں کی مذمت کی۔ اسلام نے رہبانیت کی جگہ مردانگی کو دی۔ غلام کو نجات کی امید دلائی' نوع انسانی کو اخوت کی تلقین کی اور انسانی فطرت کے بنیادی حقائق کا اعتراف کیا۔ دیکھئے (دعوت اسلام ترجمہ THE PREACHING OF ISLAM صفحہ ٧٥)

سی الیف انڈروز اپنے ایک طویل انگریزی مضمون میں اسلامی تعلیمات کے محاسن پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

"اسلام اپنے ساتھ صرف سادہ زندگی نہیں بلکہ سادہ دین بھی لایا یعنی ایک پروردگار' ایک دین' ایک مسلک' ناقابل فہم مذہبی اور بے معنی رسموں کے لاانتہاہی جھگڑوں کے بعد توحید درحقیقت خالی سادگی تھی جس سے نہ صرف عرب میں بلکہ دنیائے مسیحیت میں بھی بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا۔ معاشرہ اور سادہ ہوگیا۔ غریب سے غریب فلاحین اور شام کے سب سے زیادہ مظلوم کاشتکاروں کو کم سے کم کچھ وقت کے لئے انسانی اخوت اور اجتماعی عبادات کی عظمت کا احساس ہوا۔ پیغمبر اسلام کے آخری کلمات کو دستور العمل بنایا گیا اور ملحوظ رکھا گیا۔

اے مسلمانو! تم ایک دوسرے کی جان و مال کو واجب الاحترام سمجھو۔ اور نقصان نہ پہنچاؤ' اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہارے حوالے کی گئی ہیں اور تم نے انہیں خدا کی ضمانت پر لیا ہے۔ اس بات کا خیال رکھو کہ تم غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ یاد رکھو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب برابر ہو اور ایک برادری ہو۔ میں اپنا کام انجام دے چکا ہوں تمہیں اللہ کی کتاب اور واضح احکام دیئے جاتا ہوں۔ اگر تم انہیں تھامے رکھو گے تو گمراہ نہ ہوگے۔

پیغمبر اسلام کے ابتدائی خلفاء نے اپنی روز مرہ زندگیوں میں مذکورہ ہدایات پر اس حد تک عمل کیا کہ انہوں نے درویشانہ زندگی بسر کی جس سے وہ مفلسوں کے افلاس کا احساس کرنے کے قابل ہوگئے۔ وہ خدا پر ایمان رکھتے تھے اور اس کی مرضی کے تابع تھے۔ ان کی اور خود پیغمبر اسلام کی متقیانہ زندگیوں میں ہم اسلام کا حقیقی فیض ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

اصولی طور پر یہ ایسا دین ہے جو انسان کو پوری زندگی میں خالص صداقت' پاکیزہ نظریات' مومنوں کی مساوات' اور احکام الٰہی کی اتباع کی طرف راغب کرتا ہے۔

موصوف ہندوستان پر اسلام کے اثرات پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

آج جب ہم مجموعی حیثیت سے پورے ہندوستان پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بعض اہم اور ضروری معاملات میں اسلام کی بدولت شمالی ہند فی الواقع مضر صحت بلکہ مہلک جراثیم سے پاک ہوگیا۔

مزید لکھتا ہے!

میں دنیا کی تاریخ کے ایک اور پہلو کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس کی اہمیت کا پورا اعتراف اب تک نہیں کیا گیا۔ افریقہ میں اسلام ہی وہ متحد کرنے والی قوت ہے جس نے معاشرے کو قبائلی جنگ و جدال سے محفوظ رکھا۔ انتہائی ہولناک اور نفرت انگیز مردم خواری' ظالمانہ شکار دیو پرستی' جنسی آوارگی' اور نسل کشی جو افریقہ کے وحشیوں کے روزمرہ کے معمولات تھے اسلام کی آمد کے نتیجہ میں حیرت انگیز طور پر کم ہوگئے۔

یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں جہاں جہاں اسلام کا پیغام مساوات پہنچا وہاں اس نے اپنے ماننے والوں کے انسانی وقار اور حیثیت کو بڑھایا۔ اس کے علاوہ انسانوں کے درمیان بے انتہا تفریق کے باوجود مذہبی جمہوریت کے قلعہ میں جس کا اسلام زبردست حامی ہے عملی طور پر کوئی بڑا رخنہ نہیں

پڑا۔ اسلام میں نہ جاتیوں کی قیود ہیں نہ نسلی تفریق' نہ رنگ کا تعصب' میں نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔ اور اسلام کے متعلق رائے قائم کرنے میں اسے ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

آگے مزید لکھتے ہیں!

اسلامی عقیدہ توحید پر میں کوئی جرح نہیں کر سکتا یہ تفریق کرنے والا نہیں بلکہ کامل طور پر متحد کرنے والا عقیدہ ہے۔ اسلام نے جو برکتیں مشرق و مغرب پر یکساں نازل کی ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ اس نے انسانی تاریخ کے ایک نازک دور میں توحید الٰہی پر زور دیا۔ مزید برآں یہ ایسی صداقت ہے جو اسلام میں اس طرح ملحوظ رکھی گئی ہے کہ محض دعویٰ بلا دلیل یا علمی نظریہ نہیں ہے بلکہ تمام تجربوں میں سب سے اہم اور خالص دین کی روح ہے۔ غالباً اسی عقیدہ توحید نے اسلام کی ہر تعلیم سے زیادہ راجہ موہن کو کامل طور پر متاثر کیا۔ اس مضمون میں میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ عقیدہ انسان کا تزکیہ کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اسلام نوع انسانی کے لئے سب سے بڑی عظیم خیر و برکت ثابت ہوا ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اکتوبر ۱۹۶۶ء)

جوائیم بولف کہتا ہے!

اسلامی تعلیم کی برتری' فضیلت و منزلت اظہر من الشمس ہے۔ محمدؐ کا اسلام کامل مذہب ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے۔ قوانین و آئین احسان مندی کی رو سے دنیا پر واجب ہے کہ آپؐ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کرے۔ دیکھئے (معجزات اسلام صفحہ ۴۷)

پروفیسر راما کرشنا راؤ اپنی کتاب "اسلام کے پیغمبر محمدؐ" کے اختتام پر ایک مختصر جملہ میں اسلام کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں! اعلیٰ علم و دانش جسے خدا نے روئے زمین پر اتارا۔

" چیمبرز انسائیکلو پیڈیا" میں اسلام پر مقالہ نگار اسلامی تعلیمات کی نسبت لکھتا ہے!

"مذہب اسلام کے نہایت کامل اور روشن حصے یعنی قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم میں ناانصافی' کذب' غرور' انتقام' غیبت' استہزاء' طمع' اسراف' عیاشی' بدگمانی نہایت قابل مذمت قرار دی گئی ہیں۔ نیک نیتی' فیاضی' حیاء' تحمل' صبر' بردباری' کفایت' شعاری' سچائی' راست بازی' ادب' صلح' سچی محبت' اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانا اور اس کی رضا پر توکل کرنا سچی ایمانداری کا رکن اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہے۔ دیکھئے (آئینہ حقیقت نما صفحہ ۵۴)

ای بلائیڈن لکھتا ہے!

محمدؐ کے دین اور ان کی تعلیمات کو کن الفاظ میں سراہا جاسکتا ہے۔ حقیقی انقلاب جو ذہن بدل دے' دل بدل دے' اس کی تعریف کیسے ممکن ہے۔ دیکھئے۔

(CHRISTIANITY, ISLAM AND THE NEGRO RACE)

اسلام اور عقیدہ توحید پروفیسر اڈوارڈ مونتے لکھتا ہے!

"حضورؐ کا مذہب تمام کا تمام ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو معقولیت کے امور مسلمہ پر مبنی ہے۔ اور یہ قرآن ہے جس میں عقیدہ توحید ایسی پاکیزگی اور جلال و جبروت و کمال تیقن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سواء اور کسی مذہب میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔" دیکھئے (اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان صفحہ ۱۷ و ۱۸ مطبوعہ پیرس ۱۸۹۰ء)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان (G. Lebon) اپنی مایہ ناز تصنیف "La Civilization De Arabes" میں (جو انہوں نے فرنچ زبان میں لکھی جس کا اردو ترجمہ مولوی سید علی بلگرامی نے تمدن عرب کے نام سے کیا اور مطبع مفید عام آگرہ میں ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔) رقمطراز ہے!

فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہل وحدانیت خالص کی اشاعت دنیا میں کی' اسی خالص وحدانیت کی بناء پر اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی۔ یہ وحدانیت ایسی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا معمہ یا بھید نہیں ہے۔ اور نہ اس میں ان متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوئی ہیں۔ اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ ایک خدائے واحد مطلق معبود تمام بندے اس کی نظروں میں برابر اس سے زیادہ صاف اور سادہ مذہب اور غیر مبہم مذہب کون سا ہو سکتا ہے؟

مزید لکھتے ہیں!

دنیا کے ان مذاہب میں جنہوں نے دلوں پر حکومت کی ہے یہ بھی ایک عالیشان مذہب ہے۔ دیکھئے (تمدن عرب ۱۷۰ و ۱۷۱)

بشپ لافرائے کہتا ہے!

یہ وہ عقیدہ ہے جس نے اسلامی فوجوں کو ایک ناقابل تسخیر قوت کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا اور ان میں فوقی انضباط کی روح پیدا کر دی تھی۔ ان کے دل سے موت کے خوف کو اس طرح نکال دیا تھا کہ جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ عقیدہ ایک حد تک مسلمانوں کے ہاں ابھی تک اثر انداز ہے اور ان میں کیرکٹر کی مضبوطی' عزم راسخ' قوت ارادہ' صبر و تحمل اور تلخ ترین مصائب کی موجودگی میں تسلیم و رضا کی خوبی پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جو اس امت کے بہترین افراد کا خاصہ ہیں اور ان کے لئے باعث زینت ہیں۔ دیکھئے

("The preaching of Islam" مترجم بدعوت اسلام ۳۹۳)

ممتاز یورپی اسکالر جارج سیل (George Sale) جس کا انگریزی ترجمہ قرآن جو پہلی بار ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا اس ترجمہ کے پانچویں ایڈیشن کے دیباچہ میں "سر ایڈورڈ ڈینی سن راز" نے اسلام کی فطری سادگی کا

اعتراف ان الفاظ میں کیا!

"محمدؐ کی تعلیمات کا بنیادی اصول توحید تھا اس کی تبلیغ انہوں نے اپنے عرب معاصرین کے سامنے کی جو ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس کی تبلیغ ایرانیوں کے سامنے کی جو یزداں و اہرمن کو مانتے تھے۔ اسکی تبلیغ ہندوستانیوں کے سامنے کی جو بتوں کو پوجتے تھے۔ اس کی تبلیغ ترکوں کے سامنے کی جو کسی خاص شے کے پرستار نہ تھے۔ عقیدہ توحید کی سادگی اسلام کی توسیع و اشاعت میں غالبا" غازیوں کی تلوار سے بڑا عامل تھا۔ ایک تعجب خیز واقعہ ہے کہ ترک جن کی فوجی یلغار ناقابل مزاحمت بن گئی تھی ان سب کو اسلام کے عقیدہ توحید نے فتح کر لیا۔"

ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے!

"محمدؐ نے جو خدا کا تصور پیش کیا اس میں کسی طرح کا ابہام نہیں ہے اور یہ روشن و منور ہے" دیکھیے

(The Decline and fall of the Roman Empire)

پروفیسر مونتے جو سوئٹزر لینڈ کی جنیوا یونیورسٹی میں عبرانی' عربی اور تاریخ اسلام کے پروفیسر تھے انہوں نے اسلام اور تاریخ اسلام پر بہت سے مقالے اور متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں ان کا بیان ہے!

"اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا انداز فکر بنیادی اور حقیقی طور پر عقلی ہے۔ اور ہم عقلی کی اصطلاح کو لغوی اور تاریخی دونوں لحاظ سے اس کے وسیع ترین مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔ عقلیت کی اگر یہ تعریف کی جائے کہ وہ ایک ایسا نظام فکر ہے جس کے مذہبی عقائد کی بنیاد عقلی اصول پر ہے تو یہ تعریف اسلام پر بعینہ صادق آتی ہے۔ قرآن ہمیشہ اسلام کا مبداء رہا ہے اس میں خدا کی وحدانیت کے عقیدے کو ایسے ایمان و ایقان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جس کی نظیر دائرہ اسلام سے باہر نہیں ملتی' غرض کہ اہل اسلام کو اپنے دین کے بنیادی عقائد کے ساتھ جو گرویدگی اور وابستگی ہے جس سادہ سے کلمہ میں اس کو بیان کیا گیا ہے اور اسلام کے مبلغوں کو اپنے مذہب کی حقانیت پر جو یقین محکم ہے یہ وہ اسباب ہیں جن سے اسلامی تبلیغ کی کامیابی کا راز کھلتا ہے ایک مذہب جو ایسا کھرا اور باضابطہ ہو دینی مسائل کی تمام پیچیدگیوں سے پاک اور منزہ ہو اور جس کا سمجھنا ان وجوہات سے عوام کے لئے آسان ہو اس کے متعلق بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس میں لوگوں کے دل و دماغ میں راہ پانے کی حیرت انگیز قوت اور صلاحیت ہو گی اور ہم جانتے ہیں کہ اسلام میں یہ قوت موجود ہے۔"

دیکھیے (The preaching of Islam دعوت اسلام ۳۹۱ و ۳۹۳)

اسلام کی اشاعت میں حیرت انگیز ترقی کا راز

امریکہ کے مشہو عالم ڈریپر کا قول ہے!

"دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت کے ساتھ نہیں پھیلا جتنا کہ مذہب اسلام

تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ التائی سے لے کر بحرالکاہل تک اور ایشیا کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کناروں تک جا پہنچا۔

اسلام اور امن عالم

جارج سیل (G.Sel) جو مشہور یورپی مستشرق ہے لکھتا ہے!

مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ دیکھئے (المنہاج الواضح ۴۴)

موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے!

روئے زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہی تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ ملاحظہ ہو (تاریخ قرآن ۷۰)

فرانسیسی مستشرق موسیو سیدیو (M. Sedillot) لکھتا ہے!

جو لوگ اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان مرتع آیات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عربوں کی وہ تمام بری خصلتیں مٹ گئیں جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں' انتقام لینا خاندانی عداوت کو جاری رکھنا' کینہ پروری' اور جور و ظلم دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسومات کو قرآن نے مٹا دیا ان میں سے اکثر چیزیں پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں۔ دیکھئے (خلاصہ تاریخ عرب ۳۴)

یورپی عالم آرلینڈاؤ لکھتا ہے!

دنیا اگر اپنے جھگڑوں سے نجات حاصل کر کے امن کا گہوارہ بننا چاہتی ہے تو پھر اسے محمدؐ کی تعلیمات ہی پر عمل کرنا پڑے گا۔ دیکھئے (Islam and the Arabs)

عیسائی پادری والٹر میسن ڈی ڈی نے امن عالم کا صحیح راستہ کے عنوان پر پٹس مرگ کے گرجے میں لیکچر دیتے ہوئے کہا

مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک ایسا مذہب ہے جو امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اس کا نام اسلام ہے۔ بحوالہ (اسلامک ریویو دسمبر ۱۹۱۶ء)

اسلام اور مساوات

مسٹر آر وی سی باڈلے (R.V.C. Bodley) اپنی مشہور زمانہ کتاب "The Messenger" میں لکھتا ہے!

اسلام ہی واحد نظام زندگی ہے جہاں اشتراکیت یا مساوات اپنے صحیح معنی میں رائج ہے یہ اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی ہر شے سب کی مشترک ملکیت ہے۔ اسلام میں امیروں کی دولت میں غریبوں کا بطور حق حصہ ہے۔ دیکھئے (محمد رسول اللہ ۱۷۸ ترجمہ The Messenger)

برٹرینڈ رسل (Bertrand Russel) لکھتا ہے!

"عیسائیت اور اس کے علمبرداروں نے ہمیشہ اسلام اور حضرت محمدؐ کے خلاف باطل پروپیگنڈہ جاری رکھا ہے جبکہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ محمدؐ ایک عظیم انسان اور فقید المثال مذہبی رہنما تھے۔ وہ ایک ایسے دین کے بانی تھے جو بردباری' مساوات اور انصاف کی بنیادوں پر کھڑا ہے۔"

دیکھئے (Why I am not a Christian)

سوامی ویویکانند نے اپنے مطبوعہ خط نمبر ۱۷۵ میں کہا تھا کہ میرا تجربہ ہے کہ اگر کبھی کوئی مذہب عملی مساوات تک قابل لحاظ درجہ میں پہنچا ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔

اسلام اور جمہوریت

ممتاز یورپی اسکالر ای بلائیڈن لکھتا ہے!

"مسلم فتوحات کے نتیجہ میں کالے خطہ میں اسلام کی روشنی پھیلی اور تعلیمات محمدیؐ نے انسانوں کو جینے اور سر اٹھانے کا حق بخشا۔ عیسائیت جہاں بھی گئی وہاں انسانوں کو غلام بنایا گیا اور طاقت اور جارحیت کے ذریعہ ان پر حکومت کی گئی۔ محمدؐ کا دین جہاں پہنچا وہاں حقیقی جمہوری حکومتوں کا قیام معرض وجود میں آیا۔" ۔

دیکھئے (Christianity, Islam and the negro race)

بھارت کے ممتاز سیاسی رہنما مسٹر ایم این رائے کہتے ہیں!

اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے دنیا کو جمہوریت کا وہ تخیل عطا کیا جس سے ساری دنیا نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اسلام سے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ جمہوریت کیا چیز ہے یہ داعی اسلام کا احسان ہے کہ انھوں نے جمہوری نظام لانے کے بعد مظلوموں کو حکمرانوں کے مظالم سے نجات دلائی اور شہنشاہیت کے اس طلسم کو توڑا جسے دنیا کا کوئی مذہب توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ (دین و دنیا دہلی مارچ ۱۹۵۶ء)

بھارت کی سابق سیاسی لیڈر اور یوپی کی گورنر سروجنی نائیڈو نے ایک موقعہ پر کہا تھا!

اسلام پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کی تلقین کی اور اس پر عمل کیا۔ اسلام میں حقیقی خالص جمہوریت کا رنگ پایا جاتا ہے جو کسی دوسرے مذہب کی پیداوار نہیں ہے۔ (حیات نو کراچی ۱۹۶۵ء)

اسلام اور رواداری

ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے!

اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی۔ کسی کو ایذاء نہیں پہنچائی۔ کوئی مذہبی عدالت غیرمذہب مخالفین کی سزا کیلئے قائم نہیں کی اور اسلام نے لوگوں کو مذہب بہ جبر تبدیل کرنے کا بھی قصد نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فاتحین کے مساوی حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور مفتوحہ

سلطنتیں ان شرائط و قیود سے بھی آزاد ہو جاتی تھیں جو ہر فتح مند ابتدائے دنیا سے حضرت محمدؐ کے زمانہ تک ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ اسلامی تاریخ کے ہر ورق میں اور ہر ملک میں جہاں اس کو وسعت حاصل ہوئی وہاں دوسرے مذاہب سے عدم مزاحمت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ فلسطین میں ایک عیسائی شاعر نے ان واقعات کو دیکھ کر جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں بارہ سو سال بعد اعلانیہ کہا تھا کہ صرف مسلمان ہی روئے زمین پر ایک ایسی قوم ہیں جو دوسرے مذاہب والوں کو ہر قسم کی آزادی فراہم کرتے ہیں۔ دیکھئے (زوال روحۃ الکبریٰ ۱۵۸)

بھارت کے معروف سیاسی رہنما ایم این رائے نے ایک موقعہ پر کہا!

"حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ مذہبی رواداری اور مصالحت پسندی کی تاریخ ہے"۔ (دعوت دہلی ستمبر ۱۹۸۳ء)

اسلام مساوات انسانی کا علمبردار

"ریورنڈ آر میکسویل کنگ" نے اپنے ایک لیکچر بعنوان "دین اسلام" پر لیبائٹرین چرچ نیو ناروڈ میں ۱۷ر جنوری ۱۹۱۰ء کو کہا تھا!

"اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے جو محمدؐ کے عہد نبوت کے الہامات کا مجموعہ ہے اس میں نہ صرف اسلام کے اصول و قوانین درج ہیں بلکہ اخلاق تعلیم' روزمرہ کے کاروبار کے متعلق ہدایات و قوانین بھی ہیں۔ اسلام کی بنیاد جمہوریت پر ہے اور اس میں تمام بنی نوع انسان کو برابر تصور کیا جاتا ہے۔ بحوالہ (فاران سیرت نمبر ۱۹۵۶ء)

ماسینون لکھتا ہے!

اسلام کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اس نے زندگی کے اجتماعی حقوق و فوائد میں قوم کے ہر فرد کو شریک بنا کر صحیح مساوات کے تصور کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ اسلام نے اپنے ابتدائی زمانہ میں جو کر دکھایا اس سے دوسری قومیں اپنے آخری دور میں بھی قاصر ہیں۔ دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن ۷۲)

اسلام اتحاد عالم کا داعی

مشہور یورپی مصنف ای بلائیڈن لکھتا ہے!

"اسلام نے انسانیت کو متحد کیا۔ اسلام صرف عربوں تک محدود نہیں تھا' محمدؐ کا مشن اور پیغام پوری انسانیت کیلئے تھا۔ دیکھئے (Christianity Islam and the negro race)

مہارانی آرٹس کالج میسور (بھارت) کے پروفیسر راما کرشنا راؤ اپنی کتاب اسلام کے پیغمبر محمدؐ میں پروفیسر ہرگورون کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ!

پیغمبر اسلام نے "لیگ آف نیشنز" (League of nations) کی جو بنیاد رکھی ہے اس نے بین الاقوامی

اتحاد اور انسانی بھائی چارہ کی ایسے خطوط پر آفاقی بنیادیں رکھ دی ہیں کہ جو دوسروں کی راہنمائی کرے گی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ لیگ آف نیشنز کے تصور کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ پیش کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس کا جواب پیش نہیں کر سکتی۔

موصوف نے کچھ ایسی مثالیں دی ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے جس جمہوریت کی تعلیم دی اور جس پر عمل کیا آج بھی اس کا جواب پیش نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھئے (اسلام کے پیغمبر محمدؐ)

اسلام تہذیب و تمدن کا علمبردار

مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ (Egypt) میں ایک عیسائی عالم نے لکھا تھا!

ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم و فنون آگئے تو اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ ان کو پامال کیا۔ لیکن اسلام نے خود علوم و فنون کی بنیادیں قائم کیں۔ اور عیسائیت و مجوسیت نے جن شائقین علوم کو شوق علم کے جرم میں جلاوطن کیا اسلام نے انھیں اپنے دامن میں پناہ دی۔ جس طرح عیسائیت علم و تمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھئے (آئینہ حقیقت نما ۵۷)

مشہور محقق و مذہبی مصنف موسیو لیلی کا قول ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب "تمدن عرب" میں نقل کیا ہے!

اسی قدر کہنا کافی ہے کہ وہ مسلمان قوم جس کو تعلیم دینے کا دعوی یورپ کر رہا ہے' فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہئے۔ دیکھئے (تمدن عرب ۶۱)

پنڈت جواہر لال نہرو اسلام کی روحانی قوت سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں!

اسلام کی روحانی قوت کا فیض تھا کہ یک بیک عربوں کی کایا پلٹ گئی۔ اس انداز سے ان میں بیداری کی روح پھونکی کہ خوداعتمادی کے اوصاف پیدا ہو گئے۔ یہ انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ جو قوم صد ہا سال سے بے حسی کا شکار تھی اس نے اس بلا کے جوش اور اس غضب کے جذبہ کا ثبوت دیا کہ تمام عالم انگشت بدنداں رہ گیا۔ عربوں کی تاریخ کا یہ ایک واقعہ کہ انھوں نے ایشیاء اور یورپ میں کس برق رفتاری سے سکہ بٹھایا اور کس سرعت سے تہذیب و تمدن کے اعلی مدارج طے کئے مورخین کی نظر میں معجزے سے کم نہیں۔

(رسالہ مولوی دہلی شوال ۱۳۷۰ھ)

اسلام تہذیب جدید کا خالق

نامور مفکر پروفیسر جان فریک کہتے ہیں!

"اگر اسلام جلوہ گر نہ ہوتا تو دنیا شاید زمانہ دراز تک انسانیت' تہذیب' اور شائستگی سے روشناس نہ ہوتی۔ یہ امر واقعہ ہے کہ آج دنیا میں مساوات' امداد باہمی' علمی جدوجہد اور نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کی جو تحریکیں جاری ہیں وہ سب کی سب اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہیں۔ اسلام نے جلوہ گر ہو کر حکومتوں کا ڈھانچہ بدل دیا۔ دنیا کے اقتصادی نظام میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اسلام نے ایسا مکمل نظام حیات پیش کیا جو مسلمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے ایک رحمت ثابت ہوا۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں جن کے روبرو نہ صرف میری بلکہ ہر انصاف پسند انسان کی گردن جھک جانی چاہیے۔

عالمی تہذیب و تمدن پر اسلام کے احسانات

برطانیہ کے سابق ممتاز لیڈر کیپٹن رابرٹ گارڈن لکھتے ہیں!

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جو ذہنی اور اجتماعی آزادی عطا کی تھی وہ صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص نہ تھی بلکہ ساری دنیا پر حاوی تھی۔ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں اپنی علمی اور تہذیبی ترقی سے سب ہی کو فائدہ پہنچایا ہے۔ انہوں نے اپنی آزادی کے ساتھ دنیا کی جملہ اقوام کی آزادی کا پورا احترام کیا ہے۔ اور یہ اسلام کا دنیا پر اتنا بڑا احسان ہے کہ جسے کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

ہندوستان کے سابق صدر ڈاکٹر رادھا کرشن نے ایک موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا!

میں مذہب اسلام اور بانی اسلام محمدؐ کے کارناموں سے بے حد متاثر ہوا ہوں جن کی ذات اقدس عالمگیر برادری کے قیام میں عالم انسانیت کو بلند سطح پر لانے میں مدد و معاون ثابت ہوئی ہے۔ اسلام تہذیب و تمدن پھیلانے کا علمبردار ہے۔ اسلام نے دنیا اور انسانیت کی ایسی بے نظیر خدمات انجام دی ہیں کہ جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ (دین و دنیا دہلی اپریل ۱۹۵۳ء)

ڈاکٹر کے ایس سیتا رام کہتے ہیں!

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ (فاران سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء)

پروفیسر راما کرشنا راؤ لکھتے ہیں کہ مہاتما گاندھی کے بقول پوری اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام سے خوفزدہ ہیں لیکن اسلام نے اسپین کو تہذیب دی' اسلام نے مراکش میں نور کی شمع روشن کی اور پوری دنیا کو بھائی چارہ کے اصول سے آگاہ کیا۔ دیکھئے (اسلام کے پیغمبر محمدؐ/ مولفہ پروفیسر راما کرشنا راؤ)

اسلامی شریعت اور قوانین عالم

(غیر مسلم مفکرین کا تجزیہ)

انگلستان کا نامور مورخ گبن (Gibbon) لکھتا ہے!

"حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔" دیکھئے (سلطنت روما کا انحطاط و زوال جلد پنجم باب ۵۰)

لین پول (Lane Poole) اسلامی تعلیمات پر معترضین کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہے!

"محمدؐ کی تعلیمات کے بارے میں بعض حلقے شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ ایسے معترض حلقوں کے سامنے مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ہر آن بدلتے ہوئے زمانے میں محمدؐ کی تعلیمات کس طرح آخری' حتمی اور غیر مبدل قرار دی جا سکتی ہیں؟

یہ سوال عموی سطح پر اور بالخصوص اسلام کی ابدی حقانیت کے حوالہ سے بہت اہم ہے۔ ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ اسلامی تعلیمات بے حد سخت اور مشکل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جبر کا عنصر بہت قوی ہے۔ یوں یہ معترضین اسلام کو ایک بے لچک مذہب قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات ہمیشہ کیلئے نہیں ہو سکتیں کیا واقعی ایسا ہے؟ یہ اسلام ہے جو اپنے معاشرے کے ہر فرد کو وقار' آزادی' احترام اور عزت کا مقام دیتا ہے۔ اور یہ وہ عمل ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب کے معاشرے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔" ملاحظہ ہو (Studies in Mosque)

ممتاز فرانسیسی عالم ڈاکٹر گستاؤلی بان (Dr. G. Lebon) اس بحث میں کہ اسلام کی فطری وحدت اپنی بنیاد و اساس کے اعتبار سے واحد ہے اس لئے کہ اس کا مدار ایک کتاب پر ہے اور وہ قرآن ہے' لکھتا ہے!

یہ کتاب دینی سیاسی اور اجتماعی اعتبار سے قانون ہے اس کے احکام صدیوں سے جاری و نافذ ہیں۔ دیکھئے (تمدن عرب ۶۹ و ۷۰)

نامور فرنچ عالم موسیو گاسٹن کار اپنے ایک مضمون میں اسلام کی حقانیت پر بحث کرتے ہوئے اخیر میں لکھتا ہے!

"جو لوگ موجودہ زمانہ کیلئے قرآن کو مکمل قانون تسلیم نہیں کرتے ان غیر مسلم مفکرین کے بیانات بار بار پڑھ کر ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں کہ وہ اپنے ٹکسالی نظریات سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غداری نہیں کر رہے؟"

"موسیو ار جین کلافل" فرانس کے نامور مستشرق ہیں۔ یہودیت' عیسائیت اور اسلام' تینوں مذاہب کے

مطالعہ و تحقیق میں انہوں نے اپنی عمر گنوا دی ان کا ایک مضمون ۱۹۰۱ء میں وہاں کے اخبارات نے شائع کیا اس میں وہ لکھتے ہیں!

"قرآن صرف مذہبی قواعد و احکام کا مجموعہ نہیں۔ اس میں سوشل احکام بھی ہیں جو نوع انسانی کی زندگی کیلئے ہر حال میں مفید ہیں۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں تمدنی قوانین' جرائم اور ان کی سزاؤں کے قوانین' دنیا کی مختلف اقوام کے باہمی تعلقات کے قوانین اور سب سے بڑھ کر حفظان صحت کے قوانین سب ہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔"

ایڈمونڈ یورک لکھتا ہے!

"قانون محمدی بادشاہ سے لے کر ادنیٰ رعایا تک کے لئے قوانین کا جامع ضابطہ ہے۔ اس کی بنیاد نہایت مضبوط' نظام قانون بڑے علمی ججمنٹ اور نہایت روشن قانون سازی پر ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔" دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن ۶۸)

فرانسیسی مستشرق موسیو سیدیو (M. Sedillot) لکھتا ہے!

"اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان صریح آیات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی وہ تمام بری خصلتیں مٹ گئیں جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں۔ انتقام لینا' خاندانی عداوت کو جاری رکھنا' کینہ پروری اور جور و ظلم دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسوم کو قرآن نے مٹا دیا۔" (خلاصہ تاریخ عرب ۶۳)

پروفیسر سانتی لانا لکھتے ہیں!

"اسلامی قانون کا نظم ماہرین قانون کی نظر میں ہر قدر و ستائش کا مستحق ہے۔ اور اس کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ جاگیردارانہ نظام کے بے ڈول اور وحشیانہ رسوم و رواج کے مقابلہ میں وہ بہت بلند ہے۔ عربی قانون کے اہم اجزاء نے مغربی تصورات کے ارتقاء میں حصہ لیا ہے جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہے۔" دیکھئے (اسلام مکمل دین مستقل تہذیب ۲۰۰)

ڈاکٹر گبن (Gibbon) لکھتے ہیں!

"قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانونی اساس ہے۔ اور صرف اصول مذہب ہی کیلئے نہیں بلکہ احکامات تعزیرات اور قوانین کیلئے بھی جن پر نظام کا مدار ہے جن سے نوع انسانی کی زندگی وابستہ ہے۔ جن کو حیات انسانی کی ترتیب و تنسیق سے گہرا تعلق ہے۔" ملاحظہ ہو (سلطنت روما کا انحطاط و زوال)

ہندو فاضل اٹرمنڈ ٹرک اسلامی قانون کی فوقیت قوانین عالم پر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"اسلامی قانون ایک تاجدار سے لے کر ادنیٰ ترین افراد رعایا تک کو جاری ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک مقبول ترین علم فقہ پر مشتمل ہے جس کی نظیر اس سے پیشتر دنیا پیش نہیں کر سکی ہے۔"

یوروش لکھتا ہے!

"اسلام فطری اقتصادی اور ادبی مذہب ہے۔ جب ہم اپنے بنائے ہوئے بعض قوانین پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو پہلے سے اسلام میں موجود پاتے ہیں۔ بلکہ میں نے اس قانون کو بھی جسے جان سموئیل "قانون فطرت" کے نام سے موسوم کرتا ہے اسلام سے ماخوذ پایا۔" ملاحظہ ہو (تمدن عرب ۷۱ و ۷۲)

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "Muhammad and Quran" میں لکھتا ہے!

"قرآن عالم اسلام کا مشترکہ قانون ہے۔ یہ معاشرتی' ملکی' تجارتی' عسکری' عدالتی اور تعزیری معاملات پر مشتمل ہے۔ مگر بایں ہمہ مذہبی ضابطہ بھی ہے۔ اس نے ہر چیز کو باقاعدگی سے آراستہ کر دیا ہے۔ اور مذہبی رسوم سے لے کر روزمرہ کی زندگی کے اعمال تک اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک' شرافت سے دیانت تک' اور دنیاوی سزا سے اخروی عقوبت تک سارے امور کو ایک باضابطہ سلسلہ میں منسلک کر دیا ہے۔"

جنیوا یونیورسٹی کے پروفیسر پرپل لکھتے ہیں!

پوری نسل انسانی کو اسلام کے پیغمبر پر فخر کرنا چاہئے کیونکہ آپؐ نے انسانیت کیلئے وہ قانون چھوڑا ہے جس کے اعلیٰ معیار پر انسانیت اگر آئندہ دو ہزار سال میں بھی آجائے تو بڑی باعث مسرت کامیابی ہو گی۔" دیکھئے (اسلام مکمل دین مستقل تہذیب ۳۰۰)

مشہور عیسائی پادری ڈین اسٹیلے اسلامی قانون کے موثر ترین ہونے کو اس طرح بیان کرتا ہے!

"قرآن کا قانون بلاشبہ بائبل کے قانون سے زیادہ موثر ثابت ہوا ہے۔" (مشرقی کلیسا ۲۷۹)

یورپی فلسفی کارلائل (Carlyle) لکھتا ہے!

"شریعت اسلامیہ کے قوانین و ضوابط کا لوہا آج بھی بایں ہمہ ترقی و حکمت دنیا ماننے پر مجبور ہے۔" دیکھئے (ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ (On Heroes, Heroworship, and the Heroic in History)

ممتاز انگریز مفکر موسیو لیون راس لکھتا ہے!

"اسلام ایک جامع کمالات دستور ہے جس کو انسانی' فطری' طبعی' اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا اور درست ہے۔" بحوالہ (دین و دنیا مارچ ۱۹۶۳ء)

باب چہارم

(غیر مسلم دانشوروں کی آراء کی روشنی میں)

حقائق واسباب اور اعتراضات وشبہات کا ازالہ

حقائق واسباب اور

غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات وشبہات

کے علمی وتحقیقی جوابات

باب چہارم

پیغمبر اسلامؐ کی حیات طیبہ پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ

(غیر مسلم دانشوروں کی آراء کی روشنی میں)

اشاعت اسلام اور تلوار

حقائق و اسباب اور اعتراضات و شبہات کا ازالہ

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اکثر اپنے عیوب سے بے خبر اور دوسروں کو الزام دینے میں جری ہوتا ہے چنانچہ اپنی نظر پر فریب کا شہتیر تو اسے نظر نہیں آتا لیکن دوسروں کی آنکھ کا تنکا تلاش کرنے میں یکایک اس کی اندھی آنکھ خوردبین بن جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام امن کا داعی' صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغامبر ہے۔ اس کی نگاہ میں بنی نوع انسانی کا ہر فرد مساوات و مرتبہ کا مستحق ہے۔ وہ رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے۔ اسلام انسانیت کو سنوارنے کیلئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔ مسلمانوں کا رب رب العالمین ہے اس کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے کلام کا سرعنوان ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اس کی پہلی سورۃ ہی بسم اللہ کے بعد الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سے زائد آیات میں اس کی صفت رحمت کا ذکر ہے۔ مسلمان اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں وہ رحیمی و کریمی سے انحراف اپنے ایمان میں نقصان سمجھتے ہیں ان کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کیلئے رحمت ہیں اس لئے بھی کہ وہ رحمت للعالمین ﷺ کے پیرو ہیں۔

یورپ کے متعصب محققین روز روشن کی طرح آشکارا حقیقت کو کذب و افتراء کے روپ میں اسلام کی ایسی

خودساختہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ خونریزی' غارتگری اور بدامنی کا خونیں منظر نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے پردہ اور برہنہ لونڈیوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ کہیں ٹوٹی ہوئی صلیبوں کے انبار دکھائی دیتے ہیں کسی جگہ زنار کا ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ مندر ویران اور گرجے مسمار ہیں۔ نہ برہمن کو کہیں امن ہے نہ کلیسا کے راہب کیلئے امن۔ نہ عورتیں محفوظ ہیں نہ بچے مامون۔ کچھ قتل کر دیئے جاتے ہیں جو باقی بچ جاتے ہیں وہ ناک میں نکیل ڈلوائے حبشی سرداروں کے کوڑے کھاتے نخاس کی طرف گھسٹتے دکھائی دیتے ہیں جہاں انسانیت عظمیٰ دو ٹکڑوں میں فروخت کی جاتی ہے۔

اسلام کے یورپی نکتہ چین اور ناقدین ہمیشہ اپنی عصبیت مذہبی اور جنون و تنگ نظری کی بناء پر اسلام کو غلط رنگ میں پیش کرتے رہے ہیں چنانچہ وہ اس دعوے پر مصر نظر آتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار اور جبر و تشدد کے ذریعہ ہوئی۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی خوبیوں اور ذاتی محاسن کی بدولت لوگوں کو اپنا مطیع نہیں بنایا بلکہ ایک جابرانہ قوت نے جبر و اکراہ سے منوایا ہے اور اسی جبر و اکراہ نے امتداد زمانہ کے ساتھ رضا و رغبت کا لباس پہن لیا ہے۔ لیکن یہ دعویٰ سچائی اور راستبازی سے خالی اور انصاف و حق پرستی سے بعید ہے اس دعویٰ کے مدعیوں نے دیدہ و دانستہ واقعیت پر پردہ ڈالا ہے۔ قرآن کریم نے واشگاف الفاظ میں اس باطل نظریہ کی تردید کر دی۔ ارشاد ربانی ہے۔

لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ (سورہ بقرہ آیہ۔ ۲۵۶)

جہاد اسلامی کی غرض و غایت اور حقیقی مقصد

اسلام کے قوانین جنگ کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جہاد اسلامی کی حقیقت صبر و استقلال اور ضبط و ایثار سے عبارت ہے۔ مال غنیمت اور اظہار غیظ و غضب وغیرہ نہ تو اس کی حقیقت میں داخل ہیں اور نہ اس کا خاصہ لازمی ہیں وہ محض بالکل عارضی چیزیں ہیں۔ جہاد کا مقصد ان سے بہت اعلیٰ و اشرف ہے۔ چنانچہ وہ اہل نظر جنہوں نے اسلام کے قانون جنگ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا وہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار' جبر و اکراہ کا الزام اصلیت کی توہین اور واقعیت کی تکذیب ہے۔

غدر و بے وفائی جنگ کا خاصہ لازمی تھی' عورتوں' بچوں' قاصدوں اور بوڑھوں کے قتل میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاتی تھی بلکہ سب کے سب نذر تیغ کیے جاتے تھے۔ دشمن کو زندہ آگ کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ دشمن کے ناک کان کاٹ کر بطور ہار کے فخراً" پہنے جاتے تھے۔ دشمن کو ہاتھ پیر باندھ کر قتل کیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے جنگ کے اس مکروہ اور بھیانک تصور کو بدل کر دفعتاً" ان تمام وحشیانہ افعال کو مٹا دیا۔ اسلام نے جہاد کے ذریعہ دنیا سے جنگ و فساد کو خاتمہ کر دیا' جہاد اسلامی کا مقصد خون سے خون ہی کے دھبوں کو دھونا اور جنگ سے جنگ ہی کا خاتمہ ہے تاکہ تمام دنیا میدان جنگ کی آغوش صلح میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ قرآن کریم نے اس فلسفہ کی وضاحت کر دی اور جنگ کا مقصد بیان کر دیا کہ جنگ صرف

جنگ ہی کے سد باب کے لئے کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا!
"جنگ اس وقت تک کئے جاؤ جب تک کہ فتنہ (جنگ) ختم نہ ہو جائے۔"
اسلام کے اسی فلسفہ زریں کو بیان کرتے ہوئے ممتاز ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد رقمطراز ہے!
اسلام کی جنگ و جدال صلح و آشتی اور امن و امان کے لئے مخصوص تھی۔ اسلام کی سب سے بڑی ظفر مندی یہ نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زار جنگ و جدال بنا دے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفر مندی شعلہ زار جنگ و جدال کو فردوس زار امن و رافت میں تبدیل کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو عرب کا چاند صفحہ ۳۷۸)
جہاد اس لئے کیا جاتا ہے کہ دنیا میں حق پرستی و راست گوئی' صداقت پسندی اور حق کوشی پھلے پھولے اور کوئی طاقت پائے حق کی کوشش کو روکنے والی باقی نہ رہے۔ دنیوی لڑائی باطل کے فروغ کے لئے لڑی جاتی ہے لیکن اسلامی جہاد خیر و صداقت اور معروف و حق کے اثر و نفوذ اور استحکام و بقاء کے لئے کیا جاتا ہے۔ دنیاوی لڑائیوں سے حق کو مٹایا جاتا ہے اور جہاد کے ذریعہ حق کو زندگی بخشی جاتی ہے دنیاوی لڑائیاں افتراق و اختلاف کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مگر جہاد اسلامی اتحاد و اتفاق پر منتج ہوتا ہے۔ دنیاوی لڑائیوں کے ذریعہ شر و فساد کے مادہ قیام پذیر ہوتے ہیں مگر ایک اسلامی جہاد کے وسائل و شرائط مادہ خیر و صدق اور جوہر حق و صداقت سے ظہورپذیر ہوتے ہیں۔ (اسلام کا نظریہ جنگ مولانا ابو کلام آزاد صفحہ ۹)

جہاد درندگی و بہیمیت کے خاتمہ کا ذریعہ

اسلام کے منبع اور مبداء سرزمین عرب کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان میں جنگ کا تصور بجز وحشت و درندگی کے سوا کچھ نہ تھا۔ چنانچہ عربی زبان میں جنگ کے لئے جو الفاظ اور استعارات وضع کئے گئے تھے ان سے ان تمام امور کا بخوبی اظہار ہوتا ہے اس امر کی تحقیق کے لئے ہمیں تاریخ عرب اور لغت کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ عرب میں جنگ کے لئے سینکڑوں الفاظ سینکڑوں محاورے اور استعارے استعمال کئے جاتے تھے لیکن وہ تمام ایک وحشیانہ جنگ کا تصور فراہم کرتے تھے ایک متمدن و مہذب قوم' ایک ترقی یافتہ نظام ایک صلح پسند امت ان الفاظ اور محاورات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی لہذا اسلام نے جنگ کیلئے مستعمل تمام نا مناسب و ناموزوں الفاظ اور محاورات کو یک لخت ترک کر دیا اور اسلامی جنگوں اور غزوات کے لئے لفظ "جہاد" کا استعمال کیا جس سے نہ تو غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے اور نہ ہی درندگی و بہیمیت کی بو آتی ہے۔

یورپ کا جنگی جنون

یورپ کے جنون مذہبی کی یادگار صلیبی جنگ کی تاریخ کا ہر صفحہ خون کی ایک چادر ہے جس نے ایک مدت

تک دنیا کے امن و آشتی کو اپنے اندر چھپا لیا تھا۔ یورپ اگرچہ فطرت کے بیشتر رازہائے سربستہ کے فاش کردینے کا دعویدار ہے لیکن اب تک وہ **"التوحید فی التثلیث"** اور **"التثلیث فی التوحید"** کی گرہ نہیں کھول سکا لیکن اسلام **"السلم فی الحرب"** اور **"الحرب فی السلم"** کے عقدہ لاینحل کو حل کرسکتا ہے۔

اسلام کی اشاعت پر جبر و اکراہ اور ظلم تشدد کے الزامات عائد کرنے والے آج تک کوئی بھی ایسا ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرسکے جس سے اسلام کی اشاعت میں جبر و اکراہ کے عنصر کو ثابت کیا جاسکے یا اسے ظلم و تشدد سے تعبیر کیا جاسکے۔

انسانی خون کی بے نظیر عزت و تکریم

اشاعت اسلام اور اسلامی فتوحات کا اولین باب عہد رسالت ہے چنانچہ سب سے پہلے عہد نبویؐ کی جنگی تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے۔

عہد نبویؐ کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں اکثر دوگنی تگنی اور بعض اوقات دس گنی طاقت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی۔ دوسرے چند محلوں پر مشتمل ایک شہری مملکت سے جس کا آغاز ہوا وہ روزانہ دو سو چہتر ۲۷۴ مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپؐ کے زیر اقتدار آچکا تھا اس تقریباً" برعظیم ہندوستان و پاکستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح جس میں یقیناً" ملیتوں کی آبادی تھی دشمن کے بمشکل ۱۵۰ ڈیڑھ سو افراد قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک شہید ہوتا رہا۔

انسانی خون کی یہ عزت و تکریم تاریخ عالم میں بلا خوف تردید بے نظیر ہے۔ (عہد نبویؐ کے میدان جنگ صفحہ ۲ مولفہ ڈاکٹر حمید اللہ)

انسانی خون کی ارزانی

جبکہ معترض حلقوں کے جنگی جنون اور خون انسانیت کی ارزانی تاریخ عالم کے قرطاس پر نقش و نگار کی صورت ان کی درندگی و بربریت اور وحشت و بہیمیت کی گواہی دے رہی ہے۔ سترہویں صدی کے ابتداء تک یورپ میں قوانین جنگ کا کوئی تصور موجود نہیں تھا' جنگی فریقین کو ایک دوسرے کی معترت رسانی کا غیر محدود اور غیر مشروط حق حاصل تھا۔ ممتاز یورپی مقنن گروکیس کے قول کے مطابق قانون میں ان تمام لوگوں کو قتل کردینا جائز ہے جو دشمن کی حدود میں پائے جائیں ان میں عورتوں اور بچوں کا کوئی استثناء نہیں ہے۔

۱۷۰۰ء سے ۱۸۷۲ء تک یورپ میں ایک سو بیس ۱۲۰ لڑائیاں لڑی گئیں جن میں سے صرف دس مرتبہ رسمی

اعلان جنگ کیا گیا تھا۔

یورپ میں جنگ کریمیا کے زمانہ سے آج تک جو لڑائیاں ہوئیں اور ان میں جو جان اور مال کا نقصان ہوا اس کا اندازہ ذیل میں دیے گئے نقشہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

	نام جنگ	سنہ	جانی نقصان	مالی نقصان
۱	جنگ کریمیا	۱۸۵۴ء	۷۸۰۰۰۰	۳۴۰ ملین گنی
۲	جنگ آزادی			
۳	غلامان امریکہ	۱۸۶۱-۱۸۷۱ء	۸۰۰۰۰۰	۱۴۰۰ ملین گنی
۴	جنگ فرانس و جرمنی	۱۸۷۰-۱۸۷۱ء	۸۵۳۰۰۰	۵۶۰ ملین گنی
۵	جنگ روس و ترکی	۱۸۷۷ء		
۶	جنگ امریکہ و اسپین	۱۹۹۸ء		۲۵۹ ملین گنی
۷	جنگ ٹرانسوال	۱۸۹۹-۱۹۰۲	۶۸۷۰۰	۲۷۰۰
۸	جنگ روس و جاپان	۱۹۰۴-۱۹۰۵	۳۸۵۰۰۰	۵۰۳

جنگ بلقان کے مختلف فریق

نام جنگ	جانی نقصان	مالی نقصان
جنگ بلگیریا	۱۴,۰۰۰۰۰	۰۰۹۰ ملین گنی
جنگ سرویا	۰۷۰۰۰۰	۰۰۵۰ = =
یونان	۰۳۰۰۰۰	۰۰۲۵۱ = =
مانٹی نیگرو	۰۰۸۰۰	۰۰۰۱ = =

جان ڈیون پورٹ کی رپورٹ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ کے قریب انسان قتل ہوئے۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ فرانس امریکہ اور روس نے نام نہاد جمہوری سلطنتوں کے قیام کیلئے لاکھوں سے زیادہ انسانی جانوں کا ضیاع کیا۔

پہلی جنگ عظیم کے مقتولین کی تعداد (۱۹۱۵ء) ایک محتاط اندازے کے مطابق ۸۰, لاکھ کے قریب ہے یورپ کا مورخ اے جی گرانٹ اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

خدا نہ کرے دنیا میں پھر اس سے بڑی فوج وجود میں آئے چند ہفتے کھلے میدان میں جو جنگ ہوئی تو مغربی محاذ کی فوجوں نے خندقیں کھودیں جن کا سلسلہ آئس لینڈ سے سوئزرلینڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس جنگ میں پانچ کروڑ افراد شریک تھے جن میں غالباً" اسی لاکھ ہلاک ہوئے (تاریخ یورپ۔ اے جی گرانٹ)

دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر کئی کروڑ آدمی ہلاک بتائے گئے ہیں۔ چین کی جنگ آزادی انسانی جانوں کے ضیاع سے عبارت ہے ان مقتولین کی تعداد کا شاید کبھی تخمینہ نہ لگایا جا سکے گا۔
آج بھی مغربی تہذیب کے فرزندوں کو شدید خونریزی' زہریلی گیس کی نقصان رسانی' ایٹم بم کی تباہ کاری' اور ہائیڈروجن بم کی ہلاکت خیزی پر آمادہ کرتی ہے۔ نام نہاد حقوق انسانیت کے علمبردار کیا ہیروشیما کو بھول بیٹھے ہیں' مشہور معاہدہ اوقیانوس اور اعلان حقوق انسانی کے علم بردار ناگاساکی کی بربادیوں کی طرف ذرا رخ کریں اپنی نام نہاد تہذیب و تمدن کی برکتوں کو مراکش اور کوریا کی آبادیوں میں تلاش کریں جہاں آج بھی اس بنام تہذیب پر انسانیت گریہ کناں ہے وہ اپنے مظالم کو الجیریا اور ویٹ نام میں دیکھیں جہاں انسانی خون کے دریا بہائے گئے۔

اسلام کی اشاعت اور تلوار (حقائق کی روشنی اور صداقت کی آگہی)

معترضین اسلام دین اسلام کی ایسی تصویر بنا کر پیش کرتے ہیں کہ اسلام کے نام کے ساتھ آنکھ کی پتلیوں میں سکتہ پیدا ہو جاتا ہے اور دیکھنے والے کا خون کھولنے لگتا ہے۔ حقارت و نفرت اور انتقام و مواخذہ کے بخارات قلب سے اٹھ کر دماغ پر چھا جاتے ہیں وہ اسلام کی اشاعت کو تلوار اور جبرو اکراہ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ان ناعاقبت اندیشوں نے اسلام کے پیغام ایثار و مساوات کو جتنا مسخ کرنے کی کوشش کی وہ اتنا ہی نمایاں اور تابناک ہو کر سامنے آیا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے　　　اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مذکورہ بالا عنوان کی صداقت و حقانیت غیر مسلم مصنفین اور مورخین کے بیانات اور شہادات کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے تاکہ کسی قسم کے تعصب جانبداری یا رجحان قلبی کا شائبہ نہ رہے کہ جس تصویر کا یہ ایڈیشن یورپ کے معترضین اور مستشرقین آج تک اسلام کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں اس کے صحیح خطوط کیا ہیں؟ اور جس تہذیب کو تلوار اور آگ کی نسبت سے انسانیت سوز سمجھا جا رہا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟

غیر مسلم مورخین اور سیرت نگاروں کا تجزیہ

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے "The Preaching of Islam" نامی کتاب تصنیف کی جس کے تمہیدی باب میں ہی پروفیسر موصوف نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ کتاب صرف ان تبلیغی مساعی کی تاریخ ہے جو اسلام کی اشاعت کیلئے کی گئی ہیں اس میں جبرو اکراہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ پروفیسر موصوف اسلام کی اشاعت کے اسباب و عوامل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!
"روئے زمین کے اس قدر وسیع حصے میں اسلام نے جو اشاعت پائی ہے اس کے کئی معاشرتی' سیاسی اور مذہبی اسباب ہیں۔ مگر سب سے قوی سبب اس عظیم الشان کامیابی کا یہ ہے کہ مسلمان مبلغین نے اس بارے

میں بے انتہا کوششیں کی ہیں۔ رسول اکرمؐ کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے تھا چنانچہ انہوں نے کفار اور مشرکین کو دائرہ اسلام میں لانے کیلئے اپنی قوتوں کو بے دریغ صرف کیا ہے۔ دیکھئے (دعوت اسلام صفحہ ۷ ترجمہ کتاب مذکور)

پروفیسر آرنلڈ "جہاد" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

"قرآن میں کہیں ایسی آیات نہیں جن میں کسی طرح جبری تبدیل مذہب کا حکم پایا جائے" (دعوت اسلام ۳۳۶)

ڈیون پورٹ رقمطراز ہیں!

یہ خیال کرنا بہت بھاری غلطی ہو گی جو بعض کر چکے ہیں اور بعض اب بھی کر رہے ہیں کہ وہ مذہب جس کی تعلیم قرآن نے دی وہ تلوار کے بل بوتے پر پھیلا۔ کیونکہ یہ بات تمام غیر متعصب بڑی جلدی مان جائیں گے کہ محمدؐ کا مذہب جس کے ذریعہ سے انسانوں کی خون ریزی کی جگہ نمازوں اور خیرات و زکوٰۃ نے لے لی تھی اور جس نے رقابت اور مسلسل قبائلی جنگوں کی بجائے فیاضی اور سماجی خدمت خلق کی تعلیم دے کر ایک نئی روح پھونکی تھی۔ اور ضروری ہے کہ ان وجوہات کی بناء پر ان کی تہذیب پر اہم اثر پڑا۔ یہ مشرقی دنیا کیلئے حقیقی معنی میں فضل و کرم کا باعث بنا اور نتیجتہً اسے یہ ضرورت کبھی نہیں پڑی کہ وہ خونیں ذرائع استعمال کرتا۔ ملاحظہ ہو۔

(Apology for Muhammad and the Koran)

نامور یورپی مورخ فن لے لکھتا ہے!

"اسلام کا عظیم الشان عروج تلوار کے ذریعہ نہیں ہوا بلکہ اس کی رواداری اور مساوات کی بدولت قریب قریب ہر موقعہ پر عربوں نے کسی عیسائی سلطنت کو فتح کیا تو تاریخ اس امر کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ ان کی فتح غریب مفتوح عوام میں ان کے اصولوں کی ہر دلعزیزی کے باعث ہوئی۔ اہل شام نے مسلمانوں کا خیر مقدم کیا مصر کے قبطی باشندوں نے اپنا ملک حملہ آوروں کے حوالہ کیا۔ عیسائی بربریوں نے افریقہ کی فتح میں مسلمانوں کا ساتھ دیا حکومت قسطنطنیہ سے بے زاری اور نفرت نے ان تمام قوتوں کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرلیں۔ (تاریخ سلطنت بازنطینی)

عالمی شہرت یافتہ مورخ گبن (E.Gibb)

معروف عالمی شہرت یافتہ مورخ گبن کہتا ہے کہ دیگر تمام مذاہب کو تلوار کے ذریعہ ختم کر دینے کا تباہ کن اور نقصان دہ اصول مسلمانوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ جہالت اور تنگ نظری پر مبنی یہ الزام قرآن کریم نے مسترد کر دیا ہے۔ خود مسلم فاتحین کی تاریخ نے بھی اسے مسترد کر دیا۔ ملاحظہ ہو (محمدؐ پیغمبر اسلام مولفہ راما

(کرشنا راؤ)

جارج سیل (G. Sell) (مترجم قرآن)

جارج سیل اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ وہ ان اسباب کو تلاش کرنا نہیں چاہے گا جن کی وجہ سے محمدؐ کی شریعت کی پذیرائی ہوئی اور جو دنیا میں بے مثال ہے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ یہ ہوئی اور اب تو ان کی آنکھوں سے بھی پردہ اٹھ گیا جن کو یہ باور کرایا جاتا تھا کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا۔ اس مذہب کو ان قوتوں نے بھی قبول کیا جن کو محمدؐ کی قوت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا اور وہ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جنھوں نے عربوں کو ان کی فتوحات سے محروم کیا اور ان کے خلفاء کی بالا دستی کو ختم کیا اس مذہب کے بارے میں عامیانہ طور پر جو کچھ بھی کہا جائے مگر یہ حقیقت ہے کہ اس کا فروغ حیرت انگیز طریقہ پر ہوا۔

ایچ۔ جی۔ ویلز H.G. Wells

ایچ۔ جی۔ ویلز اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کا منکر ہے لیکن اشاعت اسلام کی ترقی کا تجزیہ کرتے میں اس کو لکھنا پڑا کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام میں بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ تعلیمات ہیں۔ جب اس کی تبلیغ شروع ہوئی تو معاشرہ میں ظلم و ستم کا دور دورہ تھا جس سے سوسائٹی دب کر رہ گئی تھی۔ اسلام نے ایک ایسا معاشرتی نظام پیش کیا جس سے معاشرتی ستم آرائی ختم ہو گئی۔ اسلام کے معاشرہ میں لطف' مہر اور محبت ہے یہی ایک تنہا خصوصیت نہیں بلکہ قرآن کے ذریعہ سے اس نے توحید کا جو تخیل پیش کیا وہ یہودیوں سے بالکل مختلف تھا' عیسائیت نے اس تخیل کو اتنا گنجلک بنا دیا کہ اس سے صرف تفرقہ ہی پیدا نہ ہوا بلکہ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کی اسپرٹ ہی جاتی رہی۔ ملاحظہ ہو (اسلام اور رواداری/ صباح الدین عبدالرحمن ار۲)

ہندو شاعر منشی ۔ششور پرشاد

ہندو شاعر منشی ۔ششور پرشاد نے نبی اکرمؐ کی شان بابرکات میں نعتیہ کلام کہا جس کے چند اشعار میں انہوں نے دین اسلام کی اشاعت اور اس کی وسعت بیان کرتے ہوئے اعتراضات و شبہات کا واشگاف الفاظ میں ازالہ کیا چنانچہ وہ کہتے ہیں!

سرزنش کافر کی اور اسلام ناممکن ہے یہ
ہو دل آزاری سے اس کو کام ناممکن ہے یہ
دے کسی کو موت کا پیغام ناممکن ہے یہ
ہاتھ میں ہے تیغ خون' آشام ناممکن ہے یہ

مذہبی دیوانگی اسلام کا عنصر نہیں
عقل پر مبنی کرتا ہے جنوں پرور نہیں
قلب کے جذبات حیوانی کا یہ مظہر نہیں
نفس کے افعال شیطانی کا یہ مصدر نہیں
اور جو قائل ہے اس کا وہ مسلماں ہی نہیں
بندہ اسلام ہو کیسے جو انساں ہی نہیں

ہو بنا نفرت پہ جس کی یہ وہ مذہب ہی نہیں
دوسروں سے ترک الفت اس کا مطلب ہی نہیں
خون کافر پر نہیں حصر و قیام اسلام کا
اس سے مستحکم نہیں ہرگز نظام اسلام کا
حب عالمگیر سے چمکا ہے نام اسلام کا
ورنہ میں کرتا نہ ہرگز احترام اسلام کا

(نور سخن مولفہ نور احمد میرٹھی)

جان بیگٹ (المعروف جنرل گلب پاشا) (John Bagot)

جان بیگٹ المعروف "جنرل گلب پاشا" ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب ممالک میں رہے۔ اس دوران انہیں اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقعہ فراہم ہوا۔ تب انہوں نے نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب <The life and times of Muhammad> لکھی، چنانچہ اس کتاب میں موصوف آخری باب میں دین اسلام کی اشاعت اور حیرت انگیز ترقی پر تفصیلی تبصرہ اور اسلام کی اشاعت کے حقائق و اسباب بیان کرتے ہوئے "اسلام کا پھیلاؤ۔ بحیثیت مذہب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

ایسے مادی زمانے میں جبکہ ہر چیز کو سائنس کے علم اور حساب و کتاب کی ترازو میں تولا جاتا ہے۔ ہمیں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے۔ ہر حرکت کا ایک سبب ہوتا ہے۔ جب عمل اور ردعمل اور حرکت اور اس کے سبب میں تناسب قائم کر لیا جاتا ہے، اس کی وجہ معلوم کر لی جاتی ہے، تو مسئلہ کے حل کرنے میں آسانی خود بہ خود ہوتی ہے۔

تاریخ میں انسان کی شروع کی ہوئی جتنی تحریکات کا ذکر ہے بد قسمتی سے شاید ہی ان تحریکات کو کسی ایک مقصد یا منشاء سے متعلق کیا جاسکتا ہے۔ انسانی زندگی بڑی ہی پیچیدہ رہی ہے۔ مختلف نقاط نظر اور مختلف فکر و عمل کے حامل انسانوں کے کارناموں پر تبصرہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ ان کے عمل اور رد عمل کو سامنے رکھ کر کوئی واضح نتیجہ اخذ کرنا تقریباً" ناممکن ہے۔

جب ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ حضورؐ کے انتقال کے بعد اسلام نے جو عالمگیر صورت اختیار کر لی تھی اس کے کیا اسباب تھے تو اس سوال کا جواب ایک دو اسباب کی صورت میں بیان کر دینا سوال کی اہمیت کو گھٹا دینا ہے اور جواب کی حد سے زیادہ آسان صورت دے کر سوال کرنے والوں کے ذہنوں میں ایک غلط تاثر پیدا کرتا ہے۔

یہ سوال اتنی زیادہ بار دہرایا گیا ہے کہ ہم کو بہرحال اس کا جواب دینا چاہئے۔ بہتر ہو گا کہ ہم اس موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کریں۔

پہلے حصے میں عربوں کا اسلام قبول کرنا بیان کریں گے۔ دوسرے حصے میں غیر ممالک میں اس مذہب کی اشاعت اور اس کے پھیلاؤ کا ذکر کریں گے۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ حضورؐ کی زندگی ہی میں دس ہزار سے زیادہ لوگوں نے آپ کی تعلیمات کو دل و جان سے قبول کیا تھا۔ حضورؐ کی تبلیغ اور آپ کے ارشادات کے وہ قائل ہو گئے تھے۔ اپنے آپ کو اسلام کے لئے وقف کر دینے والوں میں اکثریت یا تو مکے کے لوگوں کی تھی یا پھر مدینہ کے۔ ساتھ ساتھ وہ قبیلے بھی تھے جو ان دونوں مقامات کے قرب و جوار میں آباد تھے اور جو ایمانی جوش و جذبے سے معمور تھے۔

(۱) ہم یہ مانتے ہیں کہ اسلام کی کامیابی اور ترقی کا پہلا سبب حضورؐ کی ذات گرامی تھی۔ اسلام کی اشاعت اور اس کی روزافزوں کامیابی کا سہرا حضورؐ کی اس صلاحیت کے سر ہے جس کو کام میں لاکر آپ نے لوگوں کے دل موہ لئے تھے آپؐ نے لوگوں کے دلوں کو اس طرح سے اپنی طرف کھینچ لیا تھا کہ زندگی میں جو بھی ایک بار آپؐ کا ہو گیا وہ پھر آپؐ کے دائرہ اثر سے باہر نہیں نکلا۔

(۲) اسلام کے تیزی سے پھیلنے کا دوسرا سبب مقامی عربوں کی بھرم بھاری اور پتارا خالی والی روش تھی۔ ان کے عقائد اتنے کمزور تھے اور ان میں اتنا زیادہ خلاء تھا کہ ان کی یہ کمزوری اسلام کے پھیلنے میں بڑی مددگار ثابت ہوئی۔ ان بت پرستوں اور بے دینوں کے ہاں نہ اپنے مذہب کی اہمیت تھی اور نہ ہی وہ اسے اہمیت دیتے تھے۔ عرب بت پرستی کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ کوئی ایسا محافظ یا سرپرست نہیں تھا جو بت پرستی کی بقاء کے لئے سینہ سپر ہو کر میدان میں آتا۔ نہ ان میں کوئی تنظیم تھی نہ ہی آپس میں اتحاد و اتفاق۔ جو لوگ ان میں تجارت پیشہ تھے اور تجارتی سفر کے دوران عیسائیوں' یہودیوں اور آتش پرستوں سے ملتے تھے جب وہ اپنے مذہبی اصول و عقائد کا مقابلہ اہل کتاب کے مذاہب سے کرتے تو اپنے مذہب کو مسخرا پن قرار دیتے۔ اس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ پورے عرب میں کوئی ایک عرب بھی ایسا نہیں نکلا جس نے اپنے بتوں

کی حفاظت اور مدافعت کی خاطر اپنی جان کی قربانی دی ہو۔ ان کی خاطر تلوار اٹھائی ہو یا بتوں کی خاطر جام شہادت پیا ہو۔ عربوں کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور مجبوری رکھی' بتوں کی داستانیں ان کے سامنے اس لئے دہرائی گئیں کہ وہ اپنے پس منظر سے واقف ہوں۔ روحانیت کی طرف مائل ہوں۔ زندگی کے اعلیٰ اقدار سے شناسا ہوں۔ بجائے بتوں کو اہمیت دینے کے ان کو اپنی آپ پہچان کے لئے کہا گیا۔ حضورؐ کی وحدانیت کی تعلیم اتنی ارفع و اعلیٰ تھی کہ اس کا مقابلہ کعبے کے بتوں کو پوجنے سے کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ہر وہ شخص جس میں تھوڑی بہت بھی سمجھ تھی وحدانیت کی تعلیم کو سمجھنے لگا تھا۔ عجیب بات ہے کہ عربوں میں سے کسی نے بھی اپنے بتوں کی مدافعت کے لئے تلوار نہ اٹھائی اس کے باوجود وہ اپنے پرانے اور رومانی رسم و رواج کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ جب ان سے بت پرستی چھڑوانے کی کوشش کی گئی تو ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ جب ایک مرتبہ تمام قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر اسلام اور قبیلہ داری وفاداری کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا نہیں ہوا۔ عربوں اور اسلام میں مکمل سمجھوتہ ہو گیا۔ ہر عرب قبیلہ مسلمان تھا اور ہر عرب کسی نہ کسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب بات یہاں تک آپہنچی تو کوئی سبب نہ تھا کہ اسلام عربوں کی خوبیوں کی مخالفت کرتا۔

(۳) عربوں میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کا تیسرا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کے انتقال کے بعد سب ہی قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ پرانی رقابت جو اسلام سے وفاداری اور قبیلہ وارانہ وفاداری کے درمیان چلی آرہی تھی وہ اب مفقود ہو چکی تھی۔

(۴) چوتھا سبب یہ رہا کہ جیسے ہی بیزنطینیوں کے خلاف عربوں نے جنگ شروع کی آپس کے اختلافات کو ختم کر دیا۔ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے وہ بھی دب گئے۔ غیر مسلموں سے جنگ اب ان کے جذبات کو ابھارنے لگی۔ ان میں جوش و ولولہ پیدا کرنے لگی۔ جنگوں میں ان کی روحانیت کا عنصر نظر آنے لگا آپس کی قبیلہ وارانہ جنگوں سے زیادہ کشش اب انہیں غیر مسلموں کے خلاف جنگ کرنے میں نظر آنے لگی۔

جو لوگ کل تک بتوں کی پوجا کرتے تھے' زندگی کے مقصد سے نا آشنا تھے آج ان کو مذہب کے نئے تصور سے نوازا گیا۔ اس خدا کا تصور دیا گیا جو یکتا ہے' عظیم ہے' قہار اور جبار ہے جس کی ساری دنیا پر حکومت ہے۔ ساری کائنات پر حکومت ہے۔ خدائی کے اس تصور نے ان کی جذباتی دنیا میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ سونے پر سہاگہ ان کے ذہنوں میں یہ خیال بھی جم گیا کہ پروردگار نے ان کو اس لئے ایمان سے نوازا کہ وہ ساری دنیا کو فتح کریں۔ کائنات پر حکمرانی کریں۔ اس نئے نظریے اور نئے تصور نے عرب کے سیدھے سادے لوگوں کی روحوں میں ایک برقی رو دوڑا دی تھی۔

رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد عرب قبائل نے حقیقتہ طور پر اس نظریے کو اپنایا کہ وہ خدا کے نائب ہیں۔ دنیا پر حکومت کرنا ان کا حق ہے۔ نیابت الٰہی کے نظریے کی بدولت وہ ہر موقع پر فاتح رہے۔ فتح و نصرت ہمیشہ ان کا ساتھ دیتی رہی۔

بدر' احد اور حنین میں ایک عرب دوسرے عرب سے لڑ رہا تھا۔ وہ آپس ہی میں برسرپیکار تھے۔ مسلمان اپنے مذہب کی خاطر لڑ رہے تھے۔ ان کا منشاء تھا کہ قدیم رومانی زندگی کا' جس کے وہ عادی ہو چکے تھے خاتمہ کر دیا جائے۔ جیسے ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا اب وہ یونانیوں اور ایرانیوں کے مقابلے پر اتر آئے۔ صورتحال نے پلٹا کھایا۔ اب قدیم اور رومانی طرز زندگی کا خاتمہ کرنا نہیں تھا بلکہ لڑنا اللہ کی راہ میں تھا۔ عربوں کی روایتی اور تاریخی بہادری اب اسلام کی خدمت بجا لا رہی تھی۔

(۵) عرب میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کا پانچواں سبب ان کی مسلسل کامیابیاں رہیں۔ دنیا میں کامیابی سے بڑھ کر کوئی اور نشہ نہیں ہوتا۔ معمولی اور سادہ زندگی بسر کرنے والوں نے اب اپنے اللہ سے یہ امید لگا رکھی تھی کہ وہ اپنے ایماندار اور اطاعت گزار بندوں کو اسی دنیا میں انعام و اکرام سے نوازے گا۔ توریت میں بھی بارہا اس عقیدہ اور ایقان کا ذکر آچکا ہے۔ موسیٰؑ کی قوم اپنے خدا سے توقع رکھتی تھی کہ وہ ان کو فتح سے نوازے گا۔ رسول اللہؐ کا بھی عقیدہ اور ایمان تھا کہ صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی نوازے گا اور آخرت میں بھی۔

(۶) عرب میں تیزی سے اسلام پھیلنے کا چھٹا سبب یہ تھا کہ وہاں کے لوگ اس پیغام کے اہل تھے۔ زمانہ اس کے لئے سازگار تھا۔ . . . . . . قرآن عربی میں اتارا گیا ہے۔ قرآن کے عربی میں نازل ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ بھی سمجھ لیا کہ یہ خدا کی زبان ہے۔ جنت میں خدا عربی زبان ہی میں لوگوں سے ہمکلام ہوگا۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ اسلام مشرق و مغرب میں تیزی سے جو پھیلا وہ خط استوا کے شمال میں ۱۵ اور ۳۵ درجہ کے عرض البلد میں دونوں طرف یکساں طریقے سے پھیلا۔ اس حصے میں ریگستان کا ایک لمبا سلسلہ چلا گیا ہے۔ مراکش سے لے کر پاکستان تک۔ اس حصے کا درجہ حرارت خط سرطان اور خط جدی سے بالکل مختلف ہے۔ غالباً" ریگستانی علاقوں میں جو لوگ پیدا ہوتے ہیں وہ بہت ہی سادہ لوح اور سیدھی سادی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ افریقہ کے باشندوں نے بڑے ہی جوش و خروش سے اسلام کو قبول کیا۔ عربوں سے اخلاقی اور سماجی اعتبار سے رشتہ ناتا نہ ہونے کے باوجود انہوں نے عربوں کے مذہب کو خوش آمدید کہا۔

جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کے اسباب جو اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ بہت سوں کے لئے یقیناً" قابل قبول ہوں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا تھا جو غیر عرب ممالک میں رہا کرتے تھے اور اس سرعت کے ساتھ اسلام کو قبول کرتے جا رہے تھے۔ یہ سوال اپنی جگہ اور بھی اہمیت اختیار کر لیتا ہے جب ہم ان ممالک کے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اپنی ہزاروں سالہ تہذیب و تمدن اور ثقافت پر ناز تھا۔ جو ایک حد تک وحدانیت پر بھی یقین رکھتے تھے۔

دلچسپ ترین بات ان فتوحات میں یہ رہی کہ مفتوحہ اقوام کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے مسلمانوں نے کبھی مجبور نہیں کیا۔ کہیں بھی مجبور نہیں کیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے عیسائیوں اور یہودیوں کو

جبراً" مسلمان بنانے کی کبھی بھی وکالت نہیں کی تھی۔

حضورؐ کے انتقال کے دو سال بعد حضرت ابوبکرؓ جب شام پر حملہ کرنے کا حکم دے رہے تھے اپنی فوجوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا "انصاف سے کام لو۔ عقیدے اور ایمان میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ بچوں کو نہ مارو۔ ضعیفوں اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ پھل دینے والے درختوں کو نہ کاٹو۔ اگر تمہارا گزر دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں کی طرف سے ہو تو ان عبادت خانوں میں جو لوگ عبادت کر رہے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

جن لوگوں کو مفتوح یا مغلوب کیا گیا ان کے سامنے دو صورتیں رکھی گئیں۔ اسلام یا تلوار۔ مجھے اس سے اختلاف ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے عرب کو چھوڑ کر اسلام اور تلوار کا فارمولا جس طریقے سے استعمال میں لایا گیا وہ یہ تھا کہ دشمن کو جب اسلام کی اطاعت کے لئے کہا جاتا تھا ان کو تلوار دکھائی جاتی تھی جب دشمن ہتھیار ڈال دیتے تھے تو تلوار نیام میں رکھ لی جاتی تھی۔ دشمنوں سے ہتھیار ڈلوانے کے لئے تلوار دکھائی گئی۔

میرا یہ بیان مزید تشریح طلب ہے۔ سب سے پہلی بات جو ہمیں یاد رکھنی چاہئے وہ یہ کہ دشمن جیسے ہی مغلوب ہو جاتے تھے اور اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جاتے تھے ان کو فاتحین کی برابری حاصل ہو جاتی تھی۔ فاتح اور مفتوح میں پھر کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا تھا۔ یہ ایک ایسی خاص بات تھی جو کشادہ دلی اور وسعت قلبی کی بہترین ترجمانی کرتی تھی۔ تاریخ عالم میں ایسی مثال نایاب ہے کہ جس میدان پر لڑائی ہوئی ہو عین اسی جگہ کسی فاتح نے مفتوح کو اپنے برابر کا مقام دے دیا ہو۔

جزیہ

مختلف دور میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے جزیے وصول کئے گئے جزیے کی متعینہ رقم میں حالات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے ہمارے واسطے یہ مشکل ہے کہ جزیہ کی شرح کو یہاں پاؤنڈ اور پنس کے حساب سے پیش کریں۔ عام طور پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر آدمی کو دو پاؤنڈ یا ۵ ڈالر جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اگر اس کا پانچ یا دس گنا بھی انہیں دینا پڑتا تو یہ اتنی بڑی رقم نہیں تھی کہ وہ ادا نہ کر سکتے ہوں۔ یہ جزیہ صرف مردوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ محتاجوں' راہبوں اور چرچ میں رہنے والوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ جزیے سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے تھے اس معمولی اور حقیر رقم کو جزیے کے طور پر ادا کر دینے کے بعد عیسائی اور یہودی فوجی خدمات کی ادائیگی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کر لیتے تھے صرف مسلمانوں کے فرائض میں فوجی خدمات شامل تھیں۔

جزیے کے طور پر ایک معمولی رقم ادا کر دینے کے بعد فوجی خدمات سے چھٹی پا جانا یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے واقعی ایک سستا سودا تھا۔ جزیہ وصول کرنے کے بعد مسلمانوں کا یہ فرض بن جاتا تھا کہ عیسائیوں اور

یہودیوں کے جان و مال کی حفاظت کریں۔ مسلمانوں کے ذمے فوجی فرائض کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی تھا۔ یہودی اور عیسائی زکوٰۃ سے مستثنیٰ تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ خاصی رعایت کی جاتی تھی۔ مالی اعتبار سے بھی ان کا جزیہ مسلمانوں کی زکوٰۃ کے مقابلے میں انفرادی طور پر بہت ہی کم ہوتا تھا۔

خالد بن ولیدؓ نے حبشہ کے شہریوں کے ہتھیار ڈال دینے کو قبول کر لینے کے بعد ان کو اپنے خط میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو تمہارے لئے جزیہ واجب الادا ہو گا۔ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکیں تو تم کو جزیہ دینے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے حفاظت کرنے کے فرض کو انتہائی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ نبھایا۔ ۶۳۵ء میں انہوں نے دمشق پر قبضہ کیا۔ شام کے ایک بڑے حصے کو بغیر لڑائی کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ وہاں کے عیسائیوں سے جزیہ وصول کیا۔ مسلمانوں کے اس قبضہ کرنے کے دوسرے ہی سال بیزنطینیوں کی ایک تازہ دم فوج نے عربوں کو شام چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ شام چھوڑنے سے پہلے مسلمانوں کے کمانڈر ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ جن ذمیوں سے جزیہ وصول کیا ہے وہ سب کا سب ان کو لوٹا دیا جائے۔ ابوعبیدہؓ نے کہا کہ عربوں نے یہ جزیہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے میں وصول کیا تھا۔ اب چونکہ مسلمان شام کے ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کرنے کے موقف میں نہیں ہیں اس لئے جمع کیا ہوا جزیہ واپس کردیا جائے۔

"مجھے یاد نہیں پڑتا کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی واقعہ اس نوعیت کا ہو کہ کسی حکومت نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہ ہو سکنے کی وجہ سے عوام سے وصول کئے ہوئے ٹیکس کو عوام میں پھر سے لوٹا دیا ہو۔"

آغاز اسلام سے قبل صحرائے شام کے بہت سے بدوی قبائل عیسائیت کو اپنا مذہب بنائے ہوئے تھے۔ جب مسلمانوں نے شام اور عراق پر حملہ کیا تو شام کے یہ عیسائی عرب مسلمانوں کی طرف سے لڑنے لگے اس لئے کہ ان کا طرز زندگی عربوں سے ملتا جلتا تھا۔ ان کی زبان عربی تھی۔ جب مسلمانوں کی طرف سے اہل کتاب بھی جنگ میں حصہ لیتے تو ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو اپنا مذہب بدلنے کے لئے بھی نہیں کہا جاتا تھا۔

اسلام اور رواداری

مفتوحہ نسلوں کے تعلق سے عربوں کا رویہ ہمیشہ رواداری اور لطف و کرم کا رہا۔ مفتوحہ اقوام کی جان و مال کی حفاظت مسلمان کیا کرتے تھے۔ مفتوحہ اقوام کے قابل افراد کو مختلف فرائض منصبی پر فائز کرتے تھے۔ ان کو اچھی ملازمتیں دی جاتی تھیں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو کبھی بھی دق نہیں کیا گیا۔ غیرضروری طور پر

مسلمانوں نے ان کو تنگ نہیں کیا۔ یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے زیادہ مالدار رہے۔

مسلمانوں کا سیدھا سادا فارمولا جو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شکل میں ہے۔ مسائل کو خود بخود حل کر دیتا ہے۔ جیسے ہی غیر مسلم اس کلمے کو ادا کر دیتے تھے۔ فاتحین کی صف میں شامل کر لیے جاتے تھے۔

ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ عربوں کی ابتدائی فتوحات میں مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کو تلوار کے زور سے مسلمان بنانے کی قطعاً" کوئی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں نے تلوار کے ڈر سے اپنا مذہب تبدیل کیا۔

شام فتح ہو جانے کے بعد کئی نسلوں تک شام کے عیسائی اپنے ہی مذہب پر قائم رہے۔ لبنان میں آج تک عیسائی رہتے آرہے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ نصاریٰ اور یہود کو اس بات تک کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ پر اپنے مذہبی قانون کا اطلاق کریں۔ اپنے تنازعات کے فیصلوں کے لئے حاکمانہ عدالت کا اپنی برادری میں سے انتخاب کریں۔

مسلم نظریات کی رو سے تمام قانون مذہب سے جنم لیتے ہیں۔ قانون کی اساس مذہب ہی فراہم کرتا ہے۔ مذہب ہی کے سرچشمے سے قانون کی ندیاں بہتی ہیں مسلمانوں کے اپنے قانون کا ماخذ قرآن اور احادیث ہیں۔ اسی لئے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یہ ضروری قرار نہیں دیا گیا کہ وہ اسلامی قانون پر عمل پیرا ہوں۔ چونکہ عیسائیوں اور یہودیوں کو جبرا" مسلمان بنانے سے احتراز کیا گیا' اسی منطق کے پیش نظر ان پر اسلامی قانون کے اطلاق کی بھی شرط نہیں رکھی گئی۔

ہر مذہب اپنے بنیادی عقیدے اور ایمان کی روشنی میں اپنے قانون آپ مرتب کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عربوں نے تو اپنے مفتوحہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا تھا اس کے باوجود شام اور مصر کے یہودیوں اور عیسائیوں نے مخالفت کیوں نہیں کی۔ مسلمانوں کو ان کی مخالفتوں کا سامنا آخر کیوں نہ کرنا پڑا؟

اس کا پہلا سبب تو بیز نطینی چرچ کی تنگ نظری رہی۔ بیز نطینی ایک ہزار سال تک شام کے لوگوں کا خون چوستے رہے۔ ان کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے رہے۔ شام کے شہروں میں رہنے والوں کی بڑی اکثریت یونانیوں پر مشتمل تھی یا یونانی خون اپنی رگوں میں لئے ہوئے تھی۔ شام ہمیشہ سے شرانگیزیوں کا گہوارہ بنا رہا۔ فرقہ بندی' خفیہ جماعتوں اور مذہبی اور سیاسی گٹھ جوڑ کا وہ عرصے سے گڑھ رہا ہے۔ ساتویں صدی کا یہ ملک آج سے یا اپنے زمانے سے پہلے کے شام سے مختلف نہیں تھا۔ ان کا کام ہی یہ ہوتا تھا کہ ہر شرانگیزی کی سرپرستی کریں۔ مختلف دھڑے بندیوں میں جی کھول کر حصہ لیں۔ مختلف قسم کے عقائد کی اپنے ملک کو آماجگاہ بنائیں۔

بیز نطینیوں نے رواجی چرچ کے ساتھ اپنا ناتا جوڑنا چاہا۔ جو عیسائی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔

مسلم حملہ آور یونانی کج بحثوں سے بہت مختلف تھے۔ انہوں نے عیسائیوں سے رواداری برتنے کا وعدہ کیا۔ اپنے برابر سمجھنے کا وعدہ کیا۔ وہ عیسائی جنہوں نے اپنے آپ کو رواجی چرچ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا تھا اب وہ مسلمانوں کے عدل و انصاف' رواداری اور مساوات کے گن گانے لگے۔ یہی وہ عیسائی تھے جو اپنے ہی ملک میں اپنے ہم مذہبوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے تھے اس ظلم و ستم سے بچنے کی خاطر عوام مسلمانوں سے عدل و انصاف اور رحم و کرم کی امید باندھنے لگے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی امیدوں کا پاس رکھا۔ ان کے ساتھ انتہائی رواداری اور مذہبی غیرجانبداری کا سلوک کیا۔

عرب خلفاء کے زمانے میں عیسائیوں کی قسمت کا ستارہ بڑے ہی عروج پر رہا۔ دربار میں اہم مناصب ان کو دیے جاتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کے اہم کام ان کو تفویض کئے جاتے تھے۔ دربار کے حکیم اور اطباء یہ ہوتے تھے۔ شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک بڑا سہارا ثابت ہوئے۔ پروفیسر آرنلڈ کے الفاظ میں عیسائیوں کا مسلمانوں کی طرفداری کرنا۔

"یونان کے مذہبی عالموں اور ماہرین الہیات کی خالی خولی دینی بکواس کے خلاف ایک بغاوت تھی۔"

یہ صحیح ہے کہ فتوحات کے ابتدائی زمانے میں جبکہ مسلمان سراپا جوش و جذبہ کے پیکر ہوا کرتے تھے اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ عیسائیوں کو اسلام کی طرف راغب کریں۔

اسلام کی سب سے بڑی خوبی اس کی سادگی ہے۔ ان پڑھ لوگوں کے لئے تو اسلام کی سادگی ایک نعمت ہے۔ رواجی چرچ اپنے مذہبی عقائد و مسائل میں بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی عقائد کی سادگی اسلام کی فوری قبولیت کا باعث بنی۔

بہت سے یورپین کی نظروں میں اسلام ایک ایسا گھناؤنا مذہب ہے جس میں دنیا بھر کی برائیاں جمع ہیں۔ ان کی نظر میں یہ ایک تکلیف دہ مذہب ہے۔ ظالم ہے۔ وحشیانہ عقائد کا حامل ہے۔ انتہاپسندوں کی آماجگاہ ہے۔ ایک ہاتھ میں تلوار ہے تو دوسرے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا ہے جس پر ہلال کی شکل اتری ہوئی ہے۔

اسلام یا مسلمانوں کے تعلق سے جو تصور باندھا گیا ہے۔ وہ صرف گذشتہ بیس برس کی پیداوار ہے۔ گذشتہ بیس برس سے مغربی اقوام کے ذہنوں میں مسلمانوں کے تعلق سے اس قسم کا خاکہ بننے لگا۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ بحیرہ روم کے سیاست دانوں نے خصوصاً" مصریوں نے اسرائیل کو صفحہ ہستی سے ختم کردینے کی دھمکیاں دے رکھی ہیں۔

صرف وہی لوگ حقیقت سے روشناس ہو سکتے ہیں جن کو کئی سال تک اسلامی ملکوں میں رہنے کا موقع ملا ہو جو لوگ روانی کے ساتھ عربی میں بات چیت کرسکتے ہیں۔ وہ میرے اس تاثر کی تصدیق کریں گے کہ عرب بڑے ہی شریف النفس ہوتے ہیں۔ ہمدرد ہوتے ہیں۔ ملنسار ہوتے ہیں۔ برابری اور مساوات ان کے معاشرے کی روح و رواں ہے۔ ان کی خوش طبعی اور زندہ دلی' اپنے ہمسایوں کا خیال اور ان کی مدد۔ ان کی عورتوں کے اخلاق حسنہ' ان کی اپنے بچوں سے محبت' یہ ساری باتیں مسلمانوں کے ایک ایسے معاشرے کی

تشکیل کرتی ہیں۔ جس سے انس ہونے لگتا ہے۔

حضورؐ کے انتقال کے بعد اسلام کے تیزی سے پھیلنے کے اسباب وعوامل پر ہم نے روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔ اپنی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کے جو اسباب رہے ان کے پیش نظر قطعیت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ طاقت اور تلوار کے استعمال سے اسلام نہیں پھیلا۔ جنگی اور فوجی مہموں نے اسلام کی اشاعت نہیں کی۔ اسلامی جنگیں کبھی بھی اسلام کو تیزی سے پھیلانے کا واحد اور بڑا سبب نہیں بنیں۔

ہم اس موضوع پر اختصار کے ساتھ ہی قلم اٹھا سکتے ہیں۔ لکھا تو بہت کچھ جا سکتا ہے لیکن ہم نے کوشش کی ہے کہ مختصرا" آپ کے سامنے اسلام کی اشاعت کے اسباب و علل پیش کریں۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے تلوار استعمال کی گئی جزوی طور پر اپنے اندر صداقت رکھتا ہے۔ اگر عرب فتوحات عمل میں نہ آتیں تو ایک بڑی تعداد میں مسلمان اسپین' مراکش' ایران اور ہندوستان میں نہ پہنچے ہوتے۔ جب ایک مرتبہ عربوں نے دوردراز کے ملکوں میں اپنے قدم جما لیے تو اس کے بعد انہوں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ یہودیوں' عیسائیوں اور آتش پرستوں کو اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کو کہیں۔ اس کے برخلاف ان عرب فاتحین نے اپنے مفتوحین کے ساتھ انتہائی رواداری کا سلوک کیا۔ مفتوحہ اقوام نے مسلمان فاتحین کے اس رویے کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ مراکش سے لے کر شمالی ہندوستان تک جو ریگستان کا سلسلہ چلا گیا ہے ان علاقوں میں رہنے والوں کے لئے سیدھی سادی اسلامی تعلیمات بڑی ہی پرکشش اور موزوں ثابت ہوئیں۔ انہوں نے اس مذہب کو اپنے لئے انتہائی موزوں اور مناسب سمجھا۔

شام اور مصر میں ایک عیسائی فرقے نے دوسرے عیسائی فرقے پر جو ظلم و ستم کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اس کی وجہ سے ان دونوں ممالک میں رہنے والوں نے اسلامی آغوش میں پناہ لینے کو ترجیح دی۔

باوجود ان ناقابل تردید تاریخی حقائق کے مغربی مصنفین اب بھی یہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت تلوار کے ذریعے ہوئی۔ یہ مصنفین اپنی ہٹ دھرمی کو برقرار رکھنے کے لئے ان قتل و غارتگریوں کا حوالہ دیتے ہیں جو وقتا" فوقتا" تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں نے کیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی وارداتیں اتفاقی رہی ہوں اس قسم کی وارداتوں میں عباسیوں کا بیزنطینیوں کے ساتھ سلوک یا سلجوق ترکی یا تیمورلنگ کا طریقہ کار یا انیسویں صدی میں عثمانیوں کا آرمینیہ کے لوگوں پر ظلم و ستم۔ اسی قسم کی چند ایک باتیں ان کے پیش نظر رہتی ہیں۔

چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں سے چن چن کر چند حادثات اور واقعات کو بطور شہادت پیش کرنا ہی ٹھہرا تو پھر مسیحیت کی تاریخ بھی اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں عیسائیوں نے بھی دوسرے اہل مذاہب کے قتل عام کیے ہیں ان کو بھی بطور

ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۹۹ء میں مسیحیوں نے پہلی مرتبہ جب یروشلم کو اپنے قبضے میں لیا تو مدافعت کرنے والے بہت سارے مسلمانوں کا انہوں نے قتل عام کیا۔ ۱۱۹۱ء میں رچرڈ نے دو ہزار سات سو مسلمانوں کو قیدی بنایا۔ انتہائی سرد مہری کے ساتھ ایک قصاب کی طرح ان سب کے گلے کاٹ دیے۔

۷۱۲ء میں جب مسلمانوں نے اسپین پر قبضہ کیا تھا تو مفتوحین کو اپنے مذہب پر عقیدہ و عمل کی پوری آزادی دی تھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو صرف جزیے کی ادائیگی کے لئے کہا گیا تھا۔ مسلمانوں کے برخلاف سولہویں صدی عیسوی میں جب عیسائی حکمران پھر سے اسپین میں برسراقتدار ہوئے تو انہوں نے قتل و غارت' ظلم و ستم' قید و بند اور مسلمانوں پر وحشت انگیزی کے وہ بازار گرم کیے کہ خدا کی پناہ۔ نہ صرف یہ سب کچھ کیا بلکہ تیس لاکھ مسلمانوں کو اسپین سے نکال دیا۔ مسلمانوں کو نکال کر ہی عیسائیوں نے اسپین میں دم لیا۔

اس قسم کی بحثوں کے وقت بڑا ہی مغالطہ ہوتا ہے۔ وہی وقت پیش آتی ہے کہ کون سے عمل کا کون سا ردعمل ہے کس اثر کا کیا سبب تھا۔ انسانی معاملات ہمیشہ سے بڑے ہی نازک اور پیچیدہ واقع ہوئے ہیں۔ مسیحیوں نے مسلمانوں کا قتل عام اس لیے نہیں کیا تھا کہ ایسا کرنا ان کے مذہب کی رو سے جائز ہے یا عیسائیت نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اس قتل عام کی تہ میں اگر غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ گیارھویں صدی عیسوی میں شمالی مغربی یورپ کے رہنے والے نیم وحشی تھے اس لئے نیم وحشی عیسائیوں نے یروشلم کے مسلمانوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا۔

تیمور لنگ نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ بغداد اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں رہنے والوں کو روئے زمین سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ اسلام ایسا کرنے کی تو اجازت نہیں دیتا ہے چونکہ تیمور اور اس کے سارے ساتھی نیم وحشی تھے اس لئے انہوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر انسانیت کا بے دردی سے خون بہایا۔

ان تاریخی واقعات کو بحث میں لاتے ہوئے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے ان لوگوں کے درمیان ایک حد قائم کریں جو کسی بھی مذہب سے وابستہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہم کو دو قسم کے لوگ ملتے ہیں۔ ایک تو وہ معدودے چند ہوتے ہیں جو اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات سے واقف ہوتے ہیں۔ شریعت اور طریقت کا ان کو علم ہوتا ہے۔ صدق دل سے وہ اپنے مذہبی احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اسی مذہب کے ماننے والوں میں اکثریت ان کی ہوتی ہے جو مذہب کا لیبل اپنے آپ پر لگا لیتے ہیں۔ چونکہ ان کی پیدائش ایک عیسائی یا مسلم گھرانے میں ہوئی ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو عیسائی یا مسلمان سمجھتے ہیں ان کے نام چونکہ عیسائی یا مسلمان جیسے ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے آپ کو نام کے مطابق مذہب سے وابستہ کرتے ہیں۔

اگر کوئی یورپ میں عیسائی خاندان میں پیدا ہو جاتا ہے تو عیسائی کہلاتا ہے۔ ایشیا کے کسی مسلم گھرانے میں

پیدائش ہو تو مسلمان کہلاتا ہے۔

چند سال پہلے میری حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مجھے اپنے ایک یہودی دوست کا خط ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ عیسائیت ہمیشہ سے ایک ظالمانہ اور بہیمانہ مذہب رہا ہے۔ میری آنکھوں کو مشکل ہی سے اس عبارت کا یقین آیا۔ میں یہ سمجھتا رہا کہ میری آنکھیں مجھے دھوکہ دے رہی ہیں۔

کیا عیسائیوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ امن قائم کرنے والے پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی لئے تو ان کو خدا کے بچے کہا جاتا ہے۔ کیا عیسیٰ مسیح نے یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو۔ اگر وہ تم کو بددعا دیں تو تم ان کے لئے دعا کرو۔ جو تم سے نفرت کرتے ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

آگے چل کر میرے یہودی دوست نے اپنے خط میں اس ظلم و ستم کا ذکر کیا تھا جو یورپ میں عیسائیوں کے ہاتھوں یہودیوں پر ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں آہستہ آہستہ آنے لگا کہ دوسرے مذاہب پر اتہام لگانا کتنا آسان ہے سارے جرائم اور اعمال خبیثہ کا کسی بھی مذہب سے ناتا جوڑ دینا کتنا سہل ہے۔ انجیل میں کسی جگہ بھی ایسا نہیں لکھا گیا ہے جس کی روشنی میں یہ کہا جا سکے کہ یورپ میں یہودیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا ہے وہ انجیل کے احکام کے مطابق ہے۔ یورپ کی جن اقوام نے اس ظلم و ستم کو روا رکھا وہ وحشی تھے۔ ظالم دار جفاکار تھے۔ حریص اور لالچی تھے۔ خبطی اور جنونی تھے انہوں نے جو کچھ کیا وہ سراسر مسیحیت کی تعلیم کے منافی تھا۔ مذہب کے اصولوں کے خلاف تھا۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں بہ حیثیت مجموعی ہمارے لئے سوائے ماننے اور تسلیم کرنے کے کوئی چارہ نہیں کہ اگرچہ اسلام نے جنگیں لڑی ہیں اور بعض حالات میں جنگ کرنے کا حکم بھی دیا ہے لیکن بنیادی طور پر اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا گیا اس کے برخلاف خصوصاً" عرب فاتحین نے اعتدال پسندی سے کام لیا۔ دوسرے مذاہب کے تعلق سے رواداری کا مظاہرہ کیا۔ یقیناً" ان کی فتوحات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا گیا مگر مفتوحہ عوام نے اسلام کو آہستہ آہستہ قبول کیا۔ مفتوحہ اقوام کو ان کا مذہب بدلوانے کے لئے کبھی بھی طاقت اور زور کا استعمال نہیں کیا گیا۔ دیکھئے

"تلخیص"
(محمدؐ رسول اللہ ترجمہ۔۔ The life and times of Muhammad ص ۵۱۸ ۔ ۵۵۱)

اشاعت اسلام پر ایک جرمن کا لکچر

موسیو مونٹینٹ

"موسیو مونٹینٹ" سوئزرلینڈ کی جنیوا یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر تھے' موسیو موصوف نے پیرس کے فرانس کالج میں مختلف اسلامی مسائل پر فرنچ زبان میں سات لکچر دئے تھے' یہ لکچر پیرس کے ۵۷ صفحہ کے ایک رسالہ میں شائع ہوئے' پہلا لکچر اشاعت اسلام پر ہے' دوسرا اصول اسلام پر اور اس میں جو بدعات اور

دیگر مذاہب کے جو رسوم و رواج داخل ہو گئے ہیں' ان کے بیان میں ہے' تیسرے لکچر میں اسلام کے اولیاء اور بزرگان کرام کا تذکرہ ہے' چوتھا اسلامی تصوف' اس کے مختلف سلاسل اور صوفیہ پر ہے' پانچویں لکچر کا موضوع ایران کا جدید بابی فرقہ ہے' چھٹے میں اقوام اسلام کی آئندہ حالت کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے' آخری لکچر میں موسیو مونٹیٹ نے یورپ کو دنیائے اسلام کے ساتھ رابطہ اتحاد مضبوط کرنے کی دعوت دی ہے' موصوف کا پہلا لکچر "اشاعت اسلام" ایک عربی رسالہ میں شائع ہوا جس کا ترجمہ اور تلخیص علامہ سید سلیمان ندویؒ نے کی ذیل میں ہم اس لیکچر کو پیش کر رہے ہیں۔

مسلمان تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں' ان کی ایک کثیر تعداد جرمنی' گریٹ برٹین اور ہالینڈ کی حکومتوں کی ماتحت ہے' اور یہی وہ سلطنتیں ہیں' جن کو مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے' کیونکہ انکے ایشیا اور افریقہ کے مقبوضات میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں' یہ مسلمان تین حصوں میں منقسم ہو سکتے ہیں' اہل ہند' اہل افریقہ' اہل ملایا (جزائر ہند) اس وقت ہم کو خاص طور سے فرانس کے مقبوضات کے مسلمانوں کا تذکرہ مقصود ہے' ہندوستان' جاوا اور سماٹرا کے مسلمانوں کا ذکر ضمناً" آئے گا"

افریقہ کے بربری مسلمان فطری جذبات و عادات' اخلاق کے لحاظ سے ہندوستان' چین اور ملایا کے مسلمانوں سے اسی طرح مختلف ہیں' جس طرح ایشیا' یورپ' امریکہ اور افریقہ کے عیسائی مختلف ہیں' آبادی کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کا اجمالی نقشہ یہ ہے' مسلمان ایشیا اور افریقہ کے بہت بڑے حصہ اور ملایا کے بہت سے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بھی مسلمان باشندوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے' تفصیلی مردم شماری کے لحاظ سے اس وقت تمام مسلمانوں کی مجموعی تعداد بیس کروڑ سے پچیس کروڑ تک ہے' فرانس کے ماتحت افریقہ کے مقبوضات میں ۲۳۱۸۰۰۰ مسلمان ہیں' انگلستان کے زیر حکومت ۶۸۰۰۰۰۰۰ کروڑ مسلمان ہیں' ہالینڈ میں حکومت کے تحت ۳۸۹۳۸۰۰۰ کروڑ مسلمان ہیں' ان میں تقریباً" تین کروڑ جاوا میں ہیں' چین میں مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ ہے' اسلامی ملکوں میں مصر کے سوا اور کسی ملک کے مسلمانوں کی صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں ہو سکی' مصر میں ۱۰۲۶۹۰۰۰ مسلمان ہیں' ممالک عثمانیہ کے باشندے دو کروڑ چالیس لاکھ ہیں' ان میں زیادہ تر مسلمان ہیں' ایران میں ۹۰ لاکھ مسلمان ہیں' مراکش میں بھی کم و بیش مسلمانوں کی تعداد یہی ہے' اسلام دنیا کے جن ملکوں میں پھیلا ہوا ہے انہی میں محصور نہیں ہے بلکہ جس طرح پانی سے لبریز ظروف سے پانی چھلک جاتا ہے' اسی طرح اسلام بھی اپنے خاص مسکن ظہور سے بہت آگے نکل گیا ہے۔

اسلام ابتدا میں جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر جس سرعت سے دنیا میں پھیلا ہے اور پھیلتا جاتا ہے' اور اپنی اشاعت میں وہ جو کامیابی حاصل کر رہا ہے' وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے' اس کے وجوہ و اسباب کی تفصیل میں تمام مورخین سخت حیران ہیں' اور اس میں وہ مختلف الرائے بھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سرعت کے ساتھ مذہب اسلام کی اشاعت کا سبب وہ مناسب وقت ہے جس میں وہ پیدا ہوا' اس وقت دنیا کی حالت ہی ایسی تھی کہ جو مذہب بھی اس وقت پیدا ہوتا اس کو حسب قبول حاصل ہوتا' بعض کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی طبیعت کی سادگی اسلام کی اشاعت کا سبب ہے لیکن اسلام کی اشاعت کی سب سے بڑی وجہ' اسلام کی سنگدلی اور اس کی قوت شمشیر کو بتایا جاتا ہے' لیکن واقعات اس آخری دعوے کی تکذیب کرتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کی اشاعت کے جو مختلف اسباب ہیں' ان پر صحیح طور سے غور نہیں کیا۔

ہمارے نزدیک اشاعت کے صرف دو قوی اسباب ہیں' اول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں کا اخلاص' اعتقادات' مذہب' وحدت' جوش' جس نے چند ہی دن میں بت پرستی کا عرب سے خاتمہ کردیا اسلام ابتدا" اسرائیلی مذاہب کی طرح صرف ایک مذہبی اصلاح یا تجدید کی تحریک سے عبارت تھا لیکن مکہ سے جب مدینہ اس کا مرکز منتقل ہوا تو اس میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوا یعنی وطنیت اور قومیت کا احساس' یہ اسلام کی اشاعت کا دوسرا سبب ہے اسی بنا پر اسلام میں مذہب' تمدن' اور پالیٹکس ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں' جس کا جلوہ اسلامی تمدن میں نہایت صاف طریقہ سے نظر آتا ہے۔ اور انہی تینوں کا اجتماع اس کی اشاعت اور ترقی کا باعث ہوا' اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہی اجتماع اس کے انحطاط و زوال کا بھی سبب ہے۔

اس حقیقت کے جاننے کے بعد مناسب ہے کہ ہم مذہب اسلام کی ہدایات اور قرآن کے مواعظ و حکم کی فتوحات کو اس کے جنگی و فوجی فتوحات سے الگ تصور کریں' مذہب کی اشاعت و ترقی عموماً" پالیٹکس کے ذریعہ ہوتی ہے جس کو تاریخ کا ہر واقف کار اچھی طرح جانتا ہے' لوتھر اور کالون کے ذریعہ مسیحی مذہب میں جو اصلاح اور ریفارم ہوا ہے' اس کے مورخین شہادت دیں گے' کہ پالیٹکس کو پروسٹ مذہب کی اشاعت میں کس قدر قوی دخل ہے' سولھویں صدی کے ریفارمر اور مصلحین یعنی لوتھر اور کالون کے تمام معاصرین بہت صاف وجدان و احساس اور اعلیٰ خیالات کے حامل تھے' لیکن پھر بھی سیاست کی موجوں نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا' بابی مذہب کی اشاعت کی تاریخ میں بھی اس کی مثال موجود ہے کہ روحانی ترقی کو مادی ترقی سے یا مذہب کو پالیٹکس سے کس قدر شدید تعلق ہے۔

اسلام کی سرعت اشاعت کے اسباب کے بیان میں لوگوں نے بہت تکلف سے کام لیا ہے۔ اور ہم نے مذہب کی اشاعت کا جو طریقہ یاد کیا ہے وہ ہر انسانی سوسائٹی میں ظاہر ہے' لیکن انہوں نے اس سے قطع نظر کیا ہے' اور بتایا ہے کہ چونکہ ملک عرب بہت تنگ تھا' جس کی وسعت یورپ کے تین ثلث کے برابر ہے' جب وہاں انقلاب آیا تو وہاں کے لوگوں کو اضطراری طور پر اپنے ملک سے نکل کر دوسرے ملکوں میں پھیلنا پڑا' اسی کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت بھی لازم تھی' وہ جہاں جہاں گئے اپنے ساتھ اسلام کو بھی لے گئے۔

ہم نے اسلام کی اشاعت کے اسباب کے بیان میں اختصار سے کام لیا ہے' ہمارے نزدیک اشاعت اسلام کے قوی اسباب وہی دو ہیں' جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں' یعنی مسلمانوں کا اخلاص اور شدت اعتقاد' لیکن

آج کل بیسویں صدی میں اسلام کی اشاعت میں مذہبی' اقتصادی اور معاشرتی اسباب بھی شامل ہیں۔ مذہبی اسباب پر غور کرتے وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اشاعت اسلام کے لئے مسیحی مشنریوں کی طرح کوئی طریقہ موجود ہے؟ اس کا جواب ہاں اور نہیں دونوں ہے' افریقہ میں مسلمانوں کا صحیح اور حقیقی طریقہ سے اسلامی مشنری کی خدمت انجام دے رہا ہے' اس نے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا لازمی اثر یہ ہے کہ مذہب اسلام کی اشاعت ہو' علاوہ بریں اسلام خودبخود افریقہ میں پھیل رہا ہے کیونکہ بت پرست ممالک میں ہر مسلمان کا وجود بجائے خود داعی الی الاسلام ہے' اسلام کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے' تاجران اسلام جو افریقہ میں آتے جاتے ہیں' وہ بھی اشاعت اسلام میں مستحکم ذریعہ ہیں' حمیت' غیرت اور جوش سے متصف مبلغین اسلام' قبائل اور ممالک کے مناسب حال اقتصادی اور معاشرتی تدابیر بھی اختیار کرتے ہیں۔

افریقہ کے بعض مقامات میں نومسلموں کے لئے مسلمان مشنریوں نے بہت سے گاؤں آباد کئے ہیں' مسلمان مشنری افریقہ میں قحط سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جب کہ زنجبار کے ساحل پر واکمبا میں واقعہ گذرا' ایسے موقع پر وہ اسلام کو نیکی اور احسان کی صورت میں پیش کرتے ہیں' اکثر یہ بھی ہوا کہ مسلمان مشنریوں نے اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا کہ وہ جہاں جائیں اسلام پھیلائیں' طرابلس الغرب اور مصر کی حدود میں واوائی کے غلاموں کو گاؤں والے لوٹا کرتے تھے' محمد بن علی سنوسی نے ان کو خرید لیا' اپنی خانقاہ میں ان کو اسلام کی تعلیم دی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اشاعت اسلام کی خدمت باحسن وجوہ ادا کر سکتے ہیں' تو ان غلاموں کو آزاد کر کے ان کے وطن اصلی میں واپس کر دیا' تاکہ وہ مذہب اسلام کی وہاں اشاعت کر سکیں۔

دوسرے متمدن ممالک و اقوام میں مسلمان مشنری دوسری تدبیریں اختیار کرتے ہیں' اپنی اعلیٰ تعلیم سے وہ اپنے حکام اور افسروں کو رضامند کرتے ہیں' اور عام ہردلعزیزی حاصل کرتے ہیں' اس ملک یا قوم کے مانوس رسوم و عادات سے سکوت کرتے ہیں' ان کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے' غلط مذہبی تخیلات اور مذہبی تہواروں سے چشم پوشی کر لیتے ہیں' اس طرح اس قوم کے افراد کو اسلام بظاہر کوئی نیا مذہب نہیں معلوم ہوتا' اور وہ اس میں رفتہ رفتہ جذب ہو جاتے ہیں' چین کے مسلمانوں کا یہی حال ہے' ان کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ہر قسم کی راہیں کھلی اور سہولتیں حاصل ہیں' وہ اپنی مسجدوں کی عمارتیں' خاص چینیوں کی عبادت گاہوں سے بلند نہیں بناتے' اسی لئے منارہ جو مساجد کی علامت ہے' چینی مساجد میں نہیں ہوتا' چینی مسلمان اپنے ہم مذہبوں کو وصیت کرتے ہیں کہ اپنے ہم وطنوں کے مذہبی تہواروں سے کنارہ کش نہوں' چینی مسلمان جب عام ملکی فرائض ادا کرتے ہیں' تو بعض ان غیر اسلامی مذہبی فرائض کو بھی ادا کرتے ہیں جن کو قانون ملکی نے ان پر واجب کر دیا' اس کے باوجود وہ روشن خیال اور مہذب اور غیر اہل مذہب سے گفتگو کرتے ہیں' تو اسلام کو فطری مذہب کی صورت میں ان عادات و رسوم سے پاک کر کے پیش کرتے ہیں جو چین میں کنفیوشس مذہب کی ہم سائیگی سے اس میں پیدا ہو گئے ہیں۔

مدارس بھی اسلام کی اشاعت کے مستحکم وسائل ہیں' مسلمان جب کسی سرزمین پر اقامت کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہ اپنی عبادت گاہ تعمیر کرتے ہیں جس کے پہلو میں ایک بچوں کا مکتب بھی ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ افریقہ میں مسلمانوں کے بچے دوسرے بچوں سے بہتر حالت میں ہوتے ہیں جس کو دیکھ کر وہاں کے دیسی باشندوں کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان مکاتب میں بھیجیں۔

عورتوں کے ذریعہ سے بھی اشاعت اسلام ہوئی ہے' دریائے نیل سے ملک حبش کے شمالی ممالک میں جو قبائل پھیلے ہوئے ہیں' ان کی عورتیں' مردوں سے زیادہ عاقل اور تیزفہم ہوتی ہیں' سنوسی مسلمان مشنری ان اطراف میں اشاعت اسلام کے لئے عورتوں ہی کو پسند کرتے ہیں اور ان کو تعلیم دیتے ہیں' حالانکہ اغلباً" اسلامی ممالک میں عورتوں کی تعلیم کم رائج ہے' یہی طریقہ مسلمان مشنریوں نے ٹوبو میں اختیار کیا' جہاں وہ زنگی عورتوں کو تعلیم دے کر ان سے اشاعت اسلام کی خدمت لیتے ہیں' اسلام کی اشاعت مناکحت اور ازدواج سے بھی ہورہی ہے۔

اسلام کی اشاعت بت پرست اقوام کی اولاد کی خریداری سے بھی ہوتی ہے' ان کو مذہب اسلام کے موافق تعلیم دی جاتی ہے' چین میں مشاہدہ ہوا کہ پرجوش مسلمانوں نے شانگ ٹونگ کے بیت ناک قحط کے زمانہ میں دس ہزار بچوں کو خرید لیا' اسلامی تعلیم و تربیت نے انہی بچوں کو مسلمان گھرانوں میں بدل دیا۔

اقتصادی اور معاشرتی حیثیت سے ہم جب اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں' تو دیکھتے ہیں کہ اسلام عیسائیت کی طرح اپنے قدیم تمدن سے خالی نہیں' یہ وہ تمدن ہے' جو اکثر ممالک میں پھیلا اور مشرق و مغرب میں اوج عظمت و کمال کو پہنچا' دیگر مذاہب کے مقابلہ میں یہ تمدن عام ممالک میں عموماً" اور افریقہ میں خصوصاً" ایک قوی تر قوت تھا' اسلام کا تمدن اب انحطاط پذیر ہوچکا ہے' مگر معدوم نہیں ہوا ہے' افریقہ میں اسلامی تمدن' انتظامی' اقتصادی' معاشرتی' عقلی' اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے افریقہ کے نہایت مناسب حال ہوا' ایک محقق کا قول ہے کہ "جب ہم ان نتائج کا جو افریقہ میں عیسائیت اور اسلام کی اشاعت سے پیدا ہوئے۔ باہم مقابلہ کرتے ہیں' تو صاف نظر آتا ہے' کہ تعداد کی حیثیت سے اور عقلی' اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے اسلام' عیسائیت سے فائق ہے۔"

عام افریقی اور خاص زنگی قبائل میں اسلام کو کامیابی اس لئے بھی ہوئی' کہ اسلام کے بعض معاشرتی قوانین مثلاً تعدد ازدواج' غلامی اور سادگی' ان قبائل کے زیادہ حسب حال ہیں' سادگی' اسلام کی ایسی قوت ہے جس کے ذریعہ دیگر قومیں اسلام میں بہت جلد جذب ہو جاتی ہیں' اسی سادگی کی وجہ سے قوت' شجاعت اور ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی قوت ہے جس کو افریقہ اور یورپ میں اہل نظر سبھی ڈھونڈا کرتے ہیں۔

افریقہ میں اشاعت اسلام کا سبب پالیٹکس بھی ہے۔ افراد و قبائل چاہتے ہیں کہ اسلام کے ذریعہ سے وہ اپنے اسی مرکز کی حفاظت کریں' اور ایک زندہ ترقی یافتہ طرز معاشرت اور مستقل اور خودمختار حکومتیں اور ریاستیں قائم کریں' کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں مذہب کے ساتھ انتظام ملکی اور حکومت سازی

کی بھی قابلیت ہے' مغربی اور درمیانی افریقہ کے بہت سے شہروں میں اسلام کی اشاعت اسی وجہ سے ہوئی' افریقہ کے مشہور پالیٹیشن الماس سامور کی لائف ہمارے اس دعویٰ پر دلیل بین ہے۔

ساموری کا کن شہر میں قابض ہونے سے پہلے سیاسی اغراض کی بنا پر اپنا مذہب تبدیل کرتا رہا' ابتدا" وہ بت پرست تھا' جب وہ ایک مسلمان پالیٹیشن صوری ابراہما سے ملا جو کوینا' کانکھا' تورکانو' کاماؤو اور کو کے شہروں پر محیط سلطنت بیڈین کا بانی تھا' تو وہ مسلمان ہو گیا' کچھ عرصہ بعد وہ پھر بت پرست ہو گیا' جب کوینا کی جنگ چھڑی تو وہ پھر مسلمان ہو گیا' اور مجاہد اسلام دیالومن فاتح جالون اور ایک دوسرے مسلمان فاتح عثمان قادری کے طریقہ پر چلنے لگا' اسی وقت سے ساموری کے تمام حملوں میں فاتح عثمان' ساموری کا دست و بازو رہا' اور اسی کی تحریک سے ساموری کو الماس کا لقب دیا گیا۔

اسلام کے سیاسی طریقہ اشاعت کا اس دن خاتمہ ہو گیا۔ جس دن دول یورپ نے افریقہ کو باہم تقسیم کرلیا' اس کے بعد زنگیوں کو مسلمان ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی' بعض قبائل جو سیاسی غرض سے مسلمان ہو چکے تھے' وہ یورپین قبضہ کے بعد پھر اپنے آبائی مذہب میں واپس آگئے' اس کی مثال قبیلہ قیس ہے جو سو لنگے ایارکای اصل سے تھا مسلمان ہو گیا تھا' اور ۱۸۳۰ء کے قریب قریب زمانہ میں باماکو کے شمالی اطراف میں سکونت گزیں ہو گیا تھا' اسلام میں غلامی بھی جائز ہے۔ اس لئے اس نومسلم گروہ کو غلاموں کی امداد سے کاشتکاری میں بڑا فائدہ حاصل ہوا' اور وہ مالا مال ہو گیا' فرانسیسی اس ملک پر قابض ہوئے تو ۱۹۰۵ء ۱۹۰۶ء میں انہوں نے غلامی کا طریقہ بالکل اٹھا دیا' غلام آزاد ہو کر اپنے وطن چلے گئے' تو مذکورہ قبیلہ کو شہروں کی سکونت چھوڑ کر گاؤں میں آباد ہونا پڑا۔ کاشتکاری کرنی پڑی' ان میں سے اکثر بت پرست ہو گئے' ارتداد کی اور مثالیں بھی ہیں'

بظاہر آج کل اشاعت اسلام کے عام ملکی و سیاسی وجوہ ناپید ہیں' لیکن مقامی سیاسی اسباب اب بھی موجود ہیں' جس کی علت یہ ہے کہ اسلام طبعاً" اپنے پیروؤں کو خودداری اور سیاسی خودمختاری کی تعلیم دیتا ہے' مسلمان اکثر مسافرانہ وارد ہوتے ہیں' چونکہ کثیر التعداد ہوتے ہیں' اس لئے ان کو افریقہ کے قبائل پر اقتدار حاصل ہو جاتا ہے' اور پھر وہ کسی کی حکومت برضامندی نہیں قبول کرتے اور یہ امر اس پر دلیل ہے کہ اسلام بحیثیت مذہب اور بحیثیت تمدن رتبتہ" اعلیٰ ہے۔

گزشتہ واقعات اور تعداد مردم شماری اور اشاعت اسلام کے اسباب کی تفصیل کا اجمالی نتیجہ یہ ہے کہ اس مذہب میں اشاعت اور ترقی کی قوت موجود ہے' اور داعی مذاہب میں اس کو ایک بلند درجہ حاصل ہے' اسلام سے ارتداد کی مثالیں شاذ و نادر ہیں' اور بعید نہیں کہ آئندہ اسلام کی تاریخ اشاعت میں ایسے واقعات پیدا ہوں' جن کی وجہ سے اس کو غیر معمولی اور فوق العادت اشاعت و ترقی ہو اور کرہ عالم کے بعض اطراف میں یہ ناگہانی حملہ آور ہو' ظاہری حالات آئندہ کچھ بھی ہوں' لیکن یہ یقینی ہے کہ اسلام کا سیلاب ترقی' مذہبی حیثیت سے روزبروز اور زیادہ طوفان خیز ہو گا' اور اس کی موج دوردراز ممالک میں پھیلتی جائے گی۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ عقبہ بن نافع ایک اسلامی سپہ سالار جب اپنی فوج کے ساتھ ۶۲ھ میں مغرب اقصیٰ کو فتح کر کے مراکو سے آگے بڑھا اور بحر ظلمات (اٹلانٹک) کے ساحل پر پہنچا تو جوش میں اس نے گھوڑا سمندر میں ڈال دیا' اور جب سمندر کی موجیں گھوڑے کے سینہ تک پہنچیں تو افسوس اور حسرت کے لہجہ میں اسلامی سپہ سالار کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "خدایا' اگر سمندر کی لہریں میرے گھوڑے کی رفتار کو ست نہ کرتیں' تو میں سمندر کے اس پار اسی طرح دوردراز ممالک میں تیرے نام کی تقدیس کرتا ہوا چلا جاتا" آج یہ بہادر زندہ ہوتا' تو دیکھتا کہ اسلام اس کے ارادہ اور حوصلہ سے زیادہ دنیا کو فتح کر چکا ہے' اور وہ اس تاریک سمندر کو طے کر کے محمدؐ کا پیغام تمام دنیا میں پہنچا چکا ہے۔ ملاحظہ ہو اسلام اور مستشرقین/ مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمن جلد پنجم ص ۵۷ ۔ ۶۳ بحوالہ (الندوہ۔ دسمبر ۱۹۱۱ء)

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T-W-Arnold)

اپنی شہرہ آفاق تصنیف (The Preaching of Islam) کے باب اول میں اشاعت اسلام کے اسباب و وجوہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

روئے زمین کے اس قدر وسیع حصے میں اسلام نے جو اشاعت پائی ہے' اس کے کئی معاشرتی' سیاسی' اور مذہبی اسباب ہیں' مگر سب سے قوی سبب اس عظیم الشان کامیابی کا یہ ہے کہ مسلمان مبلغین نے اس بارے میں انتھک کوششیں کی ہیں۔ رسول اکرمؐ کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے تھا' چنانچہ انہوں نے کفار اور منکرین کو دائرہ اسلام میں لانے کے لئے اپنی قوتوں کو بے دریغ صرف کیا۔ دیکھئے (دعوت اسلام ترجمہ (The Preaching of Islam) شائع کردہ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب ۱۹۷۲ء)

مزید لکھتے ہیں! --- اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذارسانی یا متعصب آدمی کے غیظ و غضب میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ اسی طرح مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہروہ مسلمان مبلغ اور تاجر ہیں جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے تبلیغ دین کے یہ پرامن طریقے صرف اس زمانہ میں اختیار نہیں کئے گئے جب کہ سیاسی حالات نے جبرو اکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنا دیا تھا بلکہ قرآن شریف کی بہت سی آیات میں ایسے پرامن طریقوں کی سخت تاکید کی گئی ہے (حوالہ سابقہ ص ۹)

باب دوم میں لکھتے ہیں! -- غرض کہ اسلام ابتدا ہی سے ایک تبلیغی دین رہا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے ان کو اپنا حلقہ بگوش بنائے اور اسلامی برادری میں شامل کرے اسلام کا جو مسلک ابتدا میں تھا اسی مسلک پر وہ اب تک قائم ہے (ص ۳۹ باب دوم)

باب سوم (عیسائیت چھوڑنے کے اسباب) کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

اسی مذہبی آزادی کے پیش نظر جو مسلمان حکام نے عیسائی رعایا کو اپنی حکومت کے ابتدائی دور ہی میں عطا کر رکھی تھی اس عام خیال کو قبول کرنا دشوار ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ اور ہم اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جبر و اکراہ کی بجائے دوسرے اسباب کو تلاش کریں جو ان کے تبدیلی مذہب کا موجب ہوئے دیکھئے (ص ۷۳)

عنوان (عربوں کی رواداری) کے تحت لکھتے ہیں!

عربی تسلط کے ابتدائی دور میں کسی شخص کو جبراً "مسلمان بنانے یا اس پر مذہبی تعصب کی بناء پر تشدد کرنے کا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے عیسائی مذہب کے بارے میں رواداری کی جو روش اختیار کی تھی اس نے ملک گیری میں ان کے لئے بڑی آسانی پیدا کردی تھی۔ (ص ۱۳۰)

بنگال میں اشاعت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سر ولیم ہنٹر رقمطراز ہے!

ان لوگوں کے لئے جن میں ماہی گیر' شکاری' سمندری ڈاکو اور نیچ ذات کے کاشتکار شامل تھے اسلام ایک نعمت عظمیٰ تھی جو ان پر عرش بریں سے اتری ---- اس طرح اسلام ہندوستان کے سب سے زیادہ شاداب اور سرسبز صوبے میں مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا جو ایک انتہائی گنجان اور روزافزوں آبادی کی پرورش کے قابل تھا---- جنوبی بنگال میں اسلام کو جو مستقل اور پائیدار کامیابی حاصل ہوئی اس کا سبب جبر و اکراہ نہیں ہے۔ دیکھئے

(The Preaching of Islam ص ۲۷۷ دعوت اسلام)

دی گوبینیو (De Gobineau)

دی گوبینیو نے اسلام کی مذہبی رواداری کے مسئلہ پر اپنے خیالات کو نہایت پرزور الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ "اگر ہم مذہبی اصول سے سیاسی ضروریات کو الگ کردیں جنہوں نے مذہب کے نام پر زبان اور ہاتھ سے کام لیا ہے تو کوئی مذہب اسلام کی مثل روادار اور صلح کل نہیں ملے گا۔ جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو' بلکہ ان کے دین و ایمان سے مطلق کوئی سروکار نہ رکھا ہو سوائے ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی توجہ جور و تعدی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنی چاہئے جو کہیں کہیں پیش آئے۔

(The Preaching of Islam ص ۳۹۸)

آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے (R- V- C- Bodley)

The Messenger of Islam کا مصنف آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے لکھتا ہے!

حضرت محمدؐ پر جہاد کی تعلیم کے متعلق زیادہ تر ناروا اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان سوانح نگاروں نے جو آپؐ کو نعوذ باللہ جھوٹا نبی خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہنے کی کوشش کی ہے اور ایسا ظاہر کیا ہے گویا مذہبی جنگ کی تبلیغ آپؐ ہی نے کی ہے۔ غالباً" وہ لوگ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ بہت قدیم زمانہ سے زیادہ تر لڑائیوں کا اصل یا ثانوی محرک مذہب ہی رہا ہے۔

"اگر حضرت محمدؐ نے عہدنامہ عتیق' (زبور و توریت) کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپؐ فوراً" دیکھ لیتے کہ دو ہزار سال قبل حضرت موسیٰؑ نے بھی مذہبی جنگیں لڑی تھیں اور وہ علاقے اہل قریش سے ہونے والی جنگ کے مقام سے کوئی بہت زیادہ دور نہ تھے۔ اگر اور آگے بڑھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اسرائیلی ججوں اور بادشاہوں نے مذہب کے نام پر جنگیں لڑنے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپؐ یہ بھی جان لیتے کہ ان لڑائیوں میں اس قدر قتل عام ہوا تھا کہ حضرت محمدؐ کی اپنی لڑائیوں میں زخمیوں اور مقتولین کی تعداد ان کے مقابلہ میں صرف ایسی نظر آتی جیسے کسی فٹ بال کے میدان میں ایک دو حادثے ہو جائیں۔ آپؐ کو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ قدیم عبرانیوں نے مذہبی جنگوں کے اصول و قواعد اتنے سخت بنائے تھے کہ نہ اس سے پہلے کبھی تھے اور نہ ہی بعد میں ہوئے۔

حضرت محمدؐ کو صرف خون بہانے اور قتل و غارت کے لئے جنگ کرنا ہرگز پسند نہ تھا حقیقت یہ تھی کہ ہر کافر قیدی کے سامنے دو باتیں رکھی جاتی تھیں وہ یا تو زر فدیہ ادا کرے اور آزاد ہو کر گھر کو چلا جائے یا پھر اسلام قبول کرے قرآن کہتا ہے۔

"جب حرمت کے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ لیکن اگر وہ توبہ کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کو چھوڑ دو۔" (سورہ توبہ)

اگر قیدی اسلام اختیار کر لیتا تو اسے فوراً" دوسرے مسلمانوں کی طرح تمام روحانی اور مادی رعایتیں دی جاتی تھیں۔ یہ طریقہ کار اختیار کرنا یقینی طور پر حضرت محمدؐ کے اپنے مفاد میں تھا۔ لیکن ایک یا دو موقعوں کے سوا آپؐ نے ہارے ہوئے دشمن سے بیدردی کا سلوک نہیں کیا۔ آپؐ اگر انتقام لینے کو اپنی تعلیم کا جزو بنا لیتے تو بھی یہ اس زمانہ کے دستور کے عین مطابق ہوتا' اور اس وقت کے عیسائی مذہب کے بہت بعد کے اخلاقی اصولوں سے بھی مطابقت رکھتا۔

۱۰۹۹ء میں صلیبی جنگ لڑنے والے عیسائیوں نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو انہوں نے ہر جگہ قتل و غارت گری اور تباہی مچا دی تھی لیکن جب سلطان صلاح الدین نے حملہ کر کے عیسائیوں کو وہاں سے بیدخل کیا تو اس نے کوئی انتقامی کارروائی نہ کی اور نہ ہی مسلمانوں نے مذہبی جنگجوؤں کی طرح ان ممالک کو تباہ و ویران

کیا جن پر انہوں نے یلغار کی وہ جہاں بھی گئے حالات میں پہلے سے کچھ بہتری ہی ہوئی اور جہاں انہوں نے تاخت کی وہاں اس علاقے کو ایک ابر باراں کی طرح بہت جلد زرخیز و شاداب بنا دیا۔

مزید لکھتے ہیں!

حقیقت میں جنگ حضرت محمدؐ کے لئے ناگزیر اور مصلحت کا تقاضا تھی جو بعد میں سود مند بھی ثابت ہوئی۔ لیکن آپ ان حملہ آوروں کی طرح نہ تھے جنگ کرنا اور خون بہانا جن کی عادت ثانیہ بن چکی تھی دیکھئے (اردو ترجمہ محمدؐ رسول اللہ The Messenger ص ۲۹۲ تا ۲۹۳)

لالہ رام ورما

اخبار تیج دہلی کے ایڈیٹر لالہ رام ورما لکھتے ہیں!

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ گویا اسلام کی نشرو اشاعت اور اس کی بقا و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرتا ہے اس غلط اور شرانگیز عقیدے کے حامیوں نے حضرت محمدؐ کی زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اسلام میں تلوار کی جو جگہ ہے وہ کسی مذہب میں بھی ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک صداقت اور سچائی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و راستی کی جگہ تلوار سے کہیں بالاتر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں امن کا پیغام ہے۔ دیکھئے شان محمدؐ (میاں عابد احمد ادارہ ادب و ثقافت لاہور ۱۹۸۸ء)

تھامس کارلائل Thomas Carlyle

"تھامس کارلائل" نے ۱۸۴۰ء میں چند مشاہیر عالم پر معرکتہ الاراء لیکچر دیئے جو "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" (مشاہیر اور مشاہیر پرستی) کے عنوان سے شائع ہوئے اس میں وہ رقمطراز ہیں!

اسلام کے بزور شمشیر پھیلنے کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اس میں شبہ نہیں کہ مذہب عیسوی کے پیروؤں کیلئے یہ امر باعث فخر ہے کہ وہ نہایت امن و سکون کے ساتھ صرف تعلیم و تلقین کے ذریعہ پھیلا۔ لیکن اگر ہم مذہب کی صداقت کا معیار اسی کو قرار دے دیں تو یہ ایک بنیادی غلطی ہوگی۔ تلوار استعمال ہوچکی ہوئی سوال یہ ہے کہ یہ تلوار آئی کہاں سے؟ ہر نیا خیال ابتداء" ایک ہی شخص کے دماغ میں پیدا ہوتا اور اسی میں جاگزیں رہتا ہے۔ ساری دنیا میں صرف ایک انسان اپنے تمام ابنائے جنس کے خلاف اس کا پابند ہوتا ہے۔ اگر وہ اکیلا تلوار لے کر اس خیال کی اشاعت کرنا چاہے تو شاید ہی کچھ حاصل ہو۔ اس لئے پہلے تو اسے تلواریں بہم پہنچانی پڑیں گی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر خیال خودبخود وسعت اختیار کرتا جاتا ہے۔ مذہب عیسوی کا دامن بھی ہمیں انسانی خون کے دھبوں سے پاک نظر نہیں آتا۔ جب اس کے ہاتھ میں

تلوار آئی تو اس نے بھی اس کا استعمال کیا ہے۔ کیا شارلیمن کے عہد میں سیکسوں کا تبدیل مذہب تبلیغ کا نتیجہ نہیں تھا۔ اس لئے زور شمشیر کا اعتراض میری رائے میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ دیکھئے (سید الانبیاء اردو ترجمہ ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ مترجم محمد اعظم خان ناشر کاروان ادب کراچی ۱۹۵۱ء)

ڈاکٹر ای ڈرمنگھم (E-Dermenghem)

"ڈاکٹر ای ڈرمنگھم" لکھتے ہیں!

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادہ' بے لوث' ایفائے وعدہ' اپنے اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت' خدا پر پکا یقین' اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ (شان محمدؐ ص ۳۱۳ میاں عابد احمد)

کانٹ ہنری دی کاستری

فرانس کے نامور فاضل کانٹ ہنری دی کاستری اپنی مشہور زمانہ کتاب <Al Islam الاسلام" میں جو انہوں نے فرنچ زبان میں تصنیف کی ہے' جس کا فرانسیسی زبان سے ۱۸۹۸ء میں عربی ترجمہ احمد فتحی بک زغلول نے شائع کیا اشاعت اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

جب عرب اسلام قبول کر چکے اور لوگوں کے دل اسلام سے منور ہو چکے تو اب اسلام دنیا کو ایک دوسرے لباس میں نظر آیا یعنی ترقی اور آزادی خیالات' یا تو قرآن میں تہدید آمیز آیات نازل ہوتی تھیں' یا اب پے در پے اس قسم کے احکام نازل ہوتے تھے' مذہب میں زبردستی نہیں' راستی گمراہی سے صاف الگ ہے۔

یہ لوگ خدا کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہیں (یعنی معبودان باطل) ان کو گالی نہ دو' ورنہ جہالت سے وہ بھی خدا کو گالی دیں گے۔

اے محمدؐ ان کی باتوں پر صبر کرو اور ان سے کنارہ کرو معقول طریقہ سے جب اسلام کی کامیاب فوج نے شام پر چھاپہ مارا اور بجلی کی طرح شمالی افریقہ پر بحر احمر سے لے کر اٹلانٹک تک چمکیں تو قرآن اپنے دونوں شہروں کو پھیلائے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے تھا اس بناء پر اسلامی فوج کے طریق عمل میں ظلم کا نشان نظر نہیں آتا۔ بجز ان امور کے جن سے مفر نہیں ہو سکتا مسلمانوں نے کسی قوم کو اس بناء پر قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام لانے سے انکار کر رہے تھے۔ اب اگر ہم ابتدائے فتح کے زمانے کو چھوڑ کر اس زمانہ کی طرف آئیں جب کہ اسلام کی حکومت نے استقلال حاصل کر لیا تو ہم کو صاف نظر آئے گا کہ اسلام مشرقی عیسائیوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ نرم جو اور صلح جو تھا۔ دیکھئے

(Al Islam مولفہ کانٹ ہنری دی کاستری بحوالہ مقالات شبلی جلد اول ص ۱۴۳)

کانٹ ھنری دی کاسٹری مزید لکھتا ہے!

اس غیر معمولی صلح جوئی کے ساتھ جو مسلمان فاتحین کی جانب سے مفتوحین کے مقابلہ میں عمل میں آتی تھی عیسائی مذہب نہایت کمزور ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شمالی افریقہ سے یہ مذہب بالکل معدوم ہو گیا حالانکہ اسلام میں دعوت اسلام کیلئے کوئی فرقہ مخصوص نہ تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں میں ہے۔ اگر اسلام میں بھی داعیان مذہب ہوتے تو ہم کو اسلام کی ترقی کے سبب کے دریافت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شارلیمین اپنی لڑائیوں میں ہمیشہ پادریوں اور رہبانوں کا ایک گروہ ساتھ رکھتا تھا۔ کہ جس طرح وہ خود اپنی ان فوجوں سے شہروں کو فتح کرتا پھرتا تھا اسی طرح پادری لوگوں کے قلوب اور طبائع کو مسخر کریں۔ کوئی شخص تلوار یا زبان کے ذریعے سے اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اسلام نے خود لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا اور یہ اس اثر کا نتیجہ تھا جو قرآن کی دلآویزی اور فریفتگی کا خاصہ ہے۔ دیکھئے (مقالات شبلی جلد اول ص ۱۳۹)

آر ڈبلیو اسکاٹ

"آر ڈبلیو اسکاٹ" لکھتا ہے!

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کے بیشتر مذاہب تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلائے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کو ختم کر کے مسلم آبادی کو جبرا" عیسائی بنایا گیا۔

اس کے برعکس محمدؐ نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ انسانی تاریخ کا روشن ترین باب ہے آپؐ نے اپنی برتری' عناد' دشمنی' تعزیری اور انتقامی سزاؤں کے بغیر میدان کارزار میں بہادری کے ابواب تحریر کئے کھلی جنگ میں کوئی گھٹیا اور پست حربہ اختیار نہیں کیا۔ (Islam and its founder 1875)

سوامی لکشمن پرشاد

مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد۔ اسلام کی اشاعت کا ایک سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

کفار کے ظلم و ستم اور جبرو تشدد نے اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ مگر یہ کس قدر کورذوقی اور بے انصافی ہے کہ کفار کے ظلم و تشدد کو مظلوم فرزندان توحید کے سر تھونپا جاتا ہے۔ ظالم کو مظلوم بنانا خود اپنی ظالمانہ فطرت کو بے نقاب کرنا ہے۔ روز روشن کی طرح صاف اور روشن واقعات کو اپنے تعصب اور جہالت کی تاریکیوں میں چھپانے کی کوشش کرنا انصاف اور عقل سلیم کا خون کرنا ہے۔ (عرب کا چاند ص ۱۳۷ و ۱۳۸)

موصوف نبی اکرمؐ کی مکہ میں ابتدائے تبلیغ دین اور فرزندان توحید پر کفار کے ظلم و ستم اور طائف کی

وادیوں میں رحمت للعالمین پر مظالم بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہے!

کیا ان واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے عدم تشدد کو عملی طور پر پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ غیرمتعصب اور غیرجانبدار ارباب بصیرت کیلئے میرا یہ فیصلہ کس قدر صحیح ہے کہ اسلام نے مصائب کی گود میں آنکھ کھولی' شدائد کے گہوارہ میں پرورش پائی اور مخالفین کی تلوار کے سایہ میں بڑھ کر جوان ہوا (حوالہ سابقہ ص ۱۶۱)

موصوف اسلام کی روزافزوں ترقی اور عروج و رفعت کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

اسلام کا افسانہ عروج و رفعت اور داستان کامیابی و کامرانی کفار و مشرکین کی خوں فشانیوں اور استبداد نوازیوں سے لکھی ہوئی ہے۔ مخالفین دین ھُدیٰ کی ریشہ دوانیاں خود ان کے کفر و شرک کے پاؤں کیلئے ایسی گراں بار زنجیریں بن گئیں۔ جنہوں نے آہستہ آہستہ انہیں اس طرح پورے طور پر جکڑ لیا اور دین محمدیؐ کی روز افزوں ترقی کی رفتار میں مخالفت کے روڑے اٹکانے کی بجائے خود وہ باطل پرستوں کی شر انگیزیوں کے پژاوہ میں پک کر تیار ہونے والی اینٹوں نے ہی اسلام کے قصر کی تعمیر میں ایک غیرفانی حصہ لینا شروع کردیا۔ اور مستقبل سے بے خبر کفار کی تباہ کار کوششوں نے اسلام کی تاریخ تبلیغ و اشاعت میں ایک شاندار باب کا اضافہ کردیا۔ وہ غنچہ ناشگفتہ جسے پاؤں تلے مسل دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایک ایسا خوشبودار پھول بن کر مہکا کہ اس کی پنکھڑیوں کی رنگینی و رعنائی اور تازگی و لطافت تشنہ کام رنگ و بو بھونروں کو اپنے طواف کے لئے چمنستان جہان کے لئے ہر گوشہ سے کھینچ لائی۔ (حوالہ سابقہ ص ۱۸۶ و ۱۸۷)

موصوف مزید لکھتے ہیں!

میرے دل کے آتش کدے میں ان تیرہ چشم اور متعصب مصنفوں کی تنگ نظری اور تعصب کو جلا کر خاک سیاہ کردینے کے لئے بے پناہ شعلے بھڑکنے لگتے ہیں' جو کفار کے اس جبر و تشدد اور زہرہ گداز ستم کے روح فرسا مناظر کو دیکھتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار اور تشدد کے زور پر ہوئی ہے۔ ان کے اس غلط نظریے کو تھوڑے سے الٹ پھیر کے بعد صحیح بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ وہ تشدد جس نے اسلام کی اشاعت میں غیرمعمولی مدد دی مسلمانوں کی طرف سے نہیں تھا بلکہ کفار کی طرف سے تھا۔ کفار ظالم تھے اور مسلمان مظلوم۔ کفار کی خون آشام تلواریں نیام سے باہر تھیں۔ مسلمانوں نے ان کو زنگ آلود ہونے کے لئے کسی کونے میں پھینک رکھا تھا۔ ان کے پاس اگر کوئی تلوار تھی تو وہ صداقت کی تلوار تھی وہ اسلام کی رحمت نواز اور عدم تشدد کی تلوار تھی۔ جو اسلام کے اصول کی اشاعت کے لئے ظالم کے ظلم کی پوری طاقت سے مدافعت کرتی تھی اور خود وار نہ کرتی تھی مگر جس نے کفار کی فولادی تلواروں کے منہ پھیر دیئے تھے (عرب کا چاند ص ۱۵۸ و ۱۵۹)

مزید لکھتے ہیں!

وہ لوگ جن کے دلوں پر تعصب کا زنگ نہیں چڑھا' جن کی عقل سلیم عصبیت کی جنوں نوازی نے کند

نہیں کی اگلے صفحوں کا اگر گہری نظروں سے مطالعہ کریں گے تو میرے ساتھ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ہمنوائی فرمائیں گے کہ اسلام نے ملک کے خرمن امن و رافت میں چنگاری ڈالنے کے لئے شمشیر آتش فشاں نہیں اٹھائی بلکہ اس کا مقصد وحید باطل کی خس و خاشاک کو پھونک کر ملک میں امن و امان بحال کرنا تھا۔

مزید فرماتے ہیں کہ میری یہ رائے کسی جانبداری پر محمول نہ کی جائے کیونکہ میں نے بت پرستی کے گہوارے میں آنکھ کھولی ہے۔ میرے بچپن کا سارا اثر پذیر زمانہ پتھر اور مٹی کی دیویوں کے پجاریوں میں گزرا ہے اب بھی میں گنگا جل کو گناہوں کی نجاست سے پاک کرنے کا سامان اور چندن کے ٹیکا کو نجات کا باعث سمجھنے والے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں' میری یہ آواز میرے اعماق روح سے نکل رہی ہے۔ اور اس غیر متعصب اور غیر جانبدار رویے کی اک تڑپ ہے جو نحیف و نزار جسم میں صداقت کی تلاش اور حق کی جستجو کے لئے کروٹیں لے رہی ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنے ضمیر کا ہمنوا ہو کر کہتا ہوں۔ اظہار صداقت میں اس بات کی مجھے قطعی پرواہ نہیں کہ کسی شخص کے دل میں میرے لفظ آتشیں سوئی بن کر چبھتے ہیں اور کسی شخص کے زخم پر مرہم اعجاز کا پھایہ رکھتے ہیں اور یہ بات میرے لئے ہزار فخر و مباہات کی سرمایہ دار ہے کہ!

میرا ہر انداز مستی بے نیاز جام ہے

(حوالہ سابقہ ص ۲۲۷ و ۲۲۸)

سوامی کشمن پرشاد "اسلام کی خونریزی جارحانہ تھی یا مدافعانہ" کے تحت رقمطراز ہیں!

اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام کی شان و شوکت کے ایام کی کہانی جنگ و جدال کی ایک خونچکاں داستان ہے اور یہ خون آشامی اس کے حلقہ بگوشان کی خصوصیت امتیازی قرار دی جاتی ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ قطعی مبنی بر صداقت ہے کہ اسلام نے خون کا دریا عبور کر کے ہی اپنی اس حیرت انگیز شان و شوکت کو حاصل کیا جس کا تصور بھی ہمیں انگشت بدنداں کر دینے کے لئے کافی ہے یہ صحیح ہے کہ!

آزادی اسلام کا افسانہ رنگین لکھا ہوا ہے سرخی خون شہداء سے

اسلام کے گلشن کے گلہائے رنگ کی رنگینیوں میں ان مظلوم سرفروشان توحید کے خون کی جھلک موجود ہے جنہوں نے حیات دین کے لئے اپنی گردنیں بے دریغ کٹائیں مگر یہ قطعی غلط ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی اور جنگ و جدال سے کوئی دلی ذوق و شوق اور قلبی ربط و ضبط تھا قوموں کی تاریخ میں بعض وقت ایسے آتے ہیں جب ان کے لئے خونریزی ناگزیر ہو جاتی ہے اور اس وقت جان دینے سے جان چرانا ایک قسم کا گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ مسلمان بھی ایسی ہی آزمائش سے دوچار تھے جب تلوار ہاتھ میں لینا ان کا اہم ترین فریضہ بن گیا تھا۔

فنا کے پردہ میں بقاء کا جلوہ

وہ اپنے سینوں میں ایک دردمند دل رکھتے تھے جس میں حیات انسانی کی ہیچ سامانی کا خیال بھی جاگزیں تھا ان

کی قدر شناس اور حقیقت پرست نگاہوں میں انسانی خون کا ہر قطرہ مقدس تھا۔ وہ اپنے دشمنوں کو بھی خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ لیکن اس وقت جب کہ فرعونیت اور نمرودیت اپنی شیطانی قوتوں سے مذہب و اخلاق کے بلند ترین اصولوں کو صفحہ دنیا سے نیست و نابود کردینے پر تلی ہوئی تھی تو وہ اپنے خون کے ہر قطرہ کو آب شور کی ایک بوند سے بھی کم قیمت سمجھنے لگے تھے۔ اب وہ اس ناگزیر خونریزی کو گلشن اسلام کی آبیاری کے لئے ضروری خیال کرتے تھے۔ یہ وہ نشتر تھا جس کی نوک سے وہ سرکش اور فرعون مزاج دشمنان سوار کی رگ حیات سے فاسد خون نکال دینا چاہتے تھے۔ (عرب کا چاند ص ۳۳۶ و ۳۳۷)

موصوف مزید لکھتے ہیں ا

مگر یہ قطعی غلط ہے کہ مسلمانوں کو خون ریزی اور جنگ و جدال سے کوئی دلی ذوق و شوق اور قلبی ربط و ضبط تھا۔ حلقہ بگوشان اسلام کے فقید المثال صبر اور عدیم النظیر قوت برداشت کی تعریف و توصیف احاطہ تحریر سے قطعی باہر ہے (حوالہ سابقہ ص ۳۳۹)

فتح مکہ

پیغمبر رحمت محسن انسانیتؐ کے عفو عام اور دشمنوں سے حسن سلوک کا تاریخ ساز واقعہ

محبت ہے شمشیر فتح زمانہ ہے خلق و مروت سپاہ محمدؐ

انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کمیاب اور نادر الوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگزر ہے لیکن پیغمبر رحمت محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی' اپنے دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے لیکن اخلاق کے دائرہ میں آکر یہ فرضیت مکروہ تحریمی بن جاتی ہے۔

تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ پیغمبر آخر الزماںؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ دشمن سے انتقام لینا انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہے۔ لیکن یہی فطرت اور خصلت رحمت عالمؐ کی حیات طیبہ میں معدوم نظر آتی ہے' آپؐ نے اپنے بدترین دشمنوں سے حسن سلوک' مثالی رواداری' عفو و درگزر کا عملی مظاہرہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

آپؐ کا فرمان ہے کہ! مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اس کو قدرت انتقام

کے باوجود معاف کردوں' جو مجھ سے قطع کرے میں اس کو ملاؤں' جو مجھے محروم رکھے میں اسے عطا کروں' غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو شیوہ بناؤں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ مشرکین کے حق میں بددعاء فرمائیں' ارشاد فرمایا!

میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ (صحیح مسلم ۹)

پیغمبر رحمتؐ کی شان رحمت کو دیکھئے کہ فتح مکہ کے تاریخ ساز موقعہ پر جب صدا گونجی کہ "الیوم یوم الملحمۃ" آج تو جنگ و جدال' اور قتال و انتقام کا دن ہے۔ آج تو خونریزی اور بدلہ لینے کا دن ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "الیوم یوم المرحمۃ" آج تو رحم و کرم' عفو و درگزر اور ایثار و رواداری کا دن ہے۔ آج عفو عام کا دن ہے۔

دشمنوں سے انتقام لینے کا سب سے بڑا موقعہ "فتح مکہ" کا دن تھا جبکہ وہ کینہ پرور سامنے آئے جو آنحضرتؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ جن کے دست ستم سے آپؐ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائیں لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ!

تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔

پیش نظر مقالہ میں ہم پیغمبر رحمتؐ' محسن انسانیتؐ کے' دشمنوں کے ساتھ سلوک' رواداری اور عفو و درگزر سے بحث کریں گے۔

یوں تو آپؐ کی پوری حیات طیبہ دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک' رواداری اور عفو و درگزر سے عبارت ہے لیکن اس کا ایک اہم تاریخ ساز موقعہ "فتح مکہ" ہے کہ جب آپؐ کو اپنے دشمنوں پر کامل اختیار و اقتدار حاصل تھا' جب صحن کعبہ میں اسلام و پیغمبر اسلامؐ اور جاں نثاران اسلام کے دشمن گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے۔ کیسے دشمن؟

جنہوں نے جگر گوشہ رسولؐ کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا' جنہوں نے داعی اسلامؐ کے سر مبارک کو شانہ مقدس سے جدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا' جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا' جنہوں نے ہر موقع پر آپؐ کو بدنام کرنے اور اذیت پہنچانے میں کوئی دریغ نہیں کیا' جن کے دل و دماغ کی تمام قوتیں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف کار تھیں۔

لیکن دنیا نے دیکھا اور مورخین نے اس اہم اور تاریخ ساز واقعہ "فتح مکہ" کو زینت قرطاس بنایا اور دنیائے انسانیت کے سامنے محسن انسانیت کے اس بے مثل عمل کو پیش کیا کہ پیغمبر رحمتؐ نے ان دشمنوں کے ساتھ عین اس وقت کہ جب وہ مفتوح تھے' قیدی تھے' اسیر تھے' غلام تھے' زیردست تھے' جب ان میں مقابلے کی تاب نہ تھی' جب وہ بے بس تھے' بے کس۔ لیکن پیغمبر رحمت محسن انسانیتؐ نے اس موقعہ پر بھی ان دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک عفو عام اور مثالی رواداری کا عملی مظاہرہ پیش کر کے ثابت کر دیا کہ رحم درحقیقت وہ

ہے کہ جو اپنے جانی دشمنوں پر اس وقت کیا جائے جب تمہارے ہاتھوں میں انتقام لینے کی پوری قدرت اور مکمل طاقت موجود ہو۔

فتح مکہ کے تاریخ ساز موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمنوں کے ساتھ مثالی "عفو عام" کا مظاہرہ ایسا تاریخ ساز واقعہ ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ فتح مکہ کا تاریخ ساز واقعہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ--۶۳۰ء میں ہوا پیش نظر مقالہ میں ہم فتح مکہ کے تاریخ ساز موقعہ پر رحمت عالم و محسن انسانیت ؐ کے عفو عام دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک' رواداری' اور عفو و درگزر کے بیان میں مسلمان سیرت نگاروں' مورخوں اور دانشوروں سے قطع نظر غیر مسلم ہندو' سکھ' عیسائی اور دیگر مذاہب کے دانشوروں' مورخوں اور پیغمبر اسلام ؐ کے غیر مسلم سیرت نگاروں کی "فتح مکہ" اور اس موقعہ پر پیغمبر رحمت ؐ کے مثالی کردار و عمل پر آراء' اور ان کی کتب سے اقتباسات کو پیش کریں گے کہ جنھوں نے آپ ؐ کے اس مثالی کردار پر آپ ؐ کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ ساز واقعہ قرار دیا ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

پیغمبر رحمت ؐ کا سکھ سیرت نگار "جی سنگھ دارا" فتح مکہ کے موقعہ پر رحمت للعالمین ؐ کے مثالی رحم و کرم' اور عفو عام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"سبحان اللہ کیا ٹھکانہ دریائے رحمت کی اس طغیانی کا' یہ دریا امڈا اور ہر غلاظت و عفونت کو بہا لے گیا۔ رسول اللہ ؐ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو۔ اپنی نور چشم کے قاتلوں کو۔ اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو سب ہی کو معافی دے دی' اور قطعی معافی' قتل عام دنیا کی تاریخوں میں اکثر سنتے تھے مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی' اور جو عقل سے پوچھو تو وہ اب بھی نہ مانے کہ ایک بندہ خدا بندگان خدا پر اتنا رحم و فضل کر سکتا ہے کہ قاتلوں کو معافی دے دے۔ مگر اس بے چاری بھولی بھٹکی عقل کو اس کی کیا خبر کہ وہ ایک رسول خدا' وہ ایک رحمت کا دریا' نہ اسے کینہ سے کام' نہ انتقام سے غرض' وہ رحم کا سرچشمہ' وہ محبت کا منبع' وہ بندہ کبریا وہ حبیب خدا ؐ" (رسول عربی ص ۱۱۸' ۱۱۹/جی سنگھ دارا)

صلح حدیبیہ جو "فتح مکہ" کا پیش خیمہ تھی اس کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس صلح سے مقصد کفار مکہ کے لئے پیغمبر رحمت کا بقائے امن' رحم و کرم اور عفو و درگزر تھا' چنانچہ ممتاز ہندو ادیب و سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد صلح حدیبیہ پر "فتح مبین" کے عنوان کے تحت تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

"صلح حدیبیہ بظاہر حضور انور ؐ نے نہایت ذلت آمیز شرائط پر کی تھی مگر اس میں ایک نہایت گہری حکمت خداوندی مضمر تھی' جسے سمجھنے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی برحق کے دماغ کی ضرورت تھی۔

عام مسلمان اس صلح کو اپنی ذلت کا ایک نہایت افسوسناک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ اس لئے خداوند کریم و بصیر نے عام مسلمانوں کے اطمینان خاطر اور آسودگی قلب کے لئے ایک آیت نازل فرمائی جس میں صلح حدیبیہ کو ایک قسم کی "فتح مبین" سے تعبیر فرمایا گیا' اس سے کچھ مسلمانوں کا تشویش و اضطراب تو دور ہو گیا مگر کچھ بدستور پریشان رہے۔ لیکن مستقبل قریب میں ہی پیش آنے والے واقعات نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ

صلح حدیبیہ واقعی ایک فتح مبین کا پیش خیمہ تھی' اس کی ذلت آمیز شرائط ہی میں ملک وملت کے لئے امن و امان اور انسانی فلاح و بہبود کا راز مضمر تھا' بعد میں پیش آنے والے واقعات سے قطع نظر اس وقت بھی اگر بنظر عمیق دیکھا جاتا تو یہ صلح جسے عام مسلمان اپنی شکست فاش قرار دے رہے تھے ان کو "فتح مبین" ہی نظر آتی۔

اسلام کی جنگ و جدال' صلح و آشتی اور امن و امان کے لئے مخصوص تھی۔ پھر جب ان شرائط پر بغیر تلوار کو میان سے نکالنے کے خونریزی کا سدباب ہو گیا تو یہ اسلام کی فتح ہوئی یا شکست؟

اسلام کی سب سے بڑی ظفرمندی یہ نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زار جنگ و جدال بنادے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفرمندی شعلہ زار جنگ و جدال کو فردوس زار امن و رافت میں تبدیل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند نظری نے دیکھ لیا تھا۔ اور ان شرائط پر جنہیں عربوں کی اقتدار پسند طبیعت ذلت آمیز قرار دے رہی تھی' صلح و آشتی کا معاہدہ مرتب کر کے ملک کو جنگ کی شعلہ ریزیوں اور خونچکانیوں سے ایمن کر دیا تھا' اگر حضور انور ؐ ذرا سی اقتدار پسندی کے جذبے سے بھی کام لیتے تو ہزاروں سر تن سے جدا ہو جاتے۔ سینکڑوں عورتیں بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہو جاتے۔ مگر آپ ؐ نے انتہائی دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے متبعین مخلصین کی کثرت رائے کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے بغیر تیر و تلوار کے وہ حیرت انگیز کارنمایاں کر دکھایا جسے جنگجویان اسلام تیر و تلوار کی قوت سے بھی سرانجام نہ دے سکتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی کہ اگر مسلمان کا کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آجائے تو مسلمانوں کو واپس دینا ہو گا۔ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ خود قریش اس کے منسوخ کر دینے پر مجبور ہوئے۔ دیکھئے (عرب کا چاند ص ۳۷۸)

مصنف "سوامی لکشمن پرشاد" "حضور انور ؐ کی کریم النفسی" کے عنوان کے تحت پیغمبر اسلام ؐ کے دشمنوں سے درگزر اور عفو عام کو بیان کرتے ہوئے "فتح مکہ" کے موقعہ پر رسالتمآب ؐ کے کردار و عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

داعی اسلام حضور انور ؐ کو مصلحان عالم کی ایک بہت بڑی تعداد پر اس خصوصیت امتیازی میں ایک خاص شرف اور برتری حاصل ہے کہ آپ ؐ کا قول و فعل یکساں تھا۔ قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادرہ روزگار اور شہرہ آفاق ہستیوں کے سوانح حیات میں بھی نایاب ہے لیکن حضور انور ؐ کا دامن ایسے بہت سے گوہر نایاب سے لبریز تھا جن کی درخشندگی سے کائنات کا ہر گوشہ روشن ہو سکتا ہے۔ اسلام جس رحم و کرم اور کریم النفسی و مروت کا داعی ہے وہ دیگر مذاہب کے صحیفوں میں بہت کمیاب ہے۔ جانی دشمنوں سے بھی حسن سلوک اور رحم و کرم ایک ایسا نایاب وصف ہے جو صف آرایان لشکر اور فاتحان ملک کی مملکت اور زندگیوں میں تو درکنار امن و امان اور صلح و آشتی کے علمبرداروں میں بھی شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔

لیکن داعی اسلام نے عملی طور پر اور تعلیم اسلام نے علمی طور پر اپنے جانی دشمنوں سے بھی حتی الوسع رحم و کرم اور مروت و کریم النفسی کا سلوک کرنے کی مثالیں پیش کی ہیں۔ حضور انور ؐ کی مروت اور کریم النفسی کی ایک ادنیٰ مثال مندرجہ ذیل واقعہ میں موجود ہے!

ملک یمامہ کا ایک سردار ثمامہ بن اثال مشرف بہ اسلام ہوا تو اس نے اپنے ملک میں جا کر قریش مکہ کی طرف غلہ جانا قطعی بند کر دیا۔ ساکنان مکہ کو قلت غلہ کی وجہ سے بہت سی مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہوا' جب حضور انور ؐ کو اس بات سے آگہی ہوئی تو آپ ؐ نے فوراً ثمامہ بن اثال کو لکھا کہ مکہ کی طرف غلہ بدستور جانے دیا جائے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ کفار مکہ کس قدر سخت دشمن اسلام تھے۔ وہ دشمن جن کی پیہم کوششوں نے عرب کو سالہا سال تک شعلہ زار جنگ و جدال بنائے رکھا۔ جنہوں نے داعی اسلام کا سر مقدس تن مبارک سے جدا کرنے والے شخص کیلئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے۔ جنہوں نے آپ ؐ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا' جنہوں نے آپ ؐ کی صاحبزادی کا حمل نیزہ سے مار کر گرایا۔ غرض کہ جنہوں نے ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ جانی دشمنوں کے بارے میں حضور انور ؐ کی اس انتہائی کریم النفسی اور مروت کا عہد جدید کی دعویدار تہذیب و تمدن کی حکومتوں کے ان شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے ۱۹۱۴ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورد و نوش سے محروم کرنے کے لئے استعمال میں کیں تو اس کی قدر و قیمت اور وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔

حضور انور ؐ کی جنگ اور لشکر کشی کا مطمع نظر ان خود غرضانہ مقاصد اور مصالح ذاتی سے بہت وقیع اور بلند تر تھا جو زمانہ حال کی استعماریت پرست حکومتوں کا طغرائے امتیاز ہیں۔ اس لئے آپ ؐ دشمنوں پر ظفرمندی اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھی ان انسانیت سوز ذرائع سے کام لینے میں دریغ فرماتے تھے جو موجودہ جنگی طاقتوں کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں عیارانہ چالوں کا جزو لاینفک ہیں۔ (عرب کا چاند ص ۳۵۳-۳۵۵)

یورپین دانشور ارتھر گلمین "فتح مکہ" کے موقعہ پر پیغمبر صادق و امین ؐ کی دشمنوں کے ساتھ رواداری اور عفو عام کے عملی مظاہرہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے!

فتح مکہ کے اس موقعہ پر یہ بات ان کے حق میں جائے گی کہ اس وقت جب کہ اہل مکہ کے ماضی کے انتہائی ظالمانہ سلوک پر انہیں جتنا بھی طیش آتا کم تھا' اور ان کے انتقام کی آگ بھڑکانے کیلئے کافی تھا' مگر آپ ؐ نے اپنے لشکر و سپاہ کو ہر قسم کے خون خرابے سے روکا اور اپنے اللہ کے ساتھ انتہائی بندگی اور اطاعت کا مظاہرہ کیا۔ اور شکرانہ بجالائے صرف دس بارہ آدمی ایسے تھے جنہیں پہلے ہی وحشیانہ رویہ کی بناء پر جلاوطن کر دیا گیا تھا اور ان میں سے بھی صرف چار کو قتل کیا گیا' لیکن دوسرے فاتحین کے وحشیانہ طرز عمل کے مقابلہ میں اسے بہرحال انتہا درجے کی شرافت و انسانیت سے تعبیر کیا جائے گا مثلاً صلیبیوں کے مظالم ۱۰۹۹ء میں فتح یروشلم کے موقعہ پر انہوں نے ستر ہزار سے زائد مسلمان مرد عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یا وہ انگریز فوج جس نے صلیب کے زیر سایہ لڑتے ہوئے ۱۸۷۴ء میں افریقہ کے سنہری ساحل پر ایک شہر کو نذر آتش کر ڈالا' محمد ؐ کی فتح درحقیقت دنیا کی فتح تھی' سیاست کی فتح تھی۔ انہوں نے ذاتی مفاد کی ہر علامت کو مٹا ڈالا' اور ظالمانہ نظام سلطنت کو جڑ سے اکھاڑ دیا' اور جب قریش کے مغرور متکبر سردار عاجزانہ گردنیں جھکائے مجرموں کی طرح کھڑے تھے تو محمد ؐ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کیا توقع ہے؟

"رحم" اے سخی و فیاض بھائی! "رحم" وہ بولے۔

ارشاد ہوا! جاؤ تم سب آزاد ہو۔ ملاحظہ ہو (شان محمدؐ / میاں عابد احمد ص ۳)

ایک اور غیر مسلم یورپین مصنف اس تاریخ ساز واقعہ کے تاثرات کو یوں قلمبند کرتا ہے!

یہ ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ ایسا عجیب و غریب جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی' پرانے شہر کو ہر غریب و امیر چھوڑ چکا تھا۔ اور اپنے ان مکانوں میں جہاں سے انہیں چند سال پہلے قوت سے نکالا گیا تھا وہاں وہ تشریف لے آئے۔ مکہ کے باشندوں نے خوف کی وجہ سے پہاڑوں میں پناہ لی۔ جب تین دن گزر گئے تو محمدؐ عربی اور ان کے رفقاء کار مدینے کی طرف لوٹ گئے اور مکہ کے رہنے والے پھر اپنے گھروں کو واپس آتے گئے۔ مسلمانوں نے اس حج کو پر امن طریقہ سے انجام دیا' جس نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا اس نے اسلام کو بہت زیادہ تقویت بخشی۔ مگر اس شرافت کی انتہا وہ تھی جب انہوں نے ۶۳۰ء میں دس ہزار سپاہ کے ساتھ مکہ فتح کیا۔

یہ وہ واقعہ تھا اور وہ موقعہ تھا جس میں رسول اللہؐ اپنا انتقام لے سکتے تھے۔ ان کے پرانے دشمن جنہوں نے ان پر طرح طرح کے ظلم کئے تھے وہ اب ان کے قدموں میں تھے۔ کیا اب وہ ان کو روند ڈالیں گے؟ کیا وہ ان کو دکھ دیں گے؟ کیا اب وہ اپنا بدلہ لیں گے؟ یہ وہ وقت تھا جس میں حضورؐ کی اصل سیرت بے نقاب تھی۔ ہم اس کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔ مگر در اصل ہوا کیا' گلیوں میں خون کا کوئی قطرہ بھی نہیں گرا۔ حقائق در اصل حقائق ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول اللہؐ کا دشمنوں پر فتح کا دن در حقیقت حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے نفس پر سب سے زیادہ قدرت کا دن تھا۔ انہوں نے نہایت ہی فراخ دلی سے قریش کے سارے مظالم کو معاف کر دیا۔ انہوں نے مکہ کی ساری آبادی کو پناہ دی۔ صرف چار آدمی جو انتہائی خبیث تھے زیر عتاب آئے محمدؐ عربی کی فوج نے بھی انہی کی پیروی کی اور بڑے اطمینان اور امن کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوئی' نہ تو کوئی گھر لوٹا گیا اور نہ کسی عورت کی بے حرمتی کی گئی (بحوالہ فاران سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء ص ۱۱)

مشہور ہندو سیرت نگار "شردھے پرکاش دیوجی" جنہوں نے نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ پر مستقل تصنیف "سوانح عمری حضرت محمدؐ بانی اسلام" لکھی (جو ۱۹۰۷ء میں نو لکشور پرنٹنگ ورکس لاہور) سے شائع ہوئی تھی فتح مکہ کے تاریخ ساز واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پیغمبر رحمت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اپنے جانی دشمنوں سے مثالی عفو و درگزر کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

یہ وقت بہت نازک تھا' ہر شخص کو یقین تھا کہ اب شہر کی خیر نہیں۔ آنحضرتؐ قتل عام کا حکم دیں گے۔ اور جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں آج ان کا خوب بدلہ لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے کہ آپؐ نے فوراً منادی کرائی کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں ہے۔ آج رحمت اور شفقت کا دن ہے میں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں' نہ میں تم سے کسی قسم کا بدلہ لوں گا۔ میں تم سب کے ساتھ وہ سلوک کروں گا جو یوسف نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دوں گا۔ باوجود ان باتوں کے

انصاف بھی آخر کچھ چیز ہے۔ عکرمہ نے جو بے موجب حملہ کر کے دو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور اس خوشی کے وقت ان دو بے گناہوں کے گھر ماتم بپا ہوا اس کا انصاف بھی آخر خدا کی شریعت میں کچھ تھا اس جرم کی سزا میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہ خبر سن کر مکہ سے بھاگ نکلا اور روپوش صحرا بصحرا خاک چھانتا پھرا' اس کے بال بچے لاوارث ہو گئے۔ اس حالت میں عکرمہ کی بیوی حضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی پریشانی اور مصیبت و سرگردانی رو رو کر بیان کی۔ اور نہایت عاجزی سے عکرمہ کے خون کی معافی مانگی۔ حضرت ؐ نے مسلمان مقتولوں کے وارثوں کو خون کی معافی پر رضامند کیا۔ پھر عکرمہ کی بیوی کو اطلاع کی کہ عکرمہ کی جان بخشی کی گئی۔ تب وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلی اور بڑی مشکلوں سے اسے ڈھونڈ کر واپس شہر میں لائی۔ عکرمہ حضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنی بیوی کو بطور سفارشی ہمراہ لایا۔ اس شخص کا باپ ابو جہل حضرت ؐ کا بانی دشمن تھا اور وہ حضرت ؐ کا نام و نشان مٹانے کی کوشش میں ہی جان کھو بیٹھا تھا۔ وہی زہریلا خون عکرمہ میں تھا جب تمام قریش بے دل ہو کر بیٹھ رہے اس روز بھی وہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے نہ چوکا۔ اب اس نے نہایت سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت سے حضرت ؐ کا جاں نثار خادم بن گیا۔

ہبار بھی آپ ؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جب آنحضرت ؐ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ آئی تھیں تو اس شخص نے ان کو پتھر مارے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حمل سے تھیں آپ کو اس حالت میں اس قدر شدید ضربات پہنچیں کہ مدینے میں آکر صدمہ ضربات سے انتقال ہو گیا لوگوں کو خیال تھا کہ یہ شخص حضرت زینب کے خون کے قصاص میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ مگر آنحضرت ؐ نے بڑی دریا دلی سے اپنے جگر گوشہ کے قاتل کی جان بخشی۔

وحشی بھی آپ ؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا یہ وہ شخص تھا جس نے آپ ؐ کے چچا حمزہ کا گلا کاٹا تھا' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو آنحضرت ؐ کی پھوپھی تھیں اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ تھا۔ اس خاندان نبوی ؐ کو وحشی کے اس عمل سے بے انتہا قلق اور صدمہ ہوا تھا۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ وحشی قصاص حمزہ رضی اللہ عنہ میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ حضرت ؐ کو بھی اس پر بہت غصہ تھا۔ اس نے آتے ہی سب سے اول یہ بات کہی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں یہ سننا تھا کہ حضرت ؐ نے یہ خون بھی معاف فرمایا۔

مسماۃ ہندہ بھی آپ ؐ کی خدمت میں پیش کی گئی یہ ابوسفیان کی بیوی تھی جس نے اپنے شوہر کی داڑھی پکڑ کر اسے جوتیوں سے پیٹا تھا کہ یہ مسلمان کیوں ہو گیا۔ جب وحشی نے حمزہ کا گلا کاٹا تو اس وقت اس عورت نے بے دردی کا وہ کام کیا جو شاید ہی کبھی کسی اور نے کیا ہو۔ اس نے حمزہ کا پیٹ چیر کے کلیجہ نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبایا اور مردہ لاش کے ناک اور کان کاٹے۔ اہل مکہ کو یقین تھا کہ یہ عورت کسی طرح معاف نہیں ہو سکے گی وہ خود شرمندہ اور اپنی نالائقیوں سے پشیمان تھی۔ اس نے شرمندگی کی وجہ سے اپنا منہ نقاب سے چھپا لیا۔ آپ ؐ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ دیکھئے (سوانح عمری حضرت محمد ؐ بانی اسلام ص ۱۱۳۔۱۱۶)

معروف ہندو ادیب اور محقق مسٹر مالک رام لکھتے ہیں اہم نے ان صفحات میں رسول اللہ کا اپنے دشمنوں اور منافقوں کے ساتھ سلوک بیان کیا ہے۔ یہ بیرونی بھی تھے اور اندرونی بھی۔ مکہ کے مشرک اور مدینہ کے یہودی

آپ ؐ کے پیروؤں اور مومنوں کے حلقہ سے باہر تھے۔ اور منافق گھر کے بھیدی۔ ہر ایک کے ساتھ آپ ؐ کا معاملہ یکساں رحم و کرم کا رہا۔ اور جب تک کسی نے مغفرت کا دروازہ اپنے آپ پر بند نہیں کیا آپ ؐ نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا۔ کیا کسی بادشاہ اور دوسرے نے بھی ایسی مثال پیش کی ہے۔ (اسلامیات / مالک رام ص ۱۱۵)

یورپین اسکالر آر ڈبلیو اسکاٹ لکھتا ہے!

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کے بیشتر مذاہب تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلائے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کو ختم کر کے مسلم آبادی کو جبراً عیسائی بنا دیا گیا۔ اس کے برعکس محمد ؐ نے جس حکمت عملی کو اختیار کیا وہ انسانی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ آپ ؐ نے اپنی برتری 'عناد' دشمنی 'تعزیری اور انتقامی سزاؤں کے بغیر میدان کارزار میں بہادری کے ابواب تحریر کیے کھلی جنگ میں کوئی گھٹیا اور پست حربہ استعمال نہیں کیا۔ دیکھیے

(Islam and its founder- Pub, 1875)

معروف یورپین سیرت نگار ای۔ ڈرمنگم "فتح مکہ" کو انسانی نوعیت کا واحد اور تاریخ ساز واقعہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے!

مکہ کی فتح کے بعد جب مسلمان فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو محمد ؐ نے ایک ایسا فیصلہ دیا جو انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد فیصلہ تھا۔ ملاحظہ ہو (The Life of Mohammad)

یورپ کا معروف دانشور لین پول "فتح مکہ" کو انسانی تاریخ کا بے مثال واقعہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے!

حقائق سخت ہوتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد ؐ نے جس دن اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور جو ان کی عظیم ترین فتح تھی۔ وہی دن دراصل محمد ؐ کی ذات اور انسانیت کی عظیم ترین فتح کا دن تھا۔ آپ ؐ نے مکہ کے لوگوں کو عام معافی دیدی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے ناقابل بیان مظالم اور اذیتوں کا آپ ؐ نشانہ بنے رہے تھے۔ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس طرح محمد ؐ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے دنیا کا کوئی فاتح اس طرح مفتوحہ شہر میں داخل نہیں ہوا۔ ملاحظہ ہو (Studies in Mosque)

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اپنی تصنیف عرب کا چاند ص ۲۹۳ میں "حضور انور ؐ کا فرمان محبت" کے عنوان کے تحت پیغمبر اسلام ؐ اور لشکر اسلام کے مکہ میں فاتحانہ داخلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پیغمبر رحمت ؐ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین و آفرین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے!

"لشکر اسلام نے قریش مکہ کو یکایک جا لیا تھا۔ ایک ہی شب درمیان میں تھی جس میں وہ اپنی مدافعت کے لئے کچھ سامان جنگ کر سکتے تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ اتنے قلیل عرصے میں کیا ہو سکتا تھا؟ اب اگر مسلمانوں کا مقصد جنگ غارت گری ہوتا تو ساکنان مکہ کی جان و مال ان کی جو ہر دار تلواروں کے رحم و کرم پر تھی۔ مگر ہمدردئ نوع انسان حضور انور ؐ نے باوجود ان کی ناقابل برداشت زیادتیوں کے ایسی سخت سزا ان کے لئے تجویز نہیں کی۔ بلکہ آپ ؐ کے اس عدیم المثال حکم سے جو آپ ؐ نے اپنے لشکر کو دیا ایسی محبت اور ہمدردی ٹپکتی ہے کہ اس کے تصور سے آج بھی انسان کے اخلاقی احساس میں ایک عجیب رفعت و وسعت پیدا ہوتی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ جو

محض خانہ کعبہ میں پناہ لے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے اس پر ہتھیار اٹھانا جرم تصور کیا جائے گا۔ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے یا گلی کوچوں میں بغیر کسی ہتھیار کے ملے اس سے قطعی تعرض نہ کیا جائے۔

جذبات صلح و آشتی کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قریش کی مفسدہ پردازیاں اور روزافزوں ظلم و ستم تقریباً ناقابل برداشت ہو چکے تھے۔ اور اب ایک سنہری موقعہ مسلمانوں کو حاصل تھا کہ ان کو جی بھر کر سزائیں دیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے اور اس حیرت انگیز اقتدار کے جو اس وقت مسلمانوں کو اہل مکہ پر حاصل تھا۔ انہوں نے قتل و خونریزی کو ناپسند کیا اور سب کو پناہ دی سوائے ان لوگوں کے جو اس پرامن مداخلت شہر کے راستہ میں بھی مزاحم ہوں۔ اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں۔

سوامی لکشمن پرشاد "پرامن مداخلت شہر" کے عنوان کے تحت مزید رقمطراز ہے!

صداقت و حقانیت' استقلال اور قدرت خداوندی کے محیر العقول کرشمے دیکھئے کہ وہ ہستی جس کے لئے کبھی مکہ کی زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی تھی۔ آج اس پر ایک حکمراں کی حیثیت سے قابض نظر آرہی ہے۔ وہی گلیاں اور کوچے جن میں اس کا چلنا پھرنا ہی قریش مکہ کو گوارا نہ تھا۔ آج اس کی شان و عظمت کے ترانے گا رہے ہیں۔ اور اس کو جھک جھک سلام کر رہے ہیں۔ وہی محبوب وطن جس سے کبھی وہ تقریباً بے یار و مددگار ہجرت کرنے پر مجبور ہوا تھا آج اس عظیم ہستی پر نثار ہو رہا ہے۔ جس کی قیادت میں ہزاروں جاں نثاروں کا ایک لشکر عظیم موجود ہے۔ آپ' کی آنکھوں میں ظفرمندی' اسلام کی بے پایاں مسرت اور شکر خداوندی کے گہرے احساس کی وجہ سے آنسو جھلک رہے تھے۔ گویا نرگس کے پھولوں پر شبنم بکھری پڑی ہو۔ سر مبارک جھکا ہوا تھا اور آپ' بارگاہ خداوندی میں اس کے احسان عظیم کے لئے ہدیہ نیاز و عقیدت پیش کر رہے تھے۔ (عرب کا چاند ص ۳۹۳)

معروف ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد "عفو عام کا فقید المثال نظارہ" کے عنوان کے تحت مزید رقمطراز ہے!

صحن کعبہ میں اسلام کے دشمنان ازلی گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے۔ کیسے دشمن؟ جنہوں نے داعی اسلام کے سر مبارک کو شانہ مقدس سے جدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ جنہوں نے جگر گوشہ رسول' کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا تھا۔ جنہوں نے آپ' کے چچا کا کلیجہ اپنے دانتوں سے چبایا تھا۔ جنہوں نے ہر ممکن موقعہ پر آپ' کو بدنام کرنے اور اذیت پہنچانے میں کوئی دریغ نہ کیا تھا جن کے دل و دماغ کی تمام قوتیں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف کار ہوتی تھیں۔ حضور انور' نے ایسے دشمنان دین کی طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھا اور پر رعب لہجہ میں دریافت فرمایا!

تمہیں معلوم ہے میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

سب نے یکساں زبان ہو کر عرض کی کہ آج تک ہم نے تجھے مجسم رحم' اور کرم مجسم دیکھا ہے اور آج بھی تجھ سے رحم و کرم کی توقع رکھتے ہیں۔

آپ ؐ نے متبسم نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا! اچھا میں بھی تم سے وہی الفاظ کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے ستمگر بھائیوں سے کہے تھے۔

تم پر کوئی الزام نہیں ۔۔۔ جاؤ تم سب آزاد ہو!

ایک چشم زدن میں حاضر اور غیر حاضر' موجود اور غیر موجود' سب ستمگر معاف کر دیئے گئے۔ اور وہ ایسی حالت میں جب وہ مفتوح تھے۔ قیدی تھے' اسیر تھے' غلام تھے' زیردست تھے' جب ان میں مقابلے کی تاب نہ تھی' جب ان میں انتقام کی قدرت نہ تھی' جب وہ بے بس تھے' بے کس تھے' اور مسلمانوں کے رحم و کرم پر تھے تو مسلمانوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ رحم در حقیقت افضل ترین وہ ہے جو اپنے جانی دشمنوں پر اس وقت کیا جائے جب تمہارے ہاتھوں میں انتقام لینے کی پوری قوت موجود ہو۔

یہ وہ فقید المثال مظاہرہ اور واقعہ ہے جس کا جواب تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ اسلام خونریزی کو صرف اس وقت روا رکھتا ہے جب نمرودی قوتیں حقانیت و صداقت کے نقش و نگار کو صفحہ دنیا سے محو کر دینے پر تلی نظر آتی ہیں۔ ورنہ بصورت دیگر رحم و کرم مسلمانوں کی خصوصیت ممیزہ تھی۔ اور عفو عام کا یہی جذبہ جس کا اظہار فتح مکہ کے دن بنو قریش کے لئے اس قدر جاذب توجہ ثابت ہوا کہ وہ تقریباً سب کے سب اسی دن برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
کہ جو کھائے اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی
اٹھائیں جن سے اذیتیں' انہی کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شان حلم بھی ہے ایسا کوئی حلیم بھی ہے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور تعدد ازواج

حقائق و اسباب

اور غیر مسلم حلقوں کے اعتراضات و شبہات کے جوابات

اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریک کا آغاز ایک مشنری دشمن رسول ؐ جان آف دمشق (۷۰۰ - ۷۵۴ء) نے کیا' آنحضرت ؐ کی سیرت مقدسہ پر سب سے پہلے جنسی اتہامات کا طومار اسی نے کھڑا کیا' اسی کا تیار کردہ لٹریچر از منہ وسطی سے لے کر بیسویں صدی تک مستشرقین کے لئے بنیادی ماخذ کا کام دیتا رہا اسی لٹریچر نے صلیبی جنگوں کو ہوا دی چنانچہ ۱۰۹۹ء میں پہلی خون آشام صلیبی جنگ ہوئی۔

دوسری صلیبی جنگ ۱۱۴۷ء میں لڑی گئی' تیسری معروف صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہنشاہ انگلستان رچرڈ کے درمیان ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۳ء تک جاری رہی۔

چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ء سے ۱۲۰۴ء کے درمیان لڑی گئی۔ ۱۲۱۷ء میں پانچویں صلیبی جنگ پیش آئی۔

چھٹی صلیبی جنگ کا واقعہ ۱۲۲۸ء میں پیش آیا۔

جب ان تمام عسکری محاذوں پر مسیحی قوت شکست سے دوچار ہوئی اور ان کی تمام کاوشیں ناکام ہو گئیں تو مسلمانوں کی تاراجی کے لئے اہل صلیب نے منگول قوت کے ساتھ عسکری اتحاد ۱۲۴۹ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان قائم کیا۔

آٹھویں صلیبی جنگ ۱۲۷۱ء میں پیش آئی۔

نویں صلیبی جنگ ۱۳۶۵ء میں پیش آئی' اور آخری دسویں صلیبی جنگ ۱۳۹۴ء میں پیش آئی۔

ان صلیبی جنگوں اور خون آشامیوں کا تعلق مستشرقین سے بڑا گہرا ہے کیونکہ پانچ صدیوں میں یورپی مفکرین'

مولفین اور شعراء اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف مسیحی جذبات کو گدگداتے 'اسلام اور مسلمانوں کی تاراجی پر ابھارتے 'اور ان میں شہادت کا جذبہ پیدا کر کے برسرپیکار ہونے کی روح پھونکتے رہے 'صلیبی جنگوں کی پانچ سو سالہ تاریخ ۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۵ء تک مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف منفی لٹریچر فراہم کرتے رہے گیارھویں صدی عیسوی میں اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف معاندانہ 'مناظرانہ اور مجادلانہ نوعیت کی کتابیں یورپ میں باقاعدگی سے لکھی جانے لگیں مثلاً (Peter) نے بڑی کاوش سے قرآن اور اسلامی تعلیمات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس کی رائے میں عیسائی اس وقت تک اسلام کے خلاف اپنی مذہبی جدوجہد جاری نہیں رکھ سکتے تھے جب تک ان کے پاس کافی مواد موجود نہ ہو چنانچہ اس نے Robert سے ۱۱۴۳ء میں فرانس میں لاطینی زبان میں قرآن کا ترجمہ کروایا جو بیرونی زبانوں میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہے "Robert اور Hermann" کی مدد سے چار مزید عربی کتابوں کا ترجمہ شائع کیا گیا جس کا دیباچہ پیٹر نے اپنے قلم سے لکھا 'ان چاروں کتابوں کو سامنے رکھ کر رابرٹ نے اسلام کے خلاف ایک زہر آلود کتاب (Ridiculsa sara Cenorum) (Chronica Mendosaet) مرتب کی' (Peter the Venrable of Gluni) کی تصانیف کے شائع ہوتے ہی اسلام کے خلاف مجادلہ اور مناظرہ کا دروازہ کھل گیا' یہی ایک ماخذ و سرچشمہ ہے' جس سے قرون وسطی کے نصرانیوں نے اسلام کے خلاف مواد حاصل کیا' ان تصانیف کے بعد سے یورپ کی تمام زبانوں میں اسلام کے خلاف سب و شتم کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

تیسری تاریخی صلیبی جنگ (۱۱۸۹ء = ۱۱۹۳ء) کے بعد صلیب (Cross) سرنگوں ہوئی تو عیسائی دنیا نے کمال عیاری سے اپنی تدبیر و حکمت عملی کو بدلا اور جنگ جیتنے کے لئے نئے ترکش اور نئے تیر استعمال کئے چنانچہ آلات ضرب کی بجائے اب سرد جنگ (Cold War) کا آغاز کیا گیا' عیسائی دنیا آج تک صلیبی ذہنیت اور عصبیت کے زیر سایہ اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہے' استشراق کی تحریک جس کا آغاز گیارھویں صدی عیسوی میں کیا گیا سولھویں اور بعد کی صدیوں میں اپنے عروج کو پہنچی اس تحریک کے علمبردار بلالحاظ رنگ و نسل عیسائی یا یہودی تھے جو اپنے مسخ شدہ مذہب کے تحفظ کے لئے سرجوڑ کر بیٹھ گئے' ان مستشرقین نے تجدد و تحقیق کے بھیس میں جو انکشافات کئے ہیں وہ اس قدر شدید اہانت آمیز اور روح فرسا ہیں کہ ان کا سننا یا پڑھنا سلیم الطبع کو گوارا نہیں۔

جان آف دمشقی سے لے کر آج تک مستشرقین 'اسلام اور پیغمبر اسلام ؐ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکاتے چلے آ رہے ہیں 'پیغمبر اسلام ؐ سے متعلق مغربی مستشرقین کے موقف کی تشکیل ایک ایسے ذہنی دائرہ میں ہوتی ہے جس میں قومی تعصب 'ذہنی تشنج بغض و کینہ اور نفرت کی کار فرمائی ہے' ان کی ارادی و غیر ارادی دونوں طرح کی جہالت اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مستشرقین کی بحث و تحقیق اور ان کا مطالعہ و تجزیہ نہ معروضی ہے اور نہ موضوعی اور نہ تاریخی و علمی بلکہ وہ سب و شتم کا ایک ایسا سلسلہ ہے جس میں کلیسا کی دینی اور مذہبی شخصیتوں کے ساتھ غیر دینی اور لامذہبی افراد بھی برابر حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سیلاب بلاخیز آج تک رواں ہے' اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مستشرقین کی ہرزہ سرائی و دسیسہ کاری 'اور خردہ گیری کا اصل محور و مرکز ہے۔

تعدد ازواج کے حوالے سے پیکر خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عفت و عصمت پر شہوت پرستی اور جنسی جنون کے شرمناک الزامات عائد کرنے والوں میں مستشرقین کے بدباطن گروہ میں ہلدی برٹ (HILDE BERT)' آندرے ڈینڈلو' فرانسس بیکن (FRANCIS BACON) راہب یولوجیس (EULIOGIUS) جان لڈگیٹ (J. LIDGATE) پیٹر (PETER THE VENRABLE) اور عصر حاضر کے گم کردہ راہ اور رسوائے زمانہ سلمان رشدی کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو تعدد ازواج (متعدد شادیوں) کے حوالے سے ہدف تنقید بناتے ہیں۔

عہد حاضر کا رسوائے زمانہ سلمان رشدی ملعون جس کا بدنام زمانہ انگریزی ناول (SATANIC VERSES) شیطانی آیات ۱۹۸۸ء میں بین الاقوامی نشریاتی ادارہ پین گوئن بکس نے شائع کیا مذکورہ ناول میں رشدی نے تعدد ازواج کے حوالے سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بابرکات میں اس قسم کے شرمناک نازیبا اور بے ہودہ الفاظ استعمال کئے ہیں جنہیں نقل کرنا بھی کفر کے مترادف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر مسلم حلقوں نے تعدد ازواج کے حوالے سے بے شمار اعتراضات کئے ہیں لیکن رشدی تمام معترضین اور ناقدین کا پیشوا نظر آتا ہے۔ رشدی نے تنقید نہیں کی بلکہ انتہائی بدتمیزی' دریدہ دہنی واہیات طریقوں اور فحش الفاظ میں شان رسالت مآبؐ میں گستاخی کی ہے۔

قبل اس کے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کے حقائق اسباب اور وجوہات کو بیان کر کے اعتراضات و شبہات کا ازالہ کیا جائے۔ مسئلہ تعدد ازواج کا تاریخی اور علمی مطالعہ ضروری ہے۔ تعدد ازواج کا مسئلہ دین اسلام کا پیدا کردہ نہیں نہ ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے معترض حلقوں کے بقول تعدد ازواج کا راستہ کھول کر دین اسلام کی اشاعت اور جنسیت کو فروغ دیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

مختلف مذاہب اور اقوام کی مذہبی قانونی اور تاریخی سند اس امر کی بین دلیل ہے کہ تعدد ازواج کی رسم اسلام سے قبل بھی مختلف مذاہب اور اقوام میں رائج تھی۔ چنانچہ معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی تصنیف (CIVILIZATION DE ARABES) میں "تعدد ازواج" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

مورخین یورپ کی نظروں میں تعدد ازواج گویا عمارت اسلامی کی بنیاد کا پتھر اور اشاعت دین اسلام ----- کا بڑا سبب ہے۔

مزید لکھتے ہیں! تعدد ازواج کی رسم اسلام سے بالکل الگ ہے۔ کیونکہ یہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوام مشرقی' یہود' ایرانی' عربوں وغیرہ میں موجود تھی اور جن اقوام نے مذہب اسلام قبول کیا انہیں خاص اس مسئلہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ (تمدن عرب صفحہ ۳۷۰ و صفحہ ۳۷۱)

اقوام عالم اور تعدد ازواج

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق مشہور ماہر انسانیات جارج مرڈاک (MURDOCK) کی رپورٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق دنیا کی ۵۵۴ قوموں میں سے ۴۱۵ میں تعدد ازواج کا رواج پایا جاتا ہے۔

(ENCYCLOPAEDIA BRITANICA, VOL.7, P.155, 1983)

جارج مرڈاک ہی کی ایک اور رپورٹ کے مطابق ۲۵۰ کلچروں یا معاشروں میں سے ۱۹۳ میں تعدد ازواج (POLYGAMY) کا رواج پایا گیا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

مذاہب عالم اور تعدد ازواج

مذاہب عالم کی تاریخ اور ذخیرہ کتب اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں کہ تعدد ازواج تمام مذاہب میں خواہ وہ الہامی ہوں یا غیر الہامی ہمیشہ رائج اور جائز رہا ہے اسے صرف اسلام کی طرف یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے دامن عفت و عصمت کو ہدف تنقید بنانا واقعیت کی تکذیب ہے۔

(غیر الہامی مذہب)

ہندومت اور تعدد ازواج

غیر الہامی مذاہب میں سب سے زیادہ معروف اور قابل ذکر حیثیت کا حامل "ہندومت" ہے اس مذہب کا ذخیرہ کتب اور تاریخ اس حقیقت کا اعتراف کرتی نظر آتی ہے کہ تعدد ازواج "ہندومت" میں ہمیشہ رائج رہی ہے۔ ہندو دھرم میں زمانہ قدیم سے نہ صرف اس کی اجازت رہی ہے بلکہ آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں اس کا رواج زیادہ ہے۔ "Position Of Women in Hindu Civilization The" کے مصنف ڈاکٹر الٹیکر (DR. A.S. ALTEKAR) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں اویدک لٹریچر میں تعدد ازواج (POLY GAMY) کے حوالے قطعی طور پر زیادہ ہیں۔ دیکھئے (کتاب مذکور صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء)

ہندومت کی تاریخی اور مذہبی شخصیات اور تعدد ازواج

ذیل میں ہندومت کی قابل احترام مذہبی و تاریخی شخصیات کی فہرست دی جاتی ہے جس سے ہندومت میں تعدد ازواج کی اجازت اور عملاً رواج کا پتہ چلتا ہے۔

رام چندر جی

ہندو دھرم کے پیرو "رام چندر جی" کو اپنا بھگوان تسلیم کرتے ہیں چنانچہ ان کے والد راجہ دسرتھ کی متعدد بیویاں تھیں۔

(۱) پٹ رانی کوشلیا والدہ رام چندر جی۔

(۲) رانی سمترا والدہ لچھمن جی۔

(۳) رانی کیکئی والدہ بھرت جی۔

سری کرشن جی

سری کرشن جی کی جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے سینکڑوں بیویاں تھیں۔

راجا پانڈو

راجا پانڈو مشہور پانڈوں کا جد اعلیٰ ہے اسکی دو بیویاں تھیں۔

(۱) کنتی والدہ یدبشٹر و بھیم سین وارجن۔

(۲) مادری والدہ نکل وسہدیو۔

راجا شتن

راجا شتن کی دو بیویاں تھیں۔

(۱) گنگا والدہ بھیکم۔

(۲) ستہ وتی والدہ چترا نگد وودیگر۔

بچھتراریج

بچھتراریج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

(۱) امیکا والدہ دھرتراشیٹ۔ پسر بیاس جی۔

(۲) امبانکا والدہ پانڈو پسر بیاس جی۔

(۳) لونڈی والدہ بدر۔ بن بیاس جی

بحوالہ (رحمۃ للعالمین جلد دوم / قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

علاوہ ازیں پدر منو کی دس بیویاں مانی جاتی ہیں جبکہ آستاریا برہمن کے راجہ ہریش چندرا کی سو بیویاں تھیں ملاحظہ ہو۔ (The Position Of Women in Hindu Civilization, P.105)

ہندو مت کی مقدس کتب اور تعدد ازواج

ڈاکٹر اشیکر نے سنسکرت کے مستند حوالوں سے لکھا ہے کہ متوخر ویدک لٹریچر میں متعدد شہادتیں ملتی ہیں کہ تعدد ازواج کا رواج معاشرے کے بعض طبقات میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے تھا۔ (حوالہ سابقہ)

معروف مسلمان مورخ اور سائنسدان ابو ریحان البیرونی جنہوں نے کئی سالوں تک ہندوستان میں مقیم رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور یہاں کے علوم وفنون اور رسم و رواج کا مشاہدہ کر کے مستند ترین کتاب ہندی تہذیب و ثقافت پر "تحقیق ماللھند" نامی تصنیف کی موصوف مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں!

"اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد عورتیں ہو سکتی ہیں چنانچہ برہمن کے لئے چار، چھتری (کشتر) کے لئے تین، ویش کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک بیوی ہو گی۔" (کتاب الہند / البیرونی صفحہ ۴۷۰)

جدید ہندو معاشرے میں تعدد ازواج کے اعداد و شمار مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی کتاب "تعدد ازواج پر

ایک نظر" صفحہ ۲۲ و صفحہ ۲۳ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ تو غیر الہامی مذہب ہندومت میں تعدد ازواج کا ایک تاریخی اور علمی مطالعہ تھا۔ غیر الہامی مذاہب میں قابل ذکر حیثیت کا حامل ہندومت ہی ایسا مذہب ہے جس کے پیرو آج بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

الہامی مذاہب اور تعدد ازواج

الہامی مذاہب میں یہودیت' عیسائیت اور اسلام تینوں تعدد ازواج کے جواز کے قائل ہیں اور تینوں مذاہب کی دینی و مذہبی تاریخ تعدد ازواج کے جواز پر عامل نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ یہودیت' عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم اور قابل احترام ہے' مذکورہ تینوں مذاہب سماوی آپ کو اپنا روحانی پیشوا اور ابوالانبیاء مانتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت سیدہ ہاجرہ اور سیدہ سارہ پر تینوں مذاہب متفق ہیں۔

یوروپین مصنف ویسٹر مارک (WESTER MARCK) لکھتا ہے!

"بہت سے مواقع پر لوتھر نے کثرت ازواج کی بابت کافی نرم رویہ اپنایا' خدا نے اس سے منع نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم کی جو ایک کامل انسان تھے دو بیویاں تھیں' خدا نے عہد نامہ قدیم کے بعض لوگوں کو خاص حالات میں ایسی شادیوں کی اجازت دے رکھی تھی۔

(The Future Marragein Western Civilization, P. 173)

یہودیت اور تعدد ازواج

یہودی مصنف ابراہیم لیون "تاریخ یہود" میں لکھتا ہے کہ تعدد ازواج کی کوئی قانونی ممانعت نہ تھی یہاں تک کہ قرون وسطی میں "RABBI GERSHOM" نے فتویٰ جاری کر دیا ایک شخص اتنی بیویاں رکھ سکتا تھا جتنی کہ اس کے بس میں ہوتیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ "GIDEON" کی ستر بیویاں تھیں' اور ہم داؤد کی بیویوں میں کم از کم سات کے نام جانتے ہیں۔ یہودی تاریخ میں سب سے بڑا حرم غالباً سلیمان ہی کا تھا۔

(A HISTORY OF THE JEWS- ABRAM LEON SACHAR- P.94)

ہارپر (HORPERS) کی بائیبل ڈکشنری میں لکھا ہے کہ!

"عہد نامہ قدیم کے زمانہ میں تعدد ازواج کی اجازت تھی اور توریتی قانون نے بھی اسکی ممانعت نہیں کی۔ داشتاؤں' کنیزوں اور دوسری بیویوں کی کثرت ایک معمول تھا' حضرت ابراہیم' یعقوب اور یوسف ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے۔ بادشاہوں کی بہت سی بیویاں ہوتیں جیسے داؤد اور سلیمان نے سیاسی اتحادوں کے لئے کیں۔ بحوالہ (Horper's Beble Dictionary by Madeleine- Smiller Etc. P.421)

بنی اسرائیل کے انبیاء تعدد ازواج کے جواز پر عملاً عامل رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔

(۱) سفورہ خاتون۔ کتاب خروج ۲/۱۳

(۲) بشیر

(۳) تمنی۔ قاضیون ۱/۱۶

(۴) حباب۔ قاضیون ۳/۱۶

علاوہ ازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لاتعداد بیویوں کے جواز کا پتہ ذیل کے حوالہ جات سے ملتا ہے!

"جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انہیں اسیر کر لائے ۱۱۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے ۱۲۔ تو تو اسے اپنے گھر میں لا اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا' ۱۳۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے گھر میں رہے۔ اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے بعد اس کے تو ساتھ خلوت کر اور اس کا خصم بن کر اور وہ تیری جورو بنے کتاب استثناء ۱۰ تا ۲۱/۱۳

عیسائیت اور تعدد ازواج

انجیل کے زمانہ نزول میں تعدد ازواج / کثیر ازدواجی قبول عام کا درجہ رکھتی تھی۔ اور اس کا عام رواج تھا۔ اور اسے مذہبی معاشرتی اور اخلاقی طور پر نہ صرف تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ اس پر کسی قسم کی تنقید یا اعتراض وارد نہ ہوتا تھا۔ اسی بناء پر انجیل میں اس موضوع سے بحث نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ اس وقت امر واقعہ تھا اور اسے بالکل درست اور فطری سمجھا جاتا تھا۔ انجیل نے نہ اسے ممنوع قرار دیا اور نہ اسے ضابطہ بند کیا اور نہ اس پر کوئی پابندی عائد کی گئی۔

عیسائیت میں اس امر کی گواہی ملتی ہے کہ دس کنواریاں اپنے ہونے والے دولہا سے ملنے کے لئے گئیں اور بائیبل کی بہت سی تفاسیر میں ہونے والے دولہا سے مراد یسوع مسیح ہی لئے گئے ہیں۔

جبکہ انجیل متی باب ۲۵ کے مطابق حضرت مسیح نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر انکے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ تھا۔

عیسائیت نے تعدد ازواج کی کبھی صریحاً ممانعت نہیں کی۔ عہد نامہ جدید میں ایک شادی کرنے کو پسندیدہ فعل تو ضرور قرار دیا گیا ہے لیکن اساقفہ کے سوا اور کسی عیسائی کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی' ابتدائے عیسائیت کے بعد کئی سو برس تک کلیسا کی کسی مجلس نے تعدد ازواج کی مخالفت نہیں کی اور کئی عیسائی امراء اور سلاطین نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھیں لیکن کلیسا نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا' چنانچہ شارلیمین نے دو عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنے کے علاوہ کئی ایک داشتہ عورتیں رکھ چھوڑی تھیں۔

یوروپین مصنف ویسٹر مارک (WESTER MARCK) کے مطابق بعض عیسائی فرقے تعدد ازواج کی بڑی شدت سے وکالت کرتے رہے ہیں ۱۵۳۱ء عیسائیوں کے ایک فرقہ نے اس بات کی تبلیغ کی کہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے اس کی بہت سی بیویاں ہونی چاہیں' ایک دوسرے فرقے میں معاشی حالات کی اجازت دینے کی صورت میں کثرت ازدواج فرض تھی تاکہ آخرت اور دنیا میں بھلائی پا سکے۔ ملاحظہ ہو۔

(The Future of Marriage in Western Civilization by Wester Marck. P. 173)

انبیائے سابقین اور تعدد ازواج

انبیائے سابقین کی عظمت و تقدس پر تینوں آسمانی مذاہب یہودیت' عیسائیت اور اسلام متفق ہیں۔ ان کی سوانحی تاریخ تعدد ازواج کے جواز اور اس پر عامل رہنے کی گواہ ہے۔ اور تعدد ازواج کے عدم جواز پر کسی پیغمبر یا نبی کی جانب سے اس کی ممانعت یا عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ انبیائے سابقین میں معروف انبیاء تعدد ازواج پر عامل رہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح تاریخ تعدد ازواج پر عامل رہنے کی بین دلیل ہے۔۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تعدد ازواج

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام و مرتبہ یہودیت۔ عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں مسلم ہے اور مذکورہ تینوں مذاہب میں آپ ابوالانبیاء اور روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں تینوں مذاہب کا سلسلہ آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ معروف ہیں حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے جن سے بنی اسرائیل کی نسل چلی اور دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی جو عربوں کے جد امجد ہیں۔

(۱) سیدہ ہاجرہ۔ کتاب پیدائش ۱۶/۳۔ والدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔

(۲) سیدہ سارہ۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱۵ والدہ اسحاق علیہ السلام۔

(۳) قتورہ خاتون۔ کتاب پیدائش ۲۵/۱ والدہ زمران۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور تعدد ازواج

(۱) لیاہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۳ والدہ روبن، شمعون، لاوی، یہودہ، آشکار، زبلون۔

(۲) زلفہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۴ والدہ جد، آشر۔

(۳) راخل۔ ایضاً کتاب پیدائش ۲۹/۲۸ والدہ یوسف علیہ السلام و بن یامین۔

(۴) بلہ۔ کتاب پیدائش ۲۹/۲۹ والدہ دان و نفتال۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تعدد ازواج

(۱) سفورہ خاتون۔ کتاب خروج ۲/۳۱ والدہ جیرسوم، الیعزر۔

(۲) جشیر

(۳) ان کے والد کا نام قینی تھا۔ قاضیون ۱/۱۶

(۴) ان کے والد کا نام حباب تھا۔ قاضیون ۴/۱۶

علاوہ ازیں کتاب استثناء ۱۰ تا ۲۱/۱۳ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تعدد ازواج کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور تعدد ازواج

(۱) اخنوعم۔ ا۔ سموئیل ۲۶/۲۳ والدہ امنون

(۲) ابی جیلی والدہ کلیاب

(۳) میکل بنت سادہ شاہ اسرائیل۔ ا۔ سموئیل ۱۸/۲۷

(۴) معکہ بنت تلمی شاہ جسور۔ ۲۔ سموئیل ۳ باب ' والدہ ابسلوم۔
(۵) حجیت۔ والدہ ابی سلوم وادونیاہ
(۶) ابیطال والدہ سفطیاہ۔
(۷) عجلاہ والدہ تیرعام۔
(۸) بنت سبع دختر ایعام۔ ۲۔ سموئیل ۳، ۱۱/۲۶ والدہ سلیمان علیہ السلام
(۹) ابی شاگ ۲۔ سموئیل '
(۱۰) دس حرمیں۔ ۲۔ سموئیل ۲۰/۳۰ علاوہ ازیں دیگر حرمیں وجور ئیں۔ ۲۔ سموئیل ۵/۱۳

حضرت سلیمان علیہ السلام اور تعدد ازواج

انبیائے سابقین میں تعدد ازواج کے حوالے سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیگر تمام انبیاء پر سبقت حاصل تھی آپ کی سات سو بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ سلاطین ۱۱/۳ جبکہ آپ کے بڑے بیٹے رجعام کی ۱۸ بیویاں اور ۶۰ حرمیں تھیں۔ تواریخ ۱۱/۲۱

خلاصہ کلام

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء و مرسلین سابقین تعدد ازواج کے جواز کے قائل اور اس پر عمل پیرا تھے۔ تینوں الہامی مذاہب یعنی یہودیت' عیسائیت اور اسلام مذکورہ تمام انبیاء کی عفت و عصمت اور عظمت و تقدس کے قائل ہیں اور ان کی شان میں گستاخی اور کسی قسم کا اہانت آمیز کلمہ ناجائز اور ناقابل برداشت تصور کرتے ہیں اب اگر مذکورہ انبیاء سابقین کی تعدد ازواج عفت و عصمت پاکدامنی اور پرہیز گاری کا ذریعہ تھیں تو نبی عفت و عصمت' پیغمبر رحمت' صاحب خلق عظیم' صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج پر غیر مسلم حلقوں بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے کیا جواز ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عفت و عصمت کو شہوت پرستی اور جنسی جنون کے نام پر تار تار اور داغدار کریں اگر وہ انبیائے سابقین کا عمل باوجود تعدد ازواج کے جائز اور عفت و عصمت پر مبنی قرار دیتے ہیں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو گروہ انبیاء کے سردار و امام ہیں اگر ان کا عمل تعدد ازواج ہدف تنقید قرار نہیں پاتا تو نبی صادق و امین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور دستار مقدسہ کو کیوں داغدار کیا جاتا ہے یہ ضد اور ہٹ دھری سراسر مبنی بر ناانصافی ہے۔ اگر تعدد ازواج شہوت پرستی اور جنسی جنونیت کا نام ہے تو نعوذ باللہ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم شہوت پرست اور جنسی جنونی قرار نہیں پائیں گے بلکہ تمام انبیائے سابقین جو تعدد ازواج پر عامل رہے اور الہامی وغیر الہامی مذاہب جن کی مذہبی کتب تعدد ازواج کے جواز و استحسان کے دلائل و براہین فراہم کرتے ہیں وہ سب انبیاء اور مذاہب کے بانی شہوت پرست جنسی جنونی اور شہوت و جنسیت کے علمبردار تصور کیے جائیں گے (نعوذ باللہ)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تعددِ ازواج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد شادیاں (تعدد ازواج) امت مسلمہ کے لئے جو آپؐ کی عفت و عصمت' زہد پرور زندگی اور حیات طیبہ کے ہر دور سے واقفیت رکھتے ہیں وہ آپؐ کے اعلیٰ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اس امر کے معترف ہیں کہ آپؐ کی شادیاں پیغمبرانہ زندگی کا حصہ تھیں۔ جس میں لذات نفسانی کا شائبہ تک نہ تھا۔

لیکن غیر مسلم حلقوں کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں قابل بحث قرار پاتی ہیں غیر مسلم معترضین' مستشرقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے حقائق و اسباب کو مسخ کر کے آپؐ کی سیرت و کردار کو تعدد ازواج (Poly Gamy) کے حوالہ سے ہدف تنقید بناتے ہوئے شہوت پرستی اور لذات نفسانی کے شرمناک بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہیں۔

حقائق

ذیل میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج کے حقائق پیش کرتے ہیں جن سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ آپؐ کی ایک سے زائد شادیاں کن وجوہات کے تحت عمل میں آئیں۔

(۱) آپؐ عرب کے اس گرم خطہ زمین سے تعلق رکھتے تھے جہاں فطری خواہشات انسان پر غالب ہوتی ہیں۔ جہاں لوگ کم عمری میں جسمانی پختگی کو پہنچ جاتے ہیں اور جہاں خواہشات جسمانی کی آزادانہ تسکین ہر طبقے کے لوگوں میں عام تھی' اس کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس برس کی عمر تک جب آپؐ نے پہلی شادی کی کسی عورت کو ہاتھ تک نہ لگایا سارے عرب میں آپؐ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر "الامین" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ جس سے آپؐ کی اخلاقی زندگی کا اعلیٰ معیار واضح ہوتا ہے۔

(۲) آپؐ کی پہلی شادی اس گرم آب و ہوا میں اتنی غیر معمولی تاخیر سے حضرت خدیجہؓ سے ہوئی جو دوبار بیوہ ہونے والی نسبتاً ایک معمر خاتون تھیں جبکہ عمر میں بھی آپؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں' شادی کا پیغام بھی خود

حضرت خدیجہؓ نے دیا اور آپؐ نے باوجود عمر کے اس واضح فرق اور دو بار بیوہ ہونے کے قبول کر لیا۔ اس وقت اگر آپؐ چاہتے تو آپ کو ان سے کہیں زیادہ حسین و جمیل اور نو عمر لڑکیاں شادی کے لئے مل جاتیں اگر نعوذ باللہ آپؐ پر شہوت پرستی یا لذات نفسانی کا غلبہ ہوتا۔

(۳) جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک عین شباب کا عرصہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے قبل دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو بلکہ ان کے وفات پا جانے کے بعد بھی ہمیشہ ان کی یاد کو تازہ رکھا ہو' کیا اس مقدس ہستی کی نسبت کسی کے دل میں یہ گمان بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کی شادی کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جاتی ہے۔

انہی سے آپؐ کی تمام اولادیں ہوئیں سوائے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم کے' وہ آپؐ کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہیں حتی کہ ان کی عمر ۶۵ سال سے متجاوز ہو گئی' ان کی زندگی میں نہ آپؐ نے کوئی شادی کی اور نہ اپنی ان بیوی کے سوا کسی اور سے تعلق رکھا۔

رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عصبیت اور جنوں نوازی کے اظہار کے لئے بدنام زمانہ کتاب لکھی جس کا نام نقل کرنا بھی کلمہ کفر ہے۔ اپنی زہر افشانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود حضورؐ کی عائلی زندگی کے بارے میں اس اعتراف سے باز نہ رہ سکا!

"محمدؐ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمدؐ نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا وہ برہم چاری تھے اور ان کا حق تھا کہ شادی کریں' معیار خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں۔ اس بوڑھی عورت سے اس جوان مرد نے نباہ کی یہ بات محمدؐ کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ بحوالہ (ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالتؐ صفحہ ۷۲ / محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ مطبوعہ الفیصل لاہور ۱۹۹۳ء)

معروف یوروپین دانشور جان ڈیون پورٹ (IOHN DAVEN PORT) اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن (APPOLOGY FOR MUHAMMAD AND QURAN) میں اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے!

"کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بی بی خدیجہؓ کی وفات کے بعد گیارہ یا بارہ نکاح کئے اور آپؐ پندرہ یا تیرہ عورتوں سے منسوب ہوتے تھے اس بناء پر بعض مخالف مورخ آپؐ پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور آپؐ کے اس فعل کو شہوت پرستی کی طرف منسوب کرتے ہیں (معاذ اللہ) مگر علاوہ اس بات کے کہ اہل عرب اور مشرقی لوگ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک سے زیادہ نکاح کیا کرتے تھے اور ان کا یہ فعل قبیح خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ آپ پچیس برس کی عمر سے پچاس برس تک ایک ہی بیوی پر قانع رہے ------ ..... اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص شہوت پرست ہو اور ایسے ملک کا

باشندہ ہو جہاں ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہوں اور وہ شخص پچاس برس کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔

(۴) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے سانحہ ارتحال کے وقت جبکہ ان کی عمر ۶۵ برس اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ برس تھی ان کے انتقال کے بعد آپ کچھ عرصہ تجرد کی زندگی گزارتے رہے تب ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ آپ کے نکاح میں آئیں جو اپنے شوہر سکران بن عمرو کے ساتھ ہجرت حبشہ ثانیہ سن ۵ نبوی میں (جو کہ مشرکین مکہ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کے لئے ایذاء رسانی کا دور تھا) کر گئی تھیں حبشہ سے وطن واپسی کے موقعہ پر ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا اب انہیں پناہ اور تحفظ درکار تھا ان کے لئے فطری راہ یہی تھی کہ یہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر کے انہیں تحفظ اور پناہ فراہم کی۔ وہ نہ تو نو عمر تھیں اور نہ ظاہری حسن و جمال کی مالک' ایک عام بیوہ عورت تھیں۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے پیغام نکاح بھیجا ان دونوں شادیوں کے پس پردہ کار فرما محرکات کا کوئی تعلق شہوت اور جسمانی کشش سے ہرگز نہیں تھا اس کے باوجود آپؐ نے پانچ برس ان کے ساتھ گزارے اب آپ کی عمر مبارک ۵۵ برس ہو گئی اور کوئی نکاح اس مدت میں آپؐ نے نہ کیا۔

(۵) پچپن سال سے انسٹھ سال کی عمر تک آپؐ نے آٹھ شادیاں کیں جبکہ حیات طیبہ کے آخری چار سالوں میں آپؐ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا' آپؐ کی بیشتر شادیاں ان پانچ سالوں میں ہوئیں جو کہ آپؐ کی حیات طیبہ کا آخری اور اسلام کی تاریخ کا اہم ترین دور تھا یہ دور آپؐ کے پیغمبرانہ مشن کا مشکل ترین اور آزمائشی دور تھا دوسری طرف آپؐ غزوات میں صحابہ کرام کی قیادت فرما رہے تھے' یہی وہ وقت تھا جبکہ اسلامی قانون سازی جاری تھی اور اسلامی معاشرے کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں آپؐ نے بیشتر نکاح اسی مخصوص دور میں کئے۔

ان حالات میں آپؐ کی شادیوں کی تعبیر محض شہوانی جذبات اور جسمانی کشش کی اصطلاحات کے تحت کرنا واقعیت کی تکذیب ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (المعروف جنرل گلپ پاشا) (JOHN BAGOT) اپنی کتاب "THE LIFE AND TIMES OF MUHAMMAD" میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ۵۵ سے ۵۹ سال تک کے عرصہ میں کی گئیں شادیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"آپؐ نے اس وقت اپنی ازواج میں اضافہ کیا جبکہ آپؐ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوائے بی بی عائشہؓ کے آپؐ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں اور ان میں سے بھی کئی ایک ادھیڑ عمر اور حسن سے عاری تھیں' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو عمر رسیدہ اور سمجھدار عورتوں کی صحبت پسند تھی' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضورؐ کو نرینہ اولاد کی خواہش تھی' اس لئے آپؐ ایک کے بعد دوسری شادی کرتے رہے۔ اگر لوگوں کا یہ خیال صحیح تھا تو حضورؐ بجائے ادھیڑ عمر کی عورتوں سے شادی کرنے کے نوجوان لڑکیوں سے شادی کرتے'

تاکہ اولاد نرینہ کی تکمیل بہتر طریقے پر ہو سکتی' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ شادیاں سیاسی مصلحت کی بناء پر کیں' بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا منشاء ان عورتوں اور بچوں کی سرپرستی کرنا تھا جن کے خاوند جنگوں میں مارے گئے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

یہاں ایک بات قابل توجہ ہے کہ حضورؐ جب جوان تھے بی بی خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے چھ بچے پیدا ہوئے یہاں بارہ بیویوں سے ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوا صرف مصری لڑکی ماریہ کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا' حضورؐ کی بیویوں میں اکثریت اگرچہ جوان نہیں تھی پھر بھی تولید کے قابل تھیں' مدینہ میں حضورؐ کو اتنا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ آپؐ زندگی کے اس پہلو پر زیادہ توجہ دیتے۔ یوں بھی جب آپؐ کی عمر مبارک پچاس برس سے تجاوز کر گئی تھی آپؐ ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو امت کے لئے وقف کر چکے تھے۔ جہاں انسان وقت کی اہم ترین گتھیوں کو سلجھا رہا ہو اور مختلف قسم کے نازک حالات میں گھرا ہوا ہو وہاں جنسی خواہشات کی تکمیل جو بچوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جان بوجھ کر ادھوری چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ امت کے لئے ایک قسم کی قربانی ہے۔

مزید لکھتے ہیں!

حضورؐ کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا وفات کے وقت حضورؐ کی گیارہ بیویاں تھیں ان بیویوں کی تعداد کو دیکھ کر آپؐ پر نفس پرستی کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔

(۶) آپؐ کی حیات طیبہ جس سادگی اور تنگی میں بسر ہوتی تھی وہ نعوذباللہ کسی تعیش پسند اور شہوت پرست انسان کی زندگی نہیں ہو سکتی ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بیان کے مطابق جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔

چنانچہ دشمن بھی اس امر کے معترف نظر آتے ہیں۔

لین پول (LANE POOLE) "LIFE OF MUHAMMAD" میں لکھتے ہیں یہ کہنا کہ محمدؐ بندہ ہوس تھے غلط ہے' ان کی روز مرہ کی زندگی' ان کا تخت' بوریا جس پر وہ سوتے تھے' ان کی معمولی غذا' کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دینا ظاہر کرتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بلند و بالا تھے۔

یورپ کا مشہور دانشور تھامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) اعتراف حقیقت کے طور پر کہتا ہے!

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیش و عشرت اور شہوانیت کے دلدادہ نہ تھے۔ یہ وہ الزام ہے جو آپؐ پر ان ناعاقبت اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہو گی کہ اس شخص کو ایک بندہ ہوس تصور کیا جائے۔ آپؐ کا گھریلو ساز و سامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عام قسم کی تھی' بعض اوقات ایسا بھی رہا کہ مہینوں آپؐ کے گھر میں چولہا روشن نہ ہو سکا' وہ جو آپؐ کے جاں نثار اور پیروکار تھے آپؐ کو سچے دل سے خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپؐ کی زندگی انکے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح

تھی۔ کوئی راز اور اسرار آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں تھا۔

بحوالہ (On Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History)

(۷) وہ ازواج مطہرات جنہیں آپ ؐ نے نکاح میں قبول فرمایا سوائے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سب ہی بیوائیں یا مطلقہ تھیں ان بیواؤں میں سے کوئی بھی کسی خاص دل کشی یا حسن صورت کی حامل نہ تھی، ان میں سے بعض عمر میں بڑی تھیں اور بیشتر نے آپؐ کو پیغام نکاح دیا۔

یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج / (متعدد شادیوں) کا عمومی پس منظر اس سے بھی یہ تاثر قائم نہیں ہو سکتا کہ یہ شادیاں جسمانی ضروریات کی آسودگی کی غرض سے یا حیاتیاتی تقاضوں کے تحت عمل میں آئی تھیں۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ آپ ؐ نے بیویوں کی اتنی بڑی تعداد ذاتی اغراض اور جسمانی ضروریات کی آسودگی کے لئے رکھ چھوڑی تھی۔

معترضین جواب دیں

دوست یا دشمن جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی سالمیت یا روحانی برتری میں آپ ؐ کی شادیوں کی بناء پر شک کرتا ہے اس پر مندرجہ ذیل سوالات کے اطمینان بخش جوابات دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

(۱) آپ ؐ نے اپنی پہلی شادی پچیس برس کی عمر میں کیوں کی اور اس عمر تک کسی عورت سے آپ ؐ نے نکاح کیوں نہیں کیا۔

(۲) آپ ؐ نے دو بار بیوہ ہونے والی معمر خاتون کو جو آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں اپنی زوجیت کے لئے کیوں پسند فرمایا

(۳) آپ ؐ اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ کی تاحیات رفاقت پر جو پچیس برس کے طویل عرصہ پر محیط ہے اور جو آپ کا عین مرحلہ شباب کا دور تھا کس طرح قانع اور مطمئن رہے اور دوسری شادی کا خیال تک ذہن میں نہ آیا۔

(۴) آپؐ نے ان بے سہارا بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے جو کوئی خاص دلکش یا حسن صورت کی حامل نہ تھیں کیوں شادیاں کیں۔ جبکہ آپ ؐ قبائل عرب کی حسین ترین کنواری دوشیزاؤں سے شادی کر سکتے تھے۔

(۵) آپ ؐ نے اتنی عسرت اور تنگی کی زندگی کیوں بسر کی جبکہ آپ ؐ خاصی آسودہ حالی اور آرام کی زندگی گزار سکتے تھے۔

(۶) آپ ؐ نے بیشتر نکاح حیات طیبہ کے آخری دور میں کیوں کئے جو کہ آپ ؐ کی حیات طیبہ کا مصروف ترین دور تھا۔

(۷) اگر نعوذباللہ آپ ؐ پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا تو آپ ؐ کی اعلی حیثیت اور اخلاقی برتری کا معیاری مقام کس طرح قائم رہ سکتا تھا،

اور بھی بہت سے سوالات اٹھائے جاسکتے ہیں،

بہر حال یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں کہ اسے شہوت پرستی اور خواہشات نفسانی کے بے بنیاد الزامات اٹھا کر حل کیا جا سکے یہ سنجیدہ اور دیانت دارانہ غور و فکر کا مستحق ہے۔

اسباب

ذیل میں ان اسباب و وجوہات کو بیان کیا جاتا ہے جن کی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زائد شادیاں کیں۔

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں / تعدد ازواج کے اسباب و وجوہات اور حکمتوں کے متعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اپنے علمی رسالہ "کثرت الازدواج لصاحب المعراج" میں جو خاص اسی موضوع سے متعلق ہے نہایت مدلل انداز میں معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں ا

"ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں' کسی کی عملی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں رخوں کو بے نقاب کیا جائے ورنہ اس کے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کرنا امر لاحاصل ہوا کرتا ہے۔

وہ دو پہلو یہ ہیں بیرونی زندگی' یہ زندگی کا وہ حصہ ہے جو انسان لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے اس حصہ کے متعلق ہر انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے بکثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔'' دوسرا پہلو انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جسے خانگی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ حیات انسانی کا وہ حصہ ہے جس سے ایک انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ ہر فرد کی چار دیواری کے حالات' خانہ داری کے نشیب و فراز خانگی تعلقات' اور دیگر راز و نیاز کی باتوں کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے کس وجہ سے؟

اس لئے کہ وہ انسانی کمزوریوں کا نقشہ پیش کرنے سے خائف ہے اور اس کی زندگی کا یہ پہلو افراط و تفریط کا ایک کمزور مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں دنیا کے ہر انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے بہتر کسوٹی ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات بھی دنیا کے سامنے اسی آب و تاب کے ساتھ پیش ہو سکیں جس طرح اس کی عام زندگی عوام کے روبرو موجود ہو۔

بس یہی وجوہ تھیں کہ دنیا کے انسان کامل اللہ کے برگزیدہ رسول' نبیوں کے سردار اور کائنات عالم کے مختار کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ بہ تمام و کمال دنیا کے روبرو پیش کیا گیا' آپ کی عام اور خانگی زندگی دنیا کو معلوم ہو جائے تاکہ عاشقان حق کے قلوب پر آپ کی عظمت و صداقت کا سکہ جم جائے۔ عاشقان صادق اپنی زندگی کے لمحوں کو اس الٰہی سانچے میں ڈھال سکیں اور آنے والی نسلیں آپ کی عملی زندگی کو اپنا دستور العمل بنا سکیں' چنانچہ آپ کی زندگی کے حالات من و عن اس زبردست تحقیق و صحت کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی'

انبیائے سابقین میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل و تدقیق کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی ہر الجھن اور شعبہ حیات کے ہر مسئلہ میں ان سے سبق حاصل کر سکے۔

یہ صرف پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلاۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہی تھا جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفہ سے مستغنی بنا دیا' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کے لئے خداوند قدوس نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کر دیے چنانچہ ایسی دو جماعتیں پیدا ہو گئیں جنہوں نے اس ضروری امر اور فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانشور دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پہلی جماعت صحابہ کرام ؓ کی تھی اور دوسری حضرات امہات المومنین ؓ کی۔

حکیم الامت مزید لکھتے ہیں!

حضرات صحابہ کرام ؓ کی مقدس جماعت نے صرف آپ ؐ کی بیرونی زندگی کو بالتفصیل دنیا کے سامنے پیش کیا' لیکن خانگی حالات کا ضروری حصہ دنیا کے روبرو پیش ہونا باقی رہ گیا تھا جس کے بغیر آپ ؐ کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور معترضین کے لئے اعتراضات کی گنجائش باقی رہتی۔ اس کام کے لئے ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں آپ ؐ کی رفیق ہوتی' جو راتوں کی تاریکیوں میں آپ ؐ کا ساتھ دیتی۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے اس سلسلہ میں وہ خدمات انجام دیں جو خداوند کریم کو اپنے محبوب پاک کے اس شعبہ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوئیں اس مبارک جماعت کی بدولت سیرت نبوی ؐ کا وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا جس نے آپ ؐ کی عظمت اور صداقت پر چار چاند لگا دیے اور حقیقت میں تعدد ازواج کے لئے سب سے بڑا موجب یہی ضرورت تھی۔ کس کو کیا معلوم ہوتا کہ اللہ کے سچے مرسل اور توحید کے علمبردار اوقات تنہائی کن مشاغل میں گزارتے ہیں' خلوت کی گھڑیاں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں' (کثرت الازدواج لصاحب المعراج صفحہ ۳ تا ۵/ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی" مطبوعہ دہلی)

ازواج مطہرات نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اہم حصہ خانگی /گھریلو زندگی کو امت کے سامنے پیش کر کے درحقیقت دین کے نصف حصہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زائد نکاح نہ فرماتے تو دین نامکمل رہ جاتا' ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کی دینی تربیت گاہ اور ازواج مطہرات امت کی امہات اور معلمات تھیں۔ جنہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی آپ ؐ کی سیرت و کردار اور دینی تعلیمات کا وہ شعبہ جو خاص عورتوں سے متعلق تھا یہ تمام و کمال محفوظ کر کے امت کے سامنے پیش کر کے تعلیمات نبوی ؐ کی ترویج و اشاعت میں قابل ذکر اور اہم کردار ادا کیا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج / ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب ان عورتوں کو جن کے شوہر غزوات یا تبلیغ اسلام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے جام شہادت نوش کر چکے تھے یا دیگر اسباب کی بناء پر وہ عورتیں بیوہ یا مطلقہ ہو گئیں تھیں ان کی دادرسی' انہیں تحفظ فراہم کرنے اور ان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے ان سے نکاح فرمایا جس میں سے بیشتر نے خود آپ کے دامن عفت و عصمت میں تحفظ اور پناہ کی خواہش ظاہر کرکے آپ کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نکاح سیاسی اسباب کی بناء پر کئے جن کا مقصد دین اسلام کی تبلیغ واشاعت' اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا خاتمہ' اسلام اور مسلمانوں کے دشمن و حریف طبقوں کو اپنا حلیف بنا کر اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہر ممکن اقدامات کرنا تھا۔

○ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حی ابن اخطب کی بیٹی تھیں ان کی والدہ یہودی قبیلہ قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قرظی سے ہوا اس نے طلاق دیدی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں' کنانہ جنگ خیبر ۷ھ میں مقتول ہوا اور یہ گرفتار ہو کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے قبل اسلام اور کفر کے مابین بیشتر جنگوں میں یہود کفار کا ساتھ دیتے رہے تھے لیکن ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں سے سخت بغض و عناد اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی سازشوں میں مصروف عمل یہودیوں کا ایک بڑا حصہ غیر جانبدار ہو گیا اور یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک و سہیم نہ ہوئے۔

○ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابو سفیان حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی تھیں۔

ابتدائے دعوت اسلام کے موقعہ پر اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی۔ ان کا شوہر عبید اللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گیا۔ مگر ام حبیبہؓ برابر دین اسلام پر قائم رہیں' اختلاف مذہب کی بناء پر عبید اللہ بن جحش سے علیحدگی ہوئی۔ اور بعد ازاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار تھے اسلام سے قبل قریش کے تین اشخاص بہت ذی اثر اور صاحب الرائے تھے' عتبہ' ابو جہل اور ابو سفیان' قریش کا فوجی علم "عقاب" ابو سفیان کے پاس رہتا تھا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشہور جنگوں میں مشرکین و کفار مکہ کے امیر الجیش و امیر العسکر کے طور پر شریک ہوئے۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق ام حبیبہؓ کے نکاح کی خبر ابو سفیان کو مکہ میں ملی اس وقت وہ رسول اللہ کے محارب اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ام حبیبہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بعد ابو سفیان مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو کر **"من دخل دار ابو سفیان فھو امن"**

کے الفاظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کے لئے ادا ہوتے ہیں۔

"THE LIFE AND TIMES OF MUHAMMAD" کا مصنف غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (JohN BAGOT) حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"یہ واقعہ ہمارے ذہنوں پر عجیب و غریب اثر کرتا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف خاندان کی لڑکیوں سے شادیاں محض اس لئے کیں کہ ان خاندان والوں سے حضورؐ کے تعلقات استوار ہوں۔ آپؐ نے خاص طور سے حبشہ کے شہنشاہ کو لکھ کر ام حبیبہؓ کو مدینہ بلوایا۔ اگر آپؐ کا مقصد صرف ایک عورت کا حصول ہی تھا تو ایک سے بڑھ کر ایک حسین و جمیل اور خوبصورت سے خوبصورت لڑکی عرب ہی میں آپ ﷺ کو مل سکتی تھی۔ سینکڑوں خوبصورت لڑکیاں عرب ہی میں موجود تھیں ان ساری پری پیکروں کو چھوڑ کر خاص طور سے ام حبیبہؓ کو جو بیوہ بھی تھیں حبشہ سے بلوا کر حضورؐ کا شادی کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضورؐ غالباً ام حبیبہؓ کے توسط سے ابوسفیان سے اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے۔ محمد رسول اللہؐ ترجمہ (THE LIFE AND TIMES OF MUHAMMAD)

○ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کا خاوند مسافع بن صفوان غزوہ مریسیع / بنو مصطلق ۵ھ میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بکثرت لونڈیاں اور غلام مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آئے' نبی اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ان کا قبیلہ بنو مصطلق جس کے سردار ان کے والد حارث بن ضرار انتہائی جنگ جو' طاقتور اور رہزنی تھے ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نبی اکرمؐ سے نکاح سے قبل یہ قبیلہ قتل و غارت گری' رہزنی اور لوٹ مار میں غیر معمولی شہرت رکھتا تھا۔ اسلام اور کفر کے درمیان معرکہ آرائیوں میں یہ قبیلہ ہمیشہ کفار کے حلیف کے طور پر مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی صف میں شریک رہا۔

غزوہ بنو مصطلق شعبان ۵ھ بذات خود اس قبیلہ کے ساتھ پیش آیا' نبی اکرمؐ سے ام المومنین حضرت جویریہؓ کے نکاح کے بعد صورتحال یکسر بدل جاتی ہے قبیلہ کے بیشتر افراد بشمول سردار قبیلہ حارث بن ضرار کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں' ڈاکہ زنی اور رہزنی سے تائب ہو جاتے ہیں اور قبیلہ بنو مصطلق اور اس کے حلیف قبائل کی حمایت اسلام کے لئے حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پھر کبھی یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف صف آراء نظر نہیں آتا۔

○ ام المومنین حضرت میمونہؓ رسالت مآبؐ سے نکاح سے قبل مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں اس سے طلاق کے بعد ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں اس کے انتقال کے بعد نبی اکرمؐ سے نکاح ہوا۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ سردار نجد کی بیوی کی بہن تھیں۔ نبی اکرمؐ کے حضرت میمونہؓ سے نکاح کی بدولت مسلمانوں کے اہل نجد سے بہتر تعلقات قائم اور نجد کی سرزمین میں دعوت اسلام کی راہ ہموار ہو گئی جبکہ

نجد وہی علاقہ تھا کہ جہاں کے لوگوں نے نبی اکرمؐ سے نجد کی سرزمین میں دعوت اسلام کے لئے مبلغین ستر(۷۰) حفاظ قرآن لے جا کر دھوکہ سے ان تمام کو شہید کر دیا تھا علاوہ ازیں اسلام اور مسلمانوں کو اہل نجد سے متعدد مواقع پر فتنہ و فساد کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لیکن حضرت میمونہؓ سے نکاح کے بعد رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو امن ہو گیا اور نجد کی سرزمین میں اشاعت اسلام کے نئے باب کا آغاز ہوا۔

(۴) نبی اکرمؐ کی ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب خاندانی' علاقائی' نسلی اور قبائلی عصبیت کا عملاً خاتمہ تھا' چنانچہ آپؐ نے مختلف قبائل اور خاندان کی عورتوں سے شادی کر کے امت کے سامنے عملی نمونہ پیش کر کے ان تمام لعنتوں کا جو عرب کا سرمایہ افتخار سمجھی جاتی تھیں خاتمہ فرما دیا۔

آپؐ نے بزرگی اور تقرب کے تصور پارینہ کو پارہ پارہ اور نسلی اور قومی احساس برتری کے بتوں کو پاش پاش کر دیا' مروجہ امتیازات مٹ گئے' اختلاف قومیت' تخصیص' رنگ و نسل' خاندانی و قبائلی بت فنا ہو گئے۔

آپؐ نے جاہلی کبر و نخوت پر ضرب کاری لگاتے ہوئے انسانی غرور و عصبیت کو کچل کر رکھ دیا فرمایا!

وہ قومیں جو اپنے مردہ آباؤ اجداد پر فخر کرتی ہیں ان کو اس سے باز آنا چاہئے وہ جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں۔ ورنہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجاست کے ان کیڑوں سے بھی ذلیل تر ہوں گے جو اپنی ناک سے نجاست کو دھکیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم سے یقینی طور پر جاہلیت کی عصبیت اور باپ دادا پر فخر کرنے کو مٹا چکے ہیں (مشکوٰۃ باب المفاخرۃ صفحہ ۴۱۷)

ظہور اسلام کے وقت مذاہب عالم اور اقوام و امم پر عصبیت' قومیت' اور علاقائی و قبائلی اثرات چھائے ہوئے تھے جو انسان کے فکر و نظر پر غالب اور اس کے شعبہ حیات پر حاوی تھے اور اس کی زندگی کا لازمی عنصر بن کر رہ گئے تھے۔

یہودی اور نصرانی خود کو اللہ کی چہیتی اولاد قرار دیتے تھے' فراعنہ مصر سورج دیوتا کے اوتار کی صورت اختیار کیے ہوئے تھے' شاہان ایران اپنی رگوں میں خدائی خون کے دعویدار تھے' چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا فرزند تصور کرتے تھے اور ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کی نسبت سورج اور چاند سے قائم کی گئی تھی۔ ایرانی اپنے رنگ کے فخر سے اتنے مغلوب تھے کہ وہ حبشیوں اور ہندوؤں کو کوے کہتے تھے۔ عرب اپنی نخوت اور شوکت کے مد نظر ساری دنیا کو عجم یا بے زبان سمجھتے تھے۔ اور ہندوؤں نے طبقاتی تفریق کے لئے ذات پات کا نظام وضع کر رکھا تھا۔

جہاں تک عرب کا تعلق تھا وہاں بھی یہی صورتحال پوری شدت کے ساتھ نظر آتی ہے' عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب کچھ اتنا شدید تھا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی ان کے اثرات گہرے تھے' پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشاکش اتنی ہی شدید تھی۔ اسی طرح قریش اور غیر قریش کی کشاکش ایک مستقل مسئلہ تھا' اور خود قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں قدیم تھیں۔

اس باہمی تعصب نے نہ صرف آپس کی جنگ و خونریزی کو روا رکھا تھا بلکہ نفرت و حقارت کا ایک ایسا سیلاب جاری کیا ہوا تھا جو تھمتا تھا اور نہ رکتا تھا' اس حالت نے عربی قبائل کے اندر انفرادیت پسندی اتنی بڑھا دی تھی

کہ ازدواجی تعلقات عموماً قبیلہ کے اندر ہی قائم کئے جاتے تھے۔

رسالت مآب ؐ نے صدیوں سے جاری مذاہب و اقوام کی ان جاہلی اور خود ساختہ اقدار و روایات کا مختلف قبائل و اقوام میں شادیاں کر کے عصبیت کا قدیم حصار خاک آلود کر دیا

نبی اکرم ؐ کی ازواج مطہرات ؓ جغرافیائی اعتبار سے جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبائل کی نمائندگی کر رہی تھیں ساتھ ہی اعلیٰ نسب اور بڑے رتبہ والے خاندانوں کے فرد ہونے کی حیثیت سے اہم اقدار و اثرات کی حامل تھیں۔

چنانچہ مکہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا تعلق بنو تیم سے' حضرت حفصہ ؓ کا تعلق بنو عدی سے' حضرت ام سلمہ ؓ کا تعلق بنو مخزوم سے' حضرت زینب بنت جحش ؓ کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے' حضرت ام حبیبہ ؓ کا تعلق بنو امیہ سے تھا' اور مکہ میں ان سے زیادہ با اثر کوئی خاندان نہ تھا۔

مکہ سے باہر ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ اور حضرت میمونہ ؓ دونوں کا تعلق یمن کے طاقتور قبیلہ معصعہ سے تھا' حضرت جویریہ ؓ وسط عرب کے بنی مصطلق کے سردار کی اور حضرت صفیہ ؓ شمالی عرب کے بنو نضیر کے سردار کی بڑی بیٹی تھیں۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم ؐ نے ایک سے زائد شادیاں قبائلی عصبیت کے خاتمہ اور پوری عرب اور مسلمان قوم کو وحدت اسلامی کی لڑی میں پرو کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے کیں اور آپ ؐ کی یہ کوششیں پوری طرح بار آور ثابت ہوئیں۔

(۵) نبی اکرم ؐ کی تعدد ازواج / ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب غیر اسلامی رسوم و رواج کا خاتمہ تھا۔ چنانچہ آپ ؐ نے اپنے متبنیٰ منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ ؓ کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش ؓ سے نکاح کر کے عملاً اس کا خاتمہ کر دیا دنیا کی مختلف اقوام میں رسم تبنیت رائج تھی' عربوں میں بھی اس فرسودہ رسم کو سماجی و مذہبی سند حاصل تھی' عرب معاشرہ بھی دیگر اقوام کی تابعداری میں رسم تبنیت پر کاربند تھا جس کی رو سے متبنیٰ (لے پالک / منہ بولا بیٹا) کو حقیقی بیٹے کا مقام دیا جاتا تھا۔ اور متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کو حد درجہ معیوب اور ذلت و عار کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

عہد جاہلیت کی دیگر فرسودہ روایات اور رسوم و رواج کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ رسم تبنیت کا خاتمہ بھی ضروری تھا چنانچہ اس مصنوعی رسم کے خاتمہ کے لئے مشیت ایزدی کے بموجب خاتم الانبیاء ؐ کا انتخاب کیا گیا۔

قرآن کریم نے رسم تبنیت کا بطلان واشگاف الفاظ میں کرتے ہوئے اعلان کیا۔

وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ط ذلکم قولکم بافواھکم ط واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ○

اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی ہوئی بات ہے' اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

ادعوهم لآبائهم هو اقسط عندالله ج فان لم تعلموا اٰبائهم فاخوانکم فی الدین وموالیکم ط (الاحزاب ۳۳'۴-۵)

منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو' یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔

نبی اکرم ؐ کی حضرت زینب بنت جحش ؓ کے ساتھ شادی پر مغربی حلقے اور معترضین بالخصوص مستشرقین رنگ آمیزی کر کے اور من گھڑت قصہ پیش کر کے رسالت مآب ؐ کے دامن عفت و عصمت کو داغدار کرنے میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔

(۱) یہ کہ نعوذباللہ ایک روز محمد ؐ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے گھر ان کی غیر موجودگی میں داخل ہوئے اور آپ نے زینب بنت جحش کو دیکھ کر کہا سبحان اللہ کتنی حسین خاتون ہیں' اور نعوذباللہ انہیں دیکھ کر آپ ان پر فریفتہ ہو گئے' زید کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور محمد ؐ نے ان سے شادی کرلی۔ معترض حلقوں اور مستشرقین کی کذب بیانی اور بدباطنی کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ ایک ایسا من گھڑت قصہ ہے کہ جس کا ثبوت نبی اکرم ؐ کی باعفت حیات طیبہ میں نہیں ملتا۔ جمہور مفسرین نے اس قصہ کے موضوع ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قصہ بے اصل بے سند اور خلاف عقل بھی ہے۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش ؓ حضور ؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور بچپن سے جوانی تک کا زمانہ نبی اکرم ؐ کے سامنے بسر ہوا اگر نعوذباللہ ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ ؐ حضرت زید سے ان کی شادی کیوں کراتے جبکہ اس شادی پر رسالت مآب ؐ کا اصرار بھی رہا۔ حضرت زینب کو بچپن سے جوانی تک نبی اکرم ؐ نے بارہا دیکھا ہو گا جبکہ یہ امر بھی متعین ہے کہ اس زمانہ میں آیات حجاب بھی نازل نہیں ہوئی تھیں اور پردے کا رواج بھی نہ تھا۔ یہ تمام قرائن مذکورہ قصہ کے موضوع اور مضحکہ خیز ہونے کے لئے کافی ہیں۔ پھر یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ آپ ؐ کے لئے نکاح زید سے قبل حضرت زینب سے شادی کوئی مسئلہ نہ تھا آپ کے لئے اس شادی میں کوئی امر مانع نہ تھا بلکہ خود حضرت زینب اور ان کے ورثاء کے لئے سرمایہ افتخار بات تھی۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ محمد ؐ نے اپنے متبنی زید کی مطلقہ زینب سے شادی کر کے نعوذباللہ قابل اعتراض اور باعث عار امر سرانجام دیا۔

اس مسئلہ میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا شریعت موسوی میں توراۃ نے تبنیت کے درست ہونے کے لئے کوئی دلیل فراہم کی ہے یا مسیحیت نے تبنیت کے جواز کو تسلیم کیا ہے؟ نہیں توراۃ یا انجیل میں ایسی کوئی تعلیم نہیں ملتی۔

معترض حلقوں بالخصوص عیسائیوں کو اس شادی پر بطور خاص اس لئے اعتراض ہے کہ اس کے ذریعہ نہ

صرف تبنیت کی رسم کا بطلان ہوا بلکہ ان کے خود ساختہ عقیدہ تثلیث پر بھی چوٹ پڑتی ہے وہ بھی باطل قرار پاتا ہے کیونکہ رسم تبنیت کے خاتمہ کے اعلان کے بعد اسلام نے واشگاف اعلان عام کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خونی رشتہ نہ ہو بالکل جھوٹ' افتراء اور بہتان ہے تب ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے' صریح افتراء اور بہتان ہے' انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں جسم اور روح سے مرکب ہزاروں حاجتوں اور ضرورتوں کا محتاج انسان جو ایک دن پیدا ہو کر پیوند زمین بن جاتا ہے۔ کس طرح اس حی و قیوم کا فرزند ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔ یہی وہ راز اور سبب ہے جس کی بنیاد پر عیسائی حلقے نبی اکرمؐ کی اپنے متبنیٰ حضرت زید کی مطلقہ حضرت زینب بنت جحش سے شادی پر معترض اور افتراء پردازیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

اعتراف حقیقت

غیر مسلم دانشور جی۔ ڈبلیو۔ لیٹنر (G.W.Leitner) اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے۔

آپؐ کے اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ بیٹے زید کی بیوی زینب کے ساتھ شادی کی کہانی صریحاً" غلط فہمی کے سبب مشہور ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے پیشتر یہ جان لینا چاہئے۔ کہ مشرکین عرب میں متبنیٰ لڑکے کی مطلقہ بیوی سے شادی کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ اگرچہ انہیں سوائے اپنی ماں کے اپنے حقیقی باپ کی دوسری بیویوں کے ساتھ بھی شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگ اتوار کا دن فضول اشغال میں گذار دیتے اور حضرت موسیٰ کے دس احکام کو توڑنے میں نہایت بے پرواہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ رسم کو یہ کہہ کر بالکل اڑا دیا اور کہا کہ ایک متبنیٰ لڑکا اصلی فرزند نہیں

ہو جاتا۔ اور اس لئے اس کی بیوی سے شادی کرنا محرمات میں داخل نہیں۔ اس حقیقت کی صداقت کے لئے آپؐ کو وحی ہوئی نہ کہ کسی نئی شادی کے جواز کے واسطے۔ جس سے ایک بڑے کام کی اجازت کا غلط مفہوم لے لیا گیا ہے۔ (رسالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی اکتوبر ۱۹۱۳ء)

معروف ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد حضرت زید کی مطلقہ حضرت زینب سے آپؐ کی شادی پر اعتراضات و شبہات کے مدلل جوابات دیتے ہوئے لکھتا ہے!

حضرت زینبؓ حضورؐ کے حبالہ عقد میں (ایک سخت غلط فہمی کا ازالہ)

اسی سال ایک ایسا غیر متوقع واقعہ پیش آیا جس کی ایک گونہ ناقابل فہم نوعیت کی وجہ سے آپ کو کفار و مشرکین عرب نے بہت مطعون کیا اور جس کی وجہ سے اب تک آپؐ کی فقید المثال نفس کشی دشمنان اسلام کے دارو گیر کی آماجگاہ بنی چلی آتی ہے آج ہم اس روز روشن کی طرح صاف اور نمایاں واقعہ پر سے غلط فہمی کی وہ نقاب اٹھانے کی کوشش کریں گے جس کی وجہ سے یہ ایک گونہ ناقابل فہم نوعیت کا حامل مسئلہ بن گیا ہے۔

حضرت زیدؓ آپ کے ایک وفادار جاں نثار غلام تھے جن کی گردن سے آپؐ نے طوق غلامی اتار دیا تھا اور ایک متبنیٰ بیٹے کی حیثیت سے اسے کاشانہ نبوی اور کاشانہ دل دونوں میں جگہ دے چھوڑی تھی اور آپؐ کی ایک پھوپھی زاد بہن حضرت زینب تھی جو حسن و جمال میں چندے آفتاب و چندے ماہتاب تھی تو کمالات باطنی میں بھی ہر تعریف و توصیف سے بالاتر تھی آپؐ نے اسے حضرت زیدؓ کے حبالہ عقد میں دے دیا تھا مگر حضرت زیدؓ چونکہ غلام رہ چکے تھے اس لئے زینب اس سے متنفر رہتی نئی بیوی کی نفرت حضرت زیدؓ کی برداشت سے باہر تھی اس لئے ان دونوں ناکام دلوں کی محبت کبھی شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی محبت میں تبدیل نہ ہو سکی روز افزوں شکر رنجیوں نے دونوں کی زندگی تلخ بنا دی۔ آخر حضرت زیدؓ نے تنگ آکر زینب کو طلاق دے دی بھلا ہو اس متبرک قانون اسلامی کا جس نے دو ناکام تمنا ہستیوں کے پہلو سے کھٹکتا ہوا خار نکال دیا۔ حضرت زید کو تو شاید حضرت زینب سے بہت کچھ محبت تھی مگر بیوی کی تغافل شعاری اور روز افزوں نفرت نے اس کی زندگی تلخ بنا دی تھی اس لئے باوجود اپنی محبت کے اس نے اپنی متنفر بیوی کو سوائے طلاق دے دینے کے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔

محبت کسی حد تک اختیاری اور بہت حد تک ایک غیر اختیاری جذبہ ہے اس کے لئے اسی حد تک آئین و قوانین تراشے جا سکتے ہیں جب تک عقل و شعور کے تحت میں ہو مگر جب یہ اندھے جذبہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو تمام آئین و قوانین کی آہنی گرفت سے باہر جا کھڑی ہوتی ہے۔ حضرت زینب کو حضرت زید سے شاید اس وجہ سے بھی محبت نہ ہو سکی کہ اس کا دل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف کا اسیر تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل کی عمیق ترین گہرائیوں میں حضور انور کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل کرنے

کے جذبات نہایت جوش و خروش سے موجزن تھے وہ بھی آخر ایک عورت تھی دوسری عورتوں کی طرح جس کے سینہ میں دل تھا اور دل میں آرزوؤں کا ہجوم اور تمناؤں کا اژدہام حضرت زیدؓ کے حبالہ عقد میں آجانے کے باوجود اس سے محبت کرنے سے قاصر رہی وہ ہمیشہ اس سے متنفر رہی اس کی غلامی کی یاد کی وجہ سے یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے یا دونوں وجوہات سے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقی وجہ کیا تھی۔ طلاق حاصل کر لینے کے بعد حضور پرنورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے دل کی تمنا عرض کی کہ حضور انور مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں مگر آپؐ متامل تھے کیونکہ یہ بات عرب کے رسم و رواج کے خلاف تھی کہ منہ بولے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے شادی کی جائے۔ حضرت زینبؓ نے پھر عرض کی کہ میں نے حضور انور ہی کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنے تئیں زید کی زوجیت میں دیا تھا حالانکہ مجھے اس سے کوئی محبت نہ تھی میں نے آپ کی خواہش کو پورا کردیا ہے اب وقت ہے کہ آپؐ میرے دامان تمنا کو گلہائے مراد سے پر کریں! یہ سن کر حضورؐ کسی گہری فکر میں مستغرق ہو گئے۔

حضرت زینبؓ کی دلی خواہش کے خلاف اس کو زید کی زوجیت میں دینے کا تلخ نتیجہ آپؐ دیکھ چکے تھے اب اگر دوبارہ یہی طرز عمل اختیار کیا جاتا تو شاید اس کا حشر پہلے سے بھی زیادہ افسوسناک ہوتا خود اپنے نکاح میں لیں تو زبان خلق کی نشتر کاریوں کا خوف چند روز تک آپؐ ایک عجیب کشمکش میں مبتلا رہے آخر کارساز عالم نے آپؐ کو بذریعہ وحی اس پیچیدگی سے نکال دیا خداوند کائنات کی خواہش کے مطابق حضرت زینبؓ نے حضور پرنورؐ کے حبالہ عقد میں آکر اپنی تڑپتی ہوئی تمنا کو پورا کر لیا۔

ازمنہ قدیم سے اقوام عرب میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ منہ بولے بیٹے کی طلاق شدہ عورت سے شادی کرنے کو گناہ کبیرہ کی ذیل میں شمار کرتے تھے مگر چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کو اس قدیم دستور کی بجائے اپنا کوئی نیا دستور قائم کرنا تھا اس لئے بذریعہ وحی حضور انور کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے متبنیٰ بیٹے کی طلاق شدہ بیوی حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے ایک نئی راہ و رسم کی بنیاد ڈالیں۔

دستور قوم اور رواج ملک سے قطع نظر ایک ایسے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے شادی کر لینے میں جو اپنے نطفہ سے نہ ہو کوئی قباحت نہیں ہے منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی محبت عطا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس تعلق کو واقفیت اور خون کے رشتے کا رنگ دینا انسانی فطرت اور طاقت دونوں سے بالاتر ہے زبان سے بیٹا کہہ دینے سے محبت کے اعتبار سے ممکن ہے کوئی بیٹا بن جائے مگر خون کے اعتبار سے اس کا بیٹا بن جانا ناممکن ہے صرف ایک اعتراض باقی رہ گیا ہے جس کا جواب مجھے دینا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے عرب کے رسم و رواج کے خلاف ایک متبنیٰ بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے شادی کیوں کی؟ اس اعتراض میں میں نے اس بات کو قطعی نظرانداز کر دیا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے میں دراصل کوئی قباحت ہے بھی یا نہیں اور کیا کسی ملک کا رسم و رواج اور صداقت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا الگ الگ دو چیزیں ہیں اس میں فرض کر لیا گیا ہے کہ ملک کا رسم و رواج ہی سب کچھ ہے

صداقت بھی شرافت بھی اور نیکی بھی اب اعتراض صرف یہ ہے کہ حضرت نے کیوں اس رسم و رواج کو توڑا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عرب کی ایک اسی رسم و رواج کی کیا سینکڑوں دیگر رسم و رواج کی بھی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں ان کی تو ساری زندگی ہی عرب کی طرز معاشرت' خیالات' اعتقادات' عبادات وغیرہ کے خلاف ایک زبردست صدائے احتجاج تھی جس نے ذرہ ذرہ میں ایک انقلاب کی دنیا پیدا کر دی آپ ایک اسی رسم و رواج کی پابندی برقرار نہ رہنے کا ماتم کرتے ہیں اور ایک زاہد نفس کش پر طرح طرح کی بہتان طرازیاں کرتے ہیں مگر اس نے تو عرب کی تمام کائنات ہی بدل ڈالی اور ملک کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں ایک نئی زندگی کی روح پھونک دی۔

جو کچھ اوپر تحریر ہو چکا ہے اس سے قطع نظر آپ ایک مصلح اعظم سے اس بات کی توقع کیوں رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کے ہر رواج اور ہر رسم کی پابندی کرے۔ اصلاح کے معنی ہی یہ ہیں کہ جس شعبہ میں کوئی خرابی نظر آئے اس کو بدل ڈالا جائے خواہ ابتدائے کائنات سے لے کر اب تک اس کی پرستش اور پابندی کیوں نہ ہوتی رہی ہو جو مصلح قوم ملک و قوم کے ہر رواج اور ہر رسم کی پابندی کرتا ہے وہ مصلح کس چیز کا ہے۔؟ ایک حقیقی مصلح قوم کی تمام و کمال زندگی اپنی قوم کے رسم و رواج' عادات و اطوار اور طرز و طریق کے خلاف ایک زبردست صدائے احتجاج ہوتی ہے اور اس نئی زندگی کی جسے وہ قوم کے افسردہ اور مردہ تن میں پھونکنا چاہتا ہے ایک کامل و اکمل تفسیر وہ خود ہوتا ہے وہ قوم کو جس شاہراہ ترقی پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے پہلے خود اس پر سب سے آگے آگے چلتا ہے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے شادی کرنا کسی صورت میں خلاف اخلاق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مصلحت وقت اور ایک نئی راہ و رسم کی داغ بیل ڈالنے کے خیال کا تقاضا یہی تھا کہ آپ وہی کچھ کرتے جو کچھ آپ نے کیا ہے اس لئے کسی شخص کو جو دیوانہ نہ ہو آپؐ کے اس عین جائز فعل پر حرف رکھنے کی قطعاً" کوئی گنجائش نہیں ہے۔
(عرب کا چاند ص ۳۵۶ - ۳۶۱)

تاریخی و سوانحی نقشہ ازواجِ مطہرات

رضوان اللہ تعالیٰ عنہن

نمبر شمار	ازواج مطہرات	قبیلہ	کیفیت	سن و تاریخ نکاح	امہات المومنین کی عمر بوقت نکاح	نبی صلعم کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	مقبرہ	حرم نبوی میں رہنے کی مدت	مجموعی عمر	مجموعی تعداد مرویات احادیث ۲۸۳۲
۱	حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	بنی اسد قریش	بیوہ	۲۵ء میلاد النبی	۴۰ سال	۲۵ سال	۱۰ نبوی	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۶۵ سال	
۲	حضرت سودہؓ	عامر قریش	بیوہ	۱۰ نبوی	۵۰ ″	۵۰ ″	۱۹ ہجرت	مدینہ منورہ	۱۴ ″	۷۲ ″	۵
۳	حضرت عائشہ صدیقہؓ	بنی تیم قریش	کنواری	نکاح ۱۰ نبوی رخصتی شوال ۱ھ	۹ ″	۵۴ ″	۵۸ھ ۱۷ رمضان المبارک	″	۹ ″	۶۳ ″	۲۲۱۰
۴	حضرت حفصہؓ	بنی عدی قریش	بیوہ	شعبان ۳ھ	۲۳ ″	۵۵ ″	۴۵ھ جمادی الاول	″	۸ ″	۵۹ ″	۶۰
۵	حضرت زینب بنت خزیمہؓ	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	۳ھ	تقریباً ۳۰	۵۵ ″	۳ھ	″	۳ ماہ	۳۰ ″	
۶	حضرت ام سلمہؓ	بنو مخزوم قریش	بیوہ	۴ھ	۲۴ سال	۵۶ ″	۶۱ھ	″	۷ سال	۸۰ ″	۳۷۸
۷	حضرت زینب بنت جحش	بنی اسد بن خزیمہ قریش	مطلقہ	۵ھ	۳۶ ″	۵۷ ″	۲۰ھ	″	۶ ″	۵۱ ″	۱۱
۸	حضرت جویریہؓ	بنی المصطلق خزاعہ	بیوہ	شعبان ۵ھ	۲۰ ″	۵۷ ″	۵۶ھ ربیع الاول	″	۶ ″	۷۱ ″	۷
۹	حضرت ام حبیبہؓ	بنی امیہ قریش	بیوہ	۶ھ	۳۶ ″	۵۸ ″	۴۴ھ	″	۴ ″	۷۲ ″	۶۵
۱۰	حضرت صفیہؓ	بنی نضیر یہود	بیوہ	۷ھ جمادی الاخر	۱۷ ″	۵۹ ″	۵۰ھ رمضان المبارک	″	۳½ ″	۵۰ ″	۱۰
۱۱	حضرت میمونہؓ	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	۷ھ ذی القعدہ	۳۶ ″	۵۹ ″	۵۱ھ	سرف قریب مکہ معظمہ	۳½ ″	۸۰ ″	۷۴

غیر مسلم سیرت نگاروں اور دانشوروں کا اعتراف حقیقت

(اعتراضات و شبہات کا ازالہ)

وہ متعصب اور خیرہ چشم مصنفین اور نام نہاد یورپین محققین جن کی تنگ نظری اور عصبیت مذہبی کو زندگی کا لطف ہی خرمن اسلام میں انتشار و افتراق کی چنگاری کا دلسوز نظارہ دیکھنے میں آتا ہے روز روشن کی طرح آشکارا حقیقت کو کذب و افترا کے تاریک بادلوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں' وہ صریح حقائق و واقعات کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ واویلا کرتے نظر آتے ہیں کہ نعوذ باللہ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تعداد ازواج (Poly Gamy) کا عملی نمونہ پیش کر کے فرزندان اسلام کیلئے ہوس پرستی اور نفسانی خواہشات کا دروازہ کھولا اور یہ کہ دین اسلام کی روزافزوں اشاعت و حیرت انگیز ترقی کا بنیادی سبب اسلام میں "تعدد ازواج" کی اجازت ہے۔

لیکن وہ اہل نظر جنہوں نے اسلام کے نظام حیات' نظام عفت و عصمت' اور نظام معیشت و معاشرت کا غیرجانبدارانہ نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ الزام بے معنی ہے اور اسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں' پیکر خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت و عصمت شبنم صبح کی طرح آلودگیوں سے پاک جوانی کے متعلق جو مرقع آرائی معروف سیرت نگار "چوہدری افضل حق" نے کی ہے۔ وہ ان کی نثرنگاری کے محاکات کی ایک بہترین مثال ہے۔ قارئین کو اس کے پڑھنے میں لطف بھی آئے گا اور پیغمبر اسلام کی عفت و عصمت اور بلند اخلاق و کردار کی اعلی مثال بھی ان کے ذہن میں نقش ہو جائے گی۔

"جوانی زندگی کی شگفتہ بہار ہے۔ نقرئی چاندنی کی سرمستی و سرشاری میں حسن دعوت لطف اندوزی دیتا ہے۔ اس زہد شکن موسم میں توبہ بھی پیغمبری ہے۔ لیکن اس کی سہانی راتوں کی لطیف رعنائیوں سے اثرپذیر ہونا صرف ان انسانوں کا کام ہے جن کی شان ادراک کی سرحد سے پار ہے۔ عمر کے اس حصہ میں جبکہ رنگین خواب دلپذیر نغموں سے معمور ہوتے ہیں اور انسان کیف و سرور میں کھویا ہوا ہوتا ہے 'گناہوں سے اجتناب بڑی کامیابی ہے۔ حضرت محمدؐ ایسی فطرت سعید کے مالک تھے کہ جذبات کا بے قابو ہوجانا تو کجا' خیال

کا دامن کبھی آلودگیوں سے نہ چھوا تھا۔ دوست ان کے کیریکٹر کی عظمت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ دشمن ان کی پاک بازی کے معترف ہوگئے۔ جس ملک میں حسن بے نقاب کو کھلے بندوں متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت ہو' عشق کی کشاکش سے بچ نکلنا ایسی سعادت ہے جو ہوسناکیوں کا حصہ نہیں ہو سکتی۔ آنحضرتؐ کی جوانی شبنم صبح کی طرح آلودگیوں سے پاک تھی' اس پاکباز بڑھاپے میں الزام تراشی مخالفوں کی دشمنی ہے' واقعہ نہیں۔ (محبوب خدا ص ۲۵)

ممتاز ہندو ادیب و سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد لکھتا ہے!

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے غیر جانبدارانہ مطالعہ نگار اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جذبات کے تموج اور امنگوں کی محشر خیزی کا زمانہ بھی آپؐ نے اخلاق کریمانہ کے اعلیٰ ترین اصولوں سے محصور کر لیا تھا' اس لئے ان تہذیب و شائستگی کے آئین و قوانین سے نا آشنا آزاد رو اور رند مشرب لوگوں میں رہتے ہوئے بھی جن کی آلودہ دامانی شہرہ آفاق تھی آپؐ نے اپنے دامن کو کسی قسم کی لغزش سے داغدار نہیں ہونے دیا۔ اس زمانہ کے حالات اور جاہلیت کے عرب کے ماحول کے زہریلے اثرات کو پیش نظر رکھ کر آپؐ کے اس شریفانہ رویے کو دیکھیں تو زبان قلم آپؐ کی بلند حوصلگی' عالی ہمتی' نیک کرداری' اور راست طبعی کے بیان کرنے سے قاصر ہے آپؐ کی پاکیزہ روح قیافہ شناس کے تخیل کی بلند پروازیوں سے بھی بالاتر تھی۔" (عرب کا چاند ۸۲)

موصوف ایک اور موقعہ پر لکھتے ہیں!

"تاریکیوں کی شب دراز میں سفر کرتے ہوئے بھی آپؐ صراط مستقیم سے نہیں بھٹکے' گمراہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آپؐ نے اپنی پاکیزہ روح کی اجلی چادر پر کسی قسم کا دھبہ نہیں پڑنے دیا۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے جس پر مخالفین اسلام بھی متفق ہیں اور متعصب نکتہ چیں بھی' آپؐ کی جوانی روحانیت پرور اور صداقت پرست جوانی پر تعریف و تحسین کی شہادت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ آپؐ کے قدموں پر عقیدت کی نذر چڑھاتے ہیں۔ (عرب کا چاند ۹۷)

مخالف اسلام سات سمندر پار بسنے والا ایک منہ پھٹ انگریز مصنف آپؐ کی پاکباز اور زہدپرور جوانی پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکا چنانچہ سر ولیم میور (Sir William Muir) اپنی معرکۃ الاراء تصنیف "Life of Muhammad" میں رقمطراز ہے!

"سرور عالم محمدؐ کی جوانی کی عمر میں آپؐ کی پاکیزگی اخلاق اور مطہر عادت پر سب مصنف متفق ہیں۔ حالانکہ یہ جنس گراں مایہ مکہ کے لوگوں میں کمیاب تھی"۔

زیر نظر مطالعہ میں **"والفضل ما شہدت بہ الاعداء"** (فضیلت اور بڑائی وہ ہے جس کی دشمن شہادت دیں) کے فلسفہ کے تحت صرف غیر مسلم مورخین' مفکرین' اور سیرت نگاروں کی آراء کی روشنی میں ان اسباب و واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالی جاتی ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ تعدد

ازواج کے محرک بنے' وہ مصنفین جن کے دلوں پر تعصب کا زنگ نہیں چڑھا' جن کی عقل سلیم عصبیت کی جنوں نوازی نے کند نہیں کی' آئندہ صفحات کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کریں گے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں اتفاق کریں گے کہ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تعدد ازواج سے مقصد وحید دین اسلام کی اشاعت' بے سہارا' لاوارث خواتین کی دادرسی و دلجوئی تھا۔

آر وی سی باڈلے (R.V.C. Bodley)

"The Messenger" کا مصنف آر وی سی باڈلے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج کے متعلق رقمطراز ہے!

"غیر مسلموں نے آپ پر سب سے زیادہ غیر معقول نکتہ چینی اسی تعدد ازواج کے متعلق کی ہے' میں نے لوگوں کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام کی بڑی کامیابی کا سبب اس میں عیاشی کی اجازت ہے۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ کوئی بڑا مذہب بھی ایسی باتوں سے کامیاب نہیں ہوا۔ حضرت محمدؐ کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں تھا۔ کیونکہ عربوں کی قدیم اخلاقی اقدار آپؐ کی وضع کردہ نہیں تھیں۔ دیکھئے (محمد رسول اللہ ترجمہ ۱۷۴ و ۱۷۵ The Messenger مطبوعہ ۱۹۷۸ء)

ڈی ایس مارگولیوتھ (D.S. Mar golioth)

یہ بڑا تنگ نظر اور متعصب نکتہ چیں ہے لیکن وہ بھی مخالفین کا قول نقل کرنے کے بعد مذکورہ بالا حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بہت سے مصنفین یورپ کے نزدیک خدیجہؓ کے بعد محمدؐ کی متعدد شادیاں نفسانی خواہشات کے تحت تھیں' مگر وہ اس قسم کی نہ تھیں کئی شادیاں سیاسی مصلحت کی بناء پر کی گئی تھیں' پیغمبر اپنے معتقدین کو اپنے قریب تر کرنا چاہتے تھے' یہی وجہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی لڑکیوں عائشہؓ و حفصہؓ سے شادی کرنے کی تھی' سیاسی مخالفین یا مغلوب دشمنوں کی لڑکیوں سے شادی سیاسی مقصد کے تحت دوسری نوعیت کے تحت تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

("Muhammad and the rise of Islam")

لین پول (Lane Poole)

لین پول (Life of Muhammad) میں لکھتے ہیں!

"یہ کہنا کہ محمدؐ بندہ ہوس تھے' غلط ہے۔ ان کی روز مرہ کی زندگی ان کا تخت' بوریا جس پر وہ سوتے تھے' ان کی معمولی غذا' کمتر سے کمتر کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا ظاہر کرتا ہے کہ وہ نفسانی خواہشات سے بلند و بالا تھے۔ ان کی متعدد شادیاں ان بیواؤں سے ہوئیں جن کے شوہروں نے میدان جنگ میں اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں۔ وہ محمدؐ کی کشادہ دلی سے اپنی حفاظت و پناہ کا حق رکھتی تھیں۔ باقی شادیاں مصلحت کی بناء

پر کی گئیں۔ سب سے پہلا ثبوت ان کی پہلی بیوی خدیجہؓ کے ساتھ ان کی وفا شعاری ہے کہ شروع سے آخر تک اس میں ذرہ بھر فرق نہ آیا' ہلکی سی لغزش بھی نہ ہوئی۔ خدیجہؓ کے بعد اگرچہ انہوں نے متعدد شادیاں کیں لیکن انہیں کبھی نہ بھولے۔ اور آخر وقت تک یاد رکھا۔ یہ محبت بھری یاد ایک شریف الطبع انسان ہی میں ہو سکتی ہے نہ ایک بندہ ہوس میں۔

بی ایس کشالیہ

بی ایس کشالیہ لکھتا ہے!

"آنحضرتؐ کی کثرت ازدواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے۔ لیکن یہ محض غلط ہے بے شک آپؐ نے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانہ کے برے رواج کو مٹانے کیلئے اور لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے وہ بھی بیوہ' کنواری' غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور لوگ آپؐ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپؐ نے اپنی نفسانی خواہش کیلئے نکاح نہیں کئے۔ آپؐ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔ دیکھئے (شان محمدؐ میاں عابد احمد ۳۵)

باسورتھ اسمتھ (Bosworth Smith)

باسورتھ اسمتھ اپنے لیکچرز میں جو ۱۸۷۶ء میں "Muhammad and Muhammadanism" کے عنوان سے شائع ہوئے کہتا ہے کہ دوسرے مقاصد کے علاوہ محمدؐ کی اکثر شادیوں کے مقاصد بے سہارا افراد پر ترس کھانا تھا۔ تقریباً" سب ہی بیوائیں تھیں جو نہ خوبصورت تھیں اور نہ دولتمند' خدیجہؓ کے وقت رحلت تک خود پچاس سال کی عمر کے تھے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ زینب کی کہانی میں رنگ آمیزی کی گئی زینب پیغمبر کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور بجائے آزاد غلام سے ان کی شادی کر دینے کے خود ان کے ساتھ شادی میں رکاوٹ کوئی نہ تھی۔

سوامی لکشمن پرشاد

ممتاز ہندو ادیب و سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد لکھتا ہے!

"تاریخی واقعات اس شاندار حقیقت پر شاہد ہیں کہ سرور کائنات اور ام المومنین کی ازدواجی زندگی کا گلشن عدیم النظیر محبت کے سدا بہار پھولوں کی خوشبو سے ہمیشہ طبلہ عطار بنا رہا۔ آپؐ نے ام المومنین کی حین حیات میں دوسرے نکاح کا نام تک نہیں لیا اس پیرانہ سال بڑھیا پر جس کا گلشن شباب پامال عمر ہو چکا تھا ہزار جان سے فریفتہ رہے۔ روحانی محبت کا یہ وہ گلشن ہے جس کے پھولوں میں نفسانیت کی بو نہیں پائی جاتی۔ عورت!! اس گلدستہ جمال' اس پیکر ناز و ادا کی سحر خیز نگاہوں نے کتنے عابدان شب زندہ دار اور کتنے زاہدان ایمان پرست کے جامہ پارسائی کی دھجیاں اکھاڑ کر رکھ دی ہیں۔ ان تجربات و مشاہدات کی روشنی میں

جب ہم مجسم استقلال و استقامت داعی حق نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں تو حق پسندی کا تقاضا ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ لاریب آپؐ مامور من اللہ تھے۔ آپؐ کا سینہ نور الٰہی سے مطلع انوار بنا ہوا تھا اس عقل انسانی کی بلند پروازیوں اور ادراک کی فلک پیمائیوں سے بھی بلند و بالا قوت جس نے آپؐ کو اپنا پیغام بصیرت افروز سنانے کیلئے نبوت کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز فرمایا تھا آپؐ کے قلب مبارک کو خواہشات سفلیہ اور جذبات نفسانیہ سے بھی پاک و صاف کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو (عرب کا چاند ۱۳۰)

تھامس کارلائل (Thomas Carlyle)

یورپ کا مشہور مصنف تھامس کارلائل لکھتا ہے!

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم عیش و عشرت اور شہوانیت کے دلدادہ نہ تھے۔ یہ وہ الزام ہے جو آپؐ پر ان ناعاقبت اندیش افراد نے لگایا جن کے ضمیر تاریک ہو چکے تھے۔ یہ بہت بڑی گمراہی ہو گی کہ اس شخص کو ایک بندہ ہوس تصور کیا جائے۔ آپؐ کا گھریلو سازوسامان معمولی اور خوراک بہت سادہ اور عام قسم کی تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی رہا کہ مہینوں آپؐ کے گھر میں چولہا روشن نہ ہو سکا۔ وہ جو آپؐ کے جاں نثار اور پیروکار تھے آپؐ کو سچے دل سے خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپؐ کی زندگی ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی۔ کوئی راز اور اسرار آپؐ کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں تھا۔ (ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ)

(On Heroes, Hero-worship and the Heroic in History)

جان بیگٹ (John Bagot) (جنرل گلپ پاشا)

مشہور جدید انگریز سیرت نگار جان بیگٹ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

آپؐ نے کبھی بھی جنسی بے راہ روی یا ہوس پرستی کی وکالت نہیں کی۔ زندگی بھر سوائے اپنی بیویوں کے کسی بھی عورت کے ساتھ آپؐ کے تعلقات نہیں رہے۔ اپنی بعثت سے قبل بھی جبکہ آپؐ نوجوانی اور جوانی کی منازل طے کر رہے تھے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی سوائے اپنی محرمات کے کسی بھی بہانے کسی کو چھوا تک نہیں۔ آپؐ نے اس وقت اپنی ازواج میں اضافہ کیا جبکہ آپؐ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سوائے بی بی عائشہؓ کے آپؐ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں اور ان میں سے بھی کئی ایک ادھیڑ عمر اور حسن سے عاری تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو عمر رسیدہ اور سمجھدار عورتوں کی صحبت پسند تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضورؐ کو نرینہ اولاد کی خواہش تھی۔ اس لئے آپؐ ایک کے بعد دوسری شادی کرتے رہے۔ اگر لوگوں کا یہ خیال صحیح تھا تو حضورؐ بجائے ادھیڑ عمر کی عورتوں سے شادی کرنے کے نوجوان لڑکیوں سے شادی کرتے۔ تاکہ اولاد نرینہ کی تکمیل بہتر طریقے پر ہو

سکتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ شادیاں سیاسی مصلحت کی بنا پر کیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کا منشاء ان عورتوں اور بچوں کی سرپرستی کرنا تھا جو جنگوں میں مارے گئے تھے۔ مزید لکھتے ہیں! یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ حضورؐ جب جوان تھے بی بی خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے چھ بچے پیدا ہوئے تھے۔ یہاں بارہ بیویوں سے ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوا صرف مصری لڑکی ماریہ کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا۔

حضورؐ کی بیویوں میں اکثریت اگرچہ جوان نہیں تھی پھر بھی تولید کے قابل تھیں۔ مدینہ میں حضورؐ کو اتنا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ آپؐ زندگی کے اس پہلو پر زیادہ توجہ دیتے۔ یوں بھی جب آپؐ کی عمر پچاس برس سے تجاوز کر گئی تھی آپؐ ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو امت کیلئے وقف کر چکے تھے۔ جہاں انسان وقت کی اہم ترین گتھیوں کو سلجھا رہا ہو اور مختلف قسم کے نازک حالات میں گھرا ہوا ہو وہاں مکمل طریقہ سے جنسی خواہشات کی تکمیل جو بچوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جان بوجھ کر ادھوری چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ امت کیلئے ایک قسم کی قربانی ہے۔

مزید لکھتا ہے!

حضورؐ کا انتقال ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ وفات کے وقت حضورؐ کی گیارہ بیویاں تھیں۔ ان بیویوں کی تعداد کو دیکھ کر آپؐ پر نفس پرستی کا الزام لگانا سراسر زیادتی ہے۔ آپؐ نے اپنی زندگی کے بہترین ایام صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ گزارے۔ زندگی کے پچاس برس تک آپؐ نے صرف ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔

ایک اور موقعہ پر جان بیگٹ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ آپؐ کی شادی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!

یہ واقعہ ہمارے ذہن پر عجیب و غریب اثر کرتا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف خاندانوں کی لڑکیوں سے شادیاں محض اس لئے کی کہ ان خاندان والوں سے حضورؐ کے تعلقات استوار ہوں۔ آپؐ نے خاص طور سے حبشہ کے شہنشاہ کو لکھ کر ام حبیبہ کو مدینہ بلوایا۔ اگر آپؐ کا مقصد صرف ایک عورت کا حصول ہی تھا تو ایک سے بڑھ کر ایک حسین و جمیل اور خوبصورت سے خوبصورت تر لڑکی عرب ہی میں آپؐ کو مل سکتی تھی سینکڑوں خوبصورت لڑکیاں عرب ہی میں موجود تھیں ان ساری پری پیکروں کو چھوڑ کر خاص طور سے ام حبیبہ کو جو بیوہ بھی تھیں حبشہ سے بلوا کر حضورؐ کا شادی کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضورؐ غالباً" ام حبیبہؓ کے توسط سے ابو سفیان سے اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے۔ دیکھئے۔

(محمد رسول اللہؐ ترجمہ (The life and times of Muhammad)

پنڈت بہاری لال شاستری

پنڈت شاستری اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے!

""آنحضرتؐ نے کئی شادیاں کیں مگر یہ سب پولٹیکل ضروریات کی بناء پر اس طرح کیا گیا۔ ان شادیوں کو

نفسانی خواہش کیلئے نہیں کیا گیا' بلکہ ان بیویوں کی بھلائی اور عرب سرداروں کو رشتے دار بنا کر اپنے مشن میں سہایک بنانا مقصود تھا' ہم نے جہاں تک آپؐ کے جیون پر غور کیا آپؐ کو ایک مہا پرش' ویش بھگت' سنسار کا ہکاری پایا۔ (اخبار رشی' بجنور بھارت یکم جولائی ۱۹۳۵ء)

ایس ایچ لیڈر

ایس ایچ لیڈر لکھتا ہے!

جب آپؐ بوڑھے ہو گئے تو محض رقت قلب کی وجہ سے جو آپؐ کو خاص طور سے عطا کی گئی تھی عورتوں کو محض ان کی حالت پر رحم کرنے کے لئے اپنی ازواج میں داخل کرنا پڑا۔ (ماہنامہ مدینہ' جولائی ۱۹۳۲ء)

حکم چند کمار

ہندو مضمون نگار حکم چند لکھتے ہیں!

"بی بی عائشہ صدیقہؓ کے سوا جتنی عورتیں آپؐ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ان حالات پر فردا" غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شادیاں کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھیں۔" (حوالہ مذکور)

جان ڈیون پورٹ (John Daven Port)

اپنی کتاب "Anapology for Muhammad and the Koran" جس نے غیر منصف اور دریدہ دہن مغربی مصنفین کے تعصب کی قلعی کھولی اور بے جا تنقیدات کا خاطرخواہ جواب دیا ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہے!

"اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہے اور اسے عدل سے مشروط کیا ہے۔ تعدد ازواج کوئی فریضہ نہیں۔ اہل مغرب سوکنوں کے تصور سے خوفزدہ ہیں مگر عدل والے گھر میں ایسا نہیں ہوتا چنانچہ رسول اللہ کے گھر میں ایسا نہ ہو سکا۔ اسلام نے عدل کی مراعات کے ساتھ بیک وقت چار بیویاں تک رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں کنیزیں رکھنے کی اجازت تھی۔ پیغمبر اسلام نے مختلف مصلحتوں کے تحت عقد کئے اور خدا نے انہیں اجازت بھی دی تھی۔ ان نکاحوں کو حسن پرستی کے پیمانے سے ناپنا صریح تعصب ہے۔

جان ڈیون پورٹ مزید لکھتا ہے!

تعدد ازواج سے مغربی معاشرہ بلاوجہ خائف ہے "تائی بہر" نے اپنے سفرنامے "Travels" میں لکھا ہے کہ عرب مسلمان عورت تعدد ازواج کے ماحول کے باوجود یورپی عورتوں سے کہیں زیادہ آزاد اور خوشحال ہے تعدد ازواج طبقہ امراء میں ہی رائج ہے اور عدل کی شرط کے خوف سے اچھے مسلمان اس سے احتراز کرتے ہیں۔

مصنف کے نزدیک تعدد ازواج محبت کی قاتل نہیں۔ اس کے معائب ہی نہیں محاسن بھی ہیں اسلام نے اس کی مشروط اجازت دے کر فطرت انسانی کی ترجمانی کی ہے ملاحظہ ہو (حوالہ سابقہ مطبوعہ البیرونی پبلشرز دی مال۔ لاہور ۱۹۷۵ء بحوالہ فکر و نظر سیرت نمبر جلد ۳۰ محرم۔ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ جولائی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء۔ ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

مالک رام اپنی کتاب "عورت اور اسلامی تعلیم" میں رقمطراز ہیں!

نبی اکرمؐ کی اکثر شادیاں دینی اور سیاسی اغراض کو مدنظر رکھ کر کی گئی تھیں آپؐ اگر چاہتے تو آسانی سے دوشیزہ عورتوں سے نکاح کر سکتے تھے' لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا امہات المومنین میں سے زیادہ تعداد ان کی تھی جو آپؐ کے نکاح سے پہلے ایک ایک اور دو دو بار بیوہ ہو چکی تھیں اور عمر میں مرحلہ شباب سے گزر چکی تھیں اس لئے ان سے شادی کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ نہ تھی۔ دیکھئے (عورت اور اسلامی تعلیم صفحہ ۷۰ و ۷۱ مطبوعہ یونائیٹڈ پریس لکھنؤ ۱۹۵۱ء)

جی۔ ڈبلیو لیٹنر (G.W. Leitner)

جی۔ ڈبلیو لیٹنر دین محمدیؐ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ!

دین محمدیؐ کے متعلق میری خاص واقفیت ۱۸۵۴ء میں قسطنطنیہ کی ایک مسجد کے مدرسہ سے شروع ہوئی تھی۔ جہاں میں نے قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ حفظ کر لیا تھا۔ میں ترکی۔ ہندوستان اور ایسے ہی دیگر ممالک میں مختلف طبقات اور فرقوں کے مسلمانوں میں رہا ہوں۔ اور میں نے عربی زبان کی بھی جس میں مسلمانوں کی کتب مقدسہ لکھی ہوئی ہیں۔ تحصیل کی ہے۔ مجھے اس بات کو فی الفور ظاہر کر دینا چاہیے۔ کہ عربی زبان کا علم حاصل کئے بغیر کسی مسلمان کے دل پر قابو پا لینا ایک ناممکن امر ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہونگا۔ کہ نرے علم سے زیادہ بہتر شے ہمدردی اور نیک نیتی ہے۔ ہمدردی علم کے معنوں کے لئے بطور کلید ہے۔ اور اس لفظ سے علم کے جسم میں روح پڑ جاتی ہے۔ ورنہ اس کے بغیر وہ مردہ ہڈیوں کے سوائے اور کچھ بھی نہیں رہتا۔

میرے پاس کئی ایک ایسے محققین کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ جنہوں نے ہمدردی سے عاری ہونے کے باعث دین محمدیؐ کا اندازہ بہت ہی غلط کیا ہے۔ انہی لوگوں میں سے ایک سر ولیم میور بھی ہے۔ جس نے اس مذہب کو سمجھنے میں بہت سی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

مگر اب ہمیں امید کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہمدردی جو سب مذاہب میں موجود ہونی چاہیئے تھی۔ موجودہ حالات میں پیدا ہو جائے گی۔

ہربرٹ سپنسر کا قول ہے۔ کہ ہم جس طرح سچائی کو غلبہ و ثمتمندی سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اتنے ہی ہم اس بات کو جاننے کے بھی خواہش مند ہو جائینگے۔

تعدد ازواج

مسلمانوں کے مسئلہ تعدد ازواج کے متعلق بھی جس پر بہت سخت گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ میں چند ایک الفاظ کہوں گا قطع نظر اس حقیقت کے کہ تعدد ازواج چند جگہوں میں جہاں عورتوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اس زیادتی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے واجب العمل ہے اور یہ کہ تعدد ازدواج ناجائز افعال اور ان کی متعلقہ برائیوں کے لئے ایک روک ہے۔ اور نیز ناجائز ولادت کو روک دیتا ہے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد صرف ایک ایک بیوی پر ہی قانع ہے۔ اور یہ صرف دین محمدیؐ کی تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی سوسائٹی میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں لڑکی کا پیدا ہونا بدقسمتی سمجھی جاتی تھی۔ اور جہاں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ وہاں شادی کے لئے عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی اور عورتیں بھی اس جائیداد میں شامل سمجھی جاتی تھیں۔ جو ایک متوفی چھوڑ مرا ہو۔

ایسی لامحدود کثرت ازدواج کو جس سے اس قسم کے نتائج ظہور پذیر ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ آپؐ نے ہدایت کی کہ ایک مرد صرف دو تین یا چار عورتوں سے شادی کرنے کا مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ ان کے ساتھ مساوی اور منصفانہ برتاؤ کرے اور ایک جیسی محبت رکھے۔ ورنہ اس صورت میں کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔ وہ صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا مجاز ہے۔ مگر چونکہ عملی طور پر کوئی شخص دو یا زیادہ بیویوں کے ساتھ حسب ضابطہ ایک جیسا برتاؤ اور محبت نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے حضرت محمدؐ کی وضع آئین صاف طور پر ایک بیوی کی حمایت میں ہے۔

پھر آپؐ نے عورت کو کسی جائداد کے مالک کی ملکیت ہونے کی رذیل حالت سے بھی نکالا۔ اور آپؐ نے اسے سب سے پہلی اور ایسی قانونی حصہ دار ٹھہرایا جس کے فوائد کا اسلامی قوانین کو پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔

آنحضرتؐ کے خلاف یہ عذر بھی اٹھایا گیا ہے۔ کہ آپؐ نے اپنی مثال اور نمونہ سے بدکاری اور فسق و فجور کو جائز قرار دیا۔ آؤ اس بیان کی سچائی کو بھی پرکھ کر دیکھیں۔ خوش قسمتی سے ہمیں کسی فسانہ آمیز شخص کے ساتھ واسطہ نہیں پڑا۔ بلکہ ہمارا واسطہ اس وقت ایک تاریخی شخص سے ہے۔ جس کا تقریباً ہر ایک قول و فعل کتب حدیث میں جمع ہے۔ جو کہ اسلامی عقائد کے بموجب قرآن سے دوسرے درجہ پر ہیں اور جن میں پیغمبروں اور رسولوں کے افعال پر ان کی صداقت اور اصلیت کو معلوم کرنے کے لئے نہایت دقیق پیرایہ میں نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ اور تاوقتیکہ رسولؐ خدا کے کسی فعل یا قول کی روایت کا تواتر آپؐ کے کسی صحابی تک نہ پہنچ جائے۔ اسے ترتیب روایات میں درجہ اعتبار سے ساقط خیال کیا جاتا ہے۔ جس سے شارحین اسلام اس کے درحقیقت ظہور پذیر ہونے کے متعلق سخت دقیق پیرایہ میں تلاش و تفتیش کرنے لگ جاتے ہیں مگر ہم اپنے یسوع مسیح کے قول و فعل کی دنیوی جانچ پڑتال کیلئے بہت ہی کم اختیار رکھتے ہیں۔ پس کون

سے نیک بد یا شکی خیال پر آنحضرتؐ پر الزامات کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں۔ کہ ہر ایک ایسی کہانی کا ماخذ تلاش کرنے پر یہ الزامات بالکل غلط ثابت ہونگے۔ اور اس کے برخلاف یہ امر آپؐ کی عزت افزائی کا باعث ہو گا۔ کہ آپؐ نے باوجود طمع اور لالچ دئے جانے کے ایک ایسی سوسائٹی میں جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔ نہایت اعلیٰ پاکیزگی اور طہارت کو ملحوظ رکھا۔

بت پرستوں میں رہتے ہوئے حالت تجرد میں آپؐ کو ۲۵ سال گذر گئے۔ اس عمر میں آپؐ نے ایک ۴۰ سالہ عورت سے (جو یورپ کی پچاس برس کی عورت کے برابر تھی) شادی کی۔ وہ آپؐ کے مشن پر پہلے ایمان لے آئی تھی۔ اس بات کا اظہار آپؐ نے اس کی وفات کے کئی سال بعد حضرت عائشہؓ کے آگے' جو کہ بوڑھی اور وفات یافتہ خدیجہ کی ایک ہی مدمقابل تھی اس کے اس سوال کے جواب میں کہ میں خدیجہؓ جیسی نیک نہیں ہوں؟۔۔ فرمایا۔ "نہیں تم نیکی میں ویسا درجہ نہیں رکھتیں۔ کیونکہ وہ مجھ پر ایسے وقت ایمان لائی تھی۔ جبکہ میرے ساتھ اور کوئی بھی نہ تھا۔ وہ میری سب سے پہلی مرید تھی۔ اور اس نے اس وقت جب کہ میں غریب اور بیکس تھا۔ میری عزت اور حفاظت کی۔' شادی کے بعد آپؐ ۲۵ سال تک خدیجہؓ کے ساتھ خلوص سے رہے۔ یہ سچ ہے کہ ۵۵ سال کی عمر میں ہم آپؐ کو یکے بعد دیگرے بیویاں کرتے دیکھتے ہیں۔ مگر کیا اس حالت میں کہ ایک شخص نے اتنی عمر تک اپنے جذبات کو قابو میں رکھا ہو اس کی بابت یہ گمان صحیح نہیں کہ اس کی ان شادیوں کے اسباب ان امور سے بالکل الگ ہیں۔ جو کہ عیسائی مصنفین نے ان سے وابستہ کئے ہیں؟ وہ اسباب کیا ہیں؟ کہ اس بڑھاپے میں آپؐ کی بہت سی شادیوں کا اصلی سبب صرف سخاوت اور اپنے ایذا رسیدہ مریدین کی بیوہ عورتوں کی حفاظت کرنا تھا۔ آپؐ کے مریدین یعنی ایک خدا کے پرستاروں کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک وقت انہیں کھانے کی چیزیں دینے کا بھی کوئی مجاز نہ تھا۔ اس لئے بعض ان میں حبشہ میں چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ تاکہ وہ اس سرزمین کے عیسائی بادشاہ کے ہاں پناہ گزین ہوں۔ بادشاہ نے انہیں ایذا رسانوں کے حوالہ نہ کیا۔ ان مہاجرین میں سے بعض حبشہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی بیویوں کو جو کہ اس کے بغیر ہلاک ہو جاتیں۔ آپؐ نے اپنے حرم میں شامل کر لیا۔ یہ خیال کہ حضور علیہ الصلوۃ و سلام نے کسی ناجائز ارادہ سے ایسا کام کیا تھا۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ آپؐ نے اپنی جوانی کی عمر میں اپنے زہد و اتقا کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔(رسالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی اکتوبر ۱۹۱۴ء)

باب پنجم
عورت اسلام اور مذاہب عالم
(طبقہ نسواں پر محسن انسانیت ﷺ کے ناقابل فراموش احسانات)
ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ

باب پنجم

عورت۔ اسلام اور مذاہب عالم

(طبقۂ نسواں پر محسن انسانیتؐ کے ناقابل فراموش احسانات)

ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ

اسلام نے عالم انسانیت کی تمام ظلمتوں کو دور کر کے معاشرہ کے سب سے مظلوم "طبقۂ نسواں" کو وہ اعلیٰ اور برتر مقام عطا کیا جس پر آج مغربی معاشرہ اور دانشوران عالم انگشت بدنداں ہیں۔

انسانی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ مذاہب عالم میں صرف دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو اس کے جائز تمدنی' اخلاقی' معاشی' معاشرتی' اور عائلی قوانین سے نوازا۔

لیکن صنف نازک پر اسلام اور محسن انسانیتؐ کے یہ احسانات و مراعات اسلام دشمن حلقوں اور مغربی معاشرہ کو ایک آنکھ نہ بھائے اور انہوں نے اسلام میں عورت کی حیثیت پر اعتراضات و شبہات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان عورت کو طنز و طعن سے نوازا اور ہدف تنقید بنایا۔

عصر حاضر میں ایک مثبت شے کو بھی منفی انداز فکر میں پیش کرنے کا فن کافی ترقی کر گیا ہے' چنانچہ آج آزادی نسواں اور حقوق نسواں کی نام نہاد تنظیمیں اور انجمنیں معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی قیادت مغربی افکار و تصورات اور لادینی ذہنیت کی حامل وہ خواتین کر رہی ہیں جو اسلامی معاشرہ کی ایک فیصد بھی ترجمان نہیں۔ یہ حقوق نسواں کی آڑ میں عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہی ہیں۔

آزادی نسواں کی تحریک (Women's libration movement) "وومنز لبریشن مومنٹ" برطانیہ میں اٹھارہویں صدی میں شروع ہوئی اور بعدازاں پورے یورپ اور امریکہ میں پھیل گئی چنانچہ "میری وولسٹون کرافٹ" (Mary woll stone craft) نے ۱۷۹۲ء میں ایک کتاب شائع کی جس کا نام "اے وِنڈیکیشن آف دا رائٹس آف وومن" (A vindication of the rights of womens) تھا۔ مگر ان تمام تحریکوں کے باوجود عملاً" مرد و زن کا تمام شعبہ حیات میں مساوات کا تصور اور اختلاط کا تجربہ ناکامی سے ہمکنار ہوا۔ اور عورت کے بارے میں اسلامی فلسفہ کو سائنسی حقائق نے طویل سائنسی تحقیقات کے نتیجہ میں ثابت شدہ بنا

دیا' اس کے باوجود آج بھی دین اسلام کے معترضین اسلام پر یہ اعتراض اور الزام عائد کرتے نظر آتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو کمتر درجہ دیا ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت' مرتبہ و مقام کے متعلق یورپ کے نام نہاد محققین' مستشرقین' اور مغرب زدہ طبقے کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش میں رہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ اور اس کی حیثیت کو کم سے کمتر دکھایا جائے۔

پیش نظر مقالہ "عورت اسلام اور مذاہب عالم" (ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ) میں ہم اسلامی معاشرہ میں عورت کے مقام و مرتبہ کو بیان کرنے کے لئے اسلام اور مذاہب عالم میں اس کی حیثیت کا تحقیقی اور تاریخی جائزہ تقابلی انداز میں پیش کریں گے اور اسلام کے عورت پر احسانات کا تذکرہ کریں گے جس سے یہ واضح ہو سکے گا کہ اسلام ہی طبقۂ نسواں و صنف نازک کے حقوق کا حقیقی ضامن' نجات دہندہ اور محسن ہے۔

عورت کی حیثیت اور اس کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم عہد قدیم کی تہذیب و تمدن اور مذاہب عالم کی تاریخ کا مطالعہ کریں جس سے یہ حقیقت آشکارا ہو سکے گی کہ انہوں نے عورت کو اپنی تہذیبوں' معاشروں اور مذاہب میں کس مقام و مرتبہ سے نوازا۔

عورت اور تہذیب قدیم

قدیم تہذیبی مراکز کی تہذیب و ثقافت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم کے اوراق میں محفوظ تمام تہذیبیں عورت کو کسی قسم کے حقوق و مراعات دینے کے لئے تیار نہ تھیں۔

سمیرین تہذیب

ان اقوام کا عقیدہ اور نظریہ تھا کہ نسل مرد سے چلتی ہے لہٰذا اس تہذیب میں وراثت کا حق صرف مرد کو حاصل تھا۔ عورت کو اس صورت میں وراثت کا حقدار تصور کیا جاتا تھا جب کہ مرنے والے کی نرینہ اولاد نہ ہو۔ اس صورت میں بھی اسے صرف جائداد کا وارث سمجھا جاتا' لیکن وارث کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔ یعنی باپ دادا کی جانشینی عورت کو کبھی حاصل نہ ہوتی تھی۔

بابلی تہذیب

قدیم بابلی تہذیب کے مطالعہ سے بھی ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب میں بھی مرد کو عورت پر ترجیح اور اہمیت حاصل تھی۔ عورت کو اس تہذیب میں کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا تھا' یہی صورت حال وسطی اسیرین اور سبازین قوموں کی تہذیب و قانون کی تھی۔ یعنی ان میں بھی بیٹے ہی کو جائداد کا وارث قرار دیا جاتا تھا۔ اور بیٹی کا اس میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ تین ہزار قبل مسیح عراق کا مشہور بادشاہ "حمورابی" کی شریعت جس کی وجہ سے بابل مشہور تھا عورت کو پالتو جانور سمجھتی تھی۔ اور اس کی نظر میں عورت کی حیثیت کا اندازہ

اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اگر کسی نے کسی کی لڑکی کو قتل کیا تو قاتل کو مقتول کے ورثاء کو اپنی لڑکی حوالہ کرنا ہوتی تھی۔ تاکہ مقتول کے ورثاء اسے قتل کر دیں یا باندی بنا لیں یا معاف کر دیں۔ مگر وہ حکم شریعت کی بناء پر اکثر قتل کی جاتی تھی۔

"مسٹر جان ال ربک" نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے کہ عورت نے قدیم بابلیوں کے عہد سے موسوی شریعت تک کیا ترقی کی' مصر کے ایک ممتاز اہل قلم "استاذ سلیم عقاد" نے **"مرکز المراۃ فی قانون حمورابی و فی قانون الموسوی"** کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔ جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تھا' کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے' پہلی فصل میں کلدانی حکومت کو دو بابوں میں تقسیم کیا ہے' پہلے باب میں قدیم بابلی دھرم کا ذکر ہے اور دوسرے باب میں حمورابی دور کا ذکر ہے۔

پہلے باب میں دکھایا گیا ہے کہ قدیم بابلیوں کے عہد حکومت میں جو تقریباً" ۴۵۰۰ قبل مسیح برس کا زمانہ ہے۔ عورتیں روپوش رہتی تھیں اور باپ کو یہ حق حاصل تھا کہ ضرورت کے وقت وہ اپنی لڑکیوں کو فروخت کر سکتا تھا۔

یونانی تہذیب

یونان جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا اور جسے مثالی تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔ اس تہذیب کے ابتدائی دور میں عورت قانونی' اخلاقی' معاشی اور معاشرتی حقوق سے نہیں بلکہ آزادی سے بھی محروم تھی' اسے ایسے گھروں میں جو راستہ سے دور ہوتے تھے مقید رہنا پڑتا تھا' جہاں رکھا جاتا ان گھروں میں کھڑکیاں کم ہوتی تھیں۔ اور دروازوں پر پہرے دار بیٹھے ہوتے تھے۔

یونان کی قدیم تہذیب میں باپ خاندان کا مذہبی و قانونی سربراہ ہوتا تھا اسے یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کر دے۔ اسی طرح بھائی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بہنوں کو فروخت کر سکتا تھا۔ یونانی تہذیب میں باپ کے مرنے کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد ہوتی تھی' عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔

ارسطو قدیم یونانی مفکر اسپارٹا کے لوگوں پر اعتراض کرتا تھا کہ وہ اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ نرمی برتتے ہیں اور انہوں نے ان کو وراثت' طلاق اور آزادی کے کچھ حقوق دے رکھے ہیں جس کی بدولت انہیں کچھ بلند مقام مل گیا ہے۔ وہ اسپارٹا کے زوال کو عورتوں کی بے جا آزادی کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو (المراۃ فی القرآن/ تالیف استاذ عباس محمود عقاد ص ۷۳' ۷۴)

"انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا Encyclopedia Britannica" کے الفاظ میں قدیم یونانی تہذیب میں عورت کا مرتبہ اتنا گرا دیا گیا تھا کہ اس کی حیثیت بچہ پالنے والی لونڈی کی ہو گئی تھی' عورتوں کو ان کے گھروں میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ تعلیم سے محروم تھیں' ان کے شوہر انہیں گھر کے سامان کی طرح سمجھتے تھے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۱۹۸۴)

قدیم رومیوں کا عورتوں کے ساتھ طرز عمل قدیم ہندوؤں جیسا تھا جس کے تحت وہ باپ شوہر اور بیٹوں کے ماتحت ہوتی تھیں' اپنے تہذیبی عروج کے دور میں ان کا خیال تھا کہ نہ عورت کی بیڑی کاٹی جا سکتی ہے نہ اس کی گردن سے جوا اتارا جا سکتا ہے۔ رومیوں کا عورت کے متعلق یہ نظریہ تھا کہ جب عورت نے نکاح کرنے کے بعد شوہر کو اختیار دے دیا' اور اس کے خاندان میں داخل ہو گئی تو پھر اسے عمر بھر شوہر سے علیحدگی اور طلاق حاصل کرنا ناممکن تھا۔

قدیم مصری تہذیب

مصر کے معروف محقق اور اہل قلم استاذ عقاد اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "المرأۃ فی القرآن" میں قدیم مصری تہذیب میں عورتوں کے بعض حقوق و اختیارات کے ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں!

"اسلام سے قبل مصری تہذیب اور اس کے قوانین پامال ہو چکے تھے اس زمانے میں مشرق اوسط میں رومی تہذیب کے سقوط اور اس کی سیاسی و لذت پرستی کے ردعمل کے طور پر دنیوی زندگی کے مقابلہ میں موت کو ترجیح دی جانے لگی تھی۔ زندگی اور آل و اولاد کی طرف سے سرد مہری پیدا ہو گئی تھی اور زاہدانہ رجحان نے جسم اور عورت کو نجس سمجھ لیا تھا' عورت کو گناہوں کا ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا اور غیر ضرورتمند کے لئے اس سے دوری بہتر سمجھی جاتی تھی۔

یہ قرون وسطی کے اس رجحان ہی کا اثر تھا کہ پندرھویں صدی عیسوی تک بعض علمائے لاہوت عورت کی فطرت کے متعلق سنجیدگی سے غور کرنے لگے تھے اور "ماکون" کے اجتماع میں وہ یہ سوال کر رہے تھے کہ کیا وہ جسم بلا روح ہے یا روح رکھنے والا جسم ہے' جس سے نجات یا ہلاکت متعلق ہوتی ہے؟ اکثریت کا خیال تھا کہ وہ نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور اس میں حضرت مریمؑ کے علاوہ کسی کا استثناء نہیں ہے۔ دیکھئے (المرأۃ فی القرآن ۷۵ و ۷۶)

قدیم ایرانی تہذیب

قدیم ایرانی تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب نے بھی عورت کے استحصال اور استبداد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ چنانچہ قدیم ایران میں عورتوں کی نگہبانی کے لئے خواجہ سراؤں کو ملازم رکھنے کا دستور ایک زمانے سے چلا آتا تھا' ایرانی جنسی تعلقات کے معاملہ میں اپنی مرضی کے سوا کسی قانون کے تابع نہ تھے۔

قدیم ترین مجوس (زرتشتیوں) کے تحت عورتوں کے جو حالات تھے اس سے بدتر کبھی نہ ہوئے تھے۔ وہ مردوں کی باندیاں تصور کی جاتی تھیں۔ قدیم ایران کی اخلاقی بنیادیں زمانہ دراز سے متزلزل نظر آ رہی تھیں۔

پانچویں صدی عیسوی میں یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں رکھا پھر قتل کر ڈالا (تاریخ طبری جلد سوم

۴۳۸) اسی طرح چھٹی صدی عیسوی میں بہرام چوبیں نے اپنی بہن سے ازدواجی تعلق قائم کر رکھا تھا۔

پروفیسر ارتھر کرسٹن کے مطابق اس قسم کا رشتہ کوئی ناجائز فعل تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے یہاں عبادت اور ثواب کا درجہ رکھتا تھا' مشہور چینی سیاح ہوئن سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون و معاشرہ میں ازدواجی تعلقات کے لئے کسی رشتہ کا بھی استثناء نہ تھا' ملاحظہ ہو (ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۰)

قدیم ایران میں دو طرح کی بیویاں ہوتی تھیں (۱) زن پادشائی ھا (۲) زن چکاری ھا

پہلی قسم کی بیویوں اور ان کی اولاد کو جائیداد میں حصہ ملتا تھا' لیکن زن چکاری ھا' اور ان کی اولاد جائیداد سے محروم ہوتی تھی (حوالہ سابقہ صفحہ ۴۳۱) قانون کی نظر میں عورت کا کوئی حصہ یا مقام نہ تھا۔ (صفحہ ۴۳۷ حوالہ سابقہ) بیویاں آپس میں بدلی جاسکتی تھیں (حوالہ سابقہ صفحہ ۴۳۶) قانون نے غلام اور عورت کو ایک درجہ دے رکھا تھا۔ (ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۷)

پانچویں صدی عیسوی کے اوائل میں مزدک کی بغاوت سے یہ ہوا کہ اس نے اعلان کیا کہ تمام انسان ایک طریقے سے پیدا ہوئے ہیں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ لہذا ایک کو دوسرے کی ملکیت میں مساوی حقوق حاصل ہیں اور مال اور عورت ہی دو ایسے عنصر ہیں جن کی حفاظت و نگرانی کا اہتمام انسان کرتا ہے لہذا ان میں مساوات و اشتراک کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ شہرستانی کا بیان ہے کہ مزدک نے" عورتوں کو بلا امتیاز تمام مردوں کے لئے حلال قرار کردیا' اور مال و عورت کو آگ' پانی اور چارہ کی طرح مشترک اور عام کردیا۔ (الملل و النحل للشہرستانی صفحہ ۸۶)

نامور مورخ طبری کے بیان کے مطابق اس تحریک کا اتنا زور تھا کہ جو جس گھر میں چاہتا زبردستی داخل ہوجاتا اور مال و زن پر قبضہ کرلیتا۔ (تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۸۸)

چینی تہذیب

مسٹر رے اسٹریچی قدیم چین میں عورت کی حیثیت کے بارے میں لکھتا ہے!

مشرق بعید یعنی چین میں حالات اس سے بہتر نہیں تھے۔ چھوٹی لڑکیوں کو کاٹھ مارنے کی رسم کا مقصد یہ تھا کہ انھیں بے بس اور کمزور رکھا جائے ملاحظہ ہو

(UNIVERSAL HISTORY OF THE WORLD مرتبہ جے اے عیمرٹن صفحہ ۷۰)

عورت اور مذاہب عالم

عورت اور یہودیت

عورت کے معاملہ میں یہودی مذہب بھی کچھ زیادہ مہربان نظر نہیں آتا' چنانچہ یہودیت میں نرینہ اولاد کی موجودگی میں عورت کے حق وراثت کا تصور نہیں کیا جاسکتا' یہودی معاشرہ میں عورت کو سرتاپا گناہ کا منبع اور مجسم گناہ سمجھا جاتا تھا' چنانچہ یہودی قانون میں وراثت بیٹے یا بیٹوں کو ملتی ہے جب بیٹا نہ ہو تو بیٹیوں کو منتقل ہوجاتی ہے۔ اور جب بیٹیاں بھی نہ ہوں تو پھر بھائیوں کو مل جاتی ہے اور جب بھائی بھی نہ ہوں تو پھر بہنوں کا حق ہوتا ہے' اسی طرح باپ کو اختیار ہے کہ انہیں بطور کنیز کسی کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے بلکہ اگر باپ فوت ہوجائے تو بھائی بھی اس کے ساتھ یہی سلوک روا رکھ سکتا ہے۔

عورت اور عیسائیت

عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ غلط عقیدہ قائم کرلیا گیا ہے کہ عورت آدم کو جنت سے نکالنے کی ذمہ دار ہے عیسائیت میں عورت کو بھکانے والی کی نظر سے دیکھا گیا کہ یہ آدم کو زمین پر لانے کی ذمہ دار ہے اور دوسرے درجہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بائبل میں آدم و حوا کے قصے کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ حوا کو شیطان نے بھکایا اور پھر اس نے آدم کو (پیدائش باب سوم)

اسی بناء پر عورت کو عیسائیت میں گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا اور اسے ہر معصیت کا محرک شیطان کے آنے کا دروازہ اور دوزخ کا راستہ بتایا گیا ہے۔ عورت کو دنیا کی ہر معصیت' بدی کی جڑ' دنیا پر لعنت ملامت نازل کرنے والی قرار دیا گیا ہے۔

عیسائیت کے ابتدائی دور کی ایک بہت بڑی مذہبی شخصیت ترتولیون (TIRTULION) عورت کے متعلق یہ نظریہ ظاہر کرتے ہیں کہ!

"وہ شیطان کا دروازہ' وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کے خلاف ورغلانے والی تحریش' مرد کو غارت کرنے والی ہے۔

ایک اور عیسائی عالم کرائی سوسٹم (CHRY SOSTEM) کہتے ہیں کہ!

عورت ایک ناگزیر برائی' ایک پیدائشی وسوسہ' ایک مرغوب آفت' ایک خانگی خطرہ ' غارتگر دلربائی ایک راستہ معصیت ہے۔ یہ عیسائیت کے ابتدائی دور کے واقعات ہیں۔

بعد میں مسیحیت نے مرد اور عورت کے جائز تعلق شادی یا نکاح کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجرد کی زندگی پر زور دیا' ممتاز عیسائی پادریوں کے متعلق تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے

عورت سے دوری اور تجرد کے باعث ماؤں تک سے راہ فرار اختیار کر کے جنگلوں میں پناہ لی اور ماؤں سے صرف اس لئے دوری اختیار کی کہ وہ عورت ہیں۔

مسیحی فضلاء میں سے سینٹ پال' سینٹ آگسٹائن اور دیگر مشائخ کلیساء کے خیالات میں بھی عورت شیطان کا آلۂ کار' مجسمۂ بدی اور خواہشات نفسانی کا مبداء ہے۔ ایک انگریزی کہاوت مشہور ہے کہ عورت' کتے اور اخروٹ کے درخت کے ساتھ جتنی سختی کی جائے وہ اسی قدر اچھے رہتے ہیں۔

عورت کے متعلق عیسائی اکابر کلیساء کی آراء

سینٹ برنارڈ کا قول ہے! عورت شیطان کا ہتھیار ہے۔

سینٹ انتھونی کا قول ہے! عورت شیاطین کے ہتھیاروں کی کان ہے۔

سینٹ بوناونیٹر کا قول ہے! عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے' وہ شیطان کا نیزہ ہے۔

سینٹ سائیرن کا قول ہے! عورت وہ ہتھیار ہے جسے شیطان ہماری روحوں پر قبضہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

سینٹ جیروم کا قول ہے! عورت شیطان کا دروازہ' ظلم کی شرکت' اور بچھو کا ڈنک ہے۔

سینٹ جان دمشقی کا قول ہے! عورت جھوٹ کی بیٹی ہے' دوزخ کی سپاہی اور امن کی دشمن ہے۔ اسی کے ذریعہ انسان نے بہشت کو کھویا' تمام وحشی درندوں میں عورت سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

سینٹ گریگری کا قول ہے! عورت سانپ کا زہر رکھتی ہے اور اژدھے کا کینہ۔

عورت اور ہندو دھرم

نامور محقق عباس محمود عقاد' ہندو معاشرہ میں عورت کے مقام سے بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

ہندوستان میں منو (جو ہندوستان کے معاشرتی و عائلی قوانین کا ماخذ سمجھا جاتا ہے اسے "منو سمرتی" سے تعبیر کیا جاتا ہے' "منو سمرتی" ہندوستان کی سب سے قدیم قانون کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ (اکثر محققین کا خیال ہے کہ اس کتاب کا زمانہ تالیف تیسری صدی عیسوی ہے) اس قانون کے مطابق باپ' شوہر' یا دونوں کی صورت میں بیٹے سے علیحدہ عورت کا کوئی مستقل حق نہیں' چنانچہ عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع ہوتی ہے جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی۔ اگر بیٹے بھی نہ ہوں تو اپنے اقرباء کی۔ اس لئے عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ وہ خود مختار زندگی گزار سکے' وہ کسی معاملہ میں بھی خود مختار نہیں۔ معاشی معاملات میں اس کی حق تلفی سے زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے ساتھ ہی مرجانا اور اس کی چتا پر "ستی" ہو جانا ضروری تھا' یہ قدیم رسم برہمنی تمدن کے دور سے سترہویں صدی عیسوی تک برقرار رہی اور

اس کے بعد مذہبی حلقوں کی ناپسندیدگی کے باوجود اسے حکومت ہند کے سرکاری حکم کے تحت ممنوع قرار دیا گیا۔ ہندوؤں کے ایک قانون کے مطابق تو تقدیر' طوفان' موت' زہر' زہریلے سانپ بھی اس قدر برے اور خراب نہیں جتنی کہ عورت بری ہے۔

"انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس Encyclopedia of Religion & Ethics" کا مقالہ نگار عورتوں کے بارے میں ہندوؤں کے خیالات کے متعلق لکھتا ہے!

"عورت کبھی آزاد نہیں ہو سکتی' وہ میراث نہیں پا سکتی' شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہو گی" دیکھئے (Encyclopedia of Religion & Ethics, Vol V. P 271)

چانکیہ برہمن جسنے ہندوؤں کے مقنن منو مہاراج کی "منوسرتی" کو حشو زوائد سے پاک کیا عورت کے متعلق لکھتا ہے!

"جھوٹ بولنا' بغیر سوچے کام کرنا' فریب' حماقت' طمع' ناپاکی' بے رحمی' یہ عورت کے کرداری عیوب ہیں۔

یونیورسل ہسٹری آف دا ورلڈ (Universal history of the world) میں "رے اسٹریچی" ہندوستانی عورت کے متعلق رقمطراز ہیں!

"رگ وید" میں عورتوں کو پست اور حقیر مقام دیا گیا ہے' بعد میں یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ روحانی طور پر ناقابل اعتبار' بلکہ تقریباً" بے روح ہے' موت کے بعد اسے مردوں کی نیکیوں کے بغیر بقا حاصل نہیں ہو سکتی' عورتیں اتنی بری ہیں جتنا کہ جھوٹ' یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ مردوں کو اس دنیا میں غلط راستہ پر ڈالنا عورت کی فطرت ہے۔ بچپن کی شادی کی رسم' بیواؤں سے نفرت' اور ستی ایک ایسے سماج کے حسب حال ہیں جس میں عورتوں کی اہمیت بچے جننے والی مخلوق سے زائد نہیں' شاید نوزائیدہ لڑکیوں کی موت ایک ایسی دنیا میں ان کے لئے رحمت ہے جس میں اسے مشکوک' برائی کا سرچشمہ' دھوکہ باز' سورگ کے راستہ کا روڑا' اور نرک کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی مذہبی کتاب "رگ وید" مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں ان الفاظ میں متنبہ کرتی ہے! عورت کا دل ایک خونخوار پرندہ چرخ کی مانند ہے اس لئے اس سے تعلق نہ رکھو۔

"رگ وید" اور "منو" کے قوانین کے علاوہ "رامائن" "یودھیا" اور پرانوں میں بھی عورتوں کے متعلق اس طرح کے استحصالی اور امتیازی قوانین کا تذکرہ ملتا ہے۔

براہما برہارتا پران میں تحریر ہے!

عورت ہر قسم کے گناہ کا منبع ہے' مذہب کیلئے ایک روک' اور عبادت و ریاضت کے راستہ میں ایک مضبوط چٹان ہے' تمام برائیوں اور بدکاریوں کا سرچشمہ ہے۔

اہل ہنود کی کتاب مقدس کے مطابق عورت کا دل ہمیشہ بدی کی طرف راغب اور شیطانی خیالات سے

معمور رہتا ہے اس لئے ان پر سختی سے پیش آنا لازمی امر ہے۔ اور انہیں کسی حالت میں آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔ منو کا عقیدہ ہے کہ عورت کا وجود سرتاپا فریب اور بری خواہشات کی آماجگاہ ہے اس کی ذات کسی سے دبنے والی نہیں وہ ہمیشہ محرک رہتی ہے۔ (ادھیائے ۹ شلوک ۲ ـ ۷)

"رگ وید" میں آسمان کے دیوتا اندرا کی زبان سے تحریر ہے کہ "صنف نازک کے فہم و ادراک سے یہ بات بالاتر ہے کہ وہ اپنے برے بھلے میں تمیز کر سکے"۔

نادرا اور منو کی طرح گوتما اور ناردمنی نے بھی عورت کے متعلق اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا اور ہندو مذہب کی دوسری مذہبی کتابیں بھی نہایت ہی نفرت انگیز اور تنگ نظری اور متعصبانہ نظریات سے بھری پڑی ہیں' بعض کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ "براہمنوں کی عورتیں بھی کتب مقدسہ کے قریب نہ جائیں اور نہ ہی ان کا مطالعہ کریں۔

عورت اور بدھ مت

ہندو دھرم کے بعد "بدھ مت" کو عروج حاصل ہوا اور یہ ہندوستان سے نکل کر سری لنکا' برما' جاپان' اور چین تک پہنچا ہے۔

بدھ مذہب کے تاریخی مطالعہ سے عورت کو کوئی مقام حاصل ہونے کا ثبوت نہیں ملتا' اس کے برعکس عورت سے نفرت اور اس کی تذلیل و تحقیر کے ثبوت ملتے ہیں۔ "بدھ مت" میں عورت کے متعلق نظریات کا ایک نمونہ "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس "Encyclopedia of Religion and Ethics" کے مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر چھلا واگا (Chulla vagga) کے قول سے پیش کیا ہے جسے ڈاولڈ برگ" نے اپنی کتاب بدھا (Buddha) (مطبوعہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۶۹) میں نقل کیا ہے کہ!

"پانی کے اندر مچھلی کی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے' اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں' اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں ہے"۔ (حوالہ سابقہ صفحہ ۲۷۱ جلد پنجم)

بدھ مت کی تعلیمات اور عقائد کے مطابق عورت کی ذات مذہبی فرائض کی ادائیگی میں حائل ہوتی ہے' اور مکتی اور نجات حاصل کرنے کے لئے اس سے دوری ضروری ہے' عورت نجات حاصل کرنے کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

انہی خیالات کا عکس ہمیں گوتم بدھ کی تعلیمات و تصنیفات میں نظر آتا ہے کہ گوتم بدھ نے اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ!

اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی عورتوں سے تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں' چنانچہ موصوف خود بھی اس نظریے پر عمل پیرا ہوئے' بدھ نے اپنی چہیتی بیٹی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

عورت کے متعلق غیر مسلم دنیا کی مشہور ضرب الامثال

روسی ضرب المثل۔ دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے۔
اطالوی ضرب المثل۔ گھوڑا اچھا ہو یا برا اسے مہمیز کی ضرورت ہے' عورت اچھی ہو یا بری اسے مار کی ضرورت ہے۔
ہسپانوی ضرب المثل۔ بری عورت سے بچنا چاہیے مگر اچھی عورت پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔
برطانوی ضرب المثل۔ عورت تیرا دوسرا نام کمزوری ہے۔
ایرانی ضرب المثل۔ عورت کا دوسرا نام بے وفائی ہے۔
چینی ضرب المثل۔ اپنی بیوی کی بات تو سنی چاہیے لیکن اس پر یقین ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔
دیکھئے (تمدن عرب / ڈاکٹر گستاؤلی بان / ترجمہ مولوی سید علی بلگرامی ۳۷۷)

عورت اور عہد جاہلیت (اسلام سے قبل عرب معاشرہ)

اسلام کی ضوفشانی سے قبل عورت کے مقام و مرتبہ کا تصور بھی محال تھا' اسے نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت میں عورت کو صرف مرد کے جذبات نفسانی اور خواہشات ذاتی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش ذلت و عار کا باعث سمجھی جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا!

"جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے' اور وہ اسے بہت بری خبر خیال کرتا ہے' اور اس کی وجہ سے دوسروں کے سامنے آنے سے شرم کرتا ہے اور سوچتا ہے کیا میں اسے ذلت کیلئے زندہ رہنے دوں یا زمین میں گاڑ دوں' یاد رکھو! وہ جو فیصلہ بھی کرتے ہیں وہ بہت برا ہے (سورۃ النحل آیت ۵۸' ۵۹)

ممتاز ہندو ادیب و سیرت نگار آنجہانی سوامی لکشمن پرشاد اسلام کی آمد سے قبل مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں عورت کی حیثیت اور اس کے مقام پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

انسان کی بہیمیت کی صفات اپنے اصلی رنگ میں نمایاں ہو گئی تھیں۔ عورت کو ہوس پرست مردوں کی بدمستیوں کیلئے سامان نشاط سمجھا جاتا تھا' دنیائے انسانی کی آفرینش کے اس مقدس ذریعہ کو قدرت کی صناعی کے اس بہترین شاہکار کو اس سے زیادہ کوئی حقوق حاصل نہ تھے کہ دنیا کی کج بین نگاہوں میں وہ مکر و فریب کی پتلی تھی' فطرتاً" نیکی کے قابل نہ تھی' تمام قسم کے گناہوں اور ہر قسم کی بدکرداریوں کا منبع و مخزن تھی (عرب کا چاند صفحہ ۳۴)

موصوف اسلام سے قبل عرب معاشرہ میں عورت کے مقام کو (نفس پرستی کے شرمناک مظاہرے) کے

تحت لکھتا ہے!

حسن بے نقاب تھا اور عشق بے حیا جو کچھ بھی ہو گزرتا کم تھا' چنانچہ نفس پرستی کے مظاہرے عربوں کی فطرت ثانیہ بن گئے تھے۔ زنا پر شرم و ندامت کے بجائے الٹا فخرو مباہات کیا جاتا تھا مجمعوں اور جلسوں میں علی الاعلان اپنی قوت مردی کے بلند بانگ دعاوی کئے جاتے تھے۔ سو سو عورتوں کو اپنے ازدواج میں لے لینا ان کے نزدیک کوئی معیوب حرکت نہ تھی' کسی بے گناہ عورت کو اپنے حلقہ ازدواج سے الگ کر کے اس کی زندگی تباہ کردینا ان کی شریعت میں کوئی جرم نہ تھا۔

سوامی لکشمن پرشاد "معصوم بچیاں تکبر کی قربان گاہ پر" کے زیر عنوان رقمطراز ہے!

عربوں کو اپنی شجاعت و بہادری پر ہمیشہ ناز تھا' ان کی طبیعت غیور تھی وہ کسی دوسرے انسان کے آگے واجب طور پر جھکنے کے خیال کو بھی سراپا استحقار سے ٹھکراتے تھے' یہ غلط وقار ان کے صفحہ دماغ پر ایک نقش حقیقت بن کر ثبت ہو گیا تھا جس کے آگے انہوں نے اس عورت کی حفاظت کو بھی جس کے گلشن شباب کو وہ اپنی ہوس کارانہ دست برد کیلئے سامان نشاط سمجھتے تھے پس پشت ڈالدیا تھا بساط ہستی کی نوارد جیتی جاگتی معصوم بچیوں کا گلا گھونٹ دینا ان کی اس جہالت کا جو شجاعت کے غلط استعمال نے ان کے قلب پر مستولی کر دی تھی ایک ادنیٰ کرشمہ تھا' پانچ پانچ' سات سات سال کی نوعمر پھول سی بچیوں کو کھلا پلا کر اور خوبصورت کپڑے پہنا کر باہر لے جا کر کسی گڑھے میں دھکیل کر پیوند زمین کردینا ان کے ظلم و ستم کا ادنیٰ کرشمہ تھا' (عرب کا چاند صفحہ ۳۵ تا ۳۷)

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی تصنیف (Civilization de Arabes) میں لکھتا ہے!

"عورتوں پر اور ان کی حالت پر اسلام کے اثر کے دریافت کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم معلوم کریں کہ قبل از اسلام ان کی کیا حالت تھی"؟ جو برتاؤ عورتوں کے ساتھ قبل از اسلام ہوتا تھا اس کا پتہ ہمیں قرآن کے بعض احکام نواہی سے ملتا ہے!

"اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا' یہ بے حیائی ہے اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے۔ حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی' اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں' اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو کہ جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی' اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں' اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں' اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا ہے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (سورۃ النساء آیت ۲۲' ۲۳۔ ترجمہ حضرت شیخ الہند علامہ محمود الحسن قدس اللہ سرہ)

ان احکام نواہی سے پتہ چلتا ہے کہ جن اقوام کے لئے ان احکام کی ضرورت پڑی ان کا اخلاق کیسا تھا۔ دیکھئے (تمدن عرب ص ۳۷۲' ۳۷۳' ۳۷۴)

موصوف مزید لکھتے ہیں!

زمانہ جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوانات کے درمیان ایک قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھیں جن کا مصرف محض ترقی نسل اور مردوں کی خدمت تھا' لڑکیوں کا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کی جاتی تھی اور ان کو زندہ دفن کر دینے کی رسم بہت عام تھی' یہ زندہ دفن کر دینے کا حق اسی طرح حاصل تھا جیسے کتیا کے جھول کو پانی میں ڈبو دینے کا۔ فرانسیسی عالم "موسیو کوسان دی پرسواں" نے آنحضرتؐ اور قیس بن تمیم کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا خیال لڑکیوں کے بارے میں کیسا تھا۔

آنحضرتؐ اس وقت ایک لڑکی کو زانوں پر بٹھائے کھلا رہے تھے۔ قیس نے پوچھا!

یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ کھلا رہے ہیں؟

آنحضرتؐ نے جواب دیا یہ میرا بچہ ہے۔

قیس نے کہا!

باللہ العظیم میری ایسی بہت سی لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن میں نے ان سب کو زندہ دفن کر دیا اور کسی کو بھی نہ کھلایا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا! اے بھلے آدمی معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں کسی قسم کی محبت انسانی پیدا نہیں کی یہ تو ایک نعمت عظمیٰ ہے جو انسان کو دی گئی ہے تو اس سے محروم ہے۔ (حوالہ سابقہ)

معروف غیر مسلم یوروپین سیرت نگار آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے (R. V. C. Bodely) عہد جاہلی کے معاشرہ میں عورت کے مقام و مرتبہ اور حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ >زمانہ ما قبل اسلام میں ایک عرب کے لئے شادی کا مقصد صرف اولاد نرینہ پیدا کرنا تھا۔ کیونکہ اگر جانوروں کی گلہ بانی کے لئے مرد نہیں ہوں گے تو خانہ بدوش قبیلہ ختم ہو جائے گا۔ عرب معاشرہ میں عورت کا کوئی درجہ یا حیثیت نہ تھی' ایک مرد اپنی استعداد کے مطابق کتنی ہی بیویاں رکھ سکتا تھا' سب سے بڑے لڑکے کو باپ کے حروکہ جانوروں کے گلوں اور خیموں کے ساتھ اس کی بیوہ عورتیں بھی وراثت میں ملتی تھیں اور بیٹے اور سوتیلی ماں میں زن و شوہر کے تعلقات نہ صرف جائز بلکہ لازمی سمجھے جاتے تھے' مکہ میں بدکاری اور فحاشی بالکل اسی پیمانے پر تھی جو کبھی سیدوم اور عمرہ میں ہوتی تھی (سیدوم یا سدوم بحیرہ مردار کے کنارے ایک قدیم شہر تھا جہاں حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں لواطت حد کو پہنچی ہوئی تھی' عمرہ بھی عرب کا ایک شہر تھا) اور عصمت فروشی بے غیرتی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ دیکھئے (محمد رسول اللہ ترجمہ The Messenger)

عہد جاہلیت اور دختر کشی (ایک تاریخی جائزہ)

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کی پیدائش اور دختر کشی کی ایک تصویر ذیل کے اشعار میں دیکھی جا سکتی ہے!

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر   تو خوف شماتت سے بے رحم مادر

پھرے دیکھتی جب شوہر کے تیور کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسے نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

زمانہ جاہلیت کی روایات اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دختر کشی (لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی رسم بد بنی اسد کے امراء سے شروع ہوئی اور اس کی نقل میں بنو ربیعہ' بنو کندہ' اور بنو تمیم کے بڑے لوگوں نے بھی اسے اختیار کر لیا' لیکن پھر یہ رسم بد صرف امیروں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ ان کی دیکھا دیکھی نچلے طبقہ کے لوگوں میں بھی راہ پا گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (جلد ۱۰ - ص ۳۰۶) میں نقل کیا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے بیٹی کو زندہ درگور کیا وہ قیس بن عاصم تھا۔

حضرت قیس بن عاصم تمیمی نے ایک موقعہ پر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس امر کا اعتراف کیا کہ میں نے عہد جاہلیت میں بارہ یا تیرہ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا۔ ملاحظہ ہو (اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ / تالیف عزالدین ابن الاثیر الجزری جلد ۳ ص ۳۳۳)

امام عبداللہ دارمی المتوفی ۲۵۵ھ نے "سنن دارمی" کی ابتدا ہی عہد جاہلیت میں لڑکیوں کی ساتھ بدسلوکی کے بیان سے کی ہے۔

ایک شخص رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے!

"اللہ کے رسولؐ ہم جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے بتوں کی پوجا کرتے اور اپنی اولادوں کو قتل کیا کرتے تھے' میری ایک بیٹی تھی' جب میں اسے بلاتا تو میرے بلانے پر وہ بڑی خوش ہوتی' ایک روز میں نے اسے بلایا تو وہ میرے پاس آئی' میں اسے لئے ہوئے قریبی کنویں پر آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں دھکیل دیا' آخری بات جو میں نے اس کی سنی تھی وہ یہ تھی۔ اے میرے اباجان! اے میرے اباجان! رسول اللہؐ اس کی بات سن کر اتنا روئے کہ آپؐ کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے' رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے کسی نے کہا کہ تم نے رسول اللہؐ کو غمگین کر دیا ہے۔ آپؐ نے اسے روکا اور فرمایا! بے شک وہ اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے جس نے اسے غم میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آپؐ نے اس سے فرمایا! اپنی بات کو دہراؤ اس نے جب اپنی بات کو دوبارہ دہرایا تو آپؐ پھر اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر آپؐ نے فرمایا!

بے شک اللہ نے جہالت کے زمانہ کے اعمال کو معاف فرما دیا ہے" اپنے اعمال کا نئے سرے سے آغاز کرو۔ (سنن دارمی بیروت دار الاحیاء السنتہ النبویہ)

زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا معاشرہ میں کوئی معیوب عمل نہیں تھا' لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے دو طریقے رائج تھے۔

(۱) ایک طریقہ یہ تھا کہ مرد اپنی بیوی کو وضع حمل کے وقت حکم دیتا کہ کسی گڑھے کے کنارے چلی جاؤ وہ گڑھے کے کنارے بچہ جنتی اگر بیٹا ہوتا اسے زندہ رکھتی اور اگر بیٹی ہوتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی تھی۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب بیٹی چھ سال کی ہو جاتی تو باپ اپنی بیوی سے کہتا کہ اس کو بناؤ سنوارو میں اسے لے کر اس کے رشتہ داروں سے ملنے جارہا ہوں' وہ اسے لے کر صحراء میں دور تک چلتا یہاں تک کہ ایک کنویں پر آتا اور بیٹی سے کہتا کہ کنویں میں دیکھو جب وہ کنارے پر آکر کنویں میں جھانکتی تو پیچھے سے اسے دھکا دے دیتا۔ (فتح الباری جلد ا ص ۳۰۷)

اسلام نے سب سے پہلے اس رسم بد کا قلع قمع کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ **ان قتلهم كان خطأ كبيرا** اولاد کا قتل کرنا نہایت ہی برا فعل ہے (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۱) اور "سورۃ التکویر" میں کہا گیا!

"**واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت**" کہ جب زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا۔

عورت اسلامی معاشرہ میں

ایک زمانہ تھا جب صنف نازک اقوام اور مذاہب عالم میں مظالم کا شکار تھی' اسے ہوسناکی کا ذریعہ بنایا' مجسم گناہ قرار دیا جاتا تھا' زہریلی ناگن اور اژدھے کے غصہ سے تشبیہ دی جاتی تھی' جہنم کا دروازہ اور بدی کا منبع تصور کیا جاتا تھا۔

عورت مظلوم و مقہور' محکوم و مجبور' مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنی' ان کے جذبات حیوانی اور خواہشات نفسانی کا شکار ہوتی اور وہ دل ہی دل میں اس ذلت و رسوائی سے نجات حاصل کرنے کیلئے دست بدعا تھی۔ رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ عورت کی دنیا پر چھائی ہوئی تاریکی کے مہیب بادل چھٹ گئے' اس کی شام غم صبح عید سے بدل گئی۔

اسلام کا سورج حیات جاودانی کا پروانہ لے کر سرتاج بشریت کی معیت میں طلوع ہوا آنحضرتؐ نے تاج نبوت کو پہنتے ہی بنی نوع انسان کو سب سے پہلا سبق اخوت اور مساوات باہمی کا دیا اور نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں فرمایا کہ عورت کو مرد پر ایسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے کہ مرد کو عورت پر حاصل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں سے مہرو محبت اور انس و خیرخواہی کا درس دیا۔

اسلام کی اعلیٰ اور شاندار تعلیمات نے انہیں قعر مذلت سے نکالا اور بام رفعت پر سرفراز کیا' اس کے قدموں کے تلے جنت کی خوشخبری سنائی اولاد کو اس کی فرمانبرداری کا پابند کیا۔

اسلام نے بنی نوع انسان کے ذہن میں اس حقیقت کو بٹھایا کہ ادیان عالم اور مذاہب اقوام میں وہی دین سچا دین ہے جس نے عورت کے حقوق کی یقین دہانی کرائی اور اس کے تحفظ کے لئے ٹھوس ضمانت فراہم کی

ہے۔

اسلام نے مرد و عورت کی فطرت اور ان کی ساخت و پرداخت کے پیش نظر دونوں کو نہایت متوازن اور جامع حقوق عطا کئے اور دونوں کے فرائض و واجبات کے تعین میں بھی انصاف پسندی کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسلامی قوانین میں قدیم قوموں کے تمدنی قوانین کی طرح نہ افراط ہے اور نہ تہذیب جدید کے قوانین کی طرح تفریط۔

عورت اور ارشادات ربانی

- اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزر کرو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لئے بڑی بھلائی رکھ دی ہو (سورۃ النساء آیت ۱۹)
- اور عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ پر وہی ہے جو مردوں کے لئے ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے وہ تمام حقوق بحال کر دیئے جو اقوام و مذاہب سابقہ نے معطل کر رکھے تھے۔

- اور جو کوئی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی (سورۃ النساء آیت ۱۲۴)
- اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا اور اللہ عزیز و حکیم ہے (سورۃ التوبہ آیت ۷۱)

مندرجہ بالا آیات نے عورت میں اعتماد کی روح کو بیدار کیا ان میں خیر و تقویٰ کی صفات سے آراستگی کا جذبہ ابھارا اور انہیں نیک کاموں میں مدد و تعاون کرنے اور صالح معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لینے کے قابل بنایا۔ قرآن کریم نے اعمال و اخلاق نجات و سعادت اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کے مواقع پر مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

- سورہ آل عمران میں اس نظریے کو اس طرح بیان کیا گیا!

سو ان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کیا اس لئے کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے خواہ مرد ہو یا عورت عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو (سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵)

- نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض ضرور اجر دیں گے۔ (سورۃ النحل آیت ۹۷)

عورت اور فرامین نبویؐ

محسن انسانیت' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک پر اس حد تک ابھارا کہ اس کو ایمان جیسی اعلیٰ ترین شے کا ضروری جزو قرار دیا چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے!

- ایمان کے اعتبار سے کامل ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہتر سلوک کرنے والے ہیں۔ (سنن ترمذی ص ۲۱۹)
- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

  عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھاپن اس کے اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو تم اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ویسے ہی رہے گی' پس تم عورتوں سے اچھے سلوک کی میری نصیحت کو قبول کرو (صحیح بخاری)
- ارشاد نبویؐ ہے!

  تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے اچھا ہوں (حدیث)
- رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! داد و دہش میں اولاد کے درمیان برابری کیا کرو اگر کسی کی تفضیل یا ترجیح جائز ہوتی تو میں عورتوں کو افضل اور ترجیح دیتا۔ (کنز العمال)

عورت بحیثیت ماں

- ارشاد ربانی ہے!

  "اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں اس کو کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے زمانہ حمل میں اٹھائے اٹھائے پھری اور پھر اس کی پیدائش کے وقت بے حد تکلیف برداشت کی اور حمل کے شروع سے دودھ چھڑانے کی مدت تک جو کہ تیس مہینے ہے (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)
- آیت مذکورہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کا مرتبہ ماں کی حیثیت میں باپ سے برتر قرار دیا ہے۔
- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر گویا ہوا کہ اے اللہ کے رسول! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں' اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں' اس نے پھر کہا کہ پھر کون؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تیری ماں' اس نے کہا پھر تو آپؐ نے فرمایا! تیرا باپ (صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۱۲)

○ جہاد میں شرکت کے طلبگار صحابی مشورہ طلب کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا! کیا تمہاری ماں زندہ ہے اس نے کہا جی ہاں' آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کے پاس رہو اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ (سنن نسائی جلد ۲ ص ۴۸۰ الترغیب والترہیب جلد سوم ص ۳۱۶)

○ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق سے منقول ہے کہ ان کی مشرکہ والدہ صلح حدیبیہ کے بعد ان کے پاس آئیں' انہوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور مجھ سے صلہ رحمی کی توقع رکھتی ہے کیا میں صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا! ہاں' اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو (صحیح بخاری)

○ مشرکہ ماں کے حق میں بھی آپؐ نے صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم فرمایا کیونکہ یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے!

"اگر تمہارے ماں باپ تمہیں مشرک بنانے کی کوشش کریں جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں تو ان کی بات مت مانو لیکن دنیا میں اچھی طرح ان کے ساتھ رہو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو (سورۃ لقمان آیت ۱۵)

عورت بحیثیت بیٹی

○ محسن انسانیت پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے!

جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو کہتے ہیں! اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو' پھر وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ ایک ناتواں جان ہے جو ایک ناتواں جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل رہے گی۔ (معجم طبرانی)

○ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی' ان کی سرپرستی کی' اچھی تعلیم و تربیت کی اور ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آیا یہاں تک کہ اللہ انہیں بے نیاز کردے۔ تو ایسے شخص کے لئے اللہ نے جنت واجب کر رکھی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے سوال کیا کہ اگر دو ہی ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا! دو لڑکیوں کے لئے بھی ان کی سرپرستی پر اجر ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں سوال کرتے تو آپؐ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔ (مشکوۃ)

○ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ نے ارشاد فرمایا! بیٹیوں کے سلسلہ میں جو آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے صبر کیا تو اس کا صبر کرنا آگ سے بچانے کا ذریعہ ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

○ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاءؐ نے ارشاد فرمایا! جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی پھر انہیں بہتر تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کیا' ان کی شادیاں کیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ (سنن ابوداؤد جلد دوئم صفحہ ۷۰۰)

عورت بحیثیت بہن

○ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا! جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں' یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں پھر اس نے ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈر گیا پس تو اس کے لئے جنت ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱' مسند احمد ۲ صفحہ ۴۲)

عورت بحیثیت بیوی

○ ارشاد باری ہے! اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزر کرو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لئے بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔ (سورۃ النساء آیت ۱۹)

○ ارشاد نبویؐ ہے! تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے ہیں۔ (سنن ترمذی)

○ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا!

○ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو تم اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ویسے ہی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری نصیحت قبول کرو۔ (صحیح بخاری)

○ ارشاد نبویؐ ہے! تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں (بیویوں) کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کیلئے تم سب سے اچھا ہوں۔

○ ایک موقع پر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

دنیا کل کی کل ایک اثاثہ ہے اور اس کا بہترین اثاثہ نیک سیرت بیوی ہے۔ (مسند احمد ۲ ص ۱۶۸)

عورت پر اسلام کے احسانات

غیر مسلم مورخین اور دانشوروں کا اعتراف حقیقت

عورت چونکہ تمدن انسانی کا مرکز و محور اور باغ انسانیت کی زینت ہے اس لئے اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کئے جن کی وہ مستحق تھی۔ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا' دیگر اقوام و تہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال و ملکیت رکھنے کا حق دیا شوہر سے ناچاقی کی صورت میں خلع کا حق دیا۔ نکاح ثانی کرنے کی اجازت دی' وراثت میں اس کو اس کا حصہ دلایا۔ اسے معاشرے کی قابل احترام ہستی قرار دیا۔ اور اس کے تمام جائز قانونی' معاشی و معاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ!

ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی شے نہیں سمجھتے تھے (یعنی معاشرہ میں اس کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں تھی) مگر جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا خصوصی تذکرہ کیا تو پھر احساس ہوا کہ ہم پر عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمارا ان پر حق ہے۔ (بخاری کتاب اللباس)

قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات سے قطع نظر ہم غیر مسلم مورخین' اور دانشوروں کی آراء کو پیش کریں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی درحقیقت حقوق نسواں کا علمبردار' حقیقی ضامن' نجات دہندہ اور محسن ہے۔

اب ان نام نہاد آزادی نسواں اور حقوق نسواں کے علمبرداروں اور مغرب پرست حلقوں اور دین اسلام کے نکتہ چینوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ خود مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم فلسفیوں' مورخوں' مفکروں' ادیبوں' راہبان کلیسا' غیر مسلم ارباب فکر و نظر' دانایان فرنگ اور دانشوران عالم نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے دین اسلام کو "علمبردار حقوق نسواں" اور نجات دہندہ قرار دیا ہے۔

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان "اسلام کا اثر مشرقی عورتوں کی حالت پر" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے!

اسلام نے مسلمان عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا انہیں ذلت کے بجائے عزت و رفعت سے سرفراز کیا اور کم و بیش ہر میدان میں ترقی سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ قرآن کا قانون وراثت و حقوق

نسواں یورپ کے قانون وراثت و حقوق نسواں کے مقابلہ میں بہت زیادہ مفید اور زیادہ وسیع اور فطرت نسواں سے زیادہ قریب ہے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

عورتوں کی حالت پر اسلام کے اثر کو دریافت کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم معلوم کریں کہ قبل از اسلام ان کی کیا حالت تھی؟ جو برتاؤ قبل از اسلام عورتوں کے ساتھ ہوتا تھا اس کا پتہ ہمیں قرآن کے بعض احکام و نواہی سے ملتا ہے۔

مثلاً" ارشاد ربانی ہے!

"اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ' مگر جو پہلے ہو چکا' یہ بے حیائی ہے اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے' حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی' اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں' اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو کہ جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی' اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں' اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں۔ اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا ہے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ النساء آیت ۲۲' ۲۳' ترجمہ حضرت شیخ الہند علامہ محمود الحسن قدس اللہ سرہ)

ان احکام و نواہی سے معلوم ہوا کہ جن اقوام نے ان احکام پر عمل کیا ان کا کردار کتنا بلند اور اخلاق کیسا پاکیزہ رہا ہے۔

موصوف مزید رقمطراز ہیں!

اگر ہم معلوم کرنا چاہیں کہ اسلام نے عورتوں پر کیا اثر ڈالا تو ہمیں تمدن اسلامی کے زمانہ میں ان کی حالت کو دیکھنا چاہئے' اقوال مورخین سے جن کو ہم اب نقل کریں گے معلوم ہو گا کہ تمدن اسلام میں عورتوں کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تھا جو انہیں بہت مدتوں بعد یورپ میں حاصل ہونے والا تھا۔ یعنی بعد اس کے کہ اندلس کے عربوں کا سپاہیانہ برتاؤ یورپ میں جاری ہوا ہم دیکھ چکے ہیں کہ اہل یورپ میں سپاہیانہ اخلاق جس کا ایک بڑا جزو عورتوں کا برتاؤ تھا عربوں سے آیا' اور وہ مذہب عیسائی نہ تھا جیسا کہ عموماً" سمجھا جاتا تھا' بلکہ اسلام تھا جس نے عورتوں کو اس وقت کی گری ہوئی حالت سے ترقی دی' دیکھئے (تمدن عرب ص ۲۷۳' ۲۷۴' ۲۷۵)

اس بحث کے بعد کہ اسلام نے عورتوں کو علوم و ادب میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز کیا رقمطراز ہیں!

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ ہمارا قول بالکل صحیح ہے کہ اسلام نے عورتوں کے درجہ کو گھٹانے کے بجائے بڑھایا ہے' یہ رائے ہم نے ہی پہلے ظاہر نہیں کی ہے بلکہ ہم سے پہلے "موسیو کوسان دی پرسواں" کا بھی یہی قول تھا اور حال ہی میں "موسیو مارتھالیمی سینٹ ہیلر" نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اسلام نے عورتوں کی

حالت کی بہت اصلاح کی ہے اور یہی مذہب ہے جس نے ایسا کیا' بہت آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ کل مذاہب اور اقوام میں جو عربوں سے پہلے تھیں عورتوں کی حالت بہت ہی ابتر تھی'

ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنے اس قول کی تائید کے لئے بر سبیل انحصار لکھتے ہیں!

یونانی عموماً" عورتوں کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف خانہ داری اور ترقی نسل تھا' اگر کسی عورت کا بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا تو اس عورت کو مار ڈالتے تھے۔

موصوف مزید رقمطراز ہیں!

زمانہ قدیم کے کل مقننوں نے عورتوں کے ساتھ ایسی ہی سختی کی ہے' ہندوؤں کا قانون کہتا ہے! تقدیر' طوفان' موت' جہنم' زہر' زہریلے سانپ' ان میں کوئی اس قدر خراب نہیں ہے جتنی عورت۔ کتاب مقدس بھی اس سے کچھ کم سخت نہیں اس میں بھی لکھا ہے کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے' عہد نامہ قدیم کے باب "واعظ" میں لکھا ہے جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے کو عورت سے بچائے گا' ہزار آدمیوں میں میں نے ایک خدا کا پیارا دیکھا ہے لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی کہ جو خدا کی پیاری ہوتی۔ (تمدن عرب ۳۷۶)

ممتاز یورپی مصنف پروفیسر "ڈی۔ ایس۔ مارگولیوتھ D. S. Margolioth" جو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ دشمنی' بہتان تراشی' اعتراضات اور الزامات کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا' اس نے پیغمبر اسلامؐ کی سیرت طیبہ میں جو کتاب (Life of Mohammad) کے نام سے تصنیف کی اس میں من گھڑت اعتراضات کا ایک طوفان بپا ہے۔ با ایں ہمہ نیش زنی ایک موقعہ پر حقیقت کا اعتراف اس طرح کیا ہے۔

دور جاہلیت کے عرب تو ایک طرف رہے' عیسائیت اور ہندو مت میں بھی یہ تصور تک نہ کیا جا سکتا تھا کہ عورت بھی صاحب حیثیت اور صاحب جائداد ہو سکتی ہے۔ یہ مذاہب عورت کو اس کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے کہ وہ مرد کی طرح معاشی اعتبار سے خوشحال ہو سکے۔ عورت کی حقیقی حیثیت ان مذاہب اور ثقافتوں اور معاشروں میں ایک باندی کی سی تھی' جو مرد کے رحم و کرم پر اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔ محمدؐ نے عورت کو آزادی عطا کی' خود مختاری دی' اور اسے خود اعتمادی سے جینے کا حق دیا۔

ممتاز مغربی اسکالر مانسیور سیڈیل کا بیان ہے!

اگر ہم پیغمبر اسلامؐ کے زمانے کی طرف رجوع کریں تو معلوم ہو گا کہ عورتوں کے لئے جو مفید احکام پیغمبر اسلامؐ نے صادر کئے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ عورتوں پر آپؐ کے بہت احسانات ہیں۔ قرآن میں عورتوں کے حقوق کے متعلق بہت سی مہتم بالشان آیات ہیں۔ بعض آیتوں میں یہ بیان ہے کہ عورتوں سے کس قسم کے تمتعات ناجائز ہیں۔ بعض میں یہ تفصیل ہے کہ کس حشمت و وقار کے ساتھ ان سے معاملہ کرنا چاہئے۔ (مقالات شبلی جلد اول ص ۱۹۳)

آئرنا میڈ مکس اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

عورت کے حقوق کا تحفظ جس طرح محمدؐ نے کیا اس کی مثال دنیا کی پوری قانونی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلام میں ایک شادی شدہ مسلم عورت کو آج بھی کسی انگریز عورت سے بہتر قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اسلام نے عورت کو وہ حقوق عطا کئے جو آج کی فرانسیسی عورت کو بھی حاصل نہیں ہیں۔ دیکھئے

(Women in Islam 1930)

بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ "دنیا کا سب سے عظیم انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم "داور مجاعص" نے لکھا! دنیا کا سب سے عظیم انسان ـــــ محمد بن عبداللہ قریشی عرب اور اسلام کے پیغمبر ـــ خاندانی اور ازدواجی اصلاحات بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہ رہیں' انہوں نے نکاح اور وراثت کے احکام مقرر کئے عورت کا مرتبہ بلند کیا (اخبار الوطن بیروت ۱۹۱۱ء)

ریورنڈ آر میکسویل کنگ نے ۱۷ جنوری ۱۹۱۵ء میں ایک لیکچر قدیم پریلبا ٹرین چرچ نیو ٹارڈز میں دیا جس کا عنوان "دین و اسلام" تھا۔ اس میں موصوف نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اسلام کی بنیاد جمہوریت پر ہے اور وہ تمام انسانوں کو برابر سمجھتا ہے۔ اسلامی جمہوری تعلیم کا ایک حصہ عورتوں سے بھی متعلق ہے قرآن میں جہاں کہیں عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں تعظیم و احترام کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کی محبت و تعظیم' اور بیوی کی محبت و شفقت پر زور دیا گیا ہے۔ بحوالہ (فاران ستمبر ۱۹۷۶ء)

معروف یورپی عالم لیبان اپنی معرکۃ الآراء کتاب "اسلام اور عربی تمدن" میں لکھتا ہے! اسلام کی فطری وحدت اپنی بنیاد و اساس کے اعتبار سے واحد ہے اس لئے کہ اس کا مدار ایک کتاب پر ہے اور وہ قرآن ہے' لکھتا ہے!

یہ کتاب دینی' سیاسی اور اجتماعی اعتبار سے قانون ہے ـــ اس کے بعد لیبان رقمطراز ہے! اسلام کے ذریعہ عورتوں کے حقوق کا احترام قائم ہوگیا' ملاحظہ ہو (اسلام اور عربی تمدن ص ۶۹ و ۷۰)

اسلام حقوق نسواں کا مثالی علمبردار

ای ڈرمنگھم لکھتا ہے!

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ محمدؐ کی تعلیمات نے عربوں کی زندگی بدل دی تھی۔ اس سے پہلے طبقہ نسواں کو کبھی وہ احترام حاصل نہیں ہوسکا تھا جو محمدؐ کی تعلیمات سے انہیں حاصل ہوا' جسم فروشی' عارضی شادیاں اور آزادانہ محبت ممنوع قرار دے دی گئیں' لونڈیاں اور کنیزیں جنہیں اس سے قبل محض اپنے آقاؤں کی دل بستگی کا سامان سمجھا جاتا تھا وہ حقوق و مراعات سے نوازی گئیں۔ دیکھئے

(The life of Mohammad 1930)

ای بلائیڈن کا بیان ہے!

سچا اور اصلی اسلام جو محمدؐ لے کر آئے اس نے طبقہ نسواں کو وہ حقوق عطا کئے جو اس سے پہلے اس طبقہ کو انسانی تاریخ میں نصیب نہیں ہوئے تھے۔ دیکھئے

(Christianity Islam and the Negro race, 1969)

ڈبلیو ڈبلیو کیش لکھتا ہے!

اسلام نے عورتوں کو پہلی بار انسانی حقوق دیئے اور انھیں طلاق کا حق دیا' ملاحظہ ہو

(The expansion of Islam, .928)

جی ڈبلیو لائٹنر رقمطراز ہے!

عورت کو جو تکریم اور عزت محمدؐ نے دی وہ مغربی معاشرے اور دوسرے مذاہب اسے کبھی نہ دے سکے تھے۔ دیکھئے (Mohammadanism in religious systems of the world)

پروفیسر راما کرشنا راؤ نے چند سال قبل محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب تصنیف کی۔ اسلام اور جدید تہذیب کا مطالعہ کرنے کے بعد پروفیسر موصوف اپنی کتاب "اسلام کے پیغمبر محمدؐ" (Muhammad the Prophet of Islam) میں لکھتے ہیں!

اسلام کی یہ جمہوری روح ہے جس نے عورت کو مردوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

پھر پروفیسر کرشنا راؤ سر چارلس ایڈورڈ اربجلڈ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان موروثی طور پر گناہوں سے پاک ہوتا ہے مرد اور عورت ایک ہی خمیر سے پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک ہی روح ہے' ان میں ذہنی' روحانی' اور اخلاقی صلاحیتیں مساوی ہوتی ہیں۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

عربوں کی ایک مضبوط روایت تھی کہ وہ وارث ہو سکتا ہے جو برچھے سے کھیل سکے اور تلوار استعمال کر سکے۔ لیکن اسلام کمزور جنس کا دفاع کرتا ہے اور عورت کو ماں باپ کے ورثہ میں سے حصہ دیتا ہے' اسلام نے صدیوں قبل ہی عورت کو جائداد رکھنے کا حق دیا' لیکن ۱۳ صدیاں گزرنے کے بعد ۱۸۸۱ء میں انگلستان نے جو جمہوریت کا بانی سمجھا جاتا ہے اسلام کے اس اصول کو اپنایا اور ایک قانون بنایا جسے "شادی شدہ عورت کا قانون" کا نام دیا گیا ہے۔

لیکن صدیوں قبل پیغمبر اسلامؐ نے اعلان کیا تھا کہ خواتین مردوں کی جڑواں نصف حصہ ہیں' خواتین کے حقوق مقدس ہیں اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ عورتیں اپنے تسلیم شدہ حقوق سے محروم نہ رہنے پائیں۔ دیکھئے (اسلام کے پیغمبر محمدؐ۔ مولفہ پروفیسر کرشنا راؤ)

مسز اینی بیسنٹ اسلام میں عورت کی حیثیت' مقام' اور حقوق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں!

یاد رکھئے اسلام کا قانون موجودہ زمانہ تک جب کہ اس کے اجزاء پر انگلینڈ میں بھی عملدرآمد شروع ہو

گیا ہے سب سے زیادہ منصفانہ قانون ہے۔ اس قانون میں جہاں تک جائداد کا تعلق ہے یا طلاق کے معاملات طے کرتا ہے یہ مغربی قوانین سے بہت سبقت لے جا چکا ہے۔ اسلامی قانون کے تحت عورتوں کے عام حقوق کو وسیع تر کر دیا گیا ہے بہ نسبت ان قوانین کے جنہیں آج ہم قانون خیال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

(The life and teaching of Mohammad)

مشہور غیر مسلم سیرت نگار آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے اسلام میں عورت اور جدید تہذیب اور مذاہب میں اس کی حیثیت اور مقام کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!

اس طرح ان قوانین نے عرب میں عورت کی وقعت و عزت اس وقت کے مغربی ممالک کے مقابلہ میں زیادہ بلند کر دی۔ درحقیقت آج بھی ایک مسلمان مرد کو اپنی بیوی کی جائداد پر اتنے حقوق نہیں ہیں جتنے اکثر یورپین ممالک میں شوہر کو ہیں۔ اسلام نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عورت کو اپنی ملکیت کے حقوق میں شوہر سے قطعی آزاد اور خودمختار بنا دیا تھا۔

باڈلے مزید لکھتا ہے!

جب کوئی شخص ان احکام کو اور اسی قبیل کے بہت سے احکام کو پڑھتا ہے جو حضرت محمدؐ نے اپنی زندگی میں وضع کئے تو اس ضمن میں آپؐ کو بدنام کرنے والوں کی بے انصافیوں پر حیران رہ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ عورت کے متعلق اسلام کی تعلیمات کی دل کھول کر بدگوئی کر کے اور مسلمان عورت کو دنیا کی دوسری عورتوں کی نظروں میں ذلیل اور بے عزت کر کے خوش ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

(The Messenger ص ۳۵۶)

دختر کشی کا خاتمہ اور عورت کے حقوق کی ضمانت

مشہور ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد "عرب کا چاند" میں اسلام سے قبل عورت کی معاشی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

انسان کی بہیمیت کی صفات اپنے اصلی رنگ میں نمایاں ہو گئی تھیں' عورتوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا ــــ پانچ پانچ سات سات سال کی نوعمر پھول سی بچیوں کو کھلا پلا کر اور خوبصورت کپڑے پہنا کر باہر لے جا کر کسی گڑھے میں دھکیل کر پیوند زمین کر دینا ان کے ظلم و ستم کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا

(عرب کا چاند ص ۳۶ و ۳۷)

آئرینا میڈکس رقمطراز ہے!

محمدؐ نے تین چیزوں کو اپنی پسندیدہ قرار دیا' نماز' روزہ' خوشبو اور عورت۔ عورت آپؐ کے لئے قابل احترام تھی' اس معاشرہ میں جہاں مرد اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے وقت زندہ دفن کر دیتے تھے محمدؐ نے وہاں عورت کو جینے کا حق دیا۔ دیکھئے (Women in Islam 1930)

ریونڈ جی ایم راڈویل انتہائی متعصب عیسائی ہے مگر اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہیں رہ سکا کہ!

قرآنی تعلیم سے سیدھے سادے خانہ بدوش ایسے بدل گئے کہ جیسے کسی نے ان پر سحر کر دیا ہو۔ بت پرستی کو مٹا دینا' جنوں اور دوسرے مادی شرک کی جگہ اللہ کی عبادت کو قائم کرنا' اولاد کشی کو ختم کرنا' توہمات کو دور کرنا' بیویوں کی تعداد کو گھٹا کر ایک حد مقرر کرنا وغیرہ وہ چیزیں ہیں جو عربوں کے لئے بلاشبہ برکت اور نزول حق تھیں' گو عیسائی ذوق اسے تسلیم نہ کرے۔ (فاران ستمبر ۱۹۷۶ء)

حقوق نسواں کے سلسلہ میں اسلام کا شاندار کارنامہ

"دی ریلیجیئن ہسٹری آف دا ورلڈ" کا مصنف جے ایم رابرٹس لکھتا ہے!

اسلام کی آمد بہت سے پہلوؤں سے انقلابی تھی مثال کے طور پر ——— اس نے عورتوں کو جائداد پر قانونی حق دیا جو یورپ کے اکثر ملکوں کی عورتوں کو انیسویں صدی عیسوی تک بھی حاصل نہ ہو سکا تھا' حتی کہ غلام بھی حق رکھتے تھے۔ اور اہل ایمان کی جماعت کے اندر نہ ذات پات تھی اور نہ پیدائشی درجات' اس انقلاب کی جڑیں ایک ایسے مذہب میں جمی ہوئی تھیں جو کہ یہودیوں کی مانند صرف دوسری زندگی سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ سب کچھ اپنے اندر سمیٹا ہوا تھا۔ دیکھئے

(The religion history of the world Newyork 1984, P 334)

میرے کرا بائنس نے جو (مصری مخلوط ٹریبونل کا سابق امریکی جج تھا) اپنے ایک مقالہ میں جس کا عنوان ہے "محمدؐ نے عورت کیلئے کیا کیا؟"

یہ اعتراف کیا ہے کہ حقوق نسواں کے سلسلہ میں محمدؐ کا شاندار کارنامہ وہ حق ملکیت ہے جو انہوں نے اپنی امت کی عورتوں کو عطا کیا' قانونی درجہ عورت کا بالکل وہی ہے جو اس کے شوہر کا ہے۔

جہاں تک ایک مسلمان بیوی کے حق ملکیت کا تعلق ہے اس کو وہی آزادی حاصل ہے جو کسی پرندے کو پرواز کی حاصل ہوتی ہے' اسلامی قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی رائے کے بغیر اپنے مال و متاع کو دستور کے مطابق جس طرح چاہے صرف کرے۔ بحوالہ (نقوش رسول نمبر جلد سوم ص ۱۱۵)

دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر راجندر سچر نے نئی دہلی کی ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تاریخی طور پر اسلام عورتوں کو جائداد کے حقوق دینے میں بہت زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۶ء میں ہندو کوڈ بل بننے سے قبل ہندو عورتوں کا جائداد میں کوئی حصہ نہ تھا' حالانکہ اسلام مسلم عورتوں کو یہ حقوق چودہ سو سال پہلے دے چکا تھا۔ بحوالہ

(The statesman, Delhi, April 26, 1986)

ایچ سٹپ رقمطراز ہے!

صدیوں پر محیط ایک طویل عرصہ ہے جس میں مغرب کی عورت کو اپنے باپ دادا کی جائداد میں سے کوئی

حصہ نہ مل سکتا تھا وہ اس کی قانونی حقدار نہیں سمجھی جاتی تھی اور اب بھی یورپ کے بہت سے ممالک ہیں جہاں بیٹی کو قانونی طور پر مرنے والے باپ کے ورثہ سے حصہ نہیں ملتا ہاں اگر باپ وصیت میں اس کے لئے کچھ چھوڑ جائے تو وہ وارثوں میں شامل ہو سکتی ہے۔ محمدؐ نے عورت کو قانونی سطح پر یہ مرتبہ بخشا کہ وہ اپنے والد کی جائیداد میں حصہ دار ہے۔

ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے!

محمدؐ ہی واحد قانون عطا کرنے والے ہیں جنہوں نے دنیا میں پہلی بار طبقہ نسواں کے لئے قوانین وضع کئے اور ان کے حقوق کا تحفظ فراہم کیا۔ عورت کو اس سے پہلے مردوں کے پدری سماج نے بے آسرا اور بے سہارا بنا دیا تھا' معاشی اعتبار سے اس معاشرے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ محمدؐ نے ایسے قوانین بنائے اور نافذ کئے کہ تعدد ازواج کو محدود کر دیا اور عورت کو وراثت کا حقدار قرار دیا۔ بحوالہ (اردو ڈائجسٹ رحمت للعالمین نمبر' جلد دوم مئی ۱۹۸۹ ص ۳۳۱)

مسٹر پیئرکر پٹس کا بیان ہے!

محمدؐ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی' اس کی قانونی ہستی قائم ہوئی جس کی بدولت وہ مال کی وراثت میں حصہ کی حقدار ہوئی۔ وہ خود اقرار نامے کے قابل ہے۔ اور برقعہ پوش مسلمان خاتون کو ہر ایک شعبہ زندگی میں وہ حقوق حاصل ہیں جو آج بیسویں صدی میں اعلیٰ تعلیمیافتہ آزاد عیسائی عورت کو بھی حاصل نہیں۔ (فاران سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء)

جان بیگٹ (جنرل گلپ پاشا) ایک طویل مدت تک عرب ممالک میں قیام پذیر رہے اس کے بعد انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب (The life and times of Mohammad) تصنیف کی' وہ اس میں لکھتے ہیں!

مالی طور پر حضورؐ نے عورتوں کی مدد اس طرح کی کہ وہ میراث کے ایک مقررہ حصہ کی مالک ٹھہرائی گئی۔ اپنے ماں باپ کی جائداد کے وارثوں میں عورت کو شامل کیا گیا' اسلام سے قبل صرف بیٹے ماں باپ کی جائیداد کے وارث ہوتے تھے۔

حضورؐ نے نومولود لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم کو بالکل ختم کر دیا' بیٹوں کو باپ کی بیویوں سے شادی کرنے سے منع فرمایا۔

نکاح اور طلاق کے قوانین

مسٹر این۔ ایل۔ کولسین لکھتے ہیں!

بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے معاملہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں' نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں جن کا عمومی مقصد صرف عورتوں کی

حیثیت میں بہتری لاتا ہے۔ اور وہ عربوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں۔
موصوف مزید لکھتے ہیں!

عورت کو قانونی حیثیت عطا کی گئی جو اسے پہلے حاصل نہ تھی۔ طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی یہ کی کہ عدت کو اس میں شامل کر لیا۔ ملاحظہ ہو (History of Islamic Law)

"انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس" (Encyclopedia of Religion and Ethics) کا مقالہ نگار لکھتا ہے!

پیغمبر اسلامؐ نے یقیناً" عورت کا درجہ اس سے زیادہ بلند کیا جو قدیم عرب میں اسے حاصل تھا' خصوصی طور پر عورت متوفی شوہر کے ترکہ سے محروم نہیں رہی بلکہ خود ترکہ پانے کی حقدار ہو گئی اور ایک آزاد فرد کی طرح اسے دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ طلاق کی حالت میں شوہر پر واجب ہو گیا کہ وہ اسے وہ سب چیزیں دے جو اسے شادی کے وقت ملی تھیں' اسکے علاوہ اعلیٰ طبقہ کی خواتین علوم اور شاعری سے دلچسپی لینے لگیں' اور کچھ نے استاد کی حیثیت سے کام کیا۔ مسلم طبقہ کے عوام کی عورتیں اپنے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اپنے خاوند کی خوشی اور غم میں شریک ہونے لگیں وہاں ان کی عزت کی جانے لگی۔

عورت۔ اسلام اور پردہ

مشہور یورپی دانشور ہملٹن لکھتا ہے!

اسلام کے احکام عورتوں کے بارے میں نہایت واضح ہیں انہوں نے عورتوں کو ہر اس چیز سے بچانے کی کوشش کی ہے جو ان کو تکلیف پہنچائے اور ان کی شہرت پر دھبہ لگائے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

اسلام میں پردہ کا دائرہ اتنا تنگ نہیں ہے جتنا بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ وہ عین حیا و غیرت اور وقار کے تقاضہ کے مطابق ہے۔ دیکھئے (اسلام اور عربی تمدن ص ۹۸)

اسلامی معاشرہ میں عورت پر پابندی کی نوعیت

سرجان بیگٹ اسلامی معاشرہ میں عورتوں پر پابندی پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

عورتوں پر آپؐ نے جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ محض اخلاقی نوعیت کی ہیں ان میں حقارت' سختی' یا بے رحمی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا' اس کے برخلاف آپؐ نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی وکالت کی ہے۔ (محمد رسول اللہؐ ص ۳۳۱ و ۳۳۲)

ایک اور موقعہ پر جان بیگٹ لکھتے ہیں!

واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ نے عورتوں پر جو پابندیاں عائد فرمائی ہیں ان کی نوعیت سخت نہیں ہے بلکہ ان

پابندیوں میں عورتوں کیلئے آسانیاں فراہم کی گئی ہیں (محمد رسول اللہؐ ص ۳۱۵)
وہ مزید لکھتے ہیں!
مختصر یہ کہ اسلام نے زندگی کی تشکیل میں مردوں اور عورتوں کے درمیان نظریاتی حد فاصل کھینچی ہے زندگی کے مختلف شعبوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے ان دونوں کے درمیان فرق محسوس کیا۔ یہ صحیح ہے کہ عورتیں اپنی جسمانی' طبعی کمزوریوں کے باعث ہمیشہ مردوں کا آلہ کار بنتی رہیں مرد نے عورت کا استحصال خوب کیا ہے۔ مغربی دنیا نے مسلم معاشرت میں عورت کے مقام کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور اس کے مقام کو توڑ مروڑ کے پیش کیا جاتا ہے۔ دیکھئے
(محمد رسول اللہؐ ترجمہ The life and times of Mohammad ص ۳۱۶)

اسلامی معاشرہ میں عورتوں پر پابندی کے مفید اثرات

ہیلن جو ایک امریکی صحافی خاتون ہے امریکہ کے بیشتر اخبارات اور رسائل و جرائد میں اس کے مضامین' مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں یہ امریکی صحافی خاتون عرب ممالک میں گئی وہ اسلامی معاشرہ میں عورت کے حجاب اور اس کے پاکیزہ مقام سے بے حد متاثر ہوئی۔ اس نے وہاں کے عوام کے سامنے اس وقت اپنے جو تاثرات پیش کئے وہ حسب ذیل ہیں!

عرب عوام کی سوسائٹی ایک صحتمند سوسائٹی ہے اس کے معاشرتی اور سماجی اصول اتنے مناسب اور معقول ہیں کہ اسے ہر نوجوان لڑکے اور لڑکی کو قبول کر لینا چاہیے۔ یہ بات امریکہ اور دیگر یورپین سوسائٹیوں میں مفقود ہے وہاں مرد و زن کے میل جول کی آزدانہ عام اجازت ہے' عورت پر کوئی پابندی نہیں اسی بنا پر والدین کا احترام ختم ہو گیا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ تمام اخلاقی قدریں ناپید ہو گئی ہیں۔ ہر قسم کی بے حیائی عام ہے۔ مہذب تمدن کی آڑ میں معاشرہ ایک زبردست ہیجان اور انتشار کا شکار ہے۔

اے عرب مسلمان قوم!

تمہارے یہاں عورت پر ایک حد تک پابندی ہے احترام والدین ضروری ہے اور معاشرتی قوانین اتنی بہترین بنیادوں پر وضع کئے گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اخلاقی قدریں نشوونما پائیں گی' صالح معاشرہ وجود میں آئے گا' ہر صنف کو اس کا لازمی حق اور صحیح احترام ملے گا۔

اس لئے میں تمہیں یہ نصیحت کرتی ہوں کہ اپنے مذہبی و معاشرتی قوانین کو گلے لگائے رکھو' اسی پر عمل کرو' پردہ کو نہ صرف باقی رکھو بلکہ اس کو اور رواج دو' عورت کی بے جا آزادی پر پابندی برقرار رکھو' مرد و زن کا بے جا اختلاط جو امریکہ اور یورپ سے چلا ہے اپنے معاشرہ کو اس سے پاک رکھو' یہی تمہارے لئے بہتر ہے' اگر اسے چھوڑ کر یورپ کی اندھی تقلید میں اسلامی معاشرتی قوانین ختم کرو گے اور عورت کو من مانی آزادی دو گے تو اخلاقی اور روحانی قدریں پامال ہو جائیں گی۔ اور تمہارا معاشرہ بھی اسی طرح انحطاط

و انتشار سے دوچار ہوگا جیسا کہ مغربی دنیا کا حال ہے (عورت' ماں' بہن' بیوی' بیٹی/افتخار زیدی مجلس نشریات اسلام کراچی)

خاتمہ بحث

اسلام عورت کو تمامتر معاشی' معاشرتی اور دیگر انسانی حقوق عطا کرتا ہے۔ اسلام نے عورت کو پست سے بلند و بالا کیا' اور اس کے تمام جائز حقوق کی یقینی اور محکم ضمانت فراہم کی' قرآن کریم میں تلقین کی گئی کہ عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے گزر کرو۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو کائنات کی بہترین متاع قرار دیا اور عورت کی دنیا پر چھائے ہوئے مہیب بادل کا خاتمہ کر کے عورت کی شام غم کو صبح عید سے بدل دیا۔ آپؐ نے مردوں کو عورتوں سے مہر و محبت اور موانست و مودت کا درس دیا' مرد و زن کیلئے حصول تعلیم کو لازمی عمل قرار دے کر عورت کو جہالت کے قعر مذلت سے نکال کر علم و دانش کے نور سے روشنی فراہم کی۔

اسلام کی ارفع و اعلیٰ تعلیمات سے قعر مذلت میں گری ہوئی مظلوم و مقہور عورت بام رفعت کی بلندیوں پر سرفراز ہوئی' عورت کے قدموں تلے جنت اور اولاد کیلئے اس کی اطاعت کو وصیت خداوندی کا درجہ ملا' اسلام کا سورج عورت کے لئے حیات جاودانی کی نوید لے کر طلوع ہوا۔

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں نوع بشریت پر واضح کر دیا کہ عورت کو مرد پر ایسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے کہ مرد کو عورت پر حاصل ہیں' ان تمام تعلیمات و ارشادات کے باوجود اگر اسلامی معاشرہ کا کوئی فرد' افراد' قوم' قبیلہ' یا خاندان عورت کو اس کے جائز حقوق سے روکتا ہے' اسلامی تعلیمات اور شریعت مقدسہ کی دی ہوئی آزادی کو سلب کرتا ہے اس کے حقوق غصب کرتا ہے عورت کا استحصال کرتا ہے اسے اس کے جائز حقوق سے محروم کرتا ہے تو یہ اس ایک فرد' افراد' قبیلہ یا خاندان کا اپنا خود ساختہ ذاتی و انفرادی عمل ہے۔ ان کے اعمال بد کے لئے اسلامی تعلیمات کو ہدف تنقید بنانا صرف درست ہی نہیں بلکہ صریح بددیانتی اور حقائق کی تکذیب ہے۔

آج اگر خودساختہ رسومات' خاندانی و علاقائی غیر شرعی و غیر اسلامی رسومات کو اسلامی تعلیمات کا نام دیا جاتا ہے تو وہ صریح اسلامی تعلیمات کی مخالفت اور تلبیس ہے۔

باب ششم

آثارِ سیرت ﷺ

(ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتب سیرت سے اقتباسات)

باب ششم

آثار سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

(ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتب سیرت سے اقتباسات)

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں　　صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں
(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

یہ آپؐ کی حیات طیبہ اور اخلاق حسنہ کی جاذبیت اور اس کے متاثر کن ہونے کی بین دلیل ہے کہ اس کے ادراک اور علم ہو جانے کے بعد غیر مسلم بھی اپنے تعصبات کے کچھار میں قید نہیں رہ سکتا' چنانچہ عصر حاضر میں جب سیاسی اور مذہبی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر علمی و تحقیقی سطح پر دنیائے کفر کا واسطہ اسلام اور عالم اسلام سے ہوا تو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت کے اعتراف اور آپؐ کی ذات اقدسؐ سے عقیدت کے اظہار کے جذبے نے دنیائے کفر کے دانشوروں' مصنفوں' ادیبوں اور سیرت نگاروں کو تعصبات کی زنجیروں سے رہائی دلائی۔ چنانچہ وہ غیر مسلم مصنفین جنہوں نے مذہبی تعصب کے لبادے کو اتار کر سرور کونینؐ کی سیرت طیبہ کا علمی سطح پر مطالعہ کیا وہ آپؐ کی عظمت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں!

منشی راج بہادر کہتے ہیں!

کیوں نہ ہوں اعجاز محمدؐ کے قائل اغیار　　کر لیا ایک زمانہ کو مسخر اپنا

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عشق کا اظہار واشگاف الفاظ میں کرتے ہوئے کہتے ہیں!

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں　　صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

سرداری لعل نشتر کہتے ہیں!

فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے　　ثنا خواں محمدؐ کا سارا جہاں ہے

سیتا پوری کہتے ہیں!

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں   محمدؐ سب کے ہیں اور بالیقیں ہیں

ہندو اور سکھ غیر مسلم مصنفوں' دانشوروں اور سیرت نگاروں کی طرف سے سیرت خیر الانامؐ پر تصنیفات اور نگارشات کی ابتدا انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی ایک مثال ہندو سیرت نگار لالہ دلیا رام کولائی کی "سوانح عمری محمدؐ" ۱۸۹۲ء ہے۔ یہ کتاب واشنگٹن ارونگ کی کتاب <Life of Muhammad> کا اردو ترجمہ ہے۔ جبکہ بیسویں صدی میں ان کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا' اس قسم کی کتب سیرت میں "حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام" از شردھے پرکاش دیو جی ۱۹۰۷ء جو پہلی مرتبہ گیلانی پریس لاہور سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ "عرب کا چاند" از سوامی لکشمن پرشاد ۱۹۳۲ء متعدد بار شائع ہوئی ہے پاکستان میں یہ کتاب مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ "حضرت محمدؐ اور اسلام" از بابو کنج لال ایم اے۔ "پیغمبر اسلام" از رگھو ناتھ سہائے۔ "چار مینار" از گوبندر رام لچھمی پرشاد ۱۹۳۳ء۔ "حضرت محمدؐ کی سوانح عمری" از پروفیسر لالہ لاجپت رائے نیر۔ "پیام محبت" از کوشل رام سروپ ۱۹۳۸ء۔ "انتم رشی اور محمدؐ" از پنڈت وید پرکاش اپادھیائے۔ "مسلمان اور ان کے نبیؐ کی تعلیم" از سردار رام سنگھ گیانی۔ "عرب کا چاند" از سوامی جی مہاراج ۱۹۹۳ء۔ "آفتاب حقانیت" المعروف عرب کا چاند از سوامی لکشمن جی مہاراج۔ "محمدؐ پیغمبر اسلام" "محمد دی پرافٹ آف اسلام" کا اردو ترجمہ' از پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اردو اور ہندی کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کی علاقائی زبانوں میں بھی ہندو سیرت نگاروں نے پیغمبر اسلامؐ کے حضور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سندھی زبان میں لال چند امرو ڈنو مشتمل کی "محمد رسول اللہؐ عرف حضرت محمدؐ جی حیاتی جو احوال" ۱۹۱۰ء۔ بھرت چند ڈیٹل مل کی "اسلام جو پیغمبر" ۱۹۳۱ء۔ امر لعل مشتمل ھنگورانی کی "میر محمدؐ عربی" ۱۹۳۷ء اور جیٹھ مل پرسرام کی "پیغمبر اسلام" ۱۹۳۸ء اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

علاوہ ازیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مستقل تصانیف کے علاوہ مقالات و مضامین لکھنے والوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے جن میں مالک رام' پنڈت گوپال کرشن (ایڈیٹر بھارت سماچار بمبئی) ماسٹر شنکر داس گیانی' لالہ رام لال ورما' بی ایس رندھاوا' موتی لال ماتھر' سوامی برج نرائن سنیاسی' بھگوان داس بھگوان' سروجنی نائیڈو' سادھو ٹی ایل واسوانی' پی ایس کشالیہ' منشی پریم چند' لالہ رام چند ایڈوکیٹ' راجہ رادھا پرشاد سہنا' ڈاکٹر بدھ ور سنگھ دہلوی' ڈاکٹر لکشمن دت (ایڈیٹر مسافر آگرہ) سردار رام گیانی امرتسری' پنڈت رگھبیر دیال انبالوی' جگل کشور کھنہ دہلوی' لالہ کبیر داس جی' سوامی رامانند جی سنیاسی' لالہ دیش بندھو جی گپتا (ڈائریکٹر اخبار تیج دھلی) لالہ شیو نرائن بسمل' گر' پنڈت چھوٹی جی ایم اے' مسٹر ناتھ رام ایم اے' دیوان

چند شرما' اے ایچ جے سنگھ ہانی' سردار دیوان سنگھ مفتون' چودھری چھوٹو رام' پنڈت سندر لال' مسٹر اے آر وادیہ' شری لال' اور لالہ شیام ناتھ کے نام قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر باب میں ہم صرف غیر مسلم ہندو اور سکھ دانشوروں ' ادیبوں' مصنفوں اور سیرت نگاروں کی کتب سے سیرت طیبہ پر اقتباسات پیش کرنے کے علاوہ ہندو اور سکھ مقالہ نگاروں کے مقالات و مضامین کو پیش کریں گے۔ جنہوں نے سیرت خیر الانامؐ پر غیرجانبدارانہ طرز تحریر کو اپناتے ہوئے حیات طیبہؐ کے مختلف گوشوں کو قلمبند کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا' اور پیغمبر اعظمؐ کے کارہائے نمایاں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آپؐ کی صفات عالیہ و اُسوۂ حسنہ کا ذکر بلیغ انداز میں کیا اور آپؐ کی حیات کے مختلف پہلوؤں کو انسانی عظمت کا شاہکار و بے مثل نمونہ قرار دیا ہے۔

معروف ہندو شاعر کوثری دلو رام کہتے ہیں!

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلماں   ہیں کوثری ہندو بھی طلبگار محمدؐ

کرشن لال دہلوی اسی مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں!

کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب   برہمن بھی احترام مصطفیٰؐ

شیش چندر سکسینہ کہتے ہیں!

یہ ذات مقدس تو ہے ہر انسان کو محبوب   مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمدؐ

بلند کردار عالی صفات

پروفیسر راما کرشنا راؤ

مہارانی آرٹس کالج میسور (بھارت) میں صدر شعبہ فلسفہ پروفیسر راما کرشنا راؤ اپنی کتاب "محمدؐ پیغمبر اسلام" کے باب اول میں جو انہوں نے انگریزی زبان میں" محمدؐ دی پرافٹ آف اسلام" کے عنوان سے تحریر کی اور اس کا ترجمہ محمدؐ پیغمبر اسلامؐ کے نام سے ہوا لکھتے ہیں!

تمام فرزندان عرب میں محمدؐ میرے لئے ایک عظیم مفکر ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ دشوار گزار صحرا اور تپتی ہوئی ریت میں آپؐ سے پہلے اور بعد میں پیدا ہونے والے تمام شعراء اور بادشاہوں میں آپؐ ہی سب سے زیادہ عظیم ہیں۔

پروفیسر موصوف باب دوم میں رقمطراز ہیں!

محمدؐ کی شخصیت کی مکمل صداقت بیان کرنا انتہائی مشکل ہے میں صرف اس کی ایک جھلک بیان کر سکتا

ہوں!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پیغمبر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جنرل
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بادشاہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سپاہی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاجر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مبلغ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلسفی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیاستدان
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مصلح
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یتیموں کے سرپرست
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ غلاموں کے محافظ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ عورتوں کے نجات دہندہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جج
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ روحانی پیشوا

ان تمام اعلیٰ کردار اور ان تمام انسانی سرگرمیوں میں آپؐ ہیرو کی مانند ہیں۔

اُسوۂ رسولؐ کے درخشاں پہلو

(ممتاز ہندو سیرت نگار سوامی لکشمی پرشاد کی کتاب "عرب کا چاند" سے اقتباسات

یہ آپؐ کی حیات طیبہ اور اخلاق حسنہ کی جاذبیت اور متاثر کن ہونے کی بین دلیل ہے کہ اس کے ادارک اور علم ہوجانے کے بعد غیر مسلم بھی اپنے تعصبات کے کچھار میں قید نہیں رہ سکتا۔ ۲۰ ویں صدی میں زیادہ رواداری پیدا ہوئی ہے جس کے سبب اب غیر مسلم بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کی تائید کرتے ہیں' بعض غیر مسلموں کی تحریروں سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ اسلام کے حامی ہیں۔ اس کی ایک مثال ممتاز ہندو ادیب و سیرت نگار "سوامی لکشمن پرشاد" کی ہے جنھوں نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر "عرب کا چاند" نامی کتاب تصنیف کی' موصوف کچھ اس انداز عاشقانہ سے عالم وارفتگی میں حب نبویؐ سے سرشار ہو کر قلم کو تھامتا ہے کہ پھر دنیا و مافیہا سے غافل ہو کر سیرت مصطفیؐ کی وادی میں

سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے۔ "عرب کا چاند" جو اس وقت میرے زیر نظر ہے' آپ اگر اسے ملاحظہ فرمائیں تو پہلی نظر میں کہہ اٹھیں گے کہ اس کا مصنف مسلمان ہے' لیکن کتاب مذکور کا مقدمہ پڑھنے کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کتاب کا مصنف مسلمان نہیں ہے' اس کا مصنف سوامی لکشمن پرشاد کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

بہت ممکن ہے کہ میرے بعض متعصب اور تنگ نظر ہم مذہب اس بات پر ناک بھوں چڑھائیں کہ میں نے اپنے مشاہیر اور اوتاروں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ایک پیغمبر کو کیوں منتخب کیا کہ سب سے پہلے اس کی حیات مطہرہ کے حالات لکھنے کے لئے قلم کو جنبش دی۔ لیکن میرے نزدیک اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں۔ میری نگاہ میں اسے تعصب اور تنگ نظری کے ایک افسوسناک مظاہرہ کے سوا کسی اور شے سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کی بلند نظر اور نادرہ روزگار ہستیاں کسی خاص قوم اور مذہب کی میراث نہیں ہوئیں۔ بلا امتیاز رنگ و نسل' اور بلا استثنائے مذہب و ملت ہر شخص پر ان کا احترام فرض' اور ان کی بصیرت افروز تعلیم سے بہرہ اندوز سعادت ہونا واجب ہے۔

خود ایسی مایہ ناز شخصیتوں نے اپنی وسیع النظری کی بناء پر اپنی تعلیمات و تلقینات سے بنی نوع انسان کو بحیثیت مجموعی فیضیاب کرنے کی کوشش کی۔ اس باران رحمت کی طرح جس کی لطافت طبع کے لئے صحرا اور چمن یکساں ہیں۔ پس ہم اس قسم کی تنگ نظری اور تعصب کے مظاہرے کیوں کریں کہ ان کی عالمگیر شخصیت کو کسی خاص قوم اور مذہب سے مخصوص کرکے خود ان کے ارشادات عالیہ کے فیض سے محروم رہیں۔ انسان کو صداقت پرست ہونا چاہئے نہ کہ تقلید پرست' صداقت کو اپنے ہی مذہب کی جلیل القدر ہستیوں تک محدود کردینا ایسی ہی صداقت فروشی ہے جیسی کہ خوش اعتقادی کی بناء پر اپنے بزرگوں میں ان اوصاف کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا جو ان میں قطعی مفقود ہوں۔ موصوف اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں!

میری یہ رائے کسی جانبداری پر محمول نہ کی جائے کیونکہ میں نے بت پرستی کے گہوارہ میں آنکھ کھولی ہے میرے بچپن کا سارا اثر پذیر زمانہ پتھر اور مٹی کی دیویوں کے پجاریوں میں گزرا ہے۔ اب بھی میں گنگا جل کو گناہوں کی نجاست سے پاک کرنے کا سامان اور چندن کے ٹیکا کو نجات کا باعث سمجھنے والے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں۔ میری یہ آواز میرے اعماق روح سے نکل رہی ہے اور اس غیر متعصب اور غیر جانبدار روح کی ایک تڑپ ہے جو نحیف و نزار جسم میں صداقت کی تلاش اور حق کی جستجو کیلئے کروٹیں لے رہی ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنے ضمیر کا ہمنوا ہو کر کہتا ہوں۔

اظہار صداقت میں اس بات کی مجھے قطعی پرواہ نہیں کہ کسی شخص کے دل میں میرے لفظ آتشیں سوئی بن کر چبھتے ہیں اور کسی شخص کے زخم پر مرہم اعجاز کا پھایہ رکھتے ہیں۔ اور یہ بات میرے لئے ہزار فخرو مباہات کی سرمایہ دار ہے کہ! میرا ہر انداز مستی بے نیاز جام ہے۔

"عرب کا چاند" کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مصنف ایک مقام پر رقمطراز ہے۔

"دنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں۔ رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، خاتم النبیین، باعث فخر موجودات، سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کو کئی اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اسی لئے میں نے سب سے پہلے اسی قابل تعظیم، فخر روزگار ہستی کی حیات مطہر کے حالات قلمبند کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔" صفحہ ۲۶ پر رقمطراز ہیں!

میرے ان پریشان خیالات کو جو اس کتاب میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ قدر کی نگاہ سے دیکھنے والی (معدودے چند ہستیوں) کی مسرت کی کوئی انتہاء نہ رہے گی۔ جب میں اس حقیقت کا ذرا صاف اور صریح لفظوں میں انکشاف کروں کہ یہ کتاب جو میری علمی فرو مائیگی کا ایک مظاہرہ ہے۔ کسی مسلمان دوست کی خوشنودی کے حصول کی غرض سے معرض تحریر میں نہیں لائی گئی۔ اور نہ ہی سردار کائنات، باعث فخر موجودات سید المرسلین، خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نادرہ روزگار ہستی کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پاکیزہ کی تعریف میں رطب اللسان ہوکر آپؐ کی حیات طیبہ کے انقلاب آفرین واقعات پر تبصرہ کرنے کے لئے اس قسم کا والہانہ طرز نگارش اختیار کرکے ان لوگوں کی جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنا میرا مطمع نظر ہے جن کے قلوب تعصب اور حسد کے شعلوں سے آتشدہ ایران کے ہمسر بنے ہوئے ہیں۔

حضور اکرمؐ کے ایام طفولیت کے کمالات باطنی پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے مصنف لکھتا ہے!

ایام طفولیت میں ہی آپؐ کی افتاد طبع سے اس غیر معمولی عظمت اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے جو آخری عمر میں آپؐ کے لئے فقید المثال شہرت اور عالمگیر سیادت کا باعث بننے والی تھی۔ کھیل کود کے زمانے ہی میں آپؐ کا روئے انور اس پختہ کاری کا رنگ لئے ہوئے تھا جو عام لوگوں میں کہن سالی اور فرسودہ شبابی میں بھی خال خال نظر آتا ہے۔ اور بچپن کے زمانہ کا تو ذکر ہی کیا ہے اسے تو بھولے پن اور بے فکری کا زمانہ سمجھا جاتا ہے جب بچہ کے کسی فعل پر اخلاقی یا قانونی گرفت نہیں کی جاسکتی۔ اور شباب کا فسوں کار زمانہ اپنی ظاہری تابانی اور درخشانی کے باوجود جذبات کے اعتبار سے ایک تیرہ و تار ہوتا ہے جس میں اکثر نوعمر مسافران ہستی ان شاہراہ سے بھٹک کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔ لیکن تاریخی واقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ دنیا کے رہبر اعظم حضور انورؐ کا بھولے پن کا زمانہ بھی ایسے طفلانہ افعال و اعمال سے یکسر تہی دامن ہے جو عوام سے اس عمر میں سرزد ہوتے ہیں۔ اس بے فکری کے زمانہ میں بھی آپ کی غور و فکر کی قوتیں ایک ستارہ درخشاں کی طرح جو دور افق پر بادلوں میں سے چمک رہا ہو کبھی کبھی اپنا جلوہ طلعت افروز دکھا کر آپؐ کے تعلق میں آنے والے لوگوں کے دلوں میں ایک روشنی پیدا کر جاتی تھی۔ اور آپؐ کا شباب اس نرم رو دریا کی طرح تھا جس میں کوئی طلاطم خیز موج اٹھ کر ساحل کو فرسودہ نہیں بناتی۔ جس میں نہ کبھی ایسی طغیانی آتی ہے جو اس کے راستہ کو بدل کر رکھ دے۔ جذبات کے تموج اور امنگوں کی محشر خیزی کا یہ زمانہ اخلاق کے اعلیٰ ترین اصولوں سے آپؐ نے محصور کر لیا تھا۔ اس لئے ان تہذیب و شائستگی کے آئین و

قوانین سے نا آشنا آزاد رو اور رند مشرب لوگوں میں رہتے ہوئے بھی جن کی آلودہ دامانی شہرہ آفاق تھی آپؐ نے اپنے دامن کو کسی قسم کی لغزش سے داغ دار نہیں ہونے دیا۔ اس زمانہ کے حالات اور جاہلیت کے عرب کے ماحول کے زہریلے تاثرات کو پیش نظر رکھیں اور آپؐ کے اس شریفانہ رویہ کو دیکھیں تو زبان قلم آپؐ کی بلند حوصلگی' عالی ہمتی' نیک کرداری اور راست طبعی کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

آپؐ کی پاکیزہ روح جو قیافہ شناس کے تخیل کی بلند پروازیوں سے بھی بالاتر تھی اس تہذیب سوز اور آئین شائستگی کے منافی ماحول میں رہ کر بھی اس کے زہریلے تاثرات سے اثر پذیر نہیں ہوتی تھی۔ جس طرح صندل کا درخت اپنی شاخوں سے سینکڑوں زہریلے سانپ لپٹے رہنے کے باوجود بھی زہر کا اثر قبول نہیں کرتا۔

مجھے محمدؐ کی ناقابل تسخیر روح کی داد دینی چاہیے کہ اس قدر تہذیب و شائستگی سے گرے ہوئے ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپؐ کی حیات طیبہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جسے اس زہریلے ماحول کے تاثرات کا نتیجہ قرار دیا جاسکے۔ آپؐ نے اپنے بچپن کے ابتدائی ایام جو اثر پذیری کے اعتبار سے نہایت نازک زمانہ ہوتا ہے۔ قوم بنی ہوازن کے قبیلہ بنی سعد کی ایک عورت حلیمہ کے کاشانہ میں گزارے ہیں۔ آپؐ کی اسی رضاعی ماں کی قابل اعتبار شہادت ہے کہ حضور انورؐ ریگستان عرب میں بدوی لوگوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے عام بچوں کی طرح نہ تھے۔ بلکہ اپنی بے نظیر خصوصیتوں کی وجہ سے بہت ممتاز نظر آتے تھے۔ آپؐ نے یاوہ گو اور آوارہ لڑکوں کی صحبت سے ہمیشہ احتراز فرمایا۔ آپؐ کی زبان مبارک سے کبھی کسی نے کوئی فحش لفظ نہیں سنا۔

سوامی لکشمی پرشاد "ابو طالب کی رطب اللسانی" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے!

"حضرت ابو طالب نے آپؐ کی حیات طیبہ کے طویل ترین عرصہ کے حالات دیکھے ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں آپؐ ان کے زیر کفالت آئے۔ پچیس برس کی عمر میں شادی ہونے کے بعد ان سے الگ رہنے لگے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی آپؐ کی زندگی آئینہ کی طرح ابوطالب کے سامنے تھی۔ وہ آپؐ کے اخلاق پاکیزہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے ان کا قول ہے کہ آپؐ نے بچپن کے ایام میں بھی کبھی کوئی بات خلاف واقعہ نہیں کی۔ کسی مشرکانہ تقریب میں شرکت و شمولیت نہیں فرمائی۔ آپؐ کی زبان مبارک سے کسی نے کوئی خلاف تہذیب کلمہ نہیں سنا۔ برے اخلاق کے لوگوں کی صحبت آپؐ نے کبھی اختیار نہیں کی۔

"امین و صادق کا خطاب" کے تحت لکھتے ہیں۔

آپؐ کی پاکیزگی' علو ہمتی اور راست کرداری کے بے شمار واقعات کتب تاریخ و سیر میں موجود ہیں لیکن اس کتاب میں مزید گنجائش نہ ہونے کے سبب کثرت امثلہ سے غض بصر کرتے ہوئے اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ آپؐ کی صداقت پرستی اور امانت شعاری نے ایسا شہرہ پایا کہ مکہ کے لوگ بیش بہا زیورات اور بڑی بڑی رقمیں اور قیمتی کپڑے آپؐ کے پاس امانت رکھ جاتے تھے۔ اور خوش ہوتے تھے کہ ہم نے اپنی امانت محفوظ ترین جگہ رکھی ہے۔

تجارتی معاملات میں آپؐ کی راست بازی اور صداقت شیوگی شہر کے لوگوں میں ضرب المثل بن گئی تھی۔ ان ہی اوصاف حسنہ سے متاثر ہو کر اس متمرد قوم نے جس نے کبھی کسی کی سیادت قبول نہیں کی تھی آپؐ کو الامین اور الصادق کا لقب دیکر آپؐ کی ماپہ الامتیاز خوبیوں کو اپنی عقیدت کا خراج ادا کیا۔

عقائد' عبادات' معاملات' آداب' معاشرت اور اصلاح نفس کے صحیح اور مکمل ترین قوانین و آئین کے داعی اعظم رسول مقبول حضرت محمدؐ کی ولادت باسعادت کے وقت جزیرہ نمائے عرب کی سرزمین بت پرستی کا مرکز اعظم بنی ہوئی تھی۔ تہذیب و تمدن کی روشنی کی کوئی شعاع نہ تھی جو تاریک دلوں کو پیام ہدایت دے سکے۔

کوئی راہبر کامل نہ تھا جو زندگی کی راہ میں بھولے بھٹکے مسافروں کو صراط مستقیم دکھا سکے۔ صداقت و حقیقت کے شربت مفرح کے جرعہ شیریں اثر کی حلاوت اندوزیوں کے لئے کوئی تشنہ کام نہ تھا۔ کفر و بطالت اور گمراہی و جہالت کی شراب خرد سوز سے ہر کہ و مہ بدمست ہو رہا تھا۔ ایسے پر آشوب زمانہ کے طوفان بے تمیزی میں یہ داعی اخلاق' ہادی طریقت اور سرچشمہ ہدایت سرور عالم حضرت محمدؐ ہی کا ایک فقید المثال اور عدیم النظیر کارنامہ تھا کہ وہ "آدم از آدم رنگ می گیرد" کے مقولہ کی صداقت مشتبہ کر کے دکھلادی' تہذیب و تمدن اور اخلاق و شرافت کے فقدان کے زمانہ میں بھی مکارم اخلاق کے ایک نیر رخشندہ بن کر آسمان عرب پر جلوہ گر ہوئے اور لطف اندوز نظارہ ہونے والے لوگوں کی نگاہیں اوصاف حمیدہ اور خصائل حسنہ کی تابانیوں اور درخشانیوں سے خیرہ کردیں۔

جب آپؐ ایام طفولیت کی پر بہار اور لالہ زار وادیوں میں محو گل گشت تھے اس وقت بھی آپؐ نے مکارم اخلاق کا جو لاثانی نمونہ پیش کیا تھا اس کا مختصر ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکا ہے آپؐ کا سینہ جواہر گنجینہ شرافت کے ان درہائے شہوار کا خزینہ تھا۔ جن کی چمک دمک صدیاں گزرنے پر بھی کم نہ ہوئی اور نہ کبھی ہوگی۔

آپؐ تکمیل انسانیت کے مظہر اتم بن کر عرب کے ریگستان بسیط کے کفرزار میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ آپؐ کے کمالات ظاہری اور باطنی وہ گلہائے رنگا رنگ تھے جن کی روح پرور خوشبو نے اہل دنیا کا مشام جان معطر کر دیا۔ آپؐ کا وجود وہ آفتاب درخشاں تھا جس نے کفر و رذالت کی تاریک راتوں میں روز روشن کی سی روشنی پیدا کر کے ایک دفعہ عرب تو کیا تمام جہاں کو بقعہ نور بنا دیا۔ اب تک آپؐ کے افق دل پر آفتاب رسالت اپنی تمام نور پاش جلوہ گریوں کے ساتھ جلوہ گر نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی آپؐ کا قلب مبارک انوار الٰہیہ اور تجلیات آسمانی کا وہ مسکن تھا جس کی روشنی سے آپؐ کے اردگرد کی فضا انوار ہو رہی تھی۔ تاریکیوں کی شب دراز میں سفر کرتے ہوئے بھی آپؐ صراط مستقیم سے نہیں بھٹکے۔ گمراہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آپؐ نے اپنی پاکیزہ روح کی اجلی چادر پر کسی قسم کی گمراہی کا دھبہ نہیں پڑنے دیا۔

موصوف مزید لکھتے ہیں!

یہ ایک ایسی صداقت ہے جس پر مخالفین اسلام بھی متفق ہیں۔ اور متعصب نکتہ چیں بھی۔ آپؐ کی جوانی

روحانیت پرور اور صداقت پرست جوانی پر تعریف و تحسین کی شہادت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ آپؐ کے مقدس قدموں پر عقیدت کی نذر چڑھاتے ہیں۔ موصوف "وعدے کی بے نظیر ایفاء" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے!

ایسے طوفان بے تمیزی کے زمانے میں جب وعدہ شکنی روزمرہ کی معمولی باتوں میں سے ایک بے حقیقت بات سمجھی جاتی تھی۔ آپؐ کے دل وعدہ شناس میں اپنے قول کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عدیم النظیر احساس موجود تھا۔

حضرت ابوطمامہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بازار میں حضرتؐ سے اس کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو آپؐ سے عرض کیا کہ اگر حضور انورؐ تھوڑی دیر کیلئے یہاں توقف کریں تو میں گھر ہو آؤں اور پھر آپؐ سے ایک ضروری معاملہ میں مشورہ لوں آپؐ نے فرمایا بہترا آپ کے آنے تک میں یہاں انتظار کروں گا۔

چنانچہ ابوطمامہؓ گھر کو چلے گئے اور بہترین اخلاق کے داعی اعظم وہیں ان کے منتظر رہے۔ ابوطمامہؓ نے اہل و عیال کے شور و شغب اور خانہ داری کی مصروفیتوں میں منہمک ہو کر اس بات کو گلدستہ طاق نسیاں ہی بنا دیا کہ وہ حضرتؐ سے سرراہ منتظر رہنے کی التماس کر آئے ہیں دن گزر گیا شب آگئی حضور انورؐ اسی جگہ منتظر رہے مگر ابوطمامہؓ کا کہیں پتہ نہ چلا' لیل شب بھی اپنی تمام تاریکیوں کے ساتھ اپنا رخت سفر باندھ کر مغرب کی پہاڑیوں میں جا کر روپوش ہو گئی اور سلطان خاوند دیار مشرق سے اپنی تمام نوازشوں کے ساتھ عالم پر جلوہ گر ہو گیا' کائنات کا ذرہ ذرہ بیدار ہو گیا' اور تمام جانداروں نے اپنے اپنے فرائض کو محسوس کرنا شروع کر دیا۔

مگر حضرت ابوطمامہؓ کے نہاں خانہ دماغ میں اب بھی گزشتہ روز کے وعدہ کی یاد کی کوئی شعاع پیدا نہ ہوئی' صبح اپنی تمام بیداریوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ گزر گئی' آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا' وعدہ شناس اور صادق القول آمنہ کا لال اسی طرح سرراہ ابوطمامہؓ کا منتظر تھا۔ اب حضرت ابوطمامہؓ کو بھی یکایک اپنے وعدہ کا خیال آیا۔ وہ دوڑے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی حیرانی اور پشیمانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اس حیرت انگیز اخلاق کے مالک انسان کو اسی جگہ اپنا منتظر پایا' جس جگہ وہ اسے ٹھہرنے کیلئے عرض کر گئے تھے۔ آپؐ ابوطمامہؓ کو دیکھ کر چیں بہ چیں ہوئے آپؐ کے چہرہ پر غصہ کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے۔ آپؐ نے صرف اس قدر فرمایا کہ ابوطمامہؓ تم نے مجھے بہت تکلیف دی ابوطمامہؓ اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوئے اور بہت کچھ عذر و معذرت کی۔

دیانت

مصنف دیانت کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے!

صداقت و دیانت کا اس زمانہ میں کوئی پرستار نہ تھا کذب و بددیانتی اہل عرب کی امتیازی صفت بنی ہوئی

تھی مگر حضرتؐ کی صداقت و دیانت نے اہل مکہ کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا اس جگہ ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جس سے آپؐ کی دیانت پر باقی روشنی پڑتی ہے اور یہ بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے پیشتر بھی آپؐ کا دل ان اوصاف حمیدہ اور خصائص حسنہ کے نور سے منور تھا جو کسی بلند پایہ سے بلند پایہ انسان کیلئے بھی فخر و نازش کا سرمایہ ہو سکتے ہیں۔

تجارت آپؐ کا محبوب مشغلہ تھا اوائل عمر سے آپؐ کو اس سے سابقہ پڑا تھا۔

قیس بن صایب کے ساتھ آپؐ نے شرکت فرمائی اور مال تجارت فروخت کرنے کے لئے یمن تشریف لے گئے اس سفر میں آپؐ کو اتنا کثیر منافع ہوا جس کا آپؐ کو گمان بھی نہ تھا۔ واپسی پر آپؐ نے حساب کر کے تمام منافع کا نصف قیس بن صایب کو دے دیا۔ دوسری مرتبہ قیس بن صایب یمن میں مال تجارت فروخت کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور واپسی میں آپ نے حساب کر کے منافع کی رقم کا نصف حصہ حضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا' بعد میں آنحضرتؐ کو علم ہوا کہ قیس بن صایب نے حساب میں غلطی کی ہے اور آپؐ کے حصہ میں کچھ زیادہ رقم آگئی ہے آپؐ بے چین ہو گئے اور جب تک اپنے شریک تجارت کو بلا کر زائد رقم واپس نہ کر دی آپؐ کو چین نہ آیا۔

سوامی لکشمن پرشاد "کتاب نبوت کا دیباچہ رنگین" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں!

وہ کامیاب و کامراں ہستیاں جو شہرت و عزت' عظمت و شوکت' اور رشد و ہدایت کے آسمان پر نیر درخشاں بن کر نہایت آب و تاب سے چمکی ہیں۔ کوہ وقار و استقلال' اور سنگ خارا کی استقامت و پختگی کی مالک تھیں۔ استقلال و استقامت' جرأت و بسالت' محنت و مشقت' نفس کشی اور عبادت' ایسی پاکیزہ صفات ہیں جو کامیاب و کامران زندگی کا جزو اعظم ہیں۔ سعی و کوشش کسی کی بھی رائیگاں نہیں جاتی' حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس کشی اور صبر و استقلال بھی آخر حنا سے بڑھ کر رنگ لائے۔ آپؐ کا قلب مبارک تجلیات نورانی کی آماجگاہ بننا شروع ہوا اور آپؐ رویائے صادقہ دیکھنے لگے۔

فاضل مصنف سوامی لکشمن پرشاد اسلام کی اشاعت پر جبر و تشدد اور تلوار کے الزام کی واشگاف تردید کرتے ہوئے عنوان "اسلام کی اشاعت اور تشدد" کے تحت رقمطراز ہیں!

میرے دل کے آتش کدے میں ان شپرہ چشم اور متعصب مصنفوں کی تنگ نظری اور تعصب کو جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے لئے بے پناہ شعلے بھڑکنے لگتے ہیں جو کفار کے اس جبر و تشدد اور زہرہ گداز ستم کے روح فرسا مناظر کو دیکھتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار اور تشدد کے زور سے ہوئی ہے۔ ان کے اس غلط نظریے کو تھوڑے سے الٹ پھیر کے بعد صحیح بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کے وہ تشدد جس نے اسلام کی اشاعت میں غیر معمولی مدد دی مسلمانوں کی طرف سے نہیں تھا بلکہ کفار کی طرف سے تھا۔ کفار ظالم تھے۔ مسلمان مظلوم۔ کفار کی خون آشام تلواریں نیام سے باہر تھیں۔ مسلمانوں نے ان کو زنگ آلود ہونے کے لئے کسی کونے میں پھینک رکھا تھا۔ ان کے پاس اگر کوئی تلوار تھی تو وہ صداقت کی تلوار

تھی۔ وہ اسلام کی حریت نواز اور عدم تشدد کی تلوار تھی۔ جو اسلام کے اصول کی اشاعت کے لئے ظالم کے ظلم کی پوری طاقت سے مدافعت کرتی تھی۔ اور خود وار نہ کرتی تھی مگر جس نے کفار کی فولادی تلواروں کے منہ پھیر دئے تھے۔

اسلام اور داعی اسلام

وہ تعلیم کتنی شان دار' کتنی وقیع اور کتنی حیات افروز تھی جس نے مسلمانوں کے دلوں میں صداقت و ایمان کا وہ شعلہ پھونک دیا تھا کہ اسے کفار کے ظلم و ستم کی کوئی آندھی نہ بجھا سکی۔ بلکہ ان کے جور و تشدد کی ہر کوشش اسلامی حلقہ میں ایک نئی کڑی کا اضافہ کر دینے کا باعث بنتی رہی۔

میں اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ دنیا میں دروغ کو بھی اس درجہ فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ کونسی خفیہ طاقت تھی اور وہ کونسی طلسمی قوت تھی جس سے مسحور ہو کر مسلمانوں نے جلتی ہوئی ریت اور شعلہ زن انگاروں کو اپنا بستر بنایا مگر منہ سے اف تک نہ کی؟ تمام واقعات پر گہری نظر ڈالنے کے بعد کوئی دانش مند یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ طلسمی طاقت اسلام کی فقید النظیر صداقت اور داعی اسلام کی عدیم النظیر شخصیت تھی جس نے دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا اور خون آشام تلواروں کو مرہم بنا دیا تھا جس سے متاثر ہونے والے موت سے کھیلتے رہے۔ مگر اس سے برگشتہ نہ ہوئے۔

مصلح اعظم کا سفر طائف

جب پیغمبر توحید نے دیکھا کہ اہل مکہ کے دلوں پر کفر و شرک کا زنگ چڑھ چکا ہے۔ اور ان کی سیاہ کاریوں نے ان کے دلوں میں کسی اور رنگ کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں چھوڑی تو ان کی طرف سے مایوس و ناکام ہو کر آپؐ نے پاپیادہ طائف کا رخ کیا۔ طائف مکہ کے شمال مشرق میں ستر میل کے فاصلہ پر ایک بارونق شہر تھا جس میں بڑے بڑے امراء اور رئیس سکونت پذیر تھے۔ سب سے مشہور قبیلہ ثمیر کا تھا۔ جس میں سے تین اشخاص عبد' مسعود' حبیب بارسوخ اور ممتاز تھے۔ آپؐ سب سے پہلے ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان پر اسلام کے محاسن اور شرک اور بت پرستی کے معائب ظاہر فرمائے اور ان بھولے بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم بتایا۔ مگر جہالت و ضلالت کی تاریکیوں نے ان پر اتنا غلبہ پا لیا تھا کہ ان کو اپنی جہالت کا احساس ہی نہ تھا۔ اس لئے ان کے کاذب دلوں نے بھی اہل مکہ کی طرح اسلام کی صداقت کو محسوس نہ کیا۔ ان کو نور بھی نار اور روشنی بھی تاریکی نظر آئی۔

مشرکین طائف کی گستاخیاں

طائف کے اصنام پرست اور اوہام پرست لوگوں نے پیغمبر عالم کے دعوائے نبوت کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ اور آپؐ کے ساتھ جگر خراش یاوہ گوئی اور تہذیب سوز گستاخی سے پیش آنے پر ہی بس نہ کیا بلکہ شہر

کے اوباش' بدمعاش اور شریر النفس لوگوں کو اکسایا۔ تاکہ رحمت للعالمین ؐ پر پتھروں کا مینہ برسائیں۔ شہر کے کتے آپ ؐ کے عقب میں چھوڑ دیئے گئے اور شریر بچوں کو آوازے کسنے کے لئے آپ ؐ کے پیچھے لگا دیا گیا۔

رحمت للعالمین ؐ پر ظلم و ستم

طائف کے کافر اور جاہل بازار کے دورویہ قطار باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ اور جب رحمت للعالمین بازار میں سے گذرے تو آپ ؐ کے پاؤں پر ان مقدس پاؤں پر جن پر دوجہاں کی عظمتیں نثار ہوتی تھیں۔ سنگ باری شروع کر دی۔ آپ ؐ کے پائے مبارک لہولہان ہو گئے۔ نعلین مبارک سرخ اور مقدس خون سے بھر گئیں۔ زخموں کی تکلیف سے چور ہو کر آپ بیٹھ جاتے تو ظالم اور ستمگر کفار بازوؤں سے پکڑ کر آپ ؐ کو کھڑا کر دیتے۔ جب چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے' تالیاں بجاتے' مغلظات بکتے' پھبتیاں کستے' اس طرح تاریکی اور جہالت کے طوفان نے روشنی اور علم کے مینار کو گرانے کی نامعقول اور ظالمانہ کوشش پر کمر باندھ لی۔

عدم تشدد کا عملی مظاہرہ

کیا ان واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے عدم تشدد کو عملی طور پر پایہ تکمیل تک پہنچایا۔
غیر متعصب اور غیر جانب دار ارباب بصیرت کے لئے میرا یہ فیصلہ کس قدر صحیح ہے کہ اسلام نے مصائب کی گود میں آنکھ کھولی' شدائد کے گہوارہ میں پرورش پائی اور مخالفین کی تلوار کے سایہ میں بڑھ کر جوان ہوا۔

بارگاہ ذوالجلال میں دعا

کفار طائف کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بن چکنے کے بعد اس طوفان بے تمیزی سے مخلصی پا کر رحمت للعالمین ایک انگورستان میں تشریف فرما تھے کہ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھے اور آپ ؐ کی زبان فیض ترجمان سے یہ الفاظ ادا ہوئے جو اب تک اسلامی تاریخ کے صفحات کی زینت ہیں۔

> "اے رب جلیل! یہ بندہ مسکین و عبد تیری بارگاہ عزت و جلال میں اپنی کمزوری اور صبر و قوت کی کمی اور اپنی ذلت و خواری کی فریاد لایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم والا اور ہر ایک عاجز و ناتواں کا مددگار اور خود میرا مالک و پروردگار ہے۔ اے خدائے لایزال! تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کیا ایک ایسے دوست کے جو مجھے دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے۔ یا ایسے دشمن کے جس کو تو نے میرا معاملہ سونپ دیا ہے۔ لیکن اگر یہ تیری بلا تیری خفگی کی وجہ سے نہیں ہے تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ تیری حفاظت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیری قدرت و رحمت کے نور میں جو تمام تاریکیوں کا روشن کرنے والا اور دنیا و آخرت کا سنوارنے والا ہے۔ تیرے غیظ و غضب کے نزول سے پناہ لیتا ہوں۔ لیکن اگر تیری خفگی ہی

میں میری بھلائی ہے تو تجھے وہاں تک اختیار ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کیونکہ بغیر تیری مدد کے نہ میں برائی سے بچ سکتا ہوں اور نہ نیکی کی طاقت و قدرت ہی رکھتا ہوں۔

تاابد یا رب ز تو من لطف ہا دارم امید
از تو کر امید بہ برم از کجا دارم امید

زیستم عمرے بے چوں دشمناں دشمن کیر
بے وفائی کردہ ام از تو وفا دارم امید

ہم فقیرم ہم غریبم بے کس و بیمار و زار
یک قدح زاں شربت دار الشفا دارم امید

ناامید از خود و از جملہ خلق جہاں
از ہمہ نو میدم اما از شما دارم امید

منتہائے کار تو دانم کہ آمر زیدن مست
زانکہ من از رحمت بے منتہا دارم امید

ہر کسے امیدوار و از خداؤ جز خدا
تیک عمرے شد کہ از من ترا دارم امید

ہم تو دیدی من چہا کردم تو پوشیدی زلطف
ہم تو ے دانی کہ از تو من چہا دارم امید

روشنی چشم من از گریہ کم شد اے حبیبؐ
ایں زماں از خاک کویت توتیا دارم امید

عدیم المثال صبر و ضبط کا مجسمہ

باوجود کفار کی اس شدید مخالفت کے آپ نے اس کفرستان میں آکر جس استقامت و استقلال کا ثبوت دیا وہ آپؐ ہی کا حصہ ہے۔ سخت سے سخت اذیت پر بھی آپؐ کی زبان رحم ترجمان سے بددعا نہ نکلی۔ آپؐ کے دل میں ظالم اور متکبر کفار کے لئے بھی رحم و کرم کا سمندر ہی ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ آپؐ طائف سے مایوس و ناکام لوٹے مگر آپؐ کے عزم و استقلال میں اضمحلال نہ آیا۔

مصنف رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر صبر و برداشت اور عفو و درگزر کو "نقش حق" کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے!

مشرکین مکہ نے داعی حق' فخر کائنات' مجسمہ رحم و کرم' نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ حق اور اشاعت اسلام کی پاداش میں جو انسانیت سوز مظالم اور زہرہ گداز ستم توڑے ظلم و عدوان اور جور و جفا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی' مگر مجسمہ صبر و برداشت اور پیکر استقامت و استقلال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عزم بالجزم اور ہمت و شجاعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کیلئے اپنے سینہ کو کفار کے جور و ستم کے تیروں کی آماجگاہ بنائے رکھا۔ وہ قوت و برداشت کی تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔ کفار نے صبر و برداشت کا ایسا فقید المثال مظاہرہ نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا تھا نہ کبھی کانوں سے سنا تھا۔ کئی بلند خیال اور تعلیم یافتہ اشخاص حق و باطل کی اس حیرت انگیز کش مکش سے بہت متاثر ہوئے جن کے دلوں میں کبھی بھول کر بھی اسلام کی عزت و وقعت کا خیال پیدا نہ ہوا تھا۔ اب ان کے دل میں بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کیلئے تھوڑی بہت ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے۔

موصوف "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرہ آفاق امانت داری" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ نے ایک سحر کار کشش کے زیر اثر قلوب انسانی کو مسخر کر رکھا تھا۔ مشرکین مکہ آپؐ کی تبلیغ و اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کے شدید ترین مخالف تھے' مگر آپؐ کی راست گفتاری' اور نیک کرداری کے عدیم النظیر مظاہروں کی تعریف و توصیف میں اب بھی رطب اللسان تھے۔ آپؐ کی امانت داری نے اس قدر شہرت حاصل کر لی تھی کہ آپؐ کے جانی دشمن ہونے کے باوجود کفار مکہ بڑی بڑی گراں بہا چیزیں' رقوم' زیورات' اور بیش بہا کپڑے آپؐ کے پاس امانت رکھواتے تھے اور اسے محفوظ ترین سمجھتے تھے۔

"حضور انورؐ کی کریم النفسی" کے عنوان کے تحت مصنف کتاب مذکور میں آپؐ کے قول و فعل کے تطابق "رحم و کرم" اور کریم النفسی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے!

داعی اسلام حضور انورؐ کو مصلحان عالم کی ایک بہت بڑی تعداد پر اس خصوصیت امتیازی میں ایک خاص شرف و برتری حاصل ہے کہ آپؐ کا قول و فعل یکساں تھا۔ قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور ایک کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادرہ روزگار اور شہرہ آفاق ہستیوں کے سوانح حیات میں بھی نایاب ہے۔ لیکن حضور انورؐ کا دامن ایسے بہت سے گوہرہائے نایاب سے لبریز تھا۔ جن کی درخشندگی سے کائنات کا ہر گوشہ روشن ہو سکتا ہے۔ اسلام جس رحم و کرم اور کریم النفسی و مروت کا داعی ہے وہ دیگر مذاہب کے صحیفوں میں بہت کمیاب ہے جانی دشمنوں سے بھی رحم و کرم کا سلوک ایک ایسا نایاب وصف ہے جو صف آرایان لشکر اور فاتحان ملک کی مصلحت ہیں۔ زندگیوں میں تو درکنار امن و امان اور صلح و آشتی کے علمبرداران میں بھی شاذ و نادر ہی ملتا ہے' لیکن داعی اسلام نے عملی طور پر اور تعلیم اسلام نے علمی طور پر

اپنے جانی دشمنوں سے بھی حتی الوسع رحم و کرم اور مروت و کریم النفسی کا سلوک کرنے کی مثالیں پیش کی ہیں۔ حضور انورؐ کی مروت اور کریم النفسی کی ایک ادنیٰ مثال مندرجہ ذیل واقعہ میں موجود ہے۔

ثمامہ بن اثال کی اسلام دوستی

ملک یمامہ کا سردار ثمامہ بن اثال مشرف با سلام ہوا تو اس نے اپنے ملک میں جا کر قریش مکہ کی طرف غلہ جانا قطعی بند کر دیا' ساکنان مکہ کو قلت غلہ کی وجہ سے بہت سی تکالیف کا سامنا ہوا' جب حضور انورؐ کو اس بات سے آگہی ہوئی تو آپؐ نے فوراً" ثمامہ بن اثال کو لکھا کہ مکہ کی طرف غلہ بدستور جانے دیا جائے یہ امر محتاج بیان نہیں کہ کفار مکہ کس قدر سخت دشمن اسلام تھے وہ دشمن جن کی پیہم کوششوں نے عرب کو سالہا سال تک شعلہ زار جنگ و جدال بنائے رکھا جنہوں نے مسلمانوں کا نام و نشان تختہ دنیا سے نیست و نابود کر دینے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور خرچ کر دیا۔ جنہوں نے داعی اسلام کا سر مقدس تن مبارک سے جدا کرنے والے شخص کیلئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا' جنہوں نے آپؐ کی صاحبزادی کا حمل نیزہ مار کر گرایا۔ غرضیکہ جنہوں نے ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ جانی دشمنوں کے بارے میں حضور انورؐ کی اس انتہائی کریم النفسی اور مروت کا زمانہ جدید کی دعویداران تہذیب و تمدن حکومتوں کی ان شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں ۱۹۱۴ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورونوش سے محروم کرنے کے لئے استعمال میں لائیں۔ تو اس کی قدر و وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے حضور انورؐ کی جنگ آرائی اور لشکر کشی کا مطمح نظر ان خودغرضانہ مقاصد اور مصالح ذاتی سے بہت وقیع اور بلند تر تھا جو زمانہ حال کی استعمار پرست حکومتوں کا طغرائے امتیاز ہیں۔ اس لئے آپؐ دشمنوں پر ظفرمندی اور کامگاری حاصل کرنے کے لئے بھی ان انسانیت سوز ذرائع سے کام لینے میں دریغ فرماتے تھے جو موجودہ جنگی طاقتوں کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں عیارانہ چالوں کا جزو لاینفک ہیں۔

سوامی لکشمن پرشاد فتح مکہ کے موقعہ پر پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو عام اور مکہ کے مشرکین کیلئے جو احکام صادر فرمائے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

آپؐ کے اس عدیم المثال حکم سے جو آپؐ نے اپنے لشکر کو دیا ایسی محبت اور ہمدردی ٹپکتی ہے کہ اسکے تصور سے آج بھی انسان کے اخلاقی احساس میں ایک عجیب رفعت و وسعت پیدا ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہے اس پر ہتھیار اٹھانا جرم تصور کیا جائے گا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے یا گلی کوچوں میں بھی بغیر کسی ہتھیار کے ملے اس سے قطعی تعرض نہ کیا جائے" جذبات صلح و آشتی کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قریش کی مفسدہ پردازیاں اور روزافزوں ظلم و ستم تقریباً" ناقابل برداشت ہو چکے تھے۔ اور اب ایک

سنہری موقعہ مسلمانوں کو حاصل تھا کہ ان کو جی بھر کر سزائیں دیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس حیرت انگیز اقتدار کے جو اس وقت مسلمانوں کو اہل مکہ پر حاصل تھا۔ انہوں نے قتل و خونریزی کو قطعی ناپسند کیا اور سب کو پناہ دے دی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس پر امن مداخلت شہر کے راستے میں بھی مزاحم ہوں۔ اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں۔

پر امن مداخلت شہر

صداقت و حقانیت' استقلال اور قدرت خداوندی کے محیرالعقول کرشمے دیکھیے کہ وہ ہستی جس کے لئے کبھی مکہ کی زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی تھی۔ آج اس پر ایک حکمران کی حیثیت سے قابض نظر آرہی ہے۔ وہی گلیاں اور کوچے جن میں اس کا چلنا پھرنا ہی قریش مکہ کو گوارا نہ تھا۔ آج اس کی شان و عظمت کے ترانے گا رہے ہیں۔ اور اس کو جھک جھک کر سلام کر رہی ہیں۔ وہی محبوب وطن جس سے کبھی وہ تقریباً بے یار و مددگار ہجرت کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ آج اس قائداعظم کے قدموں پر نثار ہو رہا ہے۔ جس کی قیادت میں ہزاروں جان نثاروں کا ایک لشکر عظیم موجود ہے۔ آپؐ کی آنکھوں میں ظفرمندی اسلام کی بے پایاں مسرت اور شکریہ خداوندی کے گہرے احساس کی وجہ سے آنسو جھلک رہے تھے۔ گویا نرگس کے پھولوں پر شبنم بکھری پڑی ہو سر مبارک جھکا ہوا تھا اور آپؐ بارگاہ خداوندی میں اس کے احسان عظیم کے لئے ہدیہ نیاز و عقیدت پیش کر رہے تھے۔ عبداللہ بن رواحہؓ آپؐ کی ناقہ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔ **لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ** (اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس کے لشکر کو زور آور کیا۔

آپؐ اپنے متبعین مخلصین کے ساتھ صحن کعبہ میں داخل ہوئے تو تکبیر کے نعروں سے مسجد الحرام گونج اٹھی۔ بیت اللہ کو جو بت پرستوں نے بیت الاصنام بنا رکھا تھا۔ دیکھتے دیکھتے پھر بیت اللہ بنا دیا گیا۔ تمام بت توڑ پھوڑ کر باہر پھینک دیئے گئے جب آپؐ کعبہ کو تمام آلائشوں سے پاک کرا چکے تو صحن میں تشریف لائے۔ اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

> "اللہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود قرار نہیں دیتے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے پرستاروں کی مدد کی اور دشمنان دین حنیف کو شکست دی۔ اے گروہ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار مٹا دیا گیا۔ تمام نوع انسان اولاد بنی آدم ہے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔"

پھر آپؐ نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

> "اے لوگو! میں نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑے سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے بنائے۔ اس لئے کہ ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ لیکن یاد رکھو کہ خدا کے نزدیک

بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا سب کے عیب و ثواب اور ظاہر و باطن سے واقف ہے۔"

عفو عام کا فقید المثال نظارہ

صحن کعبہ میں اسلام کے دشمنان ازلی گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے۔ کیسے دشمن؟ جنہوں نے داعی اسلام کے سر مبارک کو شانہ مقدس سے جدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ جنہوں نے جگر گوشہ رسولؐ کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا تھا۔ جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ دانتوں تلے چبایا تھا۔ جنہوں نے ہر ممکن موقعہ پر آپؐ کو بدنام کرنے اور اذیت پہنچانے میں کوئی دریغ نہ کیا تھا۔ جن کے دل و دماغ کی تمام قوتیں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف کار ہوتی رہی تھیں۔ حضور انورؐ نے ایسے سب دشمنان دین کی طرف ایک نظر اٹھا کر دیکھا اور پر رعب لہجہ میں دریافت فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

"سب نے یکساں زبان ہو کر عرض کی کہ آج تک ہم نے تجھے رحم مجسم اور کرم مجسم دیکھا ہے اور آج بھی تجھ سے رحم و کرم کی توقع رکھتے ہیں۔"

آپؐ نے متبسم نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اچھا میں بھی تم سے وہی الفاظ کہتا ہوں۔ جو یوسف علیہ السلام نے اپنے ستمگر بھائیوں سے کہے تھے۔ تم پر کوئی الزام نہیں —— جاؤ تم سب آزاد ہو!

ایک چشم زدن میں حاضر اور غیر حاضر' موجود اور غیر موجود' سب ستمگار معاف کر دیئے گئے اور وہ ایسی حالت میں جب وہ مفتوح تھے قیدی تھے۔ اسیر تھے۔ غلام تھے۔ زیردست تھے۔ جب ان میں مقابلے کی تاب نہ تھی جب ان میں انتقام کی قدرت نہ تھی۔ جب وہ بے بس تھے بے کس تھے اور مسلمانوں کے رحم و کرم پر تھے تو مسلمانوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ رحم درحقیقت افضل ترین وہ ہے جو اپنے جانی دشمنوں پر اس وقت کیا جائے جب تمہارے ہاتھوں میں انتقام لینے کی پوری قوت موجود ہے۔ یہ وہ فقید المثال واقعہ ہے جس کا جواب تاریخ عالم کا کوئی صفحہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسلام خونریزی کو صرف اسی وقت روا رکھتا ہے جب نمرودی قوتیں حقانیت و صداقت کے نقش و نگار کو صفحہ دنیا سے محو کر دینے پر تلی نظر آتی ہیں۔ ورنہ بصورت دیگر رحم و کرم مسلمانوں کی خصوصیت ممیزہ تھی اور عفو عام کا یہی جذبہ جس کا اظہار فتح مکہ کے دن بنو قریش کے لئے اس قدر جاذب توجہ ثابت ہوا کہ وہ تقریباً" سب کے سب اسی دن برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ایک موقعہ پر مصنف "سوامی لکشمن پرشاد" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے!

"فخر موجودات' سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ و السلام اس قسم کی نادرہ روزگار

ہستیوں میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے جن کی دوربین نگاہیں فصل بہار کے پردہ رنگ و بو میں بھی خزاں کی تاخت و تاراج کا حسرت انگیز منظر دیکھ لیتی ہیں اور جو دنیا کی کسی دلآویز رنگینی سے بھی دل بستہ نہیں ہوتیں۔

کتاب "عرب کا چاند" کے اختتام سے قبل مصنف سوامی لکشمن پرشاد "محبت کی عالمگیر حکومت" کے عنوان کے تحت پیغمبر اسلامؐ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے!

موت کی عالمگیر حکومت

حیات انسانی کی رنگ و بو سے مہکتی ہوئی داستان کا بھی آخری باب تو خونچکاں ہی ہے زندگی کا خواب خواہ کتنا ہی رنگین اور عشرت افزا کیوں نہ ہو۔ آخر اس کی تعبیر موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مملکت جہاں پر اگر کسی کی حکومت ہے تو وہ موت ہی کی حکومت ہے۔ وہ اولوالعزم فاتحان عالم بھی جن کی فاتحانہ دراز دستیوں نے اک دنیا کو تہ و بالا کر دیا تھا اور جنہوں نے اپنا سر پرغرور دنیا کی کسی عظیم الشان سے عظیم الشان طاقت کے سامنے بھی نہ جھکایا تھا۔ ان کو بھی نہایت عاجزی اور بے کسی سے موت کے سامنے جھکنا پڑا۔ آہ

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پر رہتا تھا جبیں گستر فلک

کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مآل
جن کی تدبیر جہانبانی سے ڈرتا تھا زوال

رعب فغفوری ہو دنیا میں کہ شان قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیم موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کو بھی کشت عمر کا حاصل ہے گور
جادہ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

انجام حیات کا اذیت خیز تصور

گلستان جہاں کی رنگینیاں اور رعنائیاں کچھ اس درجہ دلآویز ہیں کہ ان سے جدا ہونے کا تصور بھی غایت درجہ اذیت انگیز ہے! زندگی کے روز روشن کی درخشاں تابانیوں سے موت کی ظلمت خیز شب تیرہ و تار کی طرف ایک ناگزیر سفر! آہ اس کا خیال بھی کس قدر وحشت انگیز اور بھیانک ہے۔ موسم بہار کی شادابیوں کے بعد خزاں کی تاراج سامانیوں کا سامنا بھی اس درجہ اذیت خیز نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک نامعلوم اور تاریک دنیا کی طرف یہ غیر اختیاری سفر قلق انگیز ہے وہ دور عیش و عشرت جو لافانی معلوم ہوتا ہے۔ وہ عروج شوکت و اقبال جو لازوال دکھائی دیتا ہے۔ کیا محض اسی قدر ثبات رکھتا ہے کہ ایک ناگہانی اور جانگداز سانحہ زندگی کے ہاتھوں خاک میں مل کر رہ جائے! آہ! ظاہر پائیداری کے پردہ میں بھی کس قدر ناپائیداری کا روح فرسا منظر چھپا ہوا ہے۔۔

حقیقت پر نظر کرتا ہوں جب دنیائے فانی کی
بہاریں خاک میں مل جاتی ہیں سب زندگانی کی

موت کے پردے میں بھی سامان نشاط

موت کا بھیانک تصور خواہ کتنا ہی طرب کش اور دشمن نشاط و شادمانی کیوں دکھائی نہ دے مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ساری نشاط و شادمانی کا راز اسی مرگ ناگہانی کے تاریک پردوں میں ہی مستور ہے۔ اوراق گل کی باصرہ فریب نزاکت کا انحصار محض اسی ایک بات پر ہے کہ اس کی بہار چند روزہ ہے۔ وہ عالی مقام ہستیاں جن کو مبدء فیاض سے حقیقت شناس نگاہ ملی ہے۔ اس بظاہر خانہ بر انداز دل و دماغ انجام حیات ناپائیدار میں بھی ایک قرار بخش نشاط و کیف کا سامان پنہاں دیکھتی ہیں۔ جسے عرف عام میں موت کے بھیانک نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ اس سحر کار دنیا کی دلآویز رعنائیوں سے لطف اندوز بھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی اس کے حسن کی بہار چند روزہ کے دام سیمیں میں اسیر نہیں ہوتیں۔ فخر موجودات' سردار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوۃ والسلام فداہ امی و ابی اسی قسم کی نادرہ روزگار ہستیوں میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے جن کی دوربین نگاہیں فصل بہار کے پردہ رنگ و بو میں بھی خزاں کی تاخت و تاراج کا حسرت انگیز منظر دیکھ لیتی ہیں اور جو دنیا کی کسی دلآویز رنگینی سے بھی دل بستہ نہیں ہوتیں۔

دینی و دنیوی پیغمبر کی دینداری

آقائے دوجہاں کے غلام ایک دفعہ آپؐ کی خدمت اقدس میں عرض پرواز ہوئے کہ حضور انورؐ محض ایک جلیل القدر پیغمبر ہی نہیں ہیں بلکہ ایک ذی حشمت تاجدار بھی ہیں۔ اپنی کثیر المشاغل زندگی میں کچھ آرام و راحت کے سامان کیوں فراہم نہیں کر لیتے؟ یہ کیا کہ قیصرو کسریٰ تو فلک بوس محلوں میں پھولوں کی سیجوں پر سوئیں اور ایک دینی اور دنیوی عالی وقار شہنشاہ ایک معمولی جھونپڑی میں ایک شکستہ اور سخت چٹائی پر لیٹ کر اپنی زندگی کے دن کاٹے؟ آپ کی دوررس نگاہوں میں جو اس حیات ریز محفل کے پس پردہ موت کا خارستان بھی دیکھتی تھیں۔ آنسو جھلک پڑے اور زبان قدس ترجمان سے یہ حقیقت اندوز کائنات سنائی دی۔

"یہ دنیا بے وفا ہے۔ اس نے آج تک کسی سے وفا نہیں کی۔ یہ ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے خداوند عالم کے ذکر پاک کے اور ان چیزوں کے جو اس شاہراہ عشق میں مدد و معاون ہو سکتی ہوں۔"۔

دنیائے دنی بہ ہوس راچہ کنی آلودہ ہر کس و ناکس راچہ کنی
آں یار طلب کن کہ ترا باشد و بس معشوقہ ہزار کس راچہ کنی

دنیا راہ و رسم وفا اور طریق ثبات سے قطعی ناآشنا ہے۔ یہ ایک کارواں سرائے ہے جس کے ایک دروازے سے اب تک ان گنت مسافر داخل ہوئے ہیں اور دوسری طرف سے ان گنت مسافر چلے گئے ہیں۔ اس دو دن کی زندگی میں اس قدر ساز و سامان کی کیا ضرورت؟ مجھے اس دنیا کے آرام و راحت کی کوئی تمنا

نہیں ہے' میں تو اس مسافر کی طرح ہوں جو راہ چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر ستانے کے لئے بیٹھ جائے۔"

گر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل علم کو ۔ یہ دو دن کے لئے کیا قصر و ایواں مول لیتے ہیں

آپؐ ایک ایسے محتشم بالشان پیغمبر آخرالزمان تھے۔ جن کا اسوہ حسنہ کائنات انسانیت کے لئے ہر شعبہ زندگی میں تقلید کا ایک بہترین اور افضل ترین نمونہ قرار پانے والا تھا۔ اس لئے اگرچہ آپؐ دنیا کی تمام ضروری سرگرمیوں میں بطیب خاطر حصہ لیتے رہے اور اپنے فرائض دنیوی کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ تاہم آپؐ دنیا سے حددرجہ نفور تھے اور ہروقت جمال شاہد حقیقی کے لئے بے تاب۔

دنیا جم را قیصر و خاقاں را ۔ تسبیح ملک راو صفا رضواں را

دوزخ بدرا بہشت مرنکاں را ۔ جاناں مارا وجان ما جاناں را

آخر وہ ساعت منتظر بھی آپہنچی۔ جس کے لئے آپ اس درجہ بے تاب تھے۔

موت کے پردہ میں حیات جاوید

گذشتہ صفحات میں ناظرین اس عظیم الشان ہستی کے جلیل القدر کارناموں کی ایک جھلک دیکھ چکے ہیں اس لئے آپؐ کی ان بدیع الشال خصوصیات کی طرف اشارہ کرنے کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں ہے جنہوں نے آپؐ کی حیات مطہرہ کو محیرالعقول طریق پر کامیاب و کامراں بنا دیا ہے۔ جس عظیم ترین روحانی انقلاب کے پیدا کرنے کے لئے آپ دنیائے فانی میں مبعوث ہوئے تھے۔ وہ پیدا ہو چکا تھا اس لئے اب آپؐ رہگرائے عالم جاوداں ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

جب خواب زیست کی تعبیر ہر حال میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو وہ انسان کس قدر خوش نصیب ہے۔ جو اپنے فرائض منصبی کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکنے کے بعد فرشتہ اجل سے ہمکنار ہو؟ ایسی موت زندگی کی یاس انگیز شام نہیں ہے بلکہ حیات جاوید کی بہار آفرین صبح ہے۔ ایسی کامگار اور گراں قدر ہستی کی "مرگ منتظر" پر خونباریوں اور اشک افشانیوں کی کوشش دنیا کی ایک عظیم ترین کامیابی و کامرانی کا مرثیہ پڑھنے کے مترادف ہو گی۔ اس لئے میرا دل اس بات پر کسی صورت آمادہ نہیں ہوتا کہ میں اپنے پیرایہ بیان کو غم انگیز بنانے کے لئے اپنا زور قلم صرف کروں۔ آپؐ کا جسم مادی اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے جو شمع حقانیت روشن کی تھی وہ اب تک بدستور شعاع ریز ہے۔ آپؐ کی حیات مبارکہ کا ہر دور ہمارے سامنے مستند تحریروں کی شکل میں موجود ہے۔ آپؐ کی تعلیمات و تلقینات کی گونج روز افزوں ترقی پر ہے تو میں کیسے تسلیم کروں کہ آپؐ زندہ نہیں ہیں۔ آپؐ کی حیات حیات ناپائیدار نہیں تھی بلکہ آپؐ کی زندگی زندگی جاوداں ہے۔ پھر آپؐ کی موت پر اشک فشانی کیسی دریں حال کہ موت موت ہی نہ ہو؟

کالنکی اوتار اور حضرت محمدؐ

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے

یہ کتاب سری سورات ویدانت پرکاش سنگ نے ۱۹۶۹ء میں شائع کی تھی۔ اس میں فاضل مصنف نے براہین و شواھد سے ثابت کیا ہے کہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں "آخری اوتار" کی جن خصوصیات کا تذکرہ ہے' وہ صرف حضرت محمدؐ میں پائی جاتی ہیں اور جس کالیکی (کالنکی) اوتار کا انتظار تھا وہ آنحضرتؐ ہی تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"گیتا وید پرانوں کی تحقیق کے مطابق جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے آخری نبی ہیں' اسی طرح ہندوؤں کے آخری اوتار بھی تھے۔"

ہندو مت میں "آخری اوتار" کی جو خصوصیات بتائی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) پرانوں میں آخری اوتار کی سواری گھوڑا بتائی گئی ہے جو تیز رفتار ہوگا' اس گھوڑے کو "دیودت" یعنی دیوتا کا عطیہ قرار دیا گیا ہے۔ (براق النبی)

(۲) وہ آٹھ الٰہی صفات سے آراستہ ہو گا۔

(ا) علم و دانائی (ب) عالی نسبی (ج) نفس پر قابو یافتہ (د) حامل وحی (ذ) طاقتور بہادر (ر) کم سخن (ز) صدقہ خیرات کرنے والا (س) شکرگذار اور احسان مند

(۳) جگت پتی یعنی معلم انسانیت

(۴) آخری اوتار کی سب سے بڑی نشانی یہ ہو گی کہ وہ بدکاری کو مٹائیں گے اچھے لوگوں سے کچھ نہیں کہیں گے۔

(۵) آخری اوتار کے چار مددگار ہوں گے جو ہر طرح اس کی حمایت کریں گے۔ (خلفائے راشدینؓ)

(۶) جنگ میں ان کی مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتریں گے۔ (**ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ** سورہ آل عمران۔ ۱۲۳)

(۷) آخری اوتار کا جسم پرنور ہو گا۔ اس جیسا پرنور کوئی دوسرا اوتار نہیں ہو گا۔ (آپؐ کا روئے مبارک چودھویں رات کے چاند سے زیادہ تاباں و درخشاں تھا' (رواہ انس بن مالکؓ)

(۸) آخری اوتار کے جسم سے خوشبو نکلے گی جو ہوا میں مل کر لوگوں کے دلوں کو نرم کرے گی۔ (میں نے کوئی عطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کی خوشبو سے زیادہ اثر آفرین نہیں پایا۔ (رواہ انس بن مالکؓ)

(۹) آخری اوتار معاشرے کی عظیم اصلاح کریں گے۔

(۱۰) آخری اوتار کی پیدائش شمبھل کے "وشنوئش" (وشنو بھگت) کے یہاں ہو گی اور والدہ کا نام سومتی ہو گا۔ (شمبھل کے معنی ہیں امن کا گھر اور مکہ مکرمہ ہی دارالامن ہے' وشنوئس یا وشنوبھگت کے معنی اللہ کا بندہ یعنی عبداللہ اور سومتی کے معنی امن والی کے ہیں اور یہی معنی "آمنہ" کے ہیں)
پنڈت اپادھیائے کالکی اوتار کی علامات اور سرور کائنات کے خصائل و عادات و حالات میں پوری طرح مناسبت و یکسانیت پاتا ہے اور انہیں ہی ہندوؤں کے کالکی اوتار اور انتم رشی قرار دیتا ہے۔ پنڈت وید پرکاش کے مطابق اس کتاب کو لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ان کے ضمیر کی آواز نے مجبور کیا' کہ سچ کا اظہار کر دیا جائے وہ لکھتے ہیں "میرا کام صرف سچائی کو پہنچا دینا ہے حضرت عیسیٰ نے جن احمدؐ کی پیشگوئی کی تھی اور وید ویاس جی نے جن کالکی اوتار کا تفصیلی ذکر کیا ہے' ان کی گواہی دینا میرا کام ہے' عیسائی مانیں نہ مانیں لیکن ہندو انہیں ضرور مانیں گے" (بحوالہ فکر و نظر' سیرت نمبر ۱۹۹۳ء)

رحم و کرم کا بحر بے کنار

شردھے پرکاش دیوجی

ہندو سیرت نگار "شردھے پرکاش دیوجی" نے ۱۹۰۷ء میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مستقل تصنیف "سوانح عمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام" تالیف کی جو "نو لکشور پرنٹنگ ورکس" سے شائع ہوئی۔ اور اس وقت کے اخبارات و جرائد نے ممتاز مسلمان اہل قلم علماء کے تبصرے اس کتاب کے متعلق شائع کئے اور کتاب مذکور کو اس وقت شہرت و تداول نصیب ہوا۔

مصنف شردھے پرکاش کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں!

حضرت محمدؐ بانی مذہب اسلام جن کی سوانح عمری کا یہ مختصر خاکہ ہے۔ منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کے موافق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں بہت کچھ صداقت کی روشنی کو پھیلایا اور لوگوں کو روحانی و دنیاوی ترقی کا راستہ دکھایا۔
جس طرح ہندوستان کو شاکیہ منی گوتم بدھ اور راجہ رام موہن رائے اور فارس کو زردشت اور چین کو کنفیوشس اور یہودیوں کو حضرت موسیٰ کے وجود پر فخر ہے' ویسے ہی ریگستان عرب کیلئے محمدؐ کا وجود اس کی عزت و عظمت کا باعث ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ کی ذات سے جو فیض دنیا کو پہنچے ان کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو ان کا شکرگزار ہونا چاہئے۔
کون کونسی تکلیفیں جو اس پیغمبر رحمتؐ نے نسل انسانی کیلئے اپنے اوپر برداشت نہیں کیں۔ اور کیا کیا مصیبتیں ان کو اس میں اٹھانی پڑیں؟ عرب جیسے ایک وحشی اور کندہ ناتراش ملک کو خدائی توحید کی تعلیم دینا اور سیدھے راستہ پر لانا ایک ایسے ہی فلسفی مزاج کا کام تھا۔ اور آخر اسی سے انجام ہوا۔ تبدل اور

متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہیں لیکن جو لوگ انصاف پسند اور کشادہ دل ہیں وہ کبھی محمدؐ کی ان بے بہا خدمات کو کہ جو وہ نسل انسانی کی بہبودی کیلئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ پرلے درجے کے تنگدل اور ناحق شناس لوگ ہیں۔

جس طرح دنیا میں اور بزرگ اپنے اپنے جلال اور بزرگی کا مستحکم ستون قائم کر گئے ہیں اسی طرح محمدؐ بھی اپنی فضیلت کا ایک ایسا جھنڈا کھڑا کر گئے کہ جو ہمیشہ کیلئے ان کی یادگار رہے گا۔ یعنی اسلام کا جھنڈا جو ان کی فضیلت کا بڑا عالیشان نشان ہے۔

مصنف شردھے پرکاش کتاب مذکور کے صفحہ ۶۳ پر رقمطراز ہے!

"محمدؐ نے خیرات اور محبت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ہر نیک کام خیرات ہے' انسان کا انسان سے بکشادہ پیشانی پیش آنا بھی خیرات ہے کسی کو نیک کام کی ہدایت کرنا خیرات ہے۔ بھولے کو رستہ بتلانا۔ اندھے کی مدد کرنا۔ راستے میں سے پتھر اور کانٹوں کو اٹھا دینا۔ پیاسے کو پانی پلانا' یہ سب خیرات ہیں۔ ہمدردی نوع انسان انسانوں کی سچی دولت ہے۔"

مصنف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے!

"محمدؐ کی خانہ داری بہت سیدھی سادی تھی۔ چنانچہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم ایک ایک مہینے تک چولھے میں آگ نہیں جلایا کرتے تھے۔ حضرتؐ کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ آپؐ گھر میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیا کرتے تھے' آپؐ ہی آگ سلگاتے تھے اور آپؐ ہی اپنے کپڑے سیتے تھے۔ (کتاب مذکور صفحہ ۶۴ و ۶۵)

"شردھے پرکاش دیوجی" فتح مکہ کے موقعہ پر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر عفو و درگزر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"یہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر شخص کو یہ یقین تھا کہ اب شہر کی خیر نہیں۔ آنحضرتؐ قتل عام کا حکم دیں گے۔ اور جو جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں۔ آج ان کا خوب بدلہ لینگے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے اور جانتے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ بھاگنے لگے تھے۔ کہ آپؐ نے فوراً منادی کرائی۔ کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں ہے۔ آج رحمت اور شفقت کا دن ہے۔ میں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں۔ نہ میں تم سے کسی قسم کا بدلہ لونگا میں تم سے وہ سلوک کرونگا جو یوسف نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دونگا۔"

باوجود ان باتوں کے انصاف بھی آخر کچھ چیز ہے عکرمہ نے بے موجب حملہ کر کے دو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور اس خوشی کے وقت ان دو بے گناہوں کے گھر میں ماتم بپا ہوا۔ اس کا انصاف بھی آخر خدا کی شریعت میں کچھ تھا؟ اس جرم کی سزا میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ یہ خبر سن کر کے سے

بھاگ نکلا۔ اور روپوش صحرا بصحرا خاک چھانتا پھرا۔ اس کے بال بچے لاوارث رہ گئے۔ اس حالت میں عکرمہ کی بیوی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اپنی پریشانی اور مصیبت و سرگردانی رو رو کر بیان کی اور نہایت عاجزی سے عکرمہ کے خون کی معافی مانگی۔ حضرت نے مسلمان مقتولوں کے وارثوں کو خون کی معافی پر رضامند کیا۔ پھر عکرمہ کی بیوی کو اطلاع دی۔ کہ عکرمہ کی جاں بخشی کی گئی۔ تب وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلی۔ اور بڑی مشکلوں سے اسے ڈھونڈ کر واپس شہر میں لائی۔ عکرمہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنی بیوی کو بطور سفارشی ہمراہ لایا۔ اس شخص کا باپ ابوجہل حضرتؐ کا جانی دشمن تھا۔ اور وہ حضرتؐ کا نام و نشان مٹانے کی کوشش میں ہی جان کھو بیٹھا تھا۔ وہی زہریلا خون عکرمہ میں تھا۔ جب تمام قریش بے دل ہو کر بیٹھ رہے۔ اس روز بھی وہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے نہ چوکا۔ ایسے شخص کا راہ حق پر آنا کیسی خوشی کی بات تھی۔ جس وقت عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا۔ آنحضرتؐ ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے اس نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرتؐ اس وقت بخوبی لباس پہنے ہوئے نہیں تھے۔ آپؐ نے یوں ہی چادر کندھوں پر ڈالی اور جلد خوشی میں ان کو اندر بلا لیا۔ عکرمہ کی بیوی چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ساتھ تھی۔ پیچھے پیچھے خود تھا حضرتؐ مارے خوشی کے کھڑے ہو کر اپنی جگہ سے کود پڑے۔ یہاں تک کہ چادر آپؐ کے کندھوں سے کھسک کر نیچے آگئی۔ اور عکرمہ کے ساتھ اس تپاک سے ملے گویا اس نے کبھی کوئی مخالفت نہیں کی تھی۔ اب اس نے نہایت سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت سے حضرتؐ کا جاں نثار خادم بن گیا۔

ہبار بھی آپؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جب آنحضرتؐ کی صاحبزادی زینب مکے سے مدینے آرہی تھیں۔ تو اس شخص نے ان کو پتھر مارے تھے حضرت زینب حمل سے تھیں۔ آپ کو اس حالت میں اس قدر ضربات شدید پہنچیں کہ مدینے میں آکر صدمہ ضربات سے انتقال ہو گیا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ یہ شخص حضرت زینب کے خون کے قصاص میں ضرور قتل کیا جائے گا مگر حضرتؐ نے بڑی دریادلی سے اپنے جگر گوشہ کے قاتل کی جان بخشی۔

وحشی بھی آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آپؐ کے چچا حمزہؓ کا گلا کاٹا تھا۔ حضرت صفیہ کو جو آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ تھا۔ اس موت سے تمام خاندان نبویؐ کو بے انتہا قلق و صدمہ ہوا تھا ہر شخص کو یقین تھا کہ وحشی قصاص حمزہ میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ حضرتؐ کو بھی اس پر بہت غصہ تھا۔ اس نے آتے ہی سب سے اول یہ بات کہی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ یہ سنتا تھا کہ حضرتؐ نے یہ خون بھی معاف فرمایا۔

مسماۃ ہندہ بھی آپؐ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ یہ ابوسفیان کی بیوی تھی جس نے اپنے شوہر کی ڈاڑھی پکڑ کر اسے جوتیوں سے پیٹا تھا کہ یہ مسلمان کیوں ہو گیا۔ جب وحشی نے حمزہؓ کا گلا کاٹا تو اس عورت نے بے دردی کا وہ کام کیا جو شاید ہی کبھی کسی اور نے کیا ہو۔ اس نے حمزہؓ کا پیٹ چیر کے کلیجہ نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبایا۔ اور مردہ لاش کے ناک اور کان کاٹے۔ اہل مکہ کو یقین تھا کہ یہ عورت کسی طرح معاف

نہیں ہو سکے گی۔ وہ خود نہایت شرمندہ اور اپنی نالائقیوں سے پشیمان تھی۔ اس نے شرمندگی کی وجہ سے اپنا منہ نقاب سے چھپا لیا۔ اور بہت سی عورتوں میں مل کر آئی اور چھپ کر پیچھے کھڑی ہو گئی۔ مگر حضرتؐ کو معلوم ہو گیا کہ یہ ہندہ ہے۔ آپؐ نے اسے بھی معاف فرمایا۔ اور کہا کہ ہندہ بہت اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہو گئی پھر اسے تعلیم اسلام سے آگاہ کیا کہ تم کو صرف ایک خدا کی پرستش کرنی ہو گی۔ خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا' جھوٹ نہ بولنا' ہر قسم کی بدکاری و بدکرداری سے باز رہنا۔

غرض یہ نظارہ دیکھنے کے قابل تھا۔ جب کہ محمدؐ صاحب کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اہل مکہ چاروں طرف سے آتے اپنی بے وقوفیوں کا اقرار کرتے۔ اسلام اختیار کرتے اور اپنی نالائقیوں کی معافی چاہتے تھے۔ غرض تھوڑی دیر میں قریش مکہ بغیر کسی قسم کے جبر کے اپنے دل کی خوشی سے بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ جو لوگ صدیوں سے خداوند تعالیٰ سے سرکشی کر رہے تھے۔ ان کے سر خدائے کریم کے آگے نہایت عجز کے ساتھ جھک گئے۔ (سوانح عمری حضرت محمدؐ بانی اسلام ص ۱۱۳ - ۱۱۷)

امین و صادق

پروفیسر جی ایس دارا

"رسول عربیؐ" کے مصنف جی سنگھ دارا (پروفیسر جی ایس دارا) اپنی کتاب میں "امین و صادق" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

اب آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔ جو اس یتیم بچے کی پرورش کرتا۔ ظاہر ہے ماں باپ کے سوا کون کسی کو پالتا ہے۔ لیکن قدرت خداوندی اس معصوم کی پرورش کا انتظام اس طرح کرتی ہے کہ آپؐ کے چچا ابوطالب جو ایک بڑے کنبہ پرور شخص تھے آگے بڑھے اور انہوں نے پرورش اپنے ذمہ لی۔ پالا پوسا اور اپنے ساتھ تجارتی کاروبار میں بھی شریک کر لیا۔ ایام طفولیت سے لے کر قریباً" پچیس برس کی عمر تک چچا بھتیجا دونوں شراکت میں تجارت کا کام کرتے رہے۔ آپؐ نے اپنی صداقت و سچائی اور خوش معاملگی سے کاروبار میں بڑی شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ لوگ آپؐ کو "امین" اور "صادق" کے خطاب سے مخاطب کرنے لگے۔ تجارت و صداقت ہر دو ضدین ہیں' ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی کو ملانا ہے' تجارت وہ پیشہ ہے کہ جس کے اشتیاق کی انگی کو اگر حسد و حرص کے بھوت ساتھ ساتھ دھوکنے نہ جائیں' تو بیچ بیوپار کا گرم بازار آنا" فانا" ٹھنڈا ہو جائے۔ خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیوں نہ رکھے' جب تک اسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اسے فریب کے شیشے میں نہ اتارے۔ بھلا کوئی گاہک کیونکر پھنسے' جس جگ میں محبت کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسہ ہو گیا ہو وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کس طرح ہو گی جس جگ میں حرص و ہوس کا اس قدر زور ہو اور محبت کا عالمگیر قحط وہاں مکر و فریب سے دور بھاگنا۔ راستی پر

چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور "صادق و امین" کہلانا یہ کس کا کام ہے!

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے میں، جہاں نہ عقل کی روشنی نہ تمیز کا اجالا جسے دیکھو اندر باہر سے کالا جہاں لوگ ہر برے فن میں ماہر ہوں اور ہر سیاہ ہنر میں طاق، وہاں راستی برتنا اپنا ہی منہ کالا کرنا ہے، ایسے بدکرداروں میں نیکوکار ہو کر رہنا یہ کس کا کام ہے!

پھر سچ بولنا کس عمر میں، جب سن ہو چوبیس پچیس، عین جوانی اور اندھی مستانی، اس وقت جوانی کی امنگیں اور شباب کے ولولے اپنی دھن میں بشر کو ایسا اندھا اور بے لگام بنا دیتے ہیں کہ وہ دائیں بائیں نگاہ تک نہیں کرتا کہ کہاں ہے راہ راست اور کدھر ہے کجروی۔ اسے خبط ہوتا ہے تو بس اک اپنا خیال ہے کہ جس طرح بھی ہو، خبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھاؤ، جوانی ایک بری بلا ہے۔ جوانی کے ندی نالے جب طغیانی پر آجائیں تو بڑے بڑے گنی پنڈتوں اور دھرم وان کیشروں کو ان کے سبھی گیان گوشت سمیت آگے بہا لے جائیں جوانی کے اس عالم میں صادق القول کہلانا بشر کے مقدور سے باہر ہے اور انسان کی طاقت سے بعید مگر یہاں حقیقت ہی کچھ اور ہے۔

آؤ لوگو۔ دیکھو یہ طلسم حق ہے۔ اے آنکھوں والو۔ دیکھو "تربیت کے سلسلہ کو درہم برہم نہ کرو اور نر نکار کے نور کو اجسام خاک میں نہ ملاؤ"۔ آؤ لوگو۔ اس "امین" کو دیکھو۔ یہ امن روپ ہے۔ یہ سندر سروپ ہے۔ اے کانوں والو۔ آؤ۔ اس "صادق" کو سنو۔ یہ قرآن ہے۔ یہ صداقت کا پیغام ہے۔ (رسول عربی، ۳۲، ۳۳)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ و آلہٖ

باب ہفتم
انوارِ سیرت ﷺ
(ہندو اور سکھ دانشوروں کے سیرت النبیؐ پر خطبات و مقالات)

باب ہفتم

انوارِ سیرت

(ہندو اور سکھ دانشوروں کے سیرت النبیؐ پر خطبات و مقالات)

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں　　ہاں صاحب الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں تیرے مدح سرا　　رہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں
(ستیہ پال)

پیغمبر اسلامؐ

چودھری چھوٹو رام (سابق وزیر ترقیات حکومت ہند)

ایک مرتبہ دوران سفر میں مجھے ایک مسلمان دوست کے ساتھ دعا کے موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع حاصل ہوا تھا دعا سے انسان کی روح کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اس بحث میں ہمارے پیش نظر دعا کا عیسائی طریق تھا۔ عیسائیت میں دعا کا مفہوم رزق کی کشائش سے لیا جاتا ہے۔ عیسائیت کے بعد مذہب اسلام اور ہندوؤں کے مذہب کے دعا کے طریقوں پر بحث آگئی' ہمارے دوستانہ تعلقات گہرے تھے اس لئے ناگواری کے بغیر ہم آزادی کے ساتھ مذہب اسلام اور ہندو مذہب کے معاشرتی پہلوؤں پر بحث کرتے رہے کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہو سکتی تھی۔ بعد میں مسئلہ کی نوعیت نے سنجیدگی پیدا کر دی۔ میرے دوست کا دعویٰ تھا کہ اسلام کی تعلیم سادگی اور پاکیزگی کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ میرا ہندوؤں کے متعلق بھی اسی قسم کا خیال تھا۔

قرآن مجید کی پر اثر دعائیں!

ابھی ہم بحث کے اس حصہ ہی پر تھے کہ میرے دوست نے عربی میں قرآن شریف کی ایک دعا تلاوت کی اور اس کا اردو ترجمہ مجھے سنایا۔ میرے دل پر اس دعا کا بہت اثر ہوا۔ اور میری زبان سے بے ساختہ اس کی

تعریف نکلنے لگی۔ میرے دوست نے مجھے یقین دلایا کہ قرآن پاک میں اس قسم کی دعائیں اکثر مذکور ہیں۔ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اور معبود کے تعلق کو اپنی بلند اور اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ نہایت اچھے طریقے پر واضح کردیا ہے۔ میں نے سفر سے واپسی پر لاہور پہنچ کر قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی ایک جلد حاصل کی۔ تاکہ میں قرآن شریف کے تمام مطالب پر آگاہی حاصل کرسکوں۔

گزشتہ سال "عید میلاد النبیؐ" کی تقریب سعید پر مجھے پیغمبر اسلامؐ کی سوانح حیات اور اُسوۂ حسنہ کے متعلق کچھ حالات قلمبند کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ عدیم الفرصتی کی وجہ سے میں اس کی تعمیل سے قاصر رہا۔ عید میلاد کا مقدس دن پھر قریب آرہا ہے اس لئے اس مرتبہ بھی دعوت کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ دوسرے مشاغل سے فرصت حاصل کرنا میرے لئے امر محال ہے اور وقت ملنا آسان نہیں ہے اور اس موضوع پر مکمل طور پر کچھ لکھنے کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ تاہم میں نے بخوشی منظور کرلیا ہے کہ یہ مضمون سپرد قلم کروں۔

معذرت

اس خدمت کے انجام دینے کے لئے مجھ سے بہتر اشخاص ہوسکتے ہیں جنہوں نے اسلام کا زیادہ غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ میں دنیا کے تمام مذاہب کے رہنماؤں اور بانیوں کا احترام ملحوظ رکھنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ بے حد ضروری ہے اور مناسب طریق کار یہی ہوسکتا ہے۔ میں جانتا ہوں میرا اسلوب بیان پیغمبرؐ اسلام کے حالات قلمبند کرنے میں ایسا نہیں ہوسکتا جیسا کہ ہونا چاہئے اس لئے قائین کرام سے گزارش ہے کہ میری معذرت کے پیش نظر چشم پوشی سے کام لیں۔ پیغمبرؐ اسلام کا احترام و تقدس میرا ایمان ہے۔

بھگوت گیتا اور اوتار

بھگوت گیتا میں ہے کہ:

(۱) "جب صحیح مذہبی تعلیم اور دینی شعور لوگوں میں مفقود ہوجاتا ہے اور گمراہی کی تاریکیاں ہر طرف چھاتی ہیں پھر ہم حق و صداقت اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے انسان کی شکل میں ظہور کرتے ہیں۔" دوسری جگہ ہے

(۲) ہم حق کی مظلومی کی امداد کے لئے گمراہیوں اور ظلم و طغیان کی سرزنش کے لئے دنیا میں اوتار کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔"

ہندو مذہب میں دو گروہ ہوگئے ہیں۔ ایک گروہ پرماتما کے اوتار کے عقیدے کو مانتا ہے' دوسرا اس کا قائل نہیں۔ یہ دونوں طبقے بھگوت گیتا کے مندرجہ بالا بیان کو مختلف طریقوں پر تسلیم کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ

میں نے قدامت پرست ہندوؤں کے نقطہ نظر کے مطابق کیا ہے۔ میرے موجودہ بیان سے اس معاملہ کا تعلق بہت کم ہے۔ تاہم بھگوت گیتا کے جس اشلوک کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی کسی ملک میں خدا سے نافرمانی کرنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور شر اور فساد کا دور دورہ ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ اپنے گمراہ بندوں کو ضلالت اور گمراہی کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے اپنے کسی برگزیدہ انسان کو فوق العادت طاقتوں کے ساتھ پیغمبر بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے اس کے ذریعہ انسانیت کو نیکی' راستی' سچائی اور ایمان کے نور سے منور کر دیتا ہے۔

روحانی انقلاب

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں بت پرستی عام ہو رہی تھی۔ لا مذہبیت کا دور دورہ تھا۔ کفر و الحاد ترقی پر تھے۔ شر و فساد' غلامی اور بداخلاقی کا بازار گرم تھا۔ سارے ملک میں اخلاق تباہ ہو چکے تھے۔ حضورؐ کی پیدائش قریش کے قبیلہ میں ہوئی تھی۔ قریش عرب کے سردار تھے' خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت نصب تھے' قریش ان بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ انہوں نے پیغمبر اسلام کی شدید مخالفت کی اور آپؐ کو عرب میں علم و حکمت کی اشاعت میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کسی معجزنما اور اقلیم روحانیات کے رستم سے زیادہ دلیر و شجاع انسان کی ضرورت تھی جو کفر و ضلالت کے بادلوں سے عرب کو پاک کرتا۔ پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود تمام مخالفتوں اور دشواریوں کے حیرت انگیز استقلال اور کامیابی سے اس خدا کے فرمان کی تعمیل و تکمیل کی اور اسلام کو سارے ملک میں پھیلا دیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ جس سے دنیا کا کوئی صاحب بصیرت انسان انکار نہیں کر سکتا۔

خدا کی مدد کے بغیر دنیا کا بڑے سے بڑا انسان کچھ نہیں کر سکتا اور کوئی حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ پیغمبر اسلام کی بعثت کا مقصد جہاں شرافت اور عفت سے معمور تھا وہیں جانکاہ مصائب اور نزاکت کے اعتبار سے بے حد مشکل تھا۔ آپؐ کو ایسے لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچانا تھا جو نیکی اور ایمان کے راستے سے بھٹکے ہوئے اور ضلالت و گمراہی میں مبتلا تھے۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ رشد و ہدایت کا جو پیغام لائے وہ عالمگیر پیغام تھا' ایک ایسا پیغام جو کہ ایک ملک کے ساتھ وابستہ نہیں تھا بلکہ حضورؐ کا پیغام رحمت کرہ ارضی کے تمام ممالک' تمام اقوام و ملل اور تمام نوع انسانی کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ آپ نے جس وقت اس عالمگیر پیغام کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز کیا تو دنیا کی کوئی ایسی مصیبت نہ تھی جو آپؐ کی قوم نے آپؐ کے لئے پیدا نہ کی ایسی ایسی صبر آزما مشکلات کا سامنا آپؐ کو کرنا پڑا کہ کوئی انسان ان کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے اگرچہ ایک انسان ہونے سے زیادہ کبھی ادعا نہیں کیا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ایک انسان کامل تھے جنہیں مشیت ایزدی ہزاروں سالوں کے انتظار کے بعد نوع انسانی کو فسق و فجور' ظلم و معصیت اور بے دینی سے نجات دینے کے لئے پیدا کرتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خلق عظیم

پرماتما نے آپؐ کی ذات اقدس میں عدیم المثال اور فوق العادت صفات حسنہ ودیعت کی تھیں۔ میں اس مختصر تقریر سیرتؐ میں تفصیل اور وضاحت سے آپؐ کے انسانی کمالات کا تذکرہ کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن آپؐ کے خلق عظیم اور آپؐ کی حیرت انگیز شخصیت کے متعلق چند اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حلم و انکسار' شرافت و نجابت اور لطف و مروت کے پیکر تھے۔ آپ صرف نسل انسانی کے ہی ہادی نہیں تھے بلکہ انسانیت کے جلیل القدر قائد تھے۔ آپؐ صرف ایک عظیم المرتبت پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ جلیل الشان حکمران بھی تھے لیکن آپؐ کے اخلاق میں رحمت و رافت اور متانت و وقار ایک ایسی جاذبیت تھی' جو آپؐ کے تمام اعمال حیات پر حاوی تھی' آپؐ گلی میں سے گزرتے تو چھوٹے چھوٹے بچے آپؐ سے چمٹ جاتے۔ آپؐ انہیں پیار کرتے اور اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے اپنے گھر کے تمام کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتے' جھاڑو خود دیتے' جوتا تک اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے۔ بوڑھی اور معذور عورتوں کے لئے کنوئیں سے پانی بھر لاتے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور غریب سے غریب کی امداد فرماتے' ان کے رنج و غم میں شریک ہوتے۔ بعض اوقات اپنی شخصیت کے اظہار کے بغیر لوگوں کی امداد کرتے' تاکہ کوئی پس و پیش نہ کرے' جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ ابوسفیان عرب کے تمام مخالف قبائل کا لشکر لیکر حملہ کے لئے آرہا ہے' اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا کہ مدینہ کے گرد گہری خندق تیار کی جائے تو اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادنیٰ مزدوروں میں شامل ہو کر مٹی کھودتے نظر آتے ہیں۔

ایفائے عہد

شخصی اور قبیلی معاہدات میں آپؐ کے اخلاق مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ سے فرار ہو کر مدینہ میں مسلمانوں کے پاس پناہ لے تو اسے واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس عہدنامہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہونے پائی تھی کہ ابوجندل دوڑتا ہانپتا' تمام جسم ضربات سے چور' خون سے شرابور' پابجولاں آپؐ کے حضور میں پہنچا۔ ابو جندل مکہ میں اسلام لاچکا تھا۔ کفار قریش کے ہاتھوں اس پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ وہ کسی طرح بھاگ کر اور جان بچا کر یہاں پہنچ گیا۔ اس نے حضورؐ کے سامنے اپنے دردناک حالات بیان کئے۔ اس کا باپ سہیل قریش کے سفارتی وفد کا رئیس تھا۔ ابوجندلؓ نے التجا کی کہ مجھے قریش کے مظالم سے نجات دلائی جائے۔ اب حضورؐ کے سامنے اسلام کی آغوش میں آنے والی ایک بے قرار روح تھی۔ اور دوسری طرف ایفائے عہد کا سوال۔ تمام مسلمان ابوجندلؓ کی

مصیبت پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ تو اس معاہدہ کی شرائط پر بھی احتجاج کر رہے تھے۔ لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ معاہدہ کا ہر حال میں احترام کیا جائے گا۔ آہ! کتنی بڑی اخلاقی عظمت ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات کے مطالعہ سے آج بیسویں صدی کی مہذب دنیا میں جمعیتہ الاقوام کے ان ارکان کو یقیناً" شرم محسوس کرنی چاہئے۔ جو بین الاقوامی معاہدات کا احترام نہیں کرتے۔

سادگی اور قناعت

آپؐ نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے اور جس وقت تمام عرب آپؐ کے قدموں پر تھا۔ اس وقت بھی آپؐ کی زندگی کے معمولات میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ یہ سادگی اور قناعت صرف آپؐ کی ذات گرامی تک محدود نہ تھی بلکہ آپؐ نے اپنے تمام اعزا و اقارب کے لئے بسر اوقات کا یہی معیار سختی سے قائم رکھا۔ آپؐ کی لخت جگر حضرت فاطمہؓ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں۔ ایک روز وہ اپنے شفیق باپؐ کے پاس آئیں اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ "مجھے ایک خادمہ (لونڈی) کی ضرورت ہے' جو مجھے گھر کے کام میں مدد دے سکے۔" حضورؐ نے خادمہ کی بجائے انہیں ایک پر اثر وعظ تلقین فرمایا۔ اسی طرح آپؐ کی ازواج مطہرات نے زندگی کی آسائشوں اور دیگر زیب و زینت کی اشیاء کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے انہیں جو جواب دیا وہ قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آسائشوں اور زیب و زینت کو پسند کرتی ہو تو آؤ میں تم کو تمہارے حقوق ادا کر کے احسن طریق پر رخصت کروں۔"

اخوت اور مساوات

اسلام کی روح اخوت اور مساوات ہے' دیگر مذاہب بھی اخوت اور مساوات کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن عملی زندگی میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے' جو اخوت اور مساوات کو حقیقی اور عملی بنیادوں پر قائم کرتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے رنگ' نسل' نسب اور قومیت کے تمام امتیازات کو سختی سے مٹا دیا اور اسلام کی بنیاد ہی اخوت اور مساوات پر قائم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اخوت اور مساوات کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پیغمبر اسلامؐ کے سفیر حارثؓ کو شام کے بادشاہ نے قتل کر دیا' اس کی سرکوبی کیلئے آپؐ نے جو لشکر روانہ کیا اس کا سپہ سالار زیدؓ کو مقرر کیا' جو ایک آزاد شدہ غلام تھے۔ اسلامی فوج میں شرافت نسبی کے اعتبار سے جلیل القدر افراد موجود تھے۔ جو ہر لحاظ سے فوج کی کمان سنبھال سکتے تھے۔ اس تقرر کے متعلق کچھ سرگوشیاں بھی ہوئیں' لیکن آپؐ نے کچھ پرواہ نہ کی اور ایک غلام کو اسلامی فوج کا سردار مقرر کر دیا یہ تھی مساوات کی حقیقی شان۔

حضورؐ نے مساوات کو جس قدر زبردست اہمیت دی ہے اس کا اندازہ آپؐ کے اس خطبہ سے کیا جا سکتا

ہے جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اہل قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آپؐ کے الفاظ کس قدر دلآویز ہیں۔

"اے اہل قریش! عہد جاہلیت کا فخر و غرور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا' اور اب وہ کبھی واپس نہیں آسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی' تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اللہ کی نظر میں صرف وہی لوگ عزت' شرافت اور فضیلت کے مستحق ہیں جن کے اعمال حیات پاکیزہ اور برائی سے محفوظ ہیں۔" انا جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

حلم و عفو

پیغمبر اسلامؐ اپنے دشمنوں تک سے فیاضی' عفو اور احسان کا حیرت انگیز سلوک فرماتے تھے۔ آپؐ اپنے دشمنوں کے احساسات اور جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اور دشمن سے تعلقات کی کشیدگی کے موقع پر بھی اس کے مال اور جائداد کا احترام رکھتے تھے۔ فتح مکہ پر آپؐ کے بیمثل اخلاق کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ وہی قریش جنہوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر سالہا سال بے پناہ مظالم توڑے' جب فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کے سامنے اسیر ہو کر پیش ہوئے تو آپؐ نے انہیں ارشاد فرمایا۔

"میں تم سب کو معاف کرتا ہوں جاؤ تم سب آزاد ہو۔" لا تثریب علیکم الیوم

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے مسودہ میں مکہ والوں نے آپؐ کے نام کے ساتھ "رسول اللہ" کے الفاظ پر اعتراض کیا' حضرت علیؓ جنہوں نے معاہدہ مرتب کیا تھا' انہوں نے یہ الفاظ محو کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے یہ لفظ حذف کر دیے۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ اور ایک یہودی میں تکرار شروع ہو گئی یہودی حضرت موسیٰؑ کو حضور سرور کائنات پر فضیلت دیتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے طیش میں آکر یہودی کو مارا یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لیکر آیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس چیز سے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ۔

"میری فضیلت کے لئے دوسروں سے مت لڑو۔"

ایک دفعہ آپؐ کی فوج کے سپاہیوں نے دشمن کے گلہ میں سے کچھ بکریاں پکڑ لیں۔ حضورؐ کو معلوم ہوا۔ تو آپؐ نے ان تمام برتنوں کو الٹ دیا۔ جن میں ان بکریوں کا گوشت پکایا جا رہا تھا۔

بے مثال رواداری

پیغمبر اسلام کی رواداری اور مروت تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی اور مورتی پوجا کی اشد شدید مذمت کی ہے۔ اور اسے بدترین لعنت قرار دیا ہے لیکن اس تمام نفرت کے باوجود ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپؐ نے بت پرستوں کے دل دکھانے کیلئے بتوں کو برے الفاظ سے پکارا ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ "دوسروں کے بتوں کو برا بھلا مت کہو۔ کیونکہ اس طرح بتوں کی پوجا

کرنے والے اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں گے۔"

شجاعت

پیغمبر اسلام اپنی زندگی میں بے شمار خونریز معرکوں میں شامل ہوئے۔ فوجوں کی کمان سنبھالی اور ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح مردانہ وار میدان کارزار کی اولین صفوں میں رہ کر داد شجاعت دی۔ جنگ احد میں آپ شدید طور پر مجروح ہو گئے۔ لیکن آپؐ نے ہمت نہ ہاری۔ جنگ احد کا معرکہ طول پکڑ گیا لیکن آپؐ نے حیرت انگیز استقلال سے اس شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔

درود و سلام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختصر واقعات اور حضورؐ کے اخلاق حسنہ کے متعلق ان اجمالی اشارات کے مطالعہ سے آپؐ پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ اسلام کے مقدس رسولؐ کی شخصیت اور آپؐ کے اخلاق کی عظمت و جلالت کا کس قدر بلند مقام تھا۔ اس کی کامیاب اشاعت کا سبب کوئی مادی طاقت ہرگز نہ تھی۔ بلکہ اسلام کی فتح کا راز حضورؐ کا خلق عظیم ہے آپؐ کے قلب مبارک میں یقین و ایمان کی ایک لازوال دولت تھی اور یہی وہ گنج گراں مایہ تھا۔ جسے آپؐ نے اپنے حلقہ بگوشوں میں تقسیم کیا۔ مکہ معظمہ میں وہ عورتیں اور مرد جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے آقاؤں کے رحم و کرم پر تھے جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو باوجود اس امر کے کہ ان پر نہایت وحشیانہ ظلم توڑے گئے۔ جن کے تصور ہی سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انہیں صحرائے عرب کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر گھسیٹا جاتا۔ بعض کے سینوں کو لوہے کی سلاخوں کو آگ میں سرخ کر کے داغا جاتا۔ ان میں سے اکثر نے شہادت کی موت کو ترجیح دی لیکن وہ اپنے سچے دین کو ترک کرنے پر آمادہ نہ کئے جا سکے۔ سید الشہداء حضرت امام حسینؓ اور آپؐ کے اعزہ و اقارب کی عدیم المثال شہادت اور بے نظیر قربانیاں تاریخ کا ایک زریں باب ہے ایک ایسی فوق العادت شخصیت اور ایک ایسا پیغمبر جو اقلیم روحانیات میں اتنا زبردست انقلاب پیدا کر دے اور لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے دلوں کو ایمان اور یقین کے نور سے معمور کر دے۔ یقیناً" کرہ ارضی کی تمام اقوام و ملل کے احترام اور عقیدت کا مستحق ہے۔ **صلوا علیہ وآلہ**

(مندرجہ بالا مقالہ "پیغمبر اسلام" چودھری چھوٹو رام کی سیرت طیبہ پر کی گئی تقریر ہے جس کا اہتمام تنظیم مساجد لاہور کے زیر اہتمام کیا گیا اور بعد میں اس تقریر کو دفتر اشاعت سیرت مصری شاہ لاہور نے "پیغمبر اسلام" کے عنوان سے شائع کیا)

رانا بھگوان داس بھگوان

"خلق" حیات انسانی کی اعلیٰ قدروں کا مرقع ہے۔ خلق کا مفہوم اپنی معنویت جامعیت اور افادیت میں بحر بے کنار ہے۔ تاریخ اخلاقیات کے صفحات شاہد ہیں کہ تہذیب کی منزل اولین سے ہی بنی نوع انسان نے اپنی معاشرتی زندگی میں اخلاقی قدروں کا تعین کیا۔ دانش و ادراک انسانیہ کے دوسرے عہد میں علمبردار صداقت سقراط کے صاحب ادراک عزیز شاگرد ارسطو کی اخلاقی تعلیمات کو شہرت تامہ حاصل ہوئی۔ روح اللہ کی تعلیمات کرشنا' گوتم کے اصول اہنسا اور زرتشت کے ہدایات عمرانیہ بھی اخلاقیات کے اعلیٰ درس تصور کئے گئے۔ بعثت نبوی سے قبل کے ہادیان مذاہب و معلمین فلسفہ کو بھی مقننین و مبلغین خلق قرار دیا گیا ہے۔

پیکر خاکی کی معاشرتی زندگی کے صحیفہ کا ورق کہنہ اس حقیقت کو پیش کرتا ہے کہ خلاق اکبری نے نوع انسان میں مدنیت کے ساتھ ہی جذبہ خلق کو بھی ودیعت فرمایا محبت و مقتضیات محبت' رابطہ باہمی' احتیاجات کا دباؤ' تکمیل تمنا کی آرزومندی کے جبلی تقاضے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ فطرت نے پیار و محبت کے بحر بے کنار ہی میں خلق کے لولوئے لالہ کی تخلیق فرمائی ہے۔ بلاشک احتیاجات کے بڑھتے ہوئے تقاضوں اور شقاوت ابلیسیہ کی فسوں کاریوں کے تحت پیدا ہونے والی ستم ناکیوں پر پابندی عائد کر کے خلق و محبت کی جلوہ آرائی کی خاطر دانشوران وقت نے اخلاقیات کے آئین و ضوابط مدون کئے اور لاریب کہ ذہن ہندی' ادراک یونانی' فراست رومی اور دانش ایرانی نے دنیائے خلق کی آرائش کا بہت کچھ نظریاتی ساز و سامان کیا تھا۔

برہمنیت کے سیلاب نے نقش گوتم مٹا ڈالا

لیکن صحیح نمونہ عمل کے فقدان کے باعث نظریات نظریات ہی رہے اور ہند میں برہمنیت کے سیلاب نے نقش گوتم کو مٹا ڈالا۔ روح القدس کی تعلیمات پاپائیت اور استبداد کی دارو گیر میں گھر کر صرف کتاب مقدس کی ہی زینت بن کر رہ گئیں۔ افلاطون' ارسطو کی تعلیمات تعلیم و تعلم کی حد سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ تعلیمات زرتشت کا چراغ بہت قلیل مدت میں خاموش ہو گیا جزیرہ نمائے عرب کے بسنے والے خلیل اللہ کی تعلیمات کو بھی لوگ بھلا بیٹھے۔ وادی سینا یہود کی آماجگاہ بن گئی اور کلیم اللہ کے ارشادات ثواب اور صرف ثواب کی

باتیں ہو کر رہ گئے۔ کنفیوشس کا ٹمٹماتا دیا بھی باد صرصر کے ایک ہی جھونکے سے بجھ گیا تھا۔

الغرض اخلاقیات کے یہ سارے نظریات اپنا کوئی نقش چھوڑے بغیر اپنے صاحب نظر مفکرین کے ساتھ ہی دنیا سے ختم ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضور خاتم النبیین' پیکر خلق و محبت محمد رسول اللہ کی ولادت باسعادت سے پہلے اس ردائے نیلگوں کے نیچے کہیں بھی کوئی نقش اخلاق باقی نہیں رہا۔ فلک پیر دیکھ رہا تھا کہ دنیا فسق و فجور' درندگی' بہیمیت بے عملی و بدعملی اور معصیت کا گڑھ بن چکی تھی۔ موجودات عالم بارگاہ کبریا میں فریاد کناں تھے۔

"مولیٰ! کرم فرما' یا ارحم الراحمین! شان رحیمی کا جلوہ دکھلا۔ رب العزت! کائنات پر رحمتوں کا باران کرم فرما اور کسی کامل و مکمل' فیض گستر شخصیت کو مبعوث فرما۔ جو موجودات عالم کے دکھ کا مداوا کرے۔ تیری کائنات کی تطہیر کرے اور دنیائے ارضی کو سنوارے۔ تیری رحمتوں کو اجاگر کرے۔"

آخر خلاق اکبر کے دریائے رحمت کو جوش آیا اور حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ کی شان کبریائی نے اپنے جلوؤں کو بے نقاب فرما دیا۔ رب کائنات کی شان کریمی کے فیضان کے باعث جناب عبدالمطلب کے گھرانہ میں حبیب خدا کی ولادت باسعادت ہوئی۔ طغیان و عدوان کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھٹنے لگا اور ضیائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابانی نے کائنات ارض و سما کے ذرہ ذرہ کو نورانی بنا دیا اور انوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوتوں میں نور کبریا کی جھلکیاں نمایاں ہونے لگیں۔ خاتم النبیین کی تعلیمات عالیہ کے باعث خالق اکبر کا یہ کائناتی نظام صالح بن گیا۔ بنی نوع انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو سنوارا گیا' عبادات سے قطع نظر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے زندگی کے ہر شعبہ کو نکھارا اور منزل رفعت پر پہنچا دیا۔ ہماری سماجی و عمرانی زندگی میں خوش خلقی کی صفت کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ شیریں کلامی اور رحمت و شفقت اہم اجزاء خلق ہیں۔ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے شیریں کلامی اور رحمت و شفقت کی ہدایت فرمائی ہے اور خالق کردار نے صاحب ایمان انہی کو قرار دیا ہے جو غیظ و غضب پر قابو پالیتے ہیں' عفو و رحم سے کام لیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں' چنانچہ ارشاد ربانی ہے "**والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین**" اور محبوب رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے۔ "شہ زور اور طاقتور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے غصہ کو دبا دے۔" (مفہوم) ایک اور مقام پر ارشاد مصطفویؐ ہے "کسی کے عیب کی تلاش مت کرو" (مفہوم) مزید ارشاد ہوا اور "تم میں سے کوئی غیبت نہ کرے" (مفہوم) کتب احادیث' ابوداؤد (ترمذی) میں حضرت خواجہ کون و مکان کا یہ حکم مندرج ہے "قیامت کے دن مومن کے اعمال کی ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بدگو اور بدزبان شخص کو بہت برا سمجھتا ہے" (مفہوم) اللہ اللہ! ہادی انسانیت کا یہ کتنا فقید المثال حکم ہے کہ خلق و محبت کو نیکیوں میں سب سے ارفع قرار دیا ہے ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ نے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "اے حبشی کے لڑکے" سرور کائناتؐ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔ "ابوذر! سفید آدمی کو سیاہ آدمی پر کوئی فضیلت

نہیں ہے۔" (مفہوم)

انبیاء کرام کی بعثت کے فلسفہ پر غور کرنے سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ انبیاء کرام کی بعثت کا منشاء فلاح و بہبود اولاد آدم ہے۔ سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ کی سیرت مقدسہ کو خلاق اکبر نے بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنا کر پیش فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں رب العزت فرماتے ہیں۔

رسول خدا کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے

حق تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا دنیا میں دنیا والوں کے اخلاق کی درستگی اور روحانی پاکیزگی کے لئے بطور نمونہ بھیجے گئے تھے اور حیات طیبہ کی روشنی میں جناب سرور کائنات کو ایک مکمل نمونہ اخلاق تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ پیشوایان مذاہب' قائدین ملل اور مرسلین ادیان میں سید انبیاء کی ذات گرامی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ جو کچھ بھی آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس پر بنفس نفیس عمل بھی فرمایا ہے۔

حضورؐ میں تمام انبیاء کی صفات حسنہ بدرجہ کمال موجود تھیں

حضور انورؐ کی ذات اقدس میں تمام مشاہیر عالم اور انبیاء کرام کی صفات حسنہ بدرجہ کمال موجود تھیں۔ حضرت ابراہیم کا استقلال' حضرت موسیٰ کی جوانمردی' حضرت ہارونؑ کی نرمی' حضرت ایوبؑ کا صبر' حضرت یعقوبؑ کی محبت پدری' حضرت داؤدؑ کی سپہ سالاری' حضرت سلیمانؑ کا دبدبہ و عدل' حضرت یحییٰؑ کی سادگی' حضرت مسیح کی فروتنی اور جمیع مرسلین عالم کے رفعت تاب جلوے ذات والا گوہر میں پنہاں تھے۔

"انک لعلی خلق عظیم"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی ہے **انک لعلی خلق عظیم**

سبحان اللہ! رب کائنات شہادت دے رہا ہے۔ "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تم اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہو۔"

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صحائف آسمانی میں کلام مجید اکمل ترین دستور الٰہی ہے۔ خدا کے اس پیام آخریں کے حقائق و بصائر پر نگاہ رکھتے ہوئے اسوہ جناب سرور عالم کے مطالعہ کی سعادت حاصل کرنے والے پر یہ صداقت نمایاں ہوتی ہے کہ خواجہ کون و مکان کے اخلاق و عادات قرآن پاک کی عملی تصویر ہیں۔

"کان خلقه القرآن"

حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ حضورؐ خادم کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔ خادم کے کام میں مدد دیتے تھے۔ سلام میں اعلیٰ و ادنیٰ سب پر سبقت لے جاتے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک جنہیں دس سال

خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہے حضورؐ کے اخلاق حسنہ کے تعلق سے نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں نے دس سال جناب سرور کائناتؐ کی خدمت کی ہے۔ سفر اور حضر میں جس قدر میں نے سید عالمؐ کا کام کیا ہے۔ آپؐ نے اس سے زیادہ میرا کام کیا ہے۔ ایک مقام پر حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ میں دس برس خدمت اقدس میں رہا ہوں لیکن سید المرسلین نے کبھی نہ تو سخت لفظ فرمایا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ کس قدر فقید المثال شفقت' کیسا بے نظیر تحمل و احسان اور رفیع الشان خلق ہے۔ کہ دس سال میں خدمت گذار کے لئے سخت لفظ یا سخت استفسار روانہ رکھا گیا۔ اللہ اللہ! کرہ ارض کے سارے آقا' آقائے یثرب پر قربان کہ جس نے خواجگی میں بھی خود اپنے ہی خادم کی خدمت فرمائی۔

وہ مقدس آقا جس نے اپنے خادم کی خدمت خود ہی فرمائی ہے۔

تمثیل گاہ ارض پر دنیا نے ایسے بہت سے رہنما و قائد تو دیکھے ہیں۔ جن کا نطق انسانیت نوازیوں اور خلق عالیہ کے بلند بانگ دعووں میں نغمہ سنج رہا ہے۔ لیکن ان کی اپنی نجی زندگانی کبھی ان کے دعویٰ کی صحیح ترجمان نہ بن سکی۔ آج کی متمدن' مہذب اور انسانیت نواز دنیا کے مشاہیر کی زندگانیاں بھی ان کے اپنے دعووں کی عکاسی نہیں کرتیں۔ اسٹیج پر شرافت' نجابت' تحمل و انصاف اور اخلاق فاضلہ کے افادات و برکات میں رطب اللسان رہنے والوں کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رحمت و کرم گستری کا لبادہ اوڑھنے والے خود اپنے خادمین و ملازمین کے ساتھ مشفقانہ و کریمانہ سلوک نہیں کرتے۔ دور حاضر میں ارباب اقتدار' قائدین کے دعویٰ تحمل و انصاف اور قول و فعل کی متضاد کیفیات عجیب و غریب ہیں۔

ہیں کواکب کچھ' نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

حقیقت یہ ہے کہ گردش لیل و نہار کے درمیان' پیر فلک نے ایک ہی اسوہ ایک ہی جلوہ' ایک ہی مقدس زندگی کی تابانی دیکھی اور وہ محمد عربیؐ کی حیات طیبہ ہے۔ کس شان کا تحمل' کیسا مہتم بالشان درس! سبحان اللہ

بدوی نے ساقی کوثرؐ کی چادر گھسیٹی اور گستاخی کی

زید بن منذر نے وعدہ سے تین دن قبل ہی اپنے قرض کا شدت سے مطالبہ کیا۔ اس کی تندخوئی اور غلطی گفتار پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے۔ لیکن رحمت عالمؐ نے کمال رحمت و شفقت اور حلم و تحمل سے کام لیتے ہوئے حضرت عمرؓ کو ان کی برہمی پر نصیحت فرمائی اللہ اللہ! خلق کریمانہ کا کیسا عدیم النظیر نظارہ ہے۔ ساقی کوثر سخاوت فرما رہے ہیں۔ ایک بدوی آکر چادر گھسیٹتا ہے اور گستاخانہ انداز سے خیرات طلب کرتا ہے۔ لیکن اس گستاخی کے جواب میں خلق محمدیؐ کے قربان جایئے کہ حبیب خدا نے اس گستاخ کے اونٹ مال سے

لدوا دیے۔ اللہ کے برگزیدہ رسولؐ نے اخلاق حسنہ اور محبت عامہ کے ساتھ آداب مجلس کی بھی ذیشان مثال قائم فرمائی ہے۔

حضورؐ کبھی مجلس میں پیر پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے

آپؐ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے' مصافحہ کے لئے پہلے آپؐ ہاتھ بڑھاتے تھے۔ آپؐ کبھی کسی کی بات قطع نہ فرماتے تھے اگر نفل نماز میں ہوتے اور کوئی آجاتا تو نماز کو مختصر فرما دیتے تھے۔

سادگی' محبت اور مساوات انسانی کی اعلیٰ مثال

رسول اکرمؐ نے سادگی و محبت اور مساوات انسانی کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائی ہیں ایک دفعہ دربار اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور ہیبت سے لرز گیا۔ آپؐ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا۔ "میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔" (مفہوم)

سرور دوجہاںؐ کو سخت کلامی سے نفرت تھی۔ آپؐ نے ہمیشہ سخت کلامی سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد عالی ہے "لوگوں سے بات چیت احسن طریقہ سے کیا کرو۔" (مفہوم) یہودی اپنی مشہور عالم اسلام دشمنی کی وجہ سے السلام علیکم کہنے کی بجائے السام علیکم کہنے لگے تھے السلام علیکم کا مطلب یہ ہے خدا تمہیں سلامت رکھے اور السام علیکم کے معنی ہیں تمہیں موت آئے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے یہودیوں سے یہی جملہ سنا تو فرمایا "خدا تمہیں ہلاک کر دے اور تمہیں کو موت آئے۔" لیکن سید ہر دوعالم نے حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا "عائشہ! خدا سخت کلامی کو پسند نہیں فرماتا" (مفہوم) حضور فخر عالمؐ سادگی و اخلاص اور فروتنی و شیریں کلامی میں فقید المثال رہنما ہیں۔ روزمرہ زندگی کے ادنیٰ کام بھی سرکار دوجہاںؐ بنفس نفیس انجام دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ جانوروں کے آگے چارہ ڈالتے تھے۔ بکریوں کا دودھ دوہتے تھے گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے اور اپنے کپڑوں اور جوتے کی مرمت بھی فرما لیتے تھے۔ اپنے گھر کا ہی نہیں بلکہ دوسروں کے گھر کا بھی سودا آپؐ لا کر دیتے تھے۔ تعمیر مسجد نبوی اور جنگ خندق میں سلطان دو جہاںؐ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کیا ہے۔

فروتنی و سادگی کے علاوہ تمام مخلوق کی امداد' اعانت اور حاجت براری کی صفات حسنہ بھی "اخلاق حسنہ" کے لوازم تصور کئے جاتے ہیں' قرآن پاک میں حکم ہے۔ "مومن محتاجوں کی حاجت پہلے رفع کرتے ہیں۔ گو خود فاقہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے" رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسلمانوں کو یہ عام حکم تھا "جو مسلمان قرض دار مرجائے تو مجھے اطلاع دو۔ میں اس کے قرض ادا کروں گا اور جو وہ ترکہ چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے" (مفہوم)

ایک مقام پر ارشاد ہوا "تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔

قبیلے اور جرگے شناخت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ یہ چیزیں بڑائی اور کمتری و کمتری کو ظاہر کرنے کے لیئے نہیں ہیں۔ کسی کو کسی انسان پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ سب سے زیادہ قابل عزت وہ ہے جس کے اعمال سب سے زیادہ اچھے ہیں۔"

دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

ایک اور جگہ سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے "تم میں سے کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے۔ جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (مفہوم) آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے "وہ مومن نہیں ہے جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو" (مفہوم)

حضور اکرمؐ انتہائی مہمان نواز تھے۔ آپ خود اپنے مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غیر مسلم آیا اور آپ کا مہمان ہوا آپ نے بکری کے دودھ سے اس کی تواضع فرمائی۔ یہودی آمادہ شرارت رہا۔ لیکن حضورؐ نے متواتر سات بکریوں کا دودھ دوھ کر اسے پلایا۔ ایک مرتبہ ایک اور یہودی آپؐ کا مہمان ہوا۔ اس نے رات کو خوب کھانا کھایا اور پھر آخر شب میں مسجد مبارک میں غلاظت کی اور علی الصبح فرار ہو گیا لیکن جلدی میں اپنی تلوار بھول گیا۔ تلوار کی خاطر واپس آکر اس نے دیکھا کہ حضورؐ خود اپنے ہاتھوں سے غلاظت صاف فرما رہے ہیں۔ "مقام فکر ہے کہ معمار انسانیت نے خلق عالی کی کیسی بے مثال نظیر قائم فرمائی ہے۔"

عہد قدیم میں غلاموں کا طبقہ سب سے زیادہ مظلوم و مقہور اور زیادہ ذلیل طبقہ تصور کیا جاتا تھا۔ افلاس و غلامی کے باعث یہ طبقہ مدارج انسانیت سے گرا دیا گیا تھا۔ لیکن سرور عالمؐ نے اس مظلوم جماعت کیساتھ بھی حسن خلق کا وہ سلوک کیا جو تاریخ انسانیت کا نقش تاباں ہے۔ حضرت بلالؓ غلام تھے لیکن وہ "مولا" کہلائے حضرت سیبؓ کو امامت کا درجہ عطا کیا گیا۔ حضرت زیدؓ بن حارث اور حضرت اسامہؓ بن زید جو غلام تھے۔ امیر العساکر بنائے گئے اخلاقیات میں وعدہ اور ایفائے وعدہ کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مولائے یثربؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اقرار اور وعدہ کو بھی پورا کرو" (مفہوم)

ایفائے وعدہ کی خاطر رسول اکرمؐ نے دو روز انتظار فرمایا

یہ وصف عالی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ جو ارشاد فرمایا اس پر بنفس نفیس عمل بھی فرمایا۔ ابو طمامہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ سے بازار میں ملاقات ہوئی۔ ابو طمامہ نے عرض کیا کہ "حضورؐ سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ اگر حضورؐ یہیں قیام فرمائیں تو میں گھر ہو تا آؤں" آپ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور وہیں انتظار فرمانے لگے۔ ابو طمامہ گھر جاکر بھول گئے اور

دوسرے روز شام کے وقت یاد آیا تو افسوس ہوا اور کچھ دیر بعد وہ کسی کام سے بازار گئے تو اگلے دن شام کو بھی وہیں انتظار کرتے ہوئے پایا۔ انہیں دیکھ کر آپؐ نے صرف اس قدر ارشاد فرمایا۔ "ابوطمامہ! تم نے مجھ کو بہت تکلیف پہنچائی" (مفہوم) اللہ اللہ کیا نرالی شان تھی خلق محمدؐ کی۔

امانت کی حفاظت اور امانت کی واپسی بھی اخلاق حسنہ کا رکن عظیم ہے۔ قرآن مجید میں حکم ربی ہے "امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دو" حضور انور اس حکم کی کامل تفسیر تھے۔

عرب کے مشہور سردار نضر بن الحارث نے دشمنان اسلام سے خطاب کرتے ہوئے سرور عالمؐ کے "امین اور "صادق" ہونے کی تصدیق کی ہے۔ اپنی ایک تقریر میں اس نے کہا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے ایک جوان تھا۔ سب سے پسندیدہ انسان تھا۔ ہر وعدہ میں سب سے سچا اور امانت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ لیکن جب وہ بوڑھا ہو گیا اور تمہارے پاس کچھ پیغام لایا تو تم اس کو "ساحر" کہنے لگے۔ خدا کی قسم! وہ ساحر تو ہرگز نہیں ہے" کیسا بالشان جذبہ امانت ہے۔ ہجرت کی رات میں کاشانہ نبویؐ کو دشمنان محمدؐ نے قتل کے ارادے سے گھیر لیا تھا۔ لیکن خدا کے پیارے حبیب امانتوں کی واپسی کے لئے مضطرب تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے گھر طلب فرما کر ہدایت فرمائی کہ "دوسرے دن امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کرنے کے بعد تم ہجرت کرنا" (مفہوم)

جانی دشمن کے ساتھ محبت اور رحم کا سلوک

بھلائی کے بدلہ میں بھلائی کی مثالیں تو بہت ملتی ہیں لیکن برائی اور دشمنی کرنے والوں کے ساتھ پیار و محبت کا عمل کرنے والی شخصیتیں تاریخ کے دامن میں دکھلائی نہیں دیتیں زندگی کے دشمن اور اقدام قتل کرنے والوں کے ساتھ شفقت و کرم گستری تو صرف رحمت للعالمینؐ ہی کا حصہ ہے۔ بلا شک مہاتما گوتم اور حضرت مسیح کو تعلیمات عدم تشدد میں بلند مرتبہ حاصل ہے۔ لیکن صفحات تاریخ اور ان کی مذہبی کتابیں ایسی ایک بھی مثال پیش نہیں کر سکتیں کہ خود ان بزرگوں نے عملی طور پر اپنے ایسے دشمنوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا ایسا سلوک کیا ہو۔

اقدام قتل کرنے والوں پر رسول عربیؐ کی رحمت و عنایت

لیکن اس کے برعکس تاریخ میں کملیؐ والے آقائے دو عالم کی جان کے دشمن لوگوں پر شفقت و عنایت اور رحم و کرم کے متعدد واقعات تفصیل کے ساتھ ناظرین کے مطالعہ میں آتے ہیں۔ یہ اخلاق و کردار کی رفعت تاب منزل ہے کہ بدلہ لینے اور سزا دینے کی پوری طاقت ہوتے ہوئے بھی بدترین دشمنوں پر عفو و کرم کیا جائے۔ پیشوایان عالم میں یہ خصوصیت صرف تاجدار مدینہؐ ہی کو حاصل ہے۔

حضورؐ کی شان رحمت

ابوسفیان نے ایک شخص کو سرور کائناتؐ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ قتل کے ارادے سے وہ خنجر چھپا کر مسجد میں داخل ہوا ۔ لیکن پکڑلیا گیا۔ صحابہ کرامؓ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضورؐ نے اسے معاف فرما دیا۔

فتح خیبر کے بعد ایک یہودی عورت نے ہادی اسلامؐ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملادیا۔ حضورؐ نے ایک لقمہ کھاتے ہی معلوم کرلیا اور لقمہ اگل دیا۔ عورت نے اقبال جرم کر لیا اور رحمت عالمؐ نے اسے معاف فرما دیا۔

ایک جنگ کے موقعہ پر اختتام جنگ کے بعد بھی آپؐ نے ایک اقدام قتل کرنے والے کو معاف فرما دیا تھا۔ نبی آخر الزماںؐ اور ساری دنیا سے عزت و عظمت اور جملہ اخلاق و اوصاف میں برتر ہونے کے باوجود آپؐ نے اپنی ذات گرامی کو اپنے ساتھیوں اور عام انسانوں سے ممتاز نہیں فرمایا۔ ایک دفعہ جنگل میں کھانا پکانے کی ضرورت پیش آئی۔ صحابہ کرامؓ سے اصرار کرکے اپنے لئے ایک کام لے لیا اور جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام آپؐ نے اس موقع پر انجام دیا۔ آپؐ نے ہمیشہ خلق و محبت اور پیار و نرمی کی تعلیم دی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم فرماتے تھے "جس کسی کے دل میں رائی کے برابر بھی تختی موجود ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا" (مفہوم)

سرکار دو جہاں نے منافق کے کفن کے لئے اپنی مبارک قمیص عطا فرمائی

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ساری عمر آپؐ کے ساتھ دشمنی کی۔ لیکن جب وہ مرا تو آپؐ نے اس کے کفن کے لئے اپنی قمیص عطا فرمائی اور اسی کا اسے کفن دیا گیا۔

مکی زندگی کے تمام واقعات شاہد ہیں کہ سرور عالمؐ پر کفار قریش نے انتہائی مظالم کئے ۔ لیکن آقائے دو جہاںؐ نے ہمیشہ صبر و تحمل ہی فرمایا۔

بدظنی و بدگمانی سے احتراز کرو

سرور کائنات نے ملت اسلامیہ کے اخلاق و کردار سنوارنے کے لئے بہترین بصیرت افروز نصیحتیں فرمائی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا ہے "کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی نہ تو تذلیل کرے اور نہ تحقیر" (مفہوم) ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا "جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" (مفہوم) آپؐ نے امت کو ہدایت فرمائی "بدگمانی سے احتراز کرو" (مفہوم) اللہ اللہ! تطہیر قلوب کے لئے یہ کیسی عظیم الشان نصیحتیں ہیں۔ ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کیا کریں" (مفہوم)

سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے "جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی" (مفہوم) انسان کی سماجی زندگی کے اجتماعی کردار کو متعین فرماتے ہوئے غمگساری و ہمدردی اور مخلوق الہیٰ کی اعانت و حاجت براری کی بھی آپؐ نے عدیم النظیر تعلیم دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے "جو میری امت میں کسی کی حاجت پوری کرے گا اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ خوش کردے تو اس نے مجھے خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (مفہوم) ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا "کسی مسلمان کو مذاق میں بھی پریشان کرنا جائز نہیں ہے" (مفہوم) حسد کی خرابیوں کو اجاگر کرتے ہوئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے "تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے" (مفہوم) رسول اللہ نے خلق و محبت کی حدود کو بین الاقوامی طور پر وسیع فرما دیا ہے۔ انسان' انسان کا بھائی ہے۔ (مفہوم)

سب لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور اکرم نے ارشاد فرمایا ہے "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ عام لوگوں کے لیے وہی نہ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تک کہ وہ انسان سے صرف خدا کے لئے محبت نہیں کرتا۔ (مفہوم) رحمت عالمؐ نے اپنی تمام زندگی میں بے مثال حلم' عدیم المثال خلق و عنایت اور بے نظیر محبت کے اعلیٰ معیار کو قائم فرما دیا ہے

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

دیوان چند شرما

مسٹر دیوان چند صاحب شرما کی کتاب "آور انڈین ہیریٹیج" (Our Indian Heritage) جسے ہلیکی اینڈ سنز لیمیٹڈ بمبئی نے ۱۹۳۲ء میں شائع کیا تھا

موصوف نے مذکورہ کتاب میں دیگر مباحث کے علاوہ ایک مستقل باب میں سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا تذکرہ کر کے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت صحرائے عرب کے مشہور شہر مکہ میں ۵۷۰ء میں ہوئی آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد بزرگوار راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔ محمد ﷺ آپ کے دادا نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا۔ ایام طفولیت میں آپ ایک آیا حلیمہ سعدیہ نامی کے سپرد ہوئے جس کی محبت بھری گود میں آپ نے پرورش پائی اور سایہ عاطفت میں پل کر پروان چڑھے۔ حضرت حلیمہ کے ہاں آپ صحراؤں کی کھلی فضاؤں میں کھیلنے کودنے اور بچپن کے دن گزارنے کی وجہ سے مضبوط اور تنومند ہو گئے تھے۔ لہذا آپ شہر میں سڈول جسم والے مضبوط نوجوان کی صورت میں داخل ہوئے۔

حضرت حلیمہ کا قبیلہ اپنی ادبی شہرت کی وجہ سے سارے عرب میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اس میں اپنی زندگی کے ابتدائی ایام بسر کرنے کی وجہ سے آپ فصیح و بلیغ عربی بولنا سیکھ گئے تھے۔

آپؐ شروع سے محنتی اور جفاکش تھے اور اپنے اوقات کا بیشتر حصہ کوہ و دامن کی کھلی فضا میں سیر و سیاحت اور مویشیوں کی دیکھ بھال میں گزار کر بہت مسرور ہوتے تھے اور اپنے زہد و اتقاء کی وجہ سے عوام میں متقی اور پرہیزگار کے نام سے مشہور ہوگئے تھے سن تمیز پر پہنچ کر آپؐ مکہ کی ایک متمول اور مشہور بیوہ خاتون حضرت خدیجہ کی تجارت کی نگرانی پر مامور ہوگئے اور تجارت کے سلسلے میں آپؐ کو متعدد بار شام کا سفر اختیار کرنا پڑا آپؐ کی وساطت سے خاتون موصوف کو تجارت میں بہت منافع ہوا۔ اور وہ آپؐ کے حسن لیاقت اور حسن کارکردگی سے متاثر ہوکر آپؐ کی منکوحہ ہوگئیں جب آپؐ اپنی عمر کی چالیسویں بہار میں پہنچے تو نبوت کی زریں چادر آپ کے کندھوں پر رب ذوالجلال والاکرام کی طرف سے ڈال دی گئی۔ اب آپ کو احساس پیدا ہوا کہ آپ ایک عظیم الشان کام انجام دینے کے لئے خالق ارض و سما کی طرف سے مامور ہوچکے ہیں اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آپؐ نے اپنی رفیقہ حیات اور اپنے چچیرے بھائی علیؓ سے ذکر کیا تو وہ فوراً" حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے متعدد لوگ اصنام پرستی کو چھوڑ کر مسلمان ہوتے گئے۔ لیکن جب کفار مکہ نے لوگوں کو آپؐ کی طرف رجوع کرتے دیکھا تو وہ آپؐ کی مخالفت پر کربستہ ہوگئے اور آپؐ اور دیگر پرستاران توحید کو طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کرنے لگے۔

ان لوگوں کی زندگی اصنام پرستی کے علاوہ مے نوشی' جوا' مکر و فریب' زنا کاری کئی قسم کے انسانیت سوز گناہوں سے ملوث رہتی تھی۔ وہ دن رات عیاشی اور بدمعاشی کرنے کی وجہ سے کسی کو اپنی بدکرداری میں مخل ہونا برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ بنا بریں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سختی کے ساتھ کہا کہ آپؐ اپنے نئے مذہب کی اشاعت کو بند کردیں۔ لیکن آپؐ نے ان لوگوں کی مطلقاً" پرواہ نہ کی اور بدستور دین حنیف کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن مصروف رہے۔ خدا تعالٰی کے فیض اور آپ کی سعی پیہم سے اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹنے شروع ہوگئے۔ انہیں جبرو استبداد کے شکنجہ آہنی میں کس کر اس قدر اذیتیں پہنچائی گئیں کہ ان کا جینا محال ہوگیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی فکر میں بھی لگے ہوئے تھے اور آئے دن طرح طرح کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس فتنہ و فساد کی آگ سے ہجرت کر جانا ہی آپؐ نے بہتر سمجھا۔ چنانچہ آپؐ اپنے چند صحابہ کو ساتھ لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر آپؐ اسلام کی نشرو اشاعت اور دشمنوں سے مصروف جنگ رہے حق و باطل کی یہ جنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فتح و نصرت کی صورت میں انجام پذیر ہوئی اور آپؐ منصور و مظفر فاتحانہ حیثیت سے صحرائے عرب کے تمام منتشر اور برسرپیکار قبیلوں کو ایک مضبوط و منظم قوم بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اتحاد و یگانگت کی برکات اور نفاق و افتراق کے نقصانات سے آگاہ کرکے اتحاد کی ایک ایسی سلک میں منسلک کردیا جس کے ذریعہ وہ عرب و عجم پر حاوی ہوگئے۔

وہ عرب جو کچھ عرصہ پہلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے جنہیں ایک دوسرے کا خون بہاتے

صدیاں گذر گئی تھیں جو ایک دوسرے کی صورت و شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے اب تمام تفرقات کو مٹا کر ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن چکے تھے۔ وہ نہایت امن و سکون اور صلح و آشتی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اب ان کے اکثر اوقات رب عز و جل کی تسبیح و تہلیل میں گذرتے تھے' پیکر جور و جفا اور ظلم و ستم اب مجسمہ عفو و بخشش بن چکے تھے۔

جب مدینہ کی فضا توحید کے فلک شگاف نعروں سے گونج چکی۔ اصنام پرستی سرزمین مدینہ سے نقش غلط کی طرح مٹ گئی۔ جب مدینہ کے درودیوار سے ربانی وحدت کی صدائیں بلند ہونے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا رخ کیا۔ اس مکہ کا رخ کیا جہاں سے آپ عرصہ قبل کس مپرسی اور بے سرو سامانی کی حالت میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مکہ میں منصور و فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور قعر ذلت میں پڑے ہوئے مکی لوگوں کی کایا کو آن واحد میں پلٹ دیا۔ انہیں صراط مستقیم کا راستہ دکھا کر دنیا و آخرت کی صعوبتوں سے بے نیاز کر دیا۔ انہیں سکون دل اور طمانیت قلب عطا کر کے اس دار فانی سے ۶۳۲ء میں عالم جاودانی کو رخصت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و تقویٰ' تقدس و طہارت' حسن سلوک اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ آپؐ کے گرویدہ ہو گئے۔ ایک مصنف نے آپؐ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

"آپؐ فطرت کی طرح معصوم' پاکیزہ' نازک ہونے کے علاوہ شجاع اور بہادر بھی تھے اور آپؐ کی ان جملہ صفات و حسنات کی وجہ سے نہ صرف آپؐ کی تعظیم و تکریم کرنے کو جی چاہتا تھا بلکہ آپؐ سے بے اختیار محبت کی خواہش بھی دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی جذبہ انکساری اور تحمل کے ساتھ روح کی بلندی اور قلب کی پاکیزگی اور شفقت کو کوٹ کوٹ کر ملا دیا۔ سچائی کے راستے میں آپؐ کے قدم کو کبھی بھی لغزش نہیں ہوئی۔ آپؐ سخت مصائب و آلام کے اوقات میں بھی راست بازی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے پیار' چھوٹوں سے الفت اور خادموں اور غلاموں سے شفقت سے پیش آتے تھے۔

بیماروں سے آپؐ بجائے لفظی ہمدردی کا اظہار کرنے کے ان کی عملی طور پر خدمت کرتے۔ پہروں ان کے پاس بیٹھے رہتے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔

کھانا کھانے سے قبل اور بعد آپؐ رب ذوالجلال والاکرام کا سو بار شکر ادا کرتے۔ اور اس کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کی حمد و ستائش کے گیت گاتے۔

آپؐ اپنے اوقات کو ہر لحہ خدا تعالیٰ کی یاد' خدمت خلق' بیماروں کی تیمارداری' صحابہ کرام کو پند و نصائح اور تبلیغ اسلام میں گذارتے۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آپؐ صحابہ کرام اور دیگر مہمانوں سے ملاقاتیں کرتے۔ رات کو آپ بہت کم سوتے او رات کا اکثر حصہ خالق ارض و سما کی عبادت و ریاضت میں گذارتے۔ آپؐ کو غربا اور مساکین سے بہت ہمدردی اور محبت تھی۔ ہمیشہ ان کے آرام و آسائش کا خیال

رکھتے ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ بے خانماں لوگوں کو اپنے مکان کی قریبی مسجد میں آرام کرنے کے لئے جگہ دیتے۔

یہ اسلام کا پیغمبر اعظم ہی تھا جس نے توحید ربانی کے نظریہ کو قائم کیا۔ اس کی وحدانیت کو منوایا۔ اور حکومت الٰہی کا سکہ عوام کے دلوں پر بٹھا دیا۔ آپؐ سے قبل دنیا خالق ارض و سما کی ہستی کو بھول چکی تھی۔ جابجا اصنام پرستی کا دور دورہ تھا۔ لیکن آپؐ کی بعثت نے تمام باطل خیالات کو مٹا کر صرف وحدہ لاشریک کی ہستی کو قائم کیا۔ اور عوام کو واضح طور پر بتایا کہ ہر فرد بشر اپنے فعل اور کردار کا خدا تعالیٰ کے حضور میں جوابدہ ہوگا۔ اس کو کسی پادری یا کسی راہب' کسی پنڈت یا کسی پروہت کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا نہیں ہوگا۔ گناہوں کے اقرار کی عدالت رب عزوجل کی عدالت ہے۔ وہی احکم الحاکمین اور مختار مطلق ہے۔ مذہب ہی نوع انسان کو راست بازی اور نجات کے راستے پر گامزن کرتا ہے۔ اس راہ سے بھٹک کر کوئی نجات اخروی حاصل نہیں کر سکتا ہے یعنی ہر انسان کو مذہب کے احکامات کی پابندی کرنا لازمی ہے۔ ان کا چلنا پھرنا' کھانا پینا' اٹھنا' بیٹھنا' جاگنا' سونا تمام مذہب کی منشاء کے مطابق ہوں غرض زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ گذرے جس میں مذہب کے احکامات سے سرتابی کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل سرزمین عرب قسم قسم کے گناہوں سے ملوث ہو رہی تھی۔ جوا' شراب خوری' زنا کاری' ان لوگوں کا دن رات کا شغل تھا۔ دختر کشی اور غلامی کو وہ طرہ امتیاز سمجھتے تھے۔ عیاشی ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی۔ عورتوں کی تذلیل و تضحیک ان کا ایک ادنیٰ فعل تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطہ عرب سے ان تمام گناہوں کا خاتمہ کر کے عیاش و میخوار' زانی' بدکار' عیار و مکار' نڈر و بے حیا لوگوں کو زاہد و عابد' متقی و پرہیزگار بنا دیا۔ خدا تعالیٰ کے نام سے بیگانہ۔ خدا کے حمد و ستائش کے گیت گانے لگے۔ عورتوں کی تذلیل و تحقیر کرنے والے اس کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ صدیوں کے بچھڑے ہوئے گلے مل گئے اور بھائی بھائی بن کر زندگی بسر کرنے لگے۔ دختر کشی کی مکروہ رسم کا تمام خطہ عرب سے صفایا ہو گیا۔ آپؐ نے نہ صرف پروردگار عالم کی وحدانیت کے اصول کو نوع بشر کے قلوب میں جاگزیں کیا بلکہ مساوات عالمگیر کا ایک ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ سب نسلی' نوعی' اقتصادی' آبائی اور خاندانی اختلافات مٹا کر اخلاص و محبت کی سنہری سلک میں منسلک ہو گئے۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا تبار ہی تھی جنہوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ کر ساتھ ہی ساتھ ایک نئی قوم کو جنم دیا اور وہ آپؐ کی قیادت و رہنمائی میں تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بام ترقی کے اوج پر پہنچ گئی۔ آنحضرتؐ کی بعثت سے قبل سرزمین عرب چار مختلف حصوں میں منقسم تھی۔ ان میں ایک حجاز کا خطہ بھی تھا جس میں مکہ کی مقدس و متبرک بستی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ایک طرف پہاڑی علاقہ تھا جو اہل تثلیث کی خانقاہوں سے پٹا پڑا تھا۔ ریگستان و صحرا کی تیرہ و تار فضا سے اسلام مشعل ہدایت لے کر سقف کعبہ سے نمودار ہوا۔ اور فلسطین' شام اور مصر کے دور دراز ممالک کی تاریکیوں کو منور کرتا چلا گیا۔

ان ممالک کے قرب و جوار میں یمن' حبشہ' ہندوستان' چین اور ایران بھی تھے یہ ممالک بھی اس مہر عالمتاب کی روشنی سے روشن ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آنحضرت ؐ نے ان سب ممالک کو اسلام کے زریں اصولوں کی سلک زریں میں منسلک کر دیا۔ اور صحرائے عرب کے منتشر اور بکھرے ہوئے قبائل ایک متحدہ قومیت کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے اور تمام عالم پر ابرنیساں کی طرح چھا گئے۔

اسلام کا حلقہ عرب میں صرف عرب اقوام تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ اس درخشاں و منور خورشید کی شعاعیں خطہ عرب سے نکل کر سارے براعظم کو روشن کرتی ہوئیں شمالی افریقہ تک جا پہنچیں اسپین اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا۔ ایران و مصر پر پرچم اسلامی لہرانے لگا اور ایران سے ہی گلشن اسلام کے پھولوں کی دلکش بوئے جانفزا وسط ایشیاء اور چین کو بھی مہکانے لگی۔ غرض کہ آنحضرت ؐ کے وصال کے بعد پچاس سال کے اندر اندر مراکو سے لے کر جیجوں تک لوائے محمدیؐ پھریرے لے رہا تھا۔ اور اسلامی مذہب کے ساتھ ساتھ ہی عرب تہذیب و تمدن بھی ان تمام ممالک میں ترقی کرتا چلا گیا' جہاں کہیں بھی عرب گئے اپنی تہذیب کو وہ لے گئے۔ وہاں کی اقوام کے مکان و مکین' دہ' قریہ' زبان و تہذیب' رہائش و لباس' اخلاق و ادب' آرٹ اور روایات کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اور ان کے بعد آج ان کی بنائی ہوئی عمارتیں ان لوگوں کے اخلاق و عادات' رہائش' اور لباس' زبان حال سے ان کی بلند خیالی۔ اعلیٰ دماغی اور عالی ہمتی کی داستان بیان کر رہی ہیں۔

یہ اسلامی تہذیب کیا تھی

اس اسلامی تہذیب کا خلاصہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے ان چند اصولوں میں مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الم ○ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ○ الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنھم ینفقون ○ والذین یؤمنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک و بالآخرۃ ھم یوقنون ○ اولٰئک علی ھدی من ربھم و اولٰئک ھم المفلحون ○

اسلام کے بنیادی اصول پانچ ہیں سب سے اول مسلمانوں کو خالق ارض و سما کے وحدہ لاشریک ہونے پر یقین دلانے کی ہدایت کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ وہی ذات ربانی قادر مطلق رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے علاوہ انہیں اصولوں میں پرستاران توحید کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔ خیرات اور زکوٰۃ دیں اپنے خالق کے روبرو اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر بجا لائیں اور حیات بعد ممات میں اپنے افعال و کردار کی جوابدہی کے لئے تیار رہیں۔ حقیقی روحانی جذبہ اور فضا کو پیدا کرنے کے لئے عبادت و ریاضت' صوم و صلوٰۃ خیرات و زکوٰۃ اور ان سب کے بعد حج نہایت ضروری چیزیں ہیں۔

طلوع اسلام سے قبل طبقہ اناث سے وحوش و بہائم کا سا سلوک کیا جاتا تھا' غلاموں کو جبر و استبداد کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے مقہور و مردود' ذلیل و رسوا اور قعر ذلت میں پڑی ہوئی عورت کو معزز و ممتاز بنا دیا۔ مصائب و آلام میں مبتلا غلاموں کو آزاد کر دیا سید امیر علی تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلامی شرع کے مطابق ہر نوع بشر کو اپنے عقائد اور مذہب کے قواعد کے مطابق عبادت و ریاضت کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔"

قرآن کریم فرماتا ہے۔ **لا اکراہ فی الدین** دین میں کوئی جبر نہیں' قرآن کریم کے فرمان کے مطابق آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو نہ صرف ضبط نفس اور برداشت کرنے کے لئے ہدایت کی بلکہ حکماً" فرمایا کہ وہ ہمیشہ ہر معاملہ میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں۔ اور حکومت کے معاملہ میں بھی عدل و انصاف بردباری اور تحمل ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور غیر مسلموں کے مقابلہ میں بھی کسی مسلمان سے رعایت نہ کریں بلکہ پورے انصاف سے کام لیں۔

اسلامی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مسلمان جس ملک میں بھی فاتحانہ طور پر داخل ہوئے وہاں راعی اور رعایا کے امتیاز کو مٹا دیا۔ غریب اور امیر کی تفریق کو ختم کیا۔ فتنہ و فساد کی بیخ کنی کی اور اسے گہوارہ امن بنا دیا۔ مسرتیں اور شادمانیاں وہاں جلوہ گر ہوئیں اور وہ اس طرح ان سے گھل مل گئے گویا احساس یگانگت کبھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کسی مخصوص قوم کا پیشہ نہیں اور نہ کبھی محنت و مشقت کسی خاص قوم کے لئے مختص ہے۔ اس لئے مسلمان بھی کھیتی باڑی اور زمیندارانہ کام کو اپنے لئے باعث ذلت خیال نہیں کرتے تھے۔

. . . . آنحضرتؐ نے اپنے معتقدین کو علم و ہنر کے حصول کیلئے تجسس کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ علم کی جستجو میں تمہیں خواہ چین کا سفر کیوں نہ اختیار کرنا پڑے اختیار کرو۔ اور قرآن کریم بھی فرماتا ہے کہ علم حاصل کرو۔ کیونکہ وہ شخص جو رب ذوالجلال والاکرام کے راستے تجسس و تفحص سے کام لیتا ہے۔ وہ یقیناً" ایک نیکی کا کام کرتا ہے اور جو شخص علم کے صحیح مفہوم کو عوام پر واضح کرتا ہے وہ بھی یقیناً" ایک عبادت کا کام کرتا ہے۔

انہیں احکامات کے ماتحت مسلمانوں نے شاعری' گرامر' تاریخ' حساب' درس و تدریس اور خوشنویسی میں مہارت حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے سائنس اور ادبی لٹریچر کا غیر ملکی زبانوں سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اسے مطالعہ کرتے رہے اور اپنی ہی کدوکاوش کے ذریعہ سے علم نجوم' جغرافیہ علم کیمیا اور علم طبیعات میں گرانمایہ نئی تحقیقات کیں۔ ادویات اور جراحت کی ترقی انہی لوگوں کی دماغ سوزی کا نتیجہ تھیں۔ فن تعمیر میں آئے دن نئی نئی اصلاحات انہی کے حسن تدبر کی مرہون منت ہیں غرض دنیا کا کوئی علم نہ تھا جس کی طرف عربوں نے توجہ نہ کی ہو اور اسے اپنی خداداد ذہانت سے بام عروج پر پہنچا دیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا ورود

یہ جاننا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ مسلمانوں کا ورود ہندوستان میں کیسے ہوا اور یہ کس طرح اس سرزمین کے فرمانروا بن گئے۔

عرب ایک جہازران قوم تھی۔ اور آنحضرتؐ کے عین حیات یا آپؐ کے وصال کے بعد ان کے اہل ہند سے تجارتی تعلقات تھے اور جب انہوں نے ایران پر اپنا تسلط جما لیا ان دنوں بحیرہ عرب میں بحری ڈاکو کثرت سے موجود تھے جو آنے جانے والے جہازوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور بحری سفر نہایت ہی غیر محفوظ تھا۔ پس ان حالات کے ماتحت اور بحری ڈاکوؤں کا سدباب کرنے کے لئے ایک بیس سال کے نوجوان محمد بن قاسم کی قیادت میں چھ ہزار افراد پر مشتمل فوج کو ہندوستان کی فتح کیلئے روانہ کیا۔ نوجوان سر عسکریت نے تین سال کے عرصہ میں دہانہ سندھ سے لیکر کشمیر تک ہندوستان کو فتح کر لیا۔ اس فتح سے مسلمانوں کی آمد کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔ ہمیں اس وقت کے ہندی دستور اساسی، نظم و نسق اور اقتصادی حالات سے بحث نہیں۔ ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کی آمد ہندی تہذیب و تمدن پر کیسے اثر انداز ہوئی اور اس نے ہندی تہذیب میں کیا کیا تغیر و تبدل کیا۔

ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ ہندوستان میں عربوں کی آمد کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ سر جدوناتھ سرکار مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "کہ مسلمانوں نے اہل ہند کو بیش قیمت اور گرانمایہ تحائف سے متمتع کیا۔" بیرونی دنیا سے اہل ہند کا تعلق صدیاں ہوئیں منقطع ہو چکا تھا۔ ہندوستانی اپنے کو دنیا کے دیگر حصوں سے بالکل الگ تھلگ تصور کرتے تھے اور بعض لوگوں کا خیال تو یہ تھا کہ ہندوستان کی وسعت ہمالیہ کی چوٹی تک محدود ہے۔ اس سے پرے کوئی دنیا آباد نہیں لیکن عربوں کے سرزمین ہند پر قدم رکھنے سے اہل ہند نے محسوس کرنا شروع کیا کہ ہندوستان بھی دنیا کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ عربوں کے آنے کے بعد ان کے تعلقات بیرونی دنیا سے قائم ہو گئے اور یہ باقی دنیا میں ہونے والے واقعات سے باخبر رہنے لگے۔ اس کی ایک یہ وجہ بھی تھی کہ ان کے یہاں وارد ہونے پر اہل ہند نے اپنی بحری فوج اور بحری بیڑہ تیار کر لیا اور تجارتی جہاز بھی بنا لئے جو دیگر ممالک سے تجارت کرتے اور ان کی خبریں ہندوستان تک پہنچانے میں ممد و معاون ہو رہے تھے۔

مسلمانوں کے یہاں آنے کی وجہ سے ہندوستان ایک دفعہ پھر امن و سکون کا گہوارہ بن گیا۔ اور یہاں کے دستور اساسی میں اسلامی نظم و نسق کی دلکش جھلک نظر آنے لگی۔ ہندوستانی صنعت نشوونما پانے لگی۔ کئی ایک نئی صنعتیں شروع ہو گئیں۔ شال اور ململ یہاں تیار ہونے لگی اور اس کے علاوہ فن تعمیر بھی ایک نئے اور دلپذیر روپ میں ظاہر ہوئی جس کی زندہ مثالیں آج ہندوستان کے متعدد شہروں میں اپنے بنانے والوں کی تعریف کے گیت زبان حال سے بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ہندوستان کی مشترکہ اور متحدہ زبان ہندوستانی ہوئی، اور ہندوستان کی دیگر زبانوں۔ بنگالی، ہندی اور اردو میں بہت سی کتب تحریر ہو گئیں اور علم نے ترقی کرنی شروع کی۔ اور ایک نئے مذہب کا آغاز ہوا جس نے

رب ذوالجلال و الاکرام کی وحدانیت اور نسل انسانی کی مساوات اور عالمگیر اخوت کے زریں نظریہ کو اہل ہند کے سامنے پیش کیا ان خیالات کے پیروؤں کو صوفیوں کے نام سے پکارتے تھے۔ ہندوستان کے اسلام سے تعلقات قائم ہونے کی وجہ سے تالیف و تصنیف کے کام نے برق رفتاری سے ترقی شروع کی اور کئی قسم کی تصانیف معرض وجود میں آئیں' اور تاریخ' سوانح حیات اور خطوط نویسی کی کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مسلمانوں نے ہندوستان میں سیر و شکار کے دلچسپ اشغال کا آغاز بھی کیا اور ایک نئے طرز حکومت کی بنیاد ڈالتے ہوئے جنگ و جدل کے قواعد میں بھی اصلاح کی۔ (بحوالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی فروری ۱۹۳۴ء لاہور)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ

جناب پنڈت سندر لال

مدینہ میں محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی' گھریلو جیون اور فقیری دونوں کا ایک عجیب میل تھا اخیر تک ان کا رہن سہن حد درجہ سادہ اور کفتی تھا۔ سرکاری ٹیکس یا زکوٰۃ یا صدقہ سے ایک کوڑی بھی اپنے یا اپنے گھر والوں کے لئے لینا وہ حرام سمجھتے تھے۔ خاص خاص لوگوں سے ہدیہ لیتے تھے لیکن ضرورت سے زیادہ کبھی نہیں' رات کو اگر کچھ سامان بچتا تھا تو وہ غریبوں میں بٹوا دیتے تھے اگلے دن کے لئے بچا کر رکھنے کو وہ اللہ میں وشواس میں کمی بتاتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ کبھی کبھی تین تین دن انہیں اور ان کے گھر والوں کو لگاتار فاقہ کرتے ہو جاتے تھے۔ صرف کھجور اور پانی پر انہیں مہینوں بیت جاتے تھے' ان کی موت کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دفعہ کہا تھا "کبھی کبھی مہینوں بیت جاتے تھے اور محمد صاحب رسول اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔" کسی نے پوچھا تو آپ لوگ زندہ کیسے رہتے تھے؟ جواب دیا "ان دو چیزوں کے سہارے (کھجور اور پانی) اور کچھ مدینہ والے ہمیں بھیج دیتے تھے۔" اللہ ان کا بھلا کرے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے وہ کبھی کبھی ہمیں دودھ بھیج دیتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں دو طرح کے کھانے کی چیزوں کا سودا نہیں لیا ہمارے گھر میں چھلنی نہیں تھی ہم اناج کوٹ کر اس کا چھلکا پھونک مار کر اڑا دیتے تھے' رات کو کئی بار جلانے کے لئے گھر میں تیل نہ ہوتا تھا" حدیثوں میں لکھا ہے کہ "بھوک کے سبب محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر کبھی کبھی کپڑوں کے نیچے پتھر بندھا ہوتا تھا۔ لیکن گھر میں اس بات کی کڑی ممانعت تھی کہ کسی باہر والے کو گھر کی حالت کی خبر نہ ہونے پائے۔ ایک بار بھوک کی تکلیف سے ان کی کسی بی بی نے بے چینی ظاہر کی' پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شانتی سے جواب دیا۔ "جو ان دکھوں کو نہ سہہ سکے اسے حق ہے کہ مجھ سے طلاق لے کر جہاں چاہے جا کر رہے۔" لیکن اخیر

تک نہ انہوں نے کسی بیوی کو طلاق دی اور نہ کسی نے انہیں چھوڑ کر جانا پسند کیا۔

اپنے گھر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے اپنی بکریوں کو آپ ہی دوہتے تھے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے چپل گانٹھتے تھے' خود اپنے اونٹ کا کھرہرا کرتے تھے' کھجور کی چٹائی یا ننگی زمین پر سوتے تھے ایک بار پیٹھ پر بوریا کا نشان دیکھ کر کسی نے اجازت چاہی کہ ایک گدا بچھا دیا جائے تو محمدؐ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "میں آرام کرنے کے لئے نہیں پیدا ہوا۔"

مرتے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوچ (زرہ) ڈیڑھ من جو کے بدلے گروی رکھا ہوا تھا اس پر یہ حالت تھی کہ اگر کوئی مہمان ان کے یہاں آجاتا تو خود بھوکے رہ کر اور کبھی کبھی اپنے گھر والوں کو بھوکا رکھ کر مہمان کو پریم کے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ جبکہ ایران و روم اور ایتھوپیا کا راج دوت (ایلچی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آتے جاتے تھے ان دنوں بھی عربوں کا یہ انوکھا بادشاہ کبھی کسی طرح کے سنگھاسن تخت یا اونچی جگہ پر نہیں بیٹھا۔ وہ عام لوگوں سے مل کر اسی طرح زمین پر آکر بیٹھ جاتے تھے جس سے کسی کو کوئی فرق دکھائی نہ دیتا تھا اور اگر کوئی ان کے آنے پر عزت کے لئے کھڑا ہو جاتا تو وہ دکھی اور ناراض ہو جاتے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ریشمی کپڑا نہیں پہنتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ دھرم والے کو کبھی ریشمی کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔ رنگین کپڑا وہ بھی کبھی کبھی پہن لیتے تھے' لیکن سفید رنگ کا موٹا سوتی کپڑا زیادہ پسند کرتے تھے اور اکثر ایسا ہی پہنتے تھے' وہ بلا سلا کپڑا زیادہ پہنتے تھے۔

ان کے رہنے کا مکان کچی اینٹوں کا بنا تھا الگ الگ بیبیوں کے لئے الگ الگ جھونپڑیاں تھیں' جن کے بیچ میں کھجور کی ٹہنیوں کا گارا لپی دیواریں تھیں چھاجن انہیں ٹہنیوں کا ہوتا تھا ان کے گھر میں کوئی کواڑ نہ تھا ان کی جگہ چمڑے یا کالے نمدے کے پردے لٹکے رہتے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ اور بکری کا مانس کھا لیتے تھے۔ عام طور پر ان کا کھانا کھجور اور پانی یا جو کی روٹی اور پانی ہوتا تھا۔ دودھ اور شہد انہیں پسند تھے لیکن انہیں کھاتے کم تھے ایک بار کسی نے بادام کا آٹا لا کر انہیں صدقہ کیا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر اسے لینے سے انکار کر دیا۔ "یہ فضول خرچ لوگوں کا کھانا ہے۔" کچی پیاز اور لہسن سے انہیں اتنی سخت نفرت تھی کہ کبھی کوئی ایسی غذا نہ کھاتے جس میں کچی پیاز اور لہسن پڑا ہو۔ اور نہ ایسے کسی آدمی کے پاس بیٹھنا پسند کرتے تھے جس کے منہ سے پیاز یا لہسن کی بو آ رہی ہو' حکم تھا کہ کوئی آدمی کچی پیاز یا لہسن کھا کر نہ آئے۔

چھوٹے بڑے سب کے ساتھ ان کا برتاؤ ایک سا ہوتا تھا۔ بچوں سے انہیں خاص محبت تھی۔ رستہ چلتے چلتے رک جاتے بچوں کے ساتھ پریم کا برتاؤ کرتے یہ ان کے لئے روز مرہ کی بات تھی بیماروں کو دیکھنے جانا کوئی چھوٹے سے چھوٹا' یا غلام بھی اگر دعوت دے تو خوشی سے ماننا ان کے سوبھاؤ کی خاص چیزیں تھیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص عادت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمیوں کے ساتھ بڑی محبت اور عزت کا برتاؤ کرنا' جھک کر چلنا سب پر دیا کرنا۔ کسی کے کہے یا کئے کا برا نہ ماننا۔ اپنے اوپر قابو رکھنا' دل بڑا اور ہاتھ کھلا رکھنا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سبھاؤ کی وہ خاص باتیں تھیں جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں اور جن کی وجہ سے آس پاس کے سب لوگ ان سے پریم کرنے لگے تھے۔

غلامی کا رواج ان دنوں عرب اور دنیا کے زیادہ دیشوں میں موجود تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت لکھا ہے کہ انھیں زندگی میں جتنے غلام ملے انھوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ قرآن میں بار بار غلاموں کو آزاد کرنے یا کرانے دونوں کا بہت ثواب بتایا گیا ہے اور محمد صاحبؐ اس میں لوگوں کو خوب مدد دیتے رہتے تھے اور ہمت دلاتے رہتے تھے۔

وہ اکثر سوچ میں ڈوبے دکھائی دیتے تھے۔ کبھی کبھی ایک پریم بھری مسکراہٹ ان کے چہرے پر نظر آتی تھی۔ جب وہ پیدل چلتے تو اکثر اتنا تیز چلتے کہ دوسروں کو بھاگ کر ان کا ساتھ دینا پڑتا۔

اپنے اپدیشوں میں وہ "میں تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں۔" اس پر بار بار زور دیا کرتے تھے۔ اور بار بار ہی اپنے گناہوں کی معافی کے لئے رو کر ایشور سے پرارتھنائیں کرتے تھے۔ قرآن میں ان دونوں باتوں کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ لکھا ہے "کہو کہ اگر میں (محمدؐ) غلطی کروں تو میرے لئے اور اگر میں ٹھیک راستے پر چلوں تو اس ہدایت کی وجہ سے جو ایشور نے مجھے دی ہے بیچ بیچ وہ سب کچھ سننے والا اور نزدیک ہے۔" (ماہنامہ بصیر کراچی اکتوبر ۷۲ء)

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

سوامی برج نرائن سنیاسی

دنیا کے پیغمبروں اور اوتاروں میں سب سے زیادہ ناانصافی اگر کسی کے ساتھ کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ظلم اگر کسی پر روا رکھا گیا ہے اور سب سے زیادہ جھوٹ اگر کسی کے متعلق بولا گیا ہے۔ تو وہ رسول کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بہت کم دنیا کے مصلح' ریفارمر' امام' اوتار اور پیغمبر ہیں۔ جن پر خود اپنوں اور غیروں کی طرف سے ظلم و زیادتی نہ کی گئی ہو۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت زکریاؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ظلم و زیادتی کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ پر نمرود نے ظلم کیا اور ان کو آگ میں جھونک دیا۔ حضرت زکریاؑ کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ پر فرعون نے ستم ڈھائے۔ اس طرح بے شمار ظلم و ستم پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی کئے گئے ہیں۔ ان پر پتھر

برسائے گئے اور پتھر برسا کر ان کے جسم کو لہولہان کر دیا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کیا گیا اور ہر قسم کا تعلق بند کر دیا گیا۔ ان کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ ان کی پیٹھ پر غلاظت بھری اوجھڑی لاد دی گئی ان کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ظلم توڑے گئے۔ ان کے قتل کی سازش کی گئی ان کو وطن سے جلاوطن کیا گیا اور پھر ان کا تعاقب بھی کیا گیا کہ مل جائیں تو قتل کر دیں اور جب اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو ان پر حملے اور یورشیں ہونے لگیں اور انہوں نے دوسروں کو بھڑکا کر ان کو بھی ظلم و ستم پر آمادہ کر لیا۔ لیکن ان سب سے زیادہ جو ظلم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گیا۔ وہ یہ تھا اور ہے کہ متعصب مورخین کی جانب سے طرح طرح کے بہتان آپؐ پر تراشے گئے اور قسم قسم کے الزام لگا کر آپؐ کو دنیا کی نگاہوں میں وحشی و خونخوار اور بے رحم دکھایا گیا۔

چونکہ عیسائیت اسلام کو اپنا حریف سمجھتی تھی اور اسلام کے مقابلے میں اس کا فروغ ناممکن تھا۔ اس لئے عیسائیوں نے اسلام کو ہندوستان میں ایک خاص رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اہل ہند کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت پیدا ہو اور عیسائیت کے لئے دروازہ کھلے۔ چنانچہ ہندوستان کی تہذیب و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ نظر آیا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خونخوار اور بے رحم (نعوذ باللہ من ذالک) انسان دکھلایا جائے اور یہی کیا گیا اور اس میں اس وجہ سے ایک حد تک کامیابی ہوئی کہ ہندوؤں نے اسلامی تاریخ' مذہب اسلام اور داعی اسلام کی سیرت کا بہت کم مطالعہ کیا تھا۔ عیسائیوں نے جھوٹے واقعات کو جس طرح چاہا رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کر دیا اور ہندوؤں نے سچ سمجھ کر ان کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق اپنی رائے قائم کر لی۔ اس انداز سے مسلمانوں کے متعلق ہندوؤں کے دلوں میں ناخوشگوار کیفیت میں اور اضافہ ہو گیا اور فرقہ وارانہ کشیدگی نے بہت زیادہ بری صورت حال پیدا کر دی۔ لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہے اگر بغض و عناد کی پٹی آنکھوں پر سے اتار دی جائے۔ تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک صاف نظر آئے گا۔ جو بتلائے جاتے ہیں' کہ آپؐ کے چہرہ پر ہیں۔

آریہ سماج اور اسلام میں گویا ایک طرح کی جنگ برپا رہی ہے اور اس نے دونوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور سب سے زیادہ نقصان ملک کو پہنچایا ہے اور اس طرح گو میں جنگجو فریقوں میں سے ایک فریق کا ممبر ہوں اور اس طرح خود ایک فریق ہوں۔ مگر میرا خیال ہے کہ اس جنگ نے کسی کو فائدہ نہیں پہنچایا اور اب ضرورت ہے کہ ٹھنڈے دل سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح زندگی اور آپؐ کے اقوال و اعمال کو دیکھا جائے اور جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور کی جائیں اس طرح ویدک دھرم کا مطالعہ کیا جائے اور اس کے متعلق جو بدگمانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ رفع کی جائیں۔ دراصل آریہ سماج کو اسلام کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ اس کی چودہ سو سال کی محنت سے مورتی پوجا نہ صرف یہ کہ دنیا سے اٹھ گئی بلکہ ہندوستان کی فضا بھی اس کے لئے تیار ہو گئی اور آریہ سماج کو تیار کھیت مل گیا۔ اس طرح اسلام کو یا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہئے کہ

غیر خدا کی پرستش' جس کے مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا' اس کا ایک معین مددگار پیدا ہو گیا جو ہندوستان کی مذہبی فضا میں خدا پرستی قائم کرنا اور بت پرستی کو دور کرنا چاہتا ہے۔ ہندوستان کے مناسب حال دو ہی الزام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر آپ' کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی جا سکتی تھی ایک یہ الزام کہ آپ سخت جنگجو تھے اور ہمیشہ اپنے پڑوسیوں اور ہم وطنوں سے لڑتے رہے۔ دوسرا الزام قربانی کی بنا پر بے رحمی و خونخواری کا ہے۔ ہندوستان کی تہذیب کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ ایسے الزامات کو بہت جلد قبول کر لینے کی صلاحیت یہاں کے لوگوں میں موجود ہے بودھ ازم اور جین ازم کی وجہ سے "اہنسا" کا عام خیال دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے۔ اس بنا پر اس الزام کو بلا تحقیق قبول کر لینے کی استعداد ہندوستان کے مزاج میں پہلے ہی سے موجود تھی۔

پہلا الزام جنگجوئی کے متعلق خود انگریز مورخوں نے تحقیق کر کے غلط ثابت کر دیا ہے اور یہ حقیقت دنیا کے سامنے آگئی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی' بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ' کو مجبور کیا گیا مگر میں اس الزام سے اس مضمون میں بحث نہیں کروں گا۔ کیونکہ اب یہ اتنا وقیع نہیں رہا اور اصل حقیقت بالکل بے نقاب ہو چکی ہے۔

رحمت محمدی کا خدائی دعویٰ

البتہ دوسرے الزام' بے رحمی و سنگ دلی کے متعلق اس مضمون میں بحث کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ' کے اقوال و اعمال کا سرسری نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر بے رحمی و سنگدلی کا الزام لگانا حددرجہ کی بے رحمی اور سنگدلی کا ثبوت دینا ہو گا۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے تم کو تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر) یعنی ہر اک عالم کے لئے سراپا رحمت و شفقت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دعویٰ محدود نہیں ہے بلکہ عام ہے یعنی خدا نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مسلمانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ بلکہ اس دعویٰ میں عالم انسانیت کی بھی قید نہیں ہے۔ بلکہ جتنے عالم بھی ہیں خواہ عالم انسان ہو یا عالم حیوان یا عالم نباتات ہو یا جمادات غرضیکہ کل کائنات اس دعویٰ میں شامل ہے اور کائنات کی ہر مخلوق پر سراپا رحمت بنا کر آپ' کو بھیجنے کا دعویٰ خدا نے کیا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایک دعویٰ ہے جو ڈنکے کی چوٹ کیا گیا ہے اور صدہا سال تک کی معاند اور دشمن قوم کو بھی اس دعویٰ کے جھٹلانے کی ہمت نہیں پڑی۔ پیغمبر اسلام کو ایسی قوم اور ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو شب و روز ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ کوئی الزام لگائیں یا موقعہ ملے تو

جھٹلائیں یا کوئی غلط دعویٰ ہو تو اس کی تردید کریں۔ مگر ۲۳ سال کی مدت میں کسی ایک متنفس کو بے رحمی و سنگدلی تو ایک طرف رہی معمولی سے معمولی الزام لگانے کی جرات نہ ہوئی۔ حالانکہ منافقین کی ایک جماعت اندرونی اور بیرونی زندگی کے ایک ایک خدوخال سے واقف و آگاہ تھی اور ان کے سامنے اسی خدا کا جس کو جھٹلاتے تھے یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے" اگر اس دعویٰ کے خلاف دشمنوں کو ذرا سی بھی گنجائش ملتی تو فوراً" اعتراض کر کے اس دعویٰ کو جھٹلاتے مگر انتہائی دشمنی اور شب و روز کی اس ٹوہ اور فکر کے باوجود وہ آپؐ پر صرف ایک ہی الزام لگا سکے کہ آپؐ بت پرستی کے خلاف وعظ کہتے ہیں اور ہمارے مذہب سے ہماری قوم کو گمراہ کرتے ہیں اور ہمارے باپ دادا جن بتوں کی پرستش کرتے تھے ان سے ہمیں باز رکھنا چاہتے ہیں پس یہی الزام تھا جو آپؐ پر لگایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا الزام نہیں لگایا گیا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے رحمی و سنگدلی کا اگر کوئی ایک واقعہ بھی ملتا۔ تو ایسے شدید مخالفین کی نظر اس پر ضرور پڑتی اور خدائی دعویٰ کی تردید اور اس کے جھٹلانے کے واسطے الزام وہی کے لئے اس کو ضرور پیش کیا جاتا۔

اس کے ساتھ ہی دوسرا دعویٰ کیا گیا اور آپ کو "رؤف" اور "رحیم" کے خطاب سے پکارا گیا پھر بھی اس خدائی دعویٰ کے جھٹلانے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس خدائی دعویٰ کے اس قدر مصداق تھے اور آپؐ کی زندگی اس درجہ سراپا شفقت و رحمت تھی کہ خدا کو آپؐ کی حد سے زیادہ نرمی کے متعلق آگاہ کرنا پڑا کہ اس قدر نرمی بھی مناسب نہیں ہے اور ارشاد فرمایا گیا **واغلظ علیھم** تھوڑی سی سختی بھی کیجئے۔ جس خدا نے یہ کہا ہو "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ذات رؤف و رحیم اور سراپا رحمت ہے" وہ درشتی کا حکم اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک کہ آپؐ کی نرمی کے مقابلہ میں دشمنوں کا ظلم و ستم حد سے زیادہ نہ بڑھ گیا ہو۔

رحمدلی کے بعض واقعات

رحمدلی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں اور اپنے ستانے والوں سے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ ان لوگوں کے حق میں کبھی کوئی بد دعا بھی نہیں کی۔ جنہوں نے آپؐ پر انتہائی وحشیانہ مظالم کئے آپؐ جب اپنے مشن کی تبلیغ اور پرچار کے لئے طائف گئے تو وہاں آپؐ پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ آپ لہولہان ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو آپؐ سے کسی نے کہا "ان ظالموں کے لئے بد دعا کیجئے" تو اس وقت آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ "**اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**" جس کے معنی یہ ہیں "خدایا! میری قوم کو سیدھا راستہ دکھا کہ یہ مجھ کو نہیں جانتے" قدرتی طور پر اگر ایسے وقت میں اور کچھ نہیں تو دل میں رنج و غصہ ضرور پیدا ہوتا ہے اور دل کا رنج زبان

پر آجاتا ہے۔ یعنی زبان ہی سے کسی برے الفاظ ضرور نکل جاتے ہیں جو دل کی کیفیت کے ترجمان ہوتے ہیں۔ مگر اس عالی ظرف اور رحم دل انسان کو دیکھئے کہ اس قدر تکالیف اور صدمات برداشت کرنے کے بعد بھی ظالموں کے لئے زبان سے اگر کوئی کلمہ نکلا تو وہ دعا ہی تھی۔ کیا یہی ایک واقعہ آپؐ کی فطری رحمدلی کا ثبوت نہیں ہے؟

ایک اور واقعہ آپؐ کی رحم دلی کا شاہد ہے۔ بدر کی جنگ میں جب آپ کو شاندار فتح حاصل ہوئی تو بہت سے قیدی بھی گرفتار ہو کر آئے۔ وہ رات بھر ایک جگہ مشکیں کسے ہوئے پڑے رہے۔ حضرت عباسؓ کی مشکیں ذرا زور سے کسی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ کراہ رہے تھے۔ آپؐ کے کانوں میں حضرت عباسؓ کے کراہنے کی آواز پہنچی تو آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے ان اسیروں کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ مشورہ دیا کہ "سب کو قتل کردیا جائے" مگر حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ دیا کہ "سب کو چھوڑ دیا جائے" آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ کو قبول کرلیا۔ حالانکہ ان اسیروں میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو آپ کی جان کے دشمن اور آپؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس وقت جنگ کا یہ عام دستور تھا کہ دشمن کے آدمی اگر گرفتار ہوجائیں تو ان کا قتل کردینا عین آئین جنگ کے مطابق سمجھا جاتا تھا۔ فتح مکہ کے دن کا نظارہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی اور شفقت و رحمت کا ثبوت ہے جو تاریخ کے صفحات میں ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتا۔

مکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہایت عزیز اور پیارا وطن تھا۔ آپؐ کے تمام اعزہ وہیں تھے۔ مگر وہاں کے باشندوں نے جب تک آپؐ وہاں رہے۔ طرح طرح کے مظالم آپؐ پر کئے۔ آپؐ کے قتل کا انعام مقرر کیا آپؐ کے خلاف قتل کی سازشیں کیں اور آپ کو جلا وطن ہونے پر مجبور کردیا اور جب آپؐ وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر وہاں سے چل دئے تو آپ کا تعاقب کیا تاکہ اگر آپؐ مل جائیں تو آپؐ کا کام تمام کردیں۔ پھر جلا وطنی کی حالت میں بھی آپؐ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مگر اس کے باوجود جب آپ نے مکہ فتح کرلیا تو شہر میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

انتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم (تم آزاد ہو۔ تم پر آج کوئی تاوان نہیں ہے اور نہ باز پرس ہے)

آپ نے عام معافی دے دی حالانکہ یہی وہ مکہ والے تھے جنہوں نے آپؐ کو دیس سے نکالا تھا اور قتل کی سازش کی تھی اور آپؐ کے سر کا انعام مقرر کیا تھا اور کوئی سختی اور کوئی ظلم اٹھا نہیں رکھا تھا اگر آپ چاہتے تو ایک ایک سے بدلہ لے سکتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ سراپا رحمت تھے۔ اس لئے آپ نے ہر ایک سرکش اور ظالم کو معاف کردیا۔ اس قدر ظلم و ستم سہنے کے بعد قابو پانے پر اس طرح تمام ظالم، خونخوار دشمنوں کو معاف کردینا کیا انتہائی رحم دلی کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ تو دو تین واقع بیان کئے گئے ہیں۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات آپ کی زندگی میں موجود ہیں۔

فصاحت و بلاغت کی معراج

مسٹر ناتھ رام (ایم۔ اے)

ہر ایک نبی بنیادی طور پر مبلغ تھا۔ اس کا کام ابلاغ یا پہنچانا تھا۔ پیغام خداوندی کو۔ وہ کسی خاص خطہ کی طرف مبعوث ہوا ہو یا کسی خاص قوم کی طرف۔ بہر حال وہ خدا کا کوئی پیغام لے کر آیا۔ جسے اس نے اس کے بندوں تک پہنچایا۔ اور اسکے بعد اس کا فرض پورا ہوگیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ شروع میں ہر ایک نبی اکیلا تھا۔ پھر چونکہ "مومن کبھی اکیلا نہیں رہتا۔" اس لئے جلد ہی اس سے ملنے والے اس کے ہم خیال ہونے لگے اور زیادہ مدت نہ گزری کہ یہی اکیلا شخص جس کی ہر طرف سے مخالفت ہورہی تھی۔ اور جس کا لوگ مذاق اڑا رہے تھے' ایک زبردست جتھے کا مالک اور کار فرما بن گیا۔ اور پھر یہ جماعت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ تعداد میں اور طاقت میں اور اثر و رسوخ میں ترقی کرتی گئی اور جو بھی اس کے مقابلہ میں آیا اسے منہ کی کھانا پڑی۔

آخر یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

بیشک صداقت میں فی نفسہ ایسی کشش ہوتی ہے کہ اسکا مقابلہ نہیں کیاجاسکتا۔ اس کے اشد ترین مخالف بھی آج نہیں تو کل اس کے فرمانبردار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لیکن اصل چیز پیغام کی صداقت ہی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اسے "کس طرح" پیش کیا گیا۔ یہاں بحث وحی اور کتاب سے نہیں۔ کہ وہ یقیناً "عروس جمیل" اور "لباس حریر" کا حکم رکھتی ہے۔ مضمون و خیال بھی بے نظیر اور زبان بھی اعلیٰ ترین۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اللہ کا نبی اپنی روز مرہ کی تبلیغ اور اپنے پیغام کی تفسیر و تشریح اور اپنے پیروؤں کی تعلیم و تربیت کس زبان میں کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے نبی کو اپنی زبان پر پوری قدرت حاصل ہونا چاہیے۔ اور اسے اس درجہ فصیح و بلیغ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو بہترین الفاظ میں اور بہترین طریقہ پر پیش کرسکے۔

ہم اس باب میں داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن آپؐ کی پرورش بنو سعد کے قبیلہ میں ہوئی' جو اپنی زبان کی صحت اور فصاحت کے لئے مشہور تھا۔ آپ چھ برس کی عمر تک اس قبیلہ میں رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں کوئی آدمی عام طور پر زبان سیکھتا اور اس پر عادی ہوجاتا ہے۔ لیکن آپ کی زبان دانی کے اصلی جوہر چالیس کی عمر کے بعد کھلے۔ جب آپؐ خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے۔

احادیث میں ہمیں چار طرح کی چیزیں ایسی ملتی ہیں جو آپ کی ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی کا آئینہ ہیں۔

۱۔ بعض قانونی دستاویزیں۔ مثلاً حدیبیہ کا صلح نامہ ہے۔ یا مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ عہد نامہ۔
۲۔ تبلیغی خطوط۔ جو آپ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور عرب قبائل کے رئیسوں کو لکھے۔
۳۔ بعض خطبے۔ جن میں حجۃ الوداع کا خطبہ سب سے زیادہ مشہور ہے
۴۔ عام روز مرہ کی باتیں۔ جن میں آپ نے دینی اور دنیوی مسائل پر اظہار رائے فرمایا۔

ان میں سے پہلی قسم یعنی قانونی دستاویزیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ کیونکہ ضرورتاً" موضوع کی مناسبت سے ان کی زبان خاص نوعیت کی ہے۔ اس لئے ہم باقی تینوں امور سے متعلق گفتگو کریں گے۔

یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ ۶ ھ (۶۲۸ء) میں آپؐ نے جزیرۃ العرب کے ہمسایہ ملکوں کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے ان خطوط کے علاوہ اور مکتوب تحریر نہیں فرمائے۔ حسن اتفاق سے آپ کے جو خطوط تلف ہونے سے بچ گئے اور تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کی تعداد بھی سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان سب کا مقصود تبلیغ ہے۔ یعنی مکتوب الیہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اور اگر وہ مسلمان ہے تو اس کے لئے کسی اسلامی اصول یا قانون کی وضاحت کی گئی ہے اور مکتوب الیہ کو اس پر چلنے کی ہدایت ہے۔ لیکن ہر جگہ جو زبان استعمال کی ہے۔ وہ ایسی فصیح اور قل و دل ہے۔ کہ اس میں کسی کمی بیشی کی قطعاً" گنجائش نہیں۔ فصاحت کا معیار یہ ہے کہ کلام ایسا سلیس ہو کہ سامع کو اس کے سمجھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ نہ الفاظ مشکل اور نامانوس ہوں۔ نہ ان کی ترکیب ہی میں کسی طرح کی تعقید ہو۔ بلاغت کا درجہ اس سے اوپر ہے۔ بلکہ بلاغت کے لئے فصاحت پہلی شرط ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ کلام بلاغت کی کسوٹی پر پورا نہ اترے مگر اس کے باوجود وہ فصیح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ فصیح نہیں تو بلاغت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلاغت میں پہلی شرط یہ ہے کہ کہنے والا اپنا مدعا پورے کا پورا اپنے کلام میں منتقل کر دے۔ یہاں "المعنی فی بطن الشاعر" کی نہیں چلتی۔ اگر دور از کار مقدرات رہ جائیں گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ سننے والا پڑھنے والا۔ نہ تو اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے گا۔ نہ وہ اس سے اثر ہی قبول کرے گا جو کہنے والے کا مدعا اور مقصود تھا۔ ہم جب اس معیار پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا یہ الفاظ بنے ہی اس موضوع اور موقع کے لئے تھے۔ ایک خط دیکھئے۔ جو اسکندریہ (مصر) کے قبطی عیسائی بطریق پادری کے نام لکھا گیا تھا۔ (افسوس کہ ترجمہ میں اصل کا لطف نہیں رہا۔ لیکن اس سے مفر بھی نہیں۔ عربی جاننے والے البتہ اس سے پورا لطف اٹھائیں گے)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد عبداللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط۔ سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ فاسلم تسلم۔ واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فعلیک اثم اھل القبط۔ یا

اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (زاد المعاد۔ ۳۔ ۶۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے۔ مقوقس قبطیوں کے سردار کے نام۔ سلام اس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اسلام قبول کر لیجئے اور محفوظ ہو جایئے۔ اگر اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا تو تمام قبطی قوم کا گناہ بھی آپ پر ہو گا۔ "اے اہل کتاب! آؤ (کم از کم) اس بات پر مل جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یعنی ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے مقابلہ میں اپنا پروردگار بنائے۔ پھر اگر اب بھی وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا۔ ہم تو ماننے والے ہیں۔"

اب ایک دوسرا مکتوب گرامی دیکھئے۔ جو کسریٰ ایران کے نام لکھا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد الرسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس۔

سلام علی من اتبع الھدیٰ وٰامن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ ادعوک بدعایة اللہ فانی رسول اللہ الی الناس کافة لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین۔ اسلم تسلم۔ فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔ (زاد المعاد۔ ۳۔ ۶۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس کے حکمران کسریٰ کے نام! سلام اس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا جو واحد اور لاشریک ہے۔ کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں آپ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تمام قوموں کی طرف خدا کا رسول ہو کے آیا ہوں تاکہ جو بھی زندہ ہے اسے خبردار کروں اور اللہ کی بات کافروں کے بارے میں ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اسلام قبول کر لیجئے

اور محفوظ ہو جایئے۔ اگر آپ نے روگردانی کی تو زرتشتی قوم کا گناہ بھی آپ ہی پر ہو گا۔

پہلے خط سے اس خط کا مضمون الگ ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ پہلے خط کے مخاطب عیسائی حضرات تھے۔ یہاں مکتوب الیہ مجوسی (زرتشتی) تھا۔ لیکن دونوں میں ایک قدر مشترک ہے۔ مکتوب الیہ کے مخصوص غلط عقیدہ کی لطیف پیرائے میں تردید کی گئی ہے۔ مقوقس کے خط میں اپنے نام کے ساتھ عبداللہ کا اضافہ کیا۔ جس سے یہ مراد تھی کہ خدا کا ہر رسول اس کا بندہ اور مخلوق ہے۔ نہ کہ ابن اللہ۔ جیسا کہ عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عقیدہ ہے۔ یہاں کسریٰ کے نام خدا کی توحید پر خاص زور دیا۔ کیونکہ زرتشتیوں کے یہاں یزدان اور اہرمن۔ خیر و شر کے دو خداؤں کا عقیدہ موجود ہے۔ اس لئے انہیں یہ جتانے کی ضرورت تھی کہ خدا ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ باقی تمہاری خام خیالی ہے۔ پھر صاف لفظوں میں اسلام کے عالمگیر مذہب اور اپنے تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث ہونے کا اعلان کیا۔ تاکہ اگر کسی جگہ یہ خیال ہو کہ ان کے عرب میں پیدا ہونے اور قرآن کے عربی میں نازل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ صرف عربوں ہی کی اصلاح کے لئے مامور تھے۔ تو اس کی تردید ہو جائے۔ اس لئے "الناس کافۃ" فرما کر بتا دیا کہ میں عرب و عجم سب کے لئے "رسول اللہ" ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دونوں خطوں میں ایک فقرہ مشترک بھی ہے۔ پہلے میں ہے۔ **"فان تولیت فعلیک اثم اھل القبط"** اور دوسرے میں ہے **"فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔"** یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ آدمی اپنے سے بڑے کی تقلید کرتا ہے۔ یہ بڑائی عمر میں ہو کہ رتبہ میں۔ علم میں ہو کہ عقل میں۔ عام لوگ اس سے متاثر ہوتے اور شعوری یا غیرشعوری طور پر اپنے سے بڑے آدمی کے قول و فعل کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ دونوں خطوں کے ان فقروں میں انسانی فطرت کے اسی پہلو کی طرف اشارہ ہے۔ "الناس علی دین ملوکھم" کی مثل اسی موقعہ کے لئے ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر سردار قوم اسلام قبول کرے گا تو اس کی رعایا یا پیرو بھی اس کے تتبع میں مسلمان بن جائیں گے۔ لیکن اگر اس نے روگردانی کی اور اسے ماننے سے انکار کر دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ عام لوگ اس دین پر غور و فکر نہیں کریں گے اور اس طرح وہ ہدایت سے محروم رہ جائیں گے۔ دوسرے معنوں میں ان لوگوں کی گمراہی کیلئے ان کے سردار اور حکمران ذمہ دار ہوں گے اور ان کا گناہ بھی انہی کے ذمہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو خدا تمہیں اس کا دوہرا اجر دے گا۔ یعنی ایک تمہارے اپنے قبول حق پر اور دوسرے تمہارے تتبع میں تمہاری قوم کے راہ ہدایت اختیار کر لینے پر۔

ایک بہت مختصر خط اور دیکھئے۔

مسیلمہ بن حبیب' یمامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ کا رئیس تھا۔ اس نے یہ خط لکھا اور اپنے دو آدمیوں کے ہاتھ آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ۔ السلام علیک اما بعد فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون۔ (ابن ہشام۔ ۴۔ ۲۴۷)

خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کے نام۔ سلام علیکم۔ امابعد میں بھی اس کار نبوت میں آپ کا شریک بنایا گیا ہوں۔ اور ہمارے (یعنی میری قوم کے) لئے آدھی زمین ہے اور باقی آدھی قریش کے لئے۔ لیکن قریش کی قوم زیادتی کر رہی ہے۔

جب مسیلمہ کے ایلچی یہ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے خط پڑھنے کے بعد ان سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ وہ بولے وہی جو اس خط میں لکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر ایلچی کے قتل کرنے کی ممانعت نہ ہوتی تو میں ابھی تمہاری گردن مار دینے کا حکم دے دیتا۔ پھر مسیلمہ کے نام یہ خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی مسیلمہ الکذاب

السلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ (ابن ہشام ۴۔ ۲۴۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ امابعد زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ اسے دے دیتا ہے۔ اور انجام نیک انہی کا ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

کیا اس سے بڑھ کر ایجاز و اختصار کی مثال مل سکتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس دو سطر کے خط میں یہ تمام ضروری چیزیں کیونکر سما گئیں۔

۱۔ **"محمد رسول اللہ"** سے اپنے دعوے کا اثبات

۲۔ **"الی مسیلمہ الکذاب"** سے مکتوب الیہ کے دعوے کی تکذیب و تغلیط

۳۔ **"الارض للہ"** سے اس کے دوسرے دعوے کی تغلیط کہ زمین دونوں قوموں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔

۴۔ **"یورثھا من یشاء من عبادہ"** سے یہ کہنا مقصود ہے کہ انہیں لوگ یا قومیں آپس میں تقسیم نہیں کیا کرتیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جو اس کا اصلی مالک ہے۔ وہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس

کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔

۵۔ **والعاقبة للمتقين**" کے آخری ٹکڑے سے تبلیغ کر دی کہ اگر تم بھی اللہ کے نیک بندے اور متقی بن جاؤ گے تو ممکن ہے کہ تم بھی اس زمین کے وارث بن جاؤ۔

اور اس کے باوجود اس ساری عبارت میں ایک لفظ بھی مشکل یا نامانوس نہیں۔ غرض دریا کو اس طرح کوزے میں بند کر دیا ہے کہ کوئی گفتنی' ناگفتہ نہیں رہ گئی۔

اور اصل بات یہ ہے کہ امابعد سے لے کر آخر تک خط قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے۔ (الاعراف ۷۔ ۱۲۸)

آپؐ کا کمال یہ ہے کہ اس کا استعمال ایسا برمحل کیا جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا جاتا ہے۔

خطوں کے بعد خطبے ہیں۔ خط اور خطبہ میں پہلا فرق تو یہی ہے کہ خط کا مخاطب بالعموم فرد واحد ہوتا ہے۔ اور خطبہ بڑے مجمع کے سامنے دیا جاتا ہے اور اسی لئے خطبہ بہ نسبت خط کے طویل ہوتا ہے۔ پھر اس میں ایک سے زیادہ موضوع بھی زیربحث آجاتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر خطبے بھی مختصر اور کسی ایک ہی مضمون پر حاوی ہیں۔ سوائے اس خطبہ کے جو آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ (۶۳۲ء) میں جبل عرفات سے دیا۔ چونکہ یہ آخری حج تھا اور آپؐ کو یقین تھا کہ اس کے بعد آپؐ کو اپنی زندگی میں مسلمانوں کے اتنے بڑے اجتماع سے ملنے اور اسے خطاب کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے آپؐ نے اس خطبہ میں وصیت کے طور پر دین کے اہم مسائل کی تشریح فرما دی۔ خطبہ دیکھئے۔

خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

ایها الناس' اسمعوا قولی' فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی هذا' بهذا الموقف ابدا

اے لوگو' میری بات سنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا۔ شاید میں اس سال کے بعد اس صورت میں آپ لوگوں کو نہ دیکھ سکوں۔

ایها الناس' ان دماء کم واموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم' کحرمة یومکم هذا' و کحرمة شهر کم هذا' وانکم ستلقون ربکم فیسالکم عن اعمالکم' وقد بلغت فمن کانت عنده امانة فلیئودها الی من ائتمنه علیها'

اے لوگو۔ تمہارے خون اور تمہارے اموال آپس میں روز قیامت تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور تمہارا یہ مہینہ حرام ہے۔ اور تم جلد ہی اپنے رب کے حضور جاؤ گے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پرسش ہو گی اور میں نے یہ بات تم کو پہنچا دی۔ تم میں سے جس کے پاس کوئی امانت ہو چاہئے کہ وہ اسے امانت والے کو لوٹا دے۔

وان کل ربا موضوع' ولکن لکم رؤوس اموالکم' لا تظلمون ولا تظلمون' وقضی

اور تمام سود باطل ہے لیکن راس المال تمہارا حق ہے۔ نہ اور کسی پر ظلم کرو نہ خود کسی کے ظلم کا نشانہ بنو۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ سود نہیں ہوگا اور اسی

الله انه لا ربا' وان ربا عباس بن عبدالمطلب
موضوع كله' وان كل دم كان في الجاهلية
موضوع' وان اول دمائكم اضع دم ابن
ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب وكان
مسترضعا في بني ليث' فقتله هذيل' فهو اول
ما ابدا به من دماء الجاهلية'

اما بعد ايها الناس: فان الشيطان قد يئس من
ان يعبد بارضكم هذه ابدا' ولكنه ان يطع
فيما سوى ذلك فقد رضي به مما تحقرون من
اعمالكم' فاحذروه على دينكم

ايها الناس: ان النسى زيادة في الكفر يضل
به الذين كفروا' يحلونه عاما ويحرمونه
عاما' ليواطئوا عدة ما حرم الله' فيحلوا ما
حرم الله' ويحرموا ما احل الله

وان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلقه الله
السموات والارض' وان عدة الشهور عند
الله اثنا عشر شهرا' منها اربعة حرم' ثلاثة
متوالية' ورجب مضرا' الذى بين جمادى
وشعبان

اما بعد ايها الناس: فان لكم على نساءكم
حقا' ولهن عليكم حقا' لكم عليهن ان لا
يوطئن فرشكم احدا تكرهونه' وعليهن ان
لا ياتين بفاحشة مبينة' فان فعلن فان الله قد

لئے عباس بن عبدالمطلب کا سارے کا سارا سود
منسوخ کیا جاتا ہے اور ایام جاہلیت کے تمام خون بھی
منسوخ اور سب سے پہلے جس خون کو میں منسوخ کرتا
ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون
ہے۔ وہ بنولیث میں دودھ پیتا بچہ تھا اور اسے ہذیل
والوں نے قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت میں یہ پہلا قتل تھا
جس سے خون کا بدلہ لینے کا سلسلہ چلا۔ اور اس کے
بعد اے لوگو! شیطان کو اس بات سے تو کامل مایوسی ہو
گئی کہ اب تمہاری اس سرزمین پر قیامت تک اس کی
پوجا نہیں ہو سکتی لیکن اس کے علاوہ تمہاری دوسری
معمولی معمولی باتوں میں اس کی پیروی ہو گی۔ پس وہ
تمہارے ان اعمال ہی سے خوش ہے۔ اپنے دین سے
متعلق اس سے خبردار رہو۔

اے لوگو۔ نسیء کفر میں زیادتی تھی۔ اس سے کافر
لوگوں کو گمراہ کرتے تھے ایک سال اسے حلال کر دیتے
اور دوسرے سال حرام کر دیتے۔ اور یہ اس لئے تاکہ
خدا کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو جھٹلا سکیں۔ وہ خدا کے
حرام کردہ کو حلال بنا دیتے اور حلال کردہ کو حرام۔

اور زمانہ گردش کھا کے پھر اسی حالت پر پہنچ گیا جس پر
شروع میں زمین و آسمان پیدا ہوئے تھے۔ اور مہینوں
کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے۔ ان میں سے
چار حرام ہیں۔ تین یکے بعد دیگرے (یعنی ذیقعدہ۔ ذی
الحجہ۔ محرم) اور رجب مضر۔ جو جمادی الثانی اور
شعبان کے درمیان ہے۔

اور اے لوگو۔ اس کے بعد سنو کہ تمہارا تمہاری
عورتوں پر حق ہے اور ان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا
حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے
شخص کو نہ آنے دیں جسے تم نہیں چاہتے۔ اور ان کا

اذن لکم ان تھجروھن فی المضاجع' وتضربوھن ضربا غیر مبرح' فان انتھین فلھن رزقھن وکسوتھن بالمعروف'

واستوصوا بالنساء خیرا' فانھن عندکم عوان لایملکن لانفسھن شیئا' وانکم انما اخذتموھن بامانۃ اللہ' واستحللتم فروجھن بکلمات اللہ'

فاعقلوا ایھا الناس قولی

فانی قد بلغت۔

وقد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا' امرا بینا' کتاب اللہ وسنۃ نبیہ

ایھا الناس : اسمعوا قولی واعقلوہ' تعلمن ان کل مسلم اخ للمسلم' وان المسلمین اخوۃ' فلا یحل لامری من اخیہ الا ما اعطاہ عن طیب نفس منہ

فلا تظلمن انفسکم

فرض ہے کہ فحش مبین کی مرتکب نہ ہوں۔ اور اگر وہ اس کا ارتکاب کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ ان سے خواب گاہ میں علیحدگی اختیار کر لو۔ اور انہیں ایسی جسمانی سزا دو جو شدید نہ ہو۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو ان کا حق ہے کہ مناسب طریقہ پر اپنا نان نفقہ اور لباس تم سے لے لیں۔ اور میں تمہیں عورتوں سے عمدہ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ وہ اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتیں۔ اور تم نے انہیں اللہ تعالیٰ سے بطور امانت لیا ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے انہیں اپنے لئے حلال کیا ہے۔ پس اے لوگو۔ میری بات پر خوب غور کرو۔

میں نے بہرحال اپنا پیغام پہنچا دیا۔

اور میں تمہارے لئے وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ صاف اور کھلی چیز۔ کتاب اللہ اور سنت نبویؐ۔

اے لوگو! میری بات سنو اور اسے سمجھو۔ یاد رکھو کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سب مسلمان ایک برادری ہیں۔ پس کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں سوائے اس کے جو وہ اپنے دل کی خوشی سے اسے دے دے پس اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

یہ بڑے معرکہ کا خطبہ ہے اور اگرچہ ابن ہشام میں اس کی تصریح نہیں۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری حج کے موقع پر آپؐ نے تین مختلف خطبے ارشاد فرمائے تھے۔ عین ممکن ہے کہ ان تینوں خطبوں کے کچھ حصے آپس میں مل گئے ہوں۔ بہرحال آپ نے دیکھا کہ سارے خطبہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو متوسط علم کا عربی دان نہ سمجھ سکتا ہو۔ یہی کمال فصاحت ہے۔ اور چونکہ زبان سلیس اور عام فہم ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ سامع کو خطیب کا مدعا سمجھنے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ پھر بلاغت کا یہ عالم ہے کہ اس میں دین کے بیشتر اہم مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں۔

جب خطبہ ختم فرمایا۔ تو لوگوں کو مخاطب کر کے حکم دیا۔

"فلیبلغ الشاهد الغائب"

جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ یہ باتیں ان لوگوں کو پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔

اب تیسری شق عام احادیث کی ہے۔ یہ کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے اتنی متنوع ہیں کہ ان پر کسی مختصر مضمون میں اچٹتی نگاہ ڈالنا بھی محال ہے۔ اس لئے میں صرف چند ایسی احادیث پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ جو اپنے مطلب کے لحاظ سے ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکی ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنیات

(۱) اعمال نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں

(۲) لکل امری مانوی

(۲) ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے

(۳) من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ' فان لم یستطع فبلسانہ' فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان

(۳) اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی بری بات دیکھے۔ تو اسے چاہئے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ اگر وہ اس پر قادر نہ ہو۔ تو زبان ہی سے اس کی ممانعت کر دے۔ اگر وہ اتنا بھی نہ کر سکے تو کم از کم اسے دل ہی میں برا سمجھے۔ اور یہ کمزور ترین درجہ ایمان ہے۔

(۴) انصر اخاک ظالما او مظلوما

(۴) اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

(۵) خیر کم خیر کم لاھلہ

(۵) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔

(۶) کما تکونوا یولی علیکم

(۶) جیسے تم خود ہو۔ ویسے ہی تمہیں حاکم ملیں گے

(۷) الحیاء من الایمان

(۷) حیا جزو ایمان ہے

(۸) ان من الشعر حکما وان من البیان سحرا

(۸) بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعض باتیں جادو

(۹) احرث لدنیاک کانک تعیش ابدا واعمل لآخرتک کانک تموت غدا

(۹) دنیا اس محنت سے کماؤ۔ جیسے تمہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ اور آخرت کے لئے ایسی کوشش کرو' جیسے کل ہی مرجانا ہے۔

(۱۰) لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین

(۱۰) مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا (ڈسا) جاتا

(۱۱) الید العلیا خیر من الید السفلی — (۱۱) اوپر کا یعنی دینے والا ہاتھ نیچے کے یعنی لینے والے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے۔

(۱۲) کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن — (۱۲) دانائی کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے

(۱۳) اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ — (۱۳) مزدور کی مزدوری' اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

اور ان میں سینکڑوں کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

غرض آپؐ کا تمام کلام فصاحت و بلاغت کا درخشاں نمونہ ہے۔ اور آپؐ کی حیرت انگیز کامیابی میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے! (فاران سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء)

بدر کاملؐ

سوامی آنند

جنوبی ہند کے ایک ممتاز بدھ مذہبی رہنما سوامی آنند اپنے ایک تامل مضمون "پیغمبر اعظم۔ ایک معجزہ" میں لکھتے ہیں۔

"بدھ مت میں پورے چاند کو نہایت اہمیت حاصل ہے' مہاتما بدھ پورے چاند کی رات ہی پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے گیان بھی بدر کامل کی رات میں حاصل کیا اور انتقال بھی بدر کامل کی رات ہوا۔ یہ بدر کامل آسمان پر نظر آتا ہے' لیکن ایک بدر کامل ایسا بھی ہے جو اس دھرتی پر چلتا پھرتا اور بھگوان و ایشور کا پیغام پہنچاتا نظر آتا ہے' میرے نزدیک یہ بدر کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' سورج جو ہمارے سیارے کی زندگی کا اصل منبع ہے اپنی حدت اور گرمائش سے پریشان کرتا ہے' لیکن بدر کامل انتہائی دل پسند انداز میں اپنا نور پھیلاتا ہے اور لوگوں کے لئے خوشی و طمانیت کا باعث بنتا ہے۔

میرے لئے رسول اقدس کی زندگی اور تعلیمات بدر کامل کی طرح ہیں' دنیا میں بڑے بڑے ریفارمر گذرے ہیں' جن کی زندگی کے انداز بھی نہایت دلکش تھے لیکن ان کی تعلیمات زیادہ دیر تک موثر ثابت نہ ہوئیں' اسی طرح بعض نام نہاد ریفارمر ایسے بھی تھے جو آگ کا ایدھن بنے' کیونکہ وہ اخلاقیات سے عاری تھے لیکن رسول مقدسؐ کی زندگی بے داغ بدر کامل کی سی ہے۔ ان کی تعلیمات بھی ٹھنڈک بخشنے والے بدر کامل کی طرح ہیں۔ پیغمبر اعظم کی زندگی اور تعلیمات میں کوئی تضاد نہیں' اس لئے ان کو "انسانیت کے لئے بہترین نمونہ" قرار دیا جاتا ہے۔" (بحوالہ مجلہ فکر و نظر سیرت نمبر ۱۹۹۳ء)

محمدؐ (تعریف کیا گیا)

مسٹر اے۔ آر۔ وادیہ (سابق پروفیسر میسور کالج)

مسٹر اے۔ آر۔ وادیہ نے مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں اس محیرالعقول انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی۔ جو حضرت رسالت مآب نبی کریمؐ کی بعثت پر رونما ہوا۔

ذیل میں ہم ان کی تمام تقریر ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ مسٹر اے۔ آر۔ وادیہ صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا سابق پروفیسر مہاراج کالج میسور۔ جنہوں نے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حضرت محمدؐ کے یوم ولادت کے جلسہ میں گوہر افشانی فرمائی۔ یہ اجلاس مسلم طلباء ایسوی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ اس تقریر کا موضوع "حضرت نبی کریمؐ اور آپؐ کے کارہائے نمایاں" پر خیالات کا اظہار تھا۔ حضرت نبی کریمؐ بلاشبہ نسل انسانی میں سے عظیم الشان انسان تھے۔ اور اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ تم کو نبی اکرمؐ کی زندگی میں کس بات نے خصوصیت سے متاثر کیا۔ تو میں کہونگا کہ وہ آپؐ کی تعلیم کی معقولیت تھی۔ جس نے شروع شروع میں مجھ پر گہرا اثر ڈالا۔

حضرت نبی کریمؐ کے کارہائے نمایاں کی عظمت و جلال کی زیادہ قدر و منزلت کرنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم ان حالات کو معلوم کریں جن کے اندر آپؐ کی نشوونما ہوئی۔ اور آپؐ نے تربیت و پرورش پائی۔ ایام جاہلیت میں جو نقشہ عرب کا تھا۔ ایک صدی بعد وہ نقشہ کلیتہً بدل گیا۔ وہ عرب جہاں باکرہ دوشیزگان کو ان کی اٹھتی جوانی ہی میں زندہ سپرد خاک کر دیا جاتا تھا۔ وہ عرب جو اصنام پرستی میں مبتلا تھے۔ وہ عرب جس کے بسنے والے تہذیب و تمدن سے بالکل معرا سخت وحوش و نااصلاح پذیر تھے۔ ان اکھڑ و غیر متمدن لوگوں میں آپؐ کی بعثت موجب رحمت و برکت ہوئی۔ اور اس قلیل عرصہ ہی میں اس سرزمین کفر و ضلالت میں معجزہ نما انقلاب عظیم بپا ہو گیا۔ اور یہ ایک ایسا زبردست انقلاب تھا۔ جس کو تاریخ نویس متعدد بار دہراتے ہیں۔

وہ عرب جو کسی زمانہ میں متخاصم اقوام میں منقسم تھا۔ آپؐ کی بعثت نے انہیں متحد کر دیا۔ آپؐ نے ان میں اپنے حقوق کی نگہداشت اور مخالفین تک دعوت حق پہنچانے کی روح پیدا کر دی۔

وہ عرب جس میں طبقہ نسواں کی زندگیوں کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ حضرت محمدؐ نے انہیں عزت نفس و خودداری کا ایک چارٹر مرحمت فرما دیا اور اس عطیہ الہٰی سے فرقہ ذکور و صنف نازک اور بیکس غلاموں تک سب کے سب مستفیض ہوئے۔ عرب جہاں اصنام پرستی میں مبتلا تھا حضرت محمدؐ نے وہاں اس خدائے واحد کی

پرستش کو قائم کر دیا۔ جس کی عبادت بغیر وسائط و اصنام کے ہو سکے۔ اور انسان براہ راست خدائے برتر سے تعلق پیدا کر سکے۔ جس مذہب کی حضرت رسالتمآبؐ کے وقت نشر و اشاعت ہوئی۔ وہ ایک دلکش و دلربا مذہب تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکھڑ و وحوش عرب دنیا کی تہذیب و تمدن کے علمبردار ہو گئے۔ جنہوں نے اپنی تہذیب و تمدن کو نوک شمشیر کے بل پر نہیں بلکہ حکمت و دانش و منطق کے بل بوتے پر زمانہ وسطیٰ کی تہذیب و تمدن کو موثر کر دیا۔ اور اس علم تہذیب کو حدود چین تک پہنچا دیا۔ میرے نزدیک یہ سب سے عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس پر کوئی نبی بجا طور پر نازاں ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا معجزہ ہے۔ جو کہ بیش بہا ترکہ کی طرح نسل انسانی کو پہنچا ہے۔ یہ مہتم بالشان اعجاز نمائی کیسے ہوئی؟ اور اس میں ذرا بھی شائبہ نہیں۔ کہ یہ عظیم الشان ترقی و کامرانی۔ کامگاری محض حضرت نبی کریمؐ کی زبردست دلربا و مسحور کر دینے والی شخصیت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

اس مقام پر دنیا کے ایک دوسرے بڑے مصلح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طریق کار کا مقابلہ حضرت محمدؐ کے طریق کار سے کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں طریقوں کے اندر ایک بین فرق موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مشن کی تکمیل نہایت صبر آزما مصائب کے اندر کی تھی۔ ایسے امر عظیم کا اثر یہودیوں کے دل پر ضرور ہوا ہوگا۔ گو اس وقت نہ ہو۔ لیکن بعد کی نسلوں کے دلوں پر ضرور اس کا گہرا اثر ہوا ہوگا۔ بلکہ اس امر نے رومیوں کے دل پر بھی بڑا اثر کیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہودی ایک نرمی پسند قوم تھی۔ اور جنگجوئی کا مادہ ان کے اندر سے مفقود ہو چکا تھا۔ وہ تکالیف کی برداشت کے عادی ہو چکے تھے۔ اسی لئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصائب کو بنظر وقعت دیکھتے تھے۔ لیکن یونانی اور رومی جس بات کو پسند کرتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کا پیغام محبت تھا۔ وہ لوگ حضرت یحییٰ کی آمد سے پیشتر اس قسم کے پیغامات محبت سننے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کا پیغام ان کو بہت پسند آیا۔ گویا یہ پیغام ایک ایسا بیج تھا جو زرخیز زمین پر گرا۔ غرض یونانی اور رومی اس قسم کے پیغام کو لبیک کہنے پر پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے۔ لیکن عرب کی یہ کیفیت نہیں تھی۔ عرب دوسری تہذیبوں کے تاثرات سے بالکل غیر متاثر تھا۔ اور اسی ایک وجہ سے حضرت محمدؐ کا کام نہایت مشکل اور مہتم بالشان بن جاتا ہے۔ آپؐ کو ایک ایسی قوم سپرد ہوئی جو تعلیم و تربیت سے بالکل معرا تھی۔ آپ کو ایک ایسی قوم کو تبلیغ توحید کرنی پڑی جو سالہا سال سے بالکل عجیب و غریب اور الگ تھلگ طریق عبادات کی عادی ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمدؐ کو ان لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی ایک مختلف طریق اختیار کرنے پڑے۔ آپؐ کو اپنی شخصیت خوب ہی واضح کرنی پڑی۔ محض برداشت تکالیف ہی عربوں کے لئے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتی تھی۔ لہذا جب ان امور پر غور سے دیکھا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمدؐ ہی وہ عظیم الشان انسان ہیں۔ جو ایک ایسی قوم اور ایسے ملک سے اپنی غیر معمولی قابلیت اور دانائی کے ذریعہ سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ یہ کمال حکمت و زیرکی آپؐ میں ہی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جہاں کہیں خدا کے معاملہ میں آپ کو سختی سے کام لینا پڑتا ہے آپؐ سخت

ہوجاتے ہیں۔ اور جہاں کسی اور طریق امن کی ضرورت ہو۔ وہاں وہی طریق دانائی آپؐ استعمال فرماتے ہیں۔ غرضیکہ جس معاملہ میں آپؐ قدم اٹھاتے ہیں۔ وہ نہایت قابل تعریف و ستائش نظر آتا ہے۔ مطالعہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ ابتداء میں اگر آپؐ کو اپنے دشمنوں کے دفاعی حملوں کو روکنے کے لئے کسی قدر سختی سے کام لینا پڑا تو بعد میں جب کہ وہ دشمن مفتوح ہوگئے۔ آپؐ نے کامل حلیمانہ بردباری سے کام لیا۔ ہمیں آپؐ کی زندگی کی۔ آپؐ کی بردباری اور تحمل و برداشت کی ایسی ایسی نظیریں ملتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بردباری اور تحمل سے کہیں کم نہیں قرار دیجاسکتی۔ اس میں شک نہیں کہ آپؐ کے اخلاق کے کئی ایک شعبے تھے۔ ایک طرف خدائے بزرگ و برتر کی عبادت اور اس کی محبت و عظمت کے اندر محو ہونا۔ اپنے وجود کو درمیان میں سے نکال کر اس ایک ذات کا ہوجانا۔ اور اس سے اس قدر لو لگاتا کہ اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے سپرد کردینا۔ اور راضی بہ رضائے رب ہوجانا۔ جو کہ اصطلاح صوفیاء میں مسئلہ رضا کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی تمام حالات تلخ و ترش کے اندر اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور اس پر قوی ایمان رکھنا۔ یہ سب وہ امور ہیں جو آپؐ کی ذات والا صفات میں مرکوز تھے۔ اس قسم کا ایمان نہ خود آپؐ کا اپنا ہی تھا۔ بلکہ ان تمام لوگوں کے دلوں کے اندر اسی قسم کا ایمان پیدا کرنا جو آپؐ کے ارد گرد تھے۔ اور اس کے مطابق ان کو عمل پیرا ہونے کی تعلیم دینا آپؐ کا مشن تھا۔ لہٰذا ہم آپؐ کے وسعت اخلاق کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ کے وسعت اخلاق کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ آپ نے صداقت اور راست بازی کی خاطر اور اس کی اشاعت میں اس قدر تکالیف برداشت کیں۔ جب کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر مفلسی اور غریبی کے لئے تیار ہوجاؤ۔ اور پھر جب اس شخص نے کہا کہ میں اللہ سے محبت رکھتا ہوں تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ پھر تکالیف کے لئے کمر باندھ لو۔ یہ ایک عظیم الشان امر ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا پیغام ہے جس کا سکھانا مذہب کا فرض ہے۔ وہ انسان جو خدا کو چاہتا ہے۔ وہ اس کو امراء کی تفریح گاہوں میں نہیں پاسکتا۔ نہ اس کو کسی آسان طریقہ سے حاصل کرسکتا ہے۔ اس کے لئے ایک اندرونی تیاری کی ضرورت ہے۔ ایک سخت اندرونی جدوجہد درکار ہے۔ خدا کی ہستی معلوم کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ہر کس و ناکس اس کا اہل نہیں۔ اور یہی امر مختلف زبانوں کے تجارب سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کبریٰ اسی وقت منکشف ہوتی ہے۔ جب کہ انسان تکالیف کے لئے کمر بستہ ہوجائے۔ اور ان تکالیف و مصائب کے آنے پر خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کے وصال کے لئے ایک سخت جدوجہد لازمی ہے۔ میں اس امر کو ضروری نہیں سمجھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان تک ہی آپؐ کی شفقت اور محبت محدود تھی۔ بلکہ عالم حیوانات تک اس محبت اور شفقت کا ذخیرہ وسیع تھا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ آپؐ خلوص و محبت کا سرچشمہ تھے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ اس کا ثبوت ہم کو آپ کے مختلف کاموں سے ملتا ہے۔ بے شمار امور کے اندر آپؐ کا انصاف و عدل، آپ کا ترحم و تلطف، آپ کی سخاوت و مروت صاف صاف چشم بینا کو نظر آجائے گی۔

جس طریقہ میں آپؐ نے اپنے دشمنوں سے برتاؤ کیا۔ جس تلطف و ترحم کے ساتھ آپؐ ان سے پیش آئے۔ آپؐ کی زندگی کے مطالعہ کرنے والوں پر بریہن ہے۔ ایک غیر منصف شخص بھی آپؐ کی تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپؐ کا حلم اور بردباری اور وسعت قلبی بھی بے نظیر ہی تھی۔ پھر دیکھئے کہ آپؐ نے محض اسی بات پر ہی قناعت نہیں کی کہ ایک شخص محض یہ بات کہنے سے کہ وہ خدا کو مانتا ہے ایک پکا سچا مسلمان بن جاتا ہے آپؐ کا ایمان تھا۔ اور یہی آپؐ کی تعلیم تھی کہ ایک سچا مسلمان وہ ہے جس کے دل کے اندر ایک پاک تبدیلی واقع ہو۔ زندگی کی ایک نئی روح ہو جس میں صفات اللہ کی چمک نظر آتی ہو۔ یہی وہ امر تھا جس پر آپؐ اصرار کرتے تھے۔ جب تک ایک مسلمان کے اندر یہ حقیقت نہ پائی جائے گو وہ منہ سے لاکھ دفعہ مسلمان کہے۔ وہ حقیقی معنی میں مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اس حلم اور بردباری اور وسعت قلبی کا نتیجہ ہی ہے۔ جو آپؐ کی نسبت اور آپؐ کے متعلق یہ الفاظ وارد ہیں۔ **لا اعبد ما تعبدون ○ ولا انتم عابدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین** یعنی میں ہرگز اس کی پرستش نہیں کرتا۔ جس کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی پرستش کرتے ہو جس کی میں کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا مذہب اور میرے لئے میرا مذہب۔

اس مقام پر ہم آپ کی حس مشترک کو ہی نظر انداز نہیں کرسکتے۔ یا بالفاظ دیگر زندگی یا اس دنیا کے قوانین پر عمل درآمد نہ کرنا۔ اور محض خیالات یا غفلت میں زندگی بسر کرنا۔ یہ وہ بات تھی۔ جس کو آپ سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک شخص کے متعلق حکایت بیان کی جاتی ہے جو آپ کے پاس سوال لے کر آیا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا تیرے پاس کچھ چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس محض ایک گدڑی اور ایک پیالہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا کہ دونوں چیزیں ہمارے پاس لے آؤ۔ آپؐ نے دو درہم پر بیچ ڈالیں۔ ایک سے آپؐ نے اس کے لئے خوراک خرید لی۔ اور دوسرے درہم کا اس کو ایک کلہاڑا خریدنے کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلہاڑے کا دستہ اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اور اس شخص کو جنگلوں میں جا کر لکڑی لانے اور چیرنے اور بیچنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ "ایک دو ہفتہ کے بعد پھر آنا۔" دو ہفتہ کے بعد وہ شخص پھر آیا۔ اب اس کے پاس ۱۰ درہم تھے۔ یہ ہے وہ روح اور اصلی اور حقیقی روح کام کی۔ انہی معنوں میں کارلائل نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ "کام ہی عبادت ہے"۔ خدا غفلت سے نہیں ملتا۔ وہ محبت اور مشقت سے ملتا ہے۔ جس کے دل کے اندر خدا کی محبت اور اس کے مقام کی وقعت ہو اسے ملتا ہے۔

یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایک نہایت ہی عجیب و غریب شخصیت تھی۔ آپؐ کے ایک صحابی ابوذرؓ کی بیان کردہ ایک عجیب حکایت ہمیں اس موقع پر یاد آتی ہے۔ ابوذرؓ نے ایک وقت کسی شخص کو ان الفاظ سے مخاطب کیا "اے حبشی کے لڑکے"! یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار گذرے۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ "اے ابوذر! دونوں پلڑے مساوی ہیں۔ سفید آدمی سیاہ

آدمی پر کچھ فضیلت نہیں رکھتا" اس سادہ فقرہ پر ابو ذر شرمندہ ہو گیا۔ وہ اس شخص کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا کہ آ میرے منہ پر تھپڑ لگا اور مجھے معافی عطا کر۔" اگر اس قسم کے معمولی الفاظ جو بغیر کسی غصہ کے نکلے ہوں اس قدر عظیم الشان اثر رکھتے ہیں۔ تو عرب جو قعر مذلت میں گرا ہوا تھا۔ اس کا ایک نہایت ہی متمدن اور مہذب بن جانے کا راز کھل جاتا ہے۔ اب ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے زبردست اخلاق کے انسان کے تعلیم کردہ مذہب کی نسبت خیال کر سکتا ہے کہ وہ کس قسم کا مذہب ہوگا۔ لاریب مذہب ایک سیدھا سادہ ہوگا۔ جس کا مقصد انسانوں اور خدا کے درمیان ایک براہ راست تعلق پیدا کرنے کا ہو سکتا ہے۔ اور اس براہ راست تعلق کی مثال یا تشریح دنیا کے ہر ایک کونے میں جہاں ایک مسلم زندگی بسر کر رہا ہے مل سکتی ہے۔ اس کے طریق عبادت یا نماز کو دیکھ لو۔ اس عبادت کے لئے اس کو کسی خاص قسم کی عمارت کی ضرورت نہیں ہے ایک صحرا کے اندر ایک درخت کے سایہ کے نیچے ہی یہ سادہ عبادت ادا کی جا سکتی ہے۔ خواہ ایک شخص مکان کے اندر ہو۔ خواہ کسی بیرونی جگہ۔ جب نماز کا وقت آ جاتا ہے۔ ایک مسلم خدا کے حضور میں کھڑا ہونے میں کسی تکلف کا پابند ہوئے بغیر ہی کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کو میں سب سے اعلیٰ مذہب کا ایک امتیاز خصوصی سمجھتا ہوں۔ اور یہ الٰہی مذہب ایک انسانی روح اور خدائے عظیم کے درمیان کسی چیز کو حائل قرار نہیں دیتا۔

اگر ہم خدائی رحم کے حصہ دار ہونا چاہتے ہیں تو ایک انسان کو اپنے خدا سے براہ راست اپنا معاملہ پیش کرنا چاہئے۔ اور یہی وہ پیغام عظیم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے جس کی آپ نے تبلیغ کی۔ یہی یقین اور مسلمین کے ممالک میں جاری رہا ہے۔ گو دوسرے حالات کے اندر مسلمان لوگ خواہ کس قدر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد عالیہ سے نیچے گر گئے ہوں۔

مذہب اسلام کا دوسرا امتیاز خصوصی اس کی حریت اور مساوات ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے برابر اور یکساں ہے۔ ایک مسلمان جب کہ کسی دوسرے مسلمان کو حقارت، انکبار یا استحقار سے دیکھتا ہے تو وہ اس حد تک مسلمان نہیں رہتا۔ اسلام کی اس ضروری خصوصیت کی مثال آپ کو اکثر مواقع پر مل سکتی ہے۔ یا بعض نماز کے وقت مسجد کے اندر ہر ایک اعلیٰ دنیوی حیثیت کا شخص ایک ادنیٰ شخص کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے۔ ایک جامع مسجد کے اندر ہزارہا نفوس ایک صف میں بلا امتیاز ایک ہی خدائے بزرگ کی عبادت میں سربسجود ہوتے دیکھ کر ہی موثر نظارہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ یہ اس اندرونی محبت کا نظارہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزارہا متبعین کے دلوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ بعض اوقات مجھے اس قسم کی نکتہ چینی سننے کا اتفاق ہوا کہ اسلام ایک دنیوی مذہب ہے۔ کیونکہ اس نے اس دنیا کی کامیابی پر زور دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ جس طرح آج کل عیسائیوں کے اعمال حضرت عیسیٰ کی تعلیم کردہ محبت کی مطابقت کے میزان میں پورا نہیں اتر سکتے۔ اسی طرح سے مسلمانوں کی دنیوی کامیابیاں اور فتوحات کی نسبت یہ گمان کر لینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم

ہی محض ایسی دی ہے جس میں محض حصول دنیا کے لئے تاکید کی گئی ہے صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر اس قسم کی تعلیم کی تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ وارد ہے کہ "**واعلمو انما الحیوت الدنیا لھو ولعب الخ**" یعنی دنیا کی زندگی محض ایک لہو و لعب ہے۔ اور ایک دوسرے کے لئے ذریعہ فخر ہے جس میں کہیں مال کی زیادتی کہیں اولاد کی کثرت کا نظارہ ہے (لیکن) یہ سب کچھ ان پودوں کی طرح ہے۔ جو بارش کے وقت اگ آتے ہیں۔ کسان ان کی روئیدگی دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن یہ پودے پھر کملا جاتے ہیں۔ اور زرد پڑ جاتے ہیں۔ اور خس و خاک بن جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ دنیوی زندگی کی یہی کیفیت ہے۔ جو ان الفاظ میں قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی زندگی کا مطمح نظر محض دنیوی مفاد ہو۔ اس کی مثال اس سے واضح کیا ہو سکتی ہے۔ ایسی زندگی کا بالآخر یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک متقیانہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرنے اور اعمال صحیحہ بجا لانے کا اجر اور ثواب محض اس دنیا کے اندر میسر نہیں تھا۔ حاصل کلام یہ ہے حالت اور امتیاز اس مذہب عظیم کا جس نے لاکھوں کروڑوں نفوس کی زندگیوں کے اندر ایک حرکت اور ایک نئی روح پیدا کر دی ہے۔ اور جو روح اب تک کام کر رہی ہے اگر اعداد و شمار مردم شماری کو صحیح مانا جائے تو مجھے یقین ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی آبادی ۱۵ فیصدی ہے۔ یہ ایک عظیم الشان تعداد ہے جو لاکھوں کروڑوں نفوس تک پہنچتی ہے۔ یہ لاکھوں کروڑوں نفوس کسی ایک ہی ملک کے اندر ہی محدود و مقید نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تمام دنیا کے گوشہ گوشہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ قطع نظر ان ممالک کے جہاں مسلمانوں کا دور دورہ رہا یا جہاں کہ ان کی حکومت رہی مثلاً عرب۔ ترکی۔ مصر۔ فارس۔ افغانستان اور ایک حد تک ہندوستان علاوہ ازیں افریقہ۔ چین۔ جاپان۔ یورپ اور امریکہ کے اندر مسلمانوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ یہ کافی شہادت ہے اس امر کی کہ مذہب اسلام کی بنیادیں کسی مضبوط چٹان پر رکھی گئی تھیں۔

مجھے اجازت دیں کہ میں اس مذہب مسلم کے بعض ایسے تاثرات کو بیان کروں۔ جن کو ہم بادی النظر میں تو نہیں البتہ بنظر تعمق دیکھنے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اور جن کا دائرہ اثر بہت وسیع اور فراخ ہے۔ وہ پہلا اثر جو اس مذہب اعظم کا ہم کو نظر آتا ہے۔ وہ اس کی سیاسی اور ملکی فوقیت ہے جو مسلمانوں کو متمدن اور مہذب ممالک کے ایک حصہ کثیر پر حاصل ہوئی۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ کس طرح سے فارس کی عظیم الشان سلطنت عربوں کے زیر نگیں ہوگئی۔ اور اب تک زیر اقتدار ہے۔ پھر یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ اسپین پر برسوں تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا۔ یہ محض اتفاقی بات تھی۔ کہ سارا یورپ اسلامی ممالک میں شامل نہ ہو سکا۔ لیکن میں محض اسی کام کو اس قدر اہمیت دینا پسند نہیں کرتا۔ گو اپنی شان و شوکت اور اپنی عظمت و شان میں یہ بات کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ بلکہ میں اسلامیوں کے اس عظیم الشان کام کو جو انہوں نے تبلیغ مذہب کے باب میں کیا نہایت ہی شاندار سمجھتا ہوں۔ انہوں نے دنیا کے کسی کونہ کو خدائے واحد کی توحید سے خالی نہ چھوڑا اور ایک ہی خدا کی عبادت اور ایک ہی خدا کی معرفت کا جام شیریں سب کو پلانے کی

دعوت دی۔ افریقہ کے دور دراز مقامات کے اندر جہاں جہالت و بربریت کا سکہ جاری تھا۔ انہوں نے جب توحید کی مشعل روشن کی۔ اور دنیا کی ان قوموں کو جو کفر و ضلالت کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی تھیں شاہراہ ہدایت میں گامزن کرا دیا۔ وہ قومیں جو طرح طرح کی برائیوں اور قسم در قسم کی معصیات اور بد عملیوں میں گرفتار تھیں ان کو توجہ الٰہی کی راہ دکھائی۔ اور ان کو اعمال صحیحہ و افعال پسندیدہ کی ترغیب دے کر ہلاکت سے بچا لیا۔

کسی مذہب کی یہ خوبی کہ اس کے اندر محض بڑی بڑی سلطنتوں کے فتح کرنے کی ایک طاقت ہی نہ ہو۔ بلکہ پست اقوام کو اوج ترقی پر پہنچا دینا اور ان کی زندگیوں میں ایک نئی روح پھونک دینا۔ یہ ایک ایسی خوبی اور عمدگی ہے۔ کہ عظیم الشان فتوحات اس امر کے سامنے حقیقت نہیں رکھتیں۔ ایک ایسا مذہب جس کا مطمح نظر محض دنیوی مال و دولت ہی ہو یا ایسا مذہب جس کا مقصد محض طبقہ امراء کی فلاح و بہبود ہو یا ایسا مذہب جس کی غرض و غایت محض سیاسی اقتدار کا قائم کرنا ہو صحیح اور حقیقی معنوں میں مذہب کے نام سے موسوم کئے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ صحیح اور اصل اور حقیقی مذہب وہ ہے۔ جو امور جزوی و عملی پر حاوی ہو۔ اور جو گری ہوئی اقوام اور مردہ لوگوں کی زندگیوں کے لئے مشعل طریق ثابت ہو۔ مذہب کی یہ حقیقی روح ان مسلم مبلغین میں پائی جاتی ہے۔ جنہوں نے اپنے مرشد و آقا حضرت محمدؐ کی ہدایت کے ماتحت اس کام کو سرانجام دینا چاہا ہے اور افریقہ اور ملایا کی اقوام کے اندر جو روشنی اور نور ہم پاتے ہیں۔ وہ اسی کام کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس مقام پر ایک ضروری امر بھی قابل ذکر ہے اور وہ ضروری امر ملکی اور سیاسی فتوحات کی اہمیت ہے۔

ان فتوحات کی بدولت عرب فاتحوں اور دیگر اقوام کی تہذیب و تمدن کے درمیان ایک تعلق پیدا ہوا۔ عرب ایک سادہ اور پاک صاف زندگی بسر کرنے والے لوگ تھے۔ برخلاف اس کے بعض دوسرے ممالک جن کو انہوں نے فتح کیا۔ ان کے اندر بے شمار سامان تعیش و تفریح موجود تھے۔ گو یہی سامان تعیش و تفریح ہی بسا اوقات قوموں کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان ممالک کی فتوحات عرب والوں کی طاقت و شوکت کا موجب ہوئیں۔ اور اسلئے تہذیب یا بالفاظ دیگر ممالک اسلامیہ کا تمدن اور علوم و فنون میں کسب فضیلت بہت حد تک ان فاتح اور مفتوح قوموں کے باہم ربط و ضبط کا نتیجہ ہوا۔

اس لئے تہذیب کی اہمیت بھی قابل نظرانداز نہیں۔ لیکن اس جگہ اس امر پر زور دینا بے موقعہ ہے۔ یہ بات بالکل ثابت شدہ ہے۔ کہ دنیا بھر میں بہترین تجار مسلمان تھے۔ چنانچہ اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی تمام ریشم اور کتان کا کپڑا اسلامی ممالک سے ہی دوسرے یوروپین ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ وینس میں شیشہ گری کا کام کہاں سے آیا۔ ہنڈیوں کا رواج کس نے مروج کیا۔ بحری قونصلیں کس نے قائم کیں۔ اور مختلف ممالک کے اندر تجارتی تعلقات کا سلسلہ کس نے مربوط و منظم کیا۔ آج کل کی تمام تہذیب و تمدن انہیں ایجادوں کی شرمندہ احسان ہے۔ وہ تین بڑی ایجادیں کیا ہیں۔ وہ ہے۔ بحری قطب نما۔ بندوق کا بارود اور کاغذ۔ یہ وہ تین ایجادیں ہیں جو یوروپین تہذیب و تمدن کے لئے گویا روح و رواں ہیں۔ جس سے یورپ

نے ازمنہ وسطی کی تاریکیوں سے علم و تہذیب کا نور حاصل کیا۔

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ عرب ہی علمی اور سائنس کی تحقیقات کے جدید طریقوں کے موجد اور علم مساحت کے بانی تھے۔ اور یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر انہیں کے زلہ بردار ہیں۔ البرٹ اعظم (Albert Le Grand) اور ایکوی ناس عربی سائنس اور عربی فلاسفی کے عمیق مطالعہ کرنے والے تھے۔ راجر بیکن جس کو یورپین سائنٹیفک تہذیب کا سنگ بنیاد رکھنے والا سمجھا جاتا ہے۔ اس کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ علم حاصل کرنے کا محض ایک ہی طریقہ ہے اور وہ عربی زبان اور عربی سائنس کا مطالعہ ہے۔ یہ ہے فضیلت علم کی سائنس کے اندر اور یہی حالت ہے علم طب اور علم جراحی کے اندر۔

علم ادب کے متعلق بھی سن لو۔ اسپین کے مورخوں نے جو نظم کے اندر اپنی جولانی طبع کا ثبوت دیا۔ اٹلی کے مشہور و معروف شاعر ڈینٹی (Dante Alighieri) کے لئے بمنزلہ الہام آسمانی کے ثابت ہوا۔ جس سے دنیا کے سامنے اس نے ایک غیرفانی اور لاجواب نظم پیش کر کے ایک لازوال شہرت حاصل کی۔ پھر دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی علمی ادبی نظم و نثر کے اندر جو ذخائر موجود ہیں۔ ان کا ذکر کچھ کم قابل ستائش نہیں۔ لاریب مسلمانوں کے ممالک تہذیب و شائستگی کے گہوارہ تھے۔ مسلمانوں کی گذشتہ عظمت و شوکت کے کارناموں کی ایک مختصر داستان بیان کرنے میں جو میں نے وقت صرف کیا ہے۔ وہ لاحاصل نہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ بھی اس مرض میں مبتلا ہوں جس میں لوگ عموماً" مبتلا ہیں۔ وہ مرض کیا ہے۔ وہ مرض یہ ہے کہ لوگ بجائے خود کسی کام کے کرنے کے اپنے آبا و اجداد کی تعریف بیان کرتے رہتے ہیں۔ میں نے اس غرض سے یہ داستان یعنی مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کی کہانی بیان نہیں کی۔ میں نے یہ اسلئے بیان کی ہے۔ اور میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ یہ اسلامی عظمت و شوکت درحقیقت پیغبر خدا کی تعلیم کا نتیجہ تھی اور وہ تعلیم کیا تھی۔ وہ تعلیم تھی۔ **اطلبوا العلم و لو کان بالصین** اور علم کو حاصل کرو خواہ چین میں ہی تم کو ملے۔ یہ وہ فراخ دلی کی تعلیم ہے جس نے مسلمانوں کو ایک ممتاز قوم بنایا۔ اسی فراخ دلی کی تعلیم کے فقدان کا نتیجہ تھا کہ یورپ علم و فنون سے ازمنہ وسطی تک محروم رہا۔ اور جب تک کہ اس نے اس فراخ دلی کو قبول نہ کیا اس کی حالت قابل رحم رہی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب یہ تنگدلی کی وبا محض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ تمام دنیا تک پھیلی ہوئی ہے۔ تھوڑے عرصہ سے مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنھوں نے یہ خیال کرنا شروع کر دیا کہ تمام بیرونی تاثرات ان کے مذہب کی ہلاکت کا حکم رکھتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب یہ خیال یوماً" فیوماً" مٹتا جاتا ہے۔ گو اس خیال باطلہ کی وجہ نے مسلمانوں کو تحصیل علوم جدیدہ سے روکے رکھا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ علم کسی کی ذاتی ملکیت یا ٹھیکہ نہیں یہ ایک ایسی چیز ہے کہ ساری دنیا اس کی مالک اور جائز حقدار ہے۔ جس طرح کہ ہوا اور پانی کسی کی ذاتی ملکیت کی چیزیں نہیں ہیں۔ اسی طرح علم بھی کسی کی ذاتی چیز نہیں ہے۔ جہاں بھی یہ ہو اور جو کوئی بھی اس کی ترقی کا موجب اور محرک ہو۔ اس سے اس کی تحصیل پر کچھ قیود عائد نہیں

ہوئیں۔ خواہ اس کا سرچشمہ کہیں ہو۔ اس چشمہ سے فیضیاب نہ ہونا اپنے ہی قوائے ملکیہ کو تباہ کرتا ہے۔ یہ تو عظیم الشان سبق ہے۔ یعنی یہ سبق کہ جہاں کہیں سے علم ملے اس کو لے لو۔ جس کے اندر حضرت محمدؐ کی تعلیم کی فضیلت مرکوز ہے۔ (بحوالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی اکتوبر ۱۹۳۶ء لاہور)

ملک عرب کا سب سے بڑا ریفارمر

ماسٹر شنکر داس صاحب گیانی (ہیڈ ماسٹر ضلع لائل پور)

اگر قوموں اور ملکوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور مذہبی تعصبات کو الگ رکھ کر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو بہت سی ایسی پوتر ہستیاں مادر گیتی کی آغوش میں خوش فعلیاں کرتی نظر آئیں گی۔ جو پروان چڑھ کر اپنی تن تنہا طاقت سے سنسار کی پاپی قوتوں سے مقابلہ کرتی رہی ہیں اور جنہوں نے اپنا فرض سمجھا کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ عالم کو بربادیوں اور سیاہ کاریوں سے بچایا جائے۔

بعض ایسی ہستیاں بھی ملیں گی جن کے معجزانہ شبدوں نے گھبرائے ہوئے بہادر کے دل میں ایسی شور بیرتا ڈال دی جس نے ڈگمگاتے ہوئے قدم کو میدان جنگ میں غیر معمولی استقلال کے ساتھ جما دیا۔

کون ہے؟ جو مگدھ دیش کے مشہور مہاتما بدھ کے نام سے واقف نہیں یہی وہ ہستی تھی جس نے رسم خوں ریزی مٹانے کے لئے اپنے کل آرام و آسائش کا خون کر دیا تھا اور دنیا میں "اہنسا" اور "جیو ہتھیا" کے اصولوں کا چیتکار کر دیا تھا۔

کون ہے؟ جو مہاراجہ دشرتھ کے فرزند شری رام چندر جی کے نام نامی سے واقف نہیں۔ جس کی تعلیم نے اس کا نام تاریخ ہند کی پیشانی پر سنہری حروف میں لکھ دیا ہے۔

اسی طرح ہمیں ایک ہستی عرب میں بھی ایسی نظر آتی ہے۔ جس نے اپنا عیش و آرام تج کر عرب کے وحشیوں کو انسان بنایا اور اپنی تعلیم سے ان کی کایا پلٹ دی۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ جو حضرت محمدؐ نے عرب کی سرزمین میں کر دکھایا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا' بلکہ ایک زبردست ریفارمر تھا آپ کی تعلیم میں ہمیں ایسی بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ خاص کر آپ کی یہ تعلیم کہ دنیا کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نبی' ہادی' مصلح اور ریفارمر نہ آیا ہو۔ اپنے اندر پریم و محبت کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔ آپؐ کی یہ محبت بھری اور امن پسندانہ تعلیم اس قابل ہے کہ مسلمان اس پر ایمان ہی نہ رکھیں' بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھلائیں۔ آپؐ کی یہ تعلیم ایسی اعلیٰ ہے جو اپنے پرائے سب سے خراج تحسین حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ غرضیکہ محمدؐ صاحب کی اس تعلیم پر جس قدر آپؐ کی تعریف کی جائے کم ہے اور یہی چیز ہے جو اسلام کو ایک ممتاز درجہ دیتی ہے۔ آپؐ نے اپنی امت کو بنی نوع انسان سے ہمدردی اور باہمی محبت و رواداری کا یہ گر سکھا کر دنیا پر

بہت ہی بڑا احسان کیا ہے اور دنیا کے تمام مذہبی پیشواؤں اور بزرگوں کی عزت کو محفوظ کر دیا ہے۔ میں اگرچہ آپؐ کی تعلیم پر چلنے کی اپنے اندر صلاحیت نہیں پاتا اور نہ ہی آپؐ کے پیروؤں میں شمار کئے جانے کے لائق ہوں۔ تاہم میں اپنے آپ کو اس امر پر مجبور پاتا ہوں کہ آپؐ کے اس نیک جذبہ اور عزم و استقلال کی قدر کروں جس کی وجہ سے آپؐ نے دشمنوں میں محصور ہو کر دنیا کے مال و دولت اور عز و جاہ پر لات مار کر اور کئی مرتبہ موت کے منہ میں پڑ کر عرب کے رواج یافتہ مذہب کے اصولوں کو توڑا اور ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی جس نے اس زمانے کی تہذیب میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور جس نے ایک ایسی قوم پیدا کر دی ہے جس کی اخلاقی معاشرت اور سیاسی و اخلاقی اور ذہنی حالت ایک بلند درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

اگر آپؐ کچھ نہ کرتے اور صرف خدا پرستی اور مساوات کی تعلیم پر اکتفاء کرتے تو بھی بہت کچھ تھا اور اتنے پر ہی دنیا ان کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جب کہ آپؐ کی تعلیمات میں توحید' تقویٰ' نیکی' پارسائی' محبت و رواداری اور عورتوں کے حقوق کی آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں' تو ایسی حالت میں ان کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے۔

دیکھئے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے عرب والوں کی حالت میں کتنا بڑا اور نمایاں تغیر کیا۔ عرب میں لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ عورتوں سے حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ مگر آپؐ کی تعلیم نے اس ظالمانہ رسم کو قطعی طور پر بند کر دیا اور عورتوں کو مردوں کے برابر لا کھڑا کیا۔ ظالم اور وحشی عربوں سے عورتوں کے چھینے ہوئے حقوق واپس دلوانا اور عورت کی ایک مستقل حیثیت اور مرتبہ تسلیم کرانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت استقلال نے یہ بھی کر دکھایا۔

آپؐ کو خدمت خلق اور عبادت خدا کا نیک جذبہ پیدا کرنے میں جن مصیبتوں کو برداشت کرنا پڑا ان کو دیکھ کر آپ کے صبر و تحمل کی داد دینی پڑتی ہے' کیونکہ سب مہاپرشوں کی بڑائی کا معیار یہی ہے۔ جس میں جس قدر زیادہ قوت برداشت ہوتی ہے اسی قدر اس کو بڑا اور اچھا سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کوئی شخص ذاتی خوبیوں اور گنوں کے بغیر بلند مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ مذہبی پیشواؤں سوشل ریفارمروں اور سیاسی رہنماؤں میں کچھ نہ کچھ غیر معمولی خوبیاں ایسی ضروری ہوتی ہیں جو اور انسانوں سے انہیں بلند مرتبہ دیتی ہیں۔ سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اندر ایسی چمکدار خوبیاں اور من موہنے اوصاف رکھتے تھے۔ جنہوں نے عرب کے بدوؤں کو بھی رام کر لیا۔

میرا خیال ہے کہ اگر مسلمان اسلام کے بانی کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں اور آپؐ کی تعلیمات کو اچھی طرح سمجھیں تو خود ان کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں اور پھر وہ ان پر عمل پیرا ہو کر دوسروں میں آپؐ کی اصل تعلیمات کی اشاعت آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو آج بہت سی غلط فہمیاں اور تعصبات عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ بہت جلد دور ہو سکتے ہیں۔

حضرت محمدؐ کے عالم انسانیت پر عظیم احسانات

لالہ رام لال صاحب ورما

دنیا کی تمام بڑی ہستیوں کے خیالات ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ زندگی و تہذیب اور معاشرت و تمدن کے بنیادی اصول کبھی تبدیل نہیں ہوئے۔ خواہ زمانہ کی رفتار اور قوموں کی ضروریات کی وجہ سے ان کی تفصیلات میں کتنا ہی تغیر و اختلاف کیوں نہ ہو۔ راستی' دیانت' ہمدردی و پاکیزگی اور صفائی یہ وہ چیزیں ہیں جو انسانیت کی شرط ہیں اور ان کے بغیر انسانیت حیوانیت سے بدل جاتی ہے۔ ان کے بغیر زندگی' تہذیب' معاشرت اور تمدن کی ترقی ناممکن ہے۔ ان کے بغیر خداشناسی محال ہے۔

جب دنیا میں ان چیزوں کی قلت یا فقدان ہوتا ہے' تو ایک پیغمبر' پیشوا' رہبر یا رہنما کے لئے وقت ہوتا ہے کہ وہ وجود میں آئے اور بنی نوع انسان کو یا انسانوں کے کسی طبقہ کو جو انسانیت کی نشوونما اور ترقی کے اصولوں سے ناواقف ہونے کے باعث پستی کے غار میں گرنے سے بچائے اور اسے راہ راست دکھائے۔ یہ قدرت کا اصول ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت ایک پیغمبر' پیشوا' رہبر یا رہنما وجود میں آتا ہے اور نوع انسان کو تاریکی سے روشنی میں لاتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ایک پیغمبر' پیشوا' رہبر و رہنما تھے۔

اہل اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ سوال فی الحال خارج از بحث ہے۔ مسلمانوں کا اپنے نبیؐ اور رسولؐ سے کیا رشتہ ہے اور وہ ان پر کیسا اعتقاد رکھتے ہیں یہ وہ خود ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو یہ جاننا ان کا کام ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی نگاہوں میں کیا تھے اور اب دنیا انہیں کس شکل میں یاد کرتی ہے؟ یہ سوال سردست ہمارے زیر غور ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے کافروں کو ایمان دیا اور انہیں خدا کا راستہ بتلایا۔ بس حضرت محمدؐ کے متعلق اتنا کہہ دینا مسلمانوں کے لئے اطمینان و تسلی کا موجب ہو سکتا ہے مگر دنیا کے ان لوگوں کو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مذہبی پیغمبر یا پیشوا نہیں مانتے ان کی عظمت کے قائل کرنے کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ وہ تو ان کی زندگی اور تعلیم کے ان پہلوؤں پر نظر ڈالیں گے۔ جن کے اثرات محض مسلمانوں تک محدود نہیں ہیں اور پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ان اثرات سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ آؤ ہم حضرت محمدؐ کی زندگی اور تعلیم کو اس زاویہ نگاہ سے دیکھیں۔

جب عرب کی زمین قتل و غارت گری کا گہوارہ بنی ہوئی تھی جب عرب کے ریگستان میں جان و مال کی

قیمت بہت ارزاں تھی۔ جب عرب کے باشندے تہذیب و تمدن اور اخلاق و معاشرت سے نا آشنا' باہمی خلوص' محبت' ہمدردی اور انسانیت سے بے بہرہ تھے۔ تب حضرت محمدؐ عرب میں نمودار ہوئے اور انہوں نے جاہلوں' وحشیوں اور نیم وحشیوں کو یہ بتلایا کہ انسان اپنے فعل میں خودمختار نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے' بلکہ انسانوں کے افعال کا ایک نگہبان ہے جسے "خدا" کہتے ہیں انہوں نے عربوں کو بتلایا کہ انسان انسان سے قتل و غارت گری کے رشتہ میں منسلک نہیں ہے۔ بلکہ ان کے درمیان اس سے بہتر رشتہ ہے اور وہ رشتہ خلوص و محبت کا ہے۔

حضرت محمدؐ نے پہلے جاہل عربوں کے دل میں خدا کا خوف پیدا کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کے درمیان باہمی محبت کا رشتہ قائم کیا۔ پھر بتدریج ان کی بری عادات و اطوار میں اصلاح کی اور انہیں انصاف و انسانیت کے ابتدائی اصول سکھائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو بتلایا کہ غلامی کی رسم کس قدر زبوں اور عورتوں سے بدسلوکی کتنا بڑا گناہ ہے۔ المختصر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو زندگی کی نشوونما اور تہذیب و تمدن کی ترقی کے مرحلوں سے واقف کیا۔

لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیم پر بیسویں صدی کے نکتہ چین جب تبصرہ کرتے ہیں تو انہیں بعض باتوں کے لئے مطلق کشش نہیں ہوتی اور وہ ان باتوں کو کسی ہستی کی خالص عظمت و فضیلت کے منافی سمجھتے ہیں' وہ اپنی حرف گیری کرتے ہوئے جن نتائج پر پہنچتے ہیں۔ فرض کر لو کہ وہ حقائق پر ہی مبنی ہوں۔ مگر صرف انہی نتائج پر زور دینا اور ان کی بنا پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیم کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر دینا جنہوں نے کہ صرف جہالت کے زمانے ہی میں نہیں' بلکہ روشنی اور تہذیب کے موجودہ زمانہ میں بھی قوموں کے سیاسی و اخلاقی نظام میں بہترین جگہ پائی ہے۔ صاف تنگ نظری و تعصب کا پتہ دیتا ہے ایسے نکتہ چینوں سے ہم صرف یہی کہیں گے کہ انہیں اپنا اہم فریضہ سرانجام دیتے وقت یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت محمدؐ اب سے چودہ صدی قبل پیدا ہوئے تھے اور وہ اس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے جہاں جہالت اور وحشت کا دور دورہ تھا۔ روشنی و تہذیب کے موجودہ زمانے میں اور خاص کر ایسے ملکوں میں جہاں کے لوگوں نے رواداری' حلم و بردباری کا سبق حاصل کر لیا ہے۔ اخلاق اور انسانیت کے اعلیٰ ترین اصولوں کی اشاعت کرنا نہایت آسان ہے۔ مگر اب سے چودہ صدی قبل کے وحشی عربوں میں ایمان و عقیدہ پیدا کرنا اور پھر انہیں تہذیب و انسانیت کی تعلیم دینا ایک مشکل ترین کام تھا جسے پورا کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ اصلاح کبھی بھی یک لخت نہیں ہوتی۔ اصلاح ہمیشہ بتدریج ہوتی ہے۔ جسے ہم انقلاب کہتے ہیں۔ وہ کوئی لمحوں یا منٹوں کی بات نہیں ہے۔ انقلاب اگرچہ گھڑیوں میں ہوتا ہے' مگر وہ ان مراحل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو مسلسل و پیہم کوششوں سے بتدریج طے کئے جاتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے چودہ سو سال قبل وحشی عربوں کو انسان بنا دیا تھا۔ یہ امر بجائے خود ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی اہمیت ہم ۲۰ ویں صدی کے لوگوں کے خیال و تصور سے بھی باہر ہے۔

حضرت محمدؐ کی موت کے وقت عرب میں ایک باقاعدہ سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ جس میں مذہب' سیاست اور اقتصادیات کے شعبے موجود تھے۔ اس وقت عرب میں جنگجو قبائل کی بجائے ایک متحدہ قوم پیدا ہو چکی تھی۔ جو مشترکہ عقائد کی پابند تھی۔ اس وقت وحشی قبیلوں کے درمیان ایک رشتہ موجود تھا جو خاندانی رشتہ سے زیادہ مضبوط تھا۔ اس وقت عرب میں اسلام ظہور پذیر ہو چکا تھا جس کی بنیاد جمہوریت اور اخوت پر تھی۔

بس! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کارنامہ اسلام تھا۔ اسلام کیا ہے؟ مسلم علماء کا مذہبی نقطہ نگاہ سے اس کا خواہ کچھ جواب ہو۔ غیر مسلموں کے نزدیک اسلام جیسا کہ حضرت محمدؐ نے اسے بتایا۔ جمہوریت و اخوت کا ایک دائرہ ہے۔ جو مساوات کے مرکز پر کھینچا گیا ہے۔ جمہوریت' اخوت اور مساوات وہ عطیات ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو عنایت کئے اور حقیقت میں یہی وہ اصول ہیں۔ جن کی ہر زمانہ اور ہر دور کے معلموں نے اشاعت کی ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر نہ صرف اسلام بلکہ تمام دیگر مذاہب اور جن پر نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ تمام قوموں کی ترقی و نجات کا دارومدار ہے۔

بیسویں صدی کی موجودہ جدوجہد بھی انہی اصولوں پر مبنی ہے۔ مگر کیا مسلمان جو حضرت محمدؐ کے بتائے ہوئے اسلام پر فخر کرتے ہیں۔ ان اصولوں کی اہمیت سمجھتے اور قدر کرتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کا خود مسلمانوں کو جواب دینا چاہئے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ | کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ | صلوا علیہ و آلہٖ

میں محمدؐ پر سلام بھیجتا ہوں

پروفیسر ٹی۔ ایل وسوانی

پروفیسر وسوانی ہندوستان کے نامور لوگوں میں سے تھے۔ اور انھیں اپنے وطن سے بے حد محبت تھی۔ علمی دنیا میں وہ ایک مقتدر حیثیت رکھتے تھے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور آپ کی تحریروں سے نہایت بلند جذبات کا اظہار ہوتا ہے مادر ہند کی ترقی اور اسے ایک بلند رتبہ پر دیکھنے کی آپ کو دلی تمنا تھی۔ گو آپ غیر مسلم تھے لیکن حق کے شیدائی تھے۔ آپ کا دل اسلام اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی نہیں۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کا ایک مضمون دی۔ لائٹ (The Light) میں شائع ہوا۔ جس کا ترجمہ ہم قارئین کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور جو مندرجہ بالا عنوان کے پرجوش الفاظ سے شروع ہوتا ہے اس مضمون سے ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ کی محبت میں آپ کسی مسلمان سے پیچھے نہیں۔ مترجم۔

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہوں کیونکہ آپؐ دنیا میں ایک نہایت ہی عظیم الشان انسان تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اقوام عالم کی ترقی میں ایک زبردست طاقت کا کام کیا ہے۔ تواریخ کے مطالعہ سے ہی آپ کی دلکش زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایک بادشاہ اور روحانی خلیفہ ہے لیکن اپنے کپڑوں کو خود سی لیتا ہے۔ عیادت کیلئے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ بچوں سے محبت کرتا ہے۔ اور نہایت سادی غذا کھاتا اور بعض اوقات صرف کھجور اور پانی پی کر ہی گذارہ کرتا ہے۔ خود دودھ دوہ لیتا ہے۔ غلاموں کی دعوت قبول کرتا ہے اور لوگوں سے نہایت دوستانہ طریق پر میل جول رکھتا ہے۔ نبی کریمؐ فرماتے تھے۔ میں ایک خادم کی طرح کھانے کیلئے بیٹھتا ہوں کیونکہ میں حقیقت میں ایک خادم ہوں۔ اے خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور اس راہ کی طرف ہدایت کر جو امن کا راستہ ہے۔ بیشک آپؐ کی یہی دعا تھی۔ کیونکہ اسلام کے لفظی معنی ہی امن کے ہیں۔ آپؐ نے غیب کی آواز پر لبیک کہا۔ اور تبلیغ حق شروع کردی۔ لوگ آپؐ کو ہر قسم کی تکالیف کا نشانہ بناتے ہیں۔ آپؐ کی زندگی معرض خطر میں ہے لیکن آپؐ حق گوئی سے باز نہیں آتے اور جہاں تشریف لے جاتے ہیں اسلام کی تلقین کرتے ہیں۔ بار بار آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور آپؐ کی

زبان مبارک پر قرآن کریم کی آیات جاری ہوتی تھیں۔ اس موقع پر آپؐ کی ایک خاص حالت ہو جاتی تھی۔ اور آپؐ کانپنے لگتے تھے۔ کارلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نہایت عظیم الشان نبی کا خطاب دیتا ہے۔ میں نے اکثر آپ کے آخری الفاظ پر غور کیا ہے۔ "اے خدا تو بخش دے۔ اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر" کون نہیں کہتا کہ ایسا انسان زندگی میں اور موت میں نہایت بلند پایہ کا تھا۔ جس مذہب کو آپؐ نے پیش کیا اس پر غور کرو۔ کہ اس نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا کیا۔ اسلام نے عرب میں بچوں کو قتل کرنے کی رسم کو دور کیا۔ اور مسلمانوں پر منشیات کو حرام کردیا اور لوگوں میں ایمان جرات استقلال اور قربانی جیسی صفات کی تلقین کی۔ ایشیا اور یورپ میں اسلام نے بہت سی مخرب اخلاق باتوں کا دفعیہ کیا۔ یہاں تک کہ ناچ اور تاش کھیلنے کی بھی مذمت کی۔ قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان ہمیشہ صراط مستقیم کو تلاش کرتا ہے۔ اسلام نے ایک عظیم الشان پیغام دنیا کو دیا۔ اور افریقہ' چین' وسط ایشیا' یورپ فارس اور ہندوستان میں تہذیب و تمدن کا مشعل بردار ہوا۔ چین کے مسلمان اب بھی ایک شان اور جرات رکھتے ہیں۔ خلافت بغداد کے کارہائے نمایاں پر اگر ہر ایک مسلم فخر کرے تو بجا ہے۔ اور ہر ایک سندھ کا باشندہ بھی اس پر ناز کرسکتا ہے۔ کیونکہ سندھی بغداد کی علمی زندگی میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ یورپ میں جو ترقی اسلام نے کی اس کے متعلق سندھ کے ہندو اور مسلمانوں کو بہت کم علم ہے۔ لیکن ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوجائے گا کہ زمانہ وسطی میں اسلام نے یورپ کی بہبودی کے لئے کیا کچھ کیا۔ اسلام نے قرطبہ کے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جس میں یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم آتے تھے۔ جن میں سے ایک کچھ عرصہ کے بعد پاپائے روم بنا۔ جس وقت یورپ پر جہالت کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں ہسپانیہ کے علماء نے سائنس اور علم ادب کی مشعل کو روشن کیا۔ وہ طب فلسفہ اور فنون لطیفہ کی تعلیم دیتے تھے۔ عرب کے علماء نے بعض ہندو کتب کا ترجمہ کیا۔ اور ان ہی کے ذریعہ ہندوؤں کے علوم یورپ کے چند علمی مرکزوں میں پھیلے۔ ہسپانیہ کے مسلم بادشاہ الحکیم کے زمانہ میں غرناطہ۔ ویلیشیا اریگان میں آبپاشی کا ایک نظام تھا۔ مسلمانوں نے ہسپانیہ کے مختلف شہروں میں شفا خانے بنائے اور غرباء کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کئے۔ مسلمانوں کے عہد میں صنعت و حرفت نے بڑی ترقی کی۔ جہاز سازی' باغبانی' شیشے اور لوہے کا کام' تانبے کے برتن اور ریشم بنانا' کانوں سے چاندی نکالنا' اونی اور سوتی کپڑے بننا چند صنعتیں ہیں جن کا ذکر عرب کے مصنفین نے کیا ہے۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ آمیز نہیں ہو گا کہ اسلام نے ہندوستان کی زندگی اور خیالات پر ایک گہرا اثر پیدا کیا ہے۔ اسلام نے ہی ہندوستان میں قومی احساس پیدا کیا۔ ہندوستان کے فنون علم تعمیر شاعری اور فلسفہ کو اسلام ہی نے مالا مال کیا۔ جو نازک خیالی تاج محل میں ہے وہ دنیا کی کسی عمارت سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اسلام ہمیشہ حریت اور مساوات کا حامی رہا ہے لیکن یہ امر ہمیشہ یاد رہنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ نے یروشلم کی فتح کے بعد تمام غلاموں کو رہا کر کے غلامی کی رسم کو توڑا۔ پندرھویں اور سولھویں صدی میں ترقی کے لئے جو تحریکات شروع ہوئیں اسلام نے ان پر ایک گہرا اثر پیدا کیا۔ اسی طرح نانک اور کبیر بھی اسلام سے متاثر

ہوئے۔ پیر تبریز ملتانی اور لال شہباز اور دیگر مسلمان اولیاء کی ہندوؤں کے دلوں میں ابھی تک قدر و منزلت ہے۔ جس زمانہ میں یورپ ابھی وحشیانہ حالت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی شاعری علم و ادب اور فن تعمیر نے ہسپانیہ کو تمام عالم میں مشہور کر دیا تھا۔ سیوائل' قرطبہ اور بارسلونا کے دارالعلوم نہایت وسعت قلب سے سائنس اور فلسفہ کی تعلیم دیتے تھے جبکہ عیسائی کلیسا نے برونو کو آگ میں جلا کر اور گلیلیو (Galileo) کو اذیتیں پہنچا کر اپنی تنگدلی کا ثبوت دیا۔

مسلمان بادشاہوں نے کتب خانے کھولے دار المشاہدات قائم کئے اور کیمیاوی تجربات کے لئے گرانقدر رقوم عطا کیں۔ مسلمان فلسفیوں نے یونانی فلسفہ کا ترجمہ کیا اور اس میں بہت سی اصلاحات کیں۔ ان میں سے او۔سینیا اور اویروزو (Arerroes) ایسے فلسفہ دان گذرے ہیں جن کا یورپ پر بہت اثر تھا۔ ان کا نام دراصل ابن سینا تھا جو لاطینی زبان میں بگڑ کر او۔سینیا (Avicenne) ہو گیا۔ اس عالی رتبہ انسان نے فلسفہ کی خاطر وزارت کے ممتاز عہدہ کو ترک کر دیا۔ ترکی حکایات میں ان کا ذکر اب تک پایا جاتا ہے۔ آپ نے منطق علم حساب' ہیئت اور اخلاقیات پر تصانیف لکھی ہیں۔ آپ نے تین قسم کے مدرکہ کا ذکر کیا ہے۔ نباتاتی' حیوانی اور انسانی۔ نباتاتی مدرکہ کے متعلق آپ کی رائے موجودہ سائنسدان سر جے۔ سی بوس کے انکشافات سے مماثلت رکھتی ہے جسے وہ "پودوں کے جواب" سے موسوم کرتے ہیں۔ اسی طرح مدرکہ انسانی کے متعلق بھی او۔سینیا کے خیالات کینٹ (Kant) کے اصولوں سے ملتے ہیں جو آٹھ سو سال کے بعد ہوا۔ او۔سینیا نے تین قسم کی بدیوں کا ذکر کیا ہے جو دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ جس سے لیبنیز (Leibniz) کے اصول کی تصدیق ہوتی ہے۔ جن کے ماتحت وہ خداوند تعالیٰ کو عادل ظاہر کرتا ہے۔

ایک اور مسلم فلاسفر جس نے زمانہ وسطیٰ کے خیالات پر اپنا اثر ڈالا وہ ایوروز کے نام سے مشہور ہیں جو ابن رشد کے عربی نام کو بگاڑ کر مشہور کر لیا ہے۔ آپ نے مادہ کے ارتقا کا اصول بیان کیا ہے۔ سپنسر کا فلسفہ بھی اسی خیال پر مبنی ہے آپ نے مذہب اور فلسفہ کے درمیان یگانگت کو تسلیم کیا ہے اور ارسطو پر جو شرح لکھی۔ اس کا ترجمہ بعض یوروپین زبانوں میں ہوا۔ جس سے عیسائی اور یہودی متاثر ہوئے۔ مسلمان فلاسفروں اور صوفیوں نے شاعری اور مذہب کے فلسفہ کو اپنی تصانیف سے مالامال کر دیا۔ محی الدین ابن عربی دنیا کے ایک مشہور اہل تصوف بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا رتبہ سب سے افضل ہے۔ فتوحات مکیہ کی چار جلدیں جو آپ نے تصنیف کی ہیں وہ علم تصوف میں بے مثال ہیں۔ آپ نے وحدانیت سات حقائق اور اس منور اندھیرے کے متعلق جو خداوند تعالیٰ کے جوہر کو گھیرے ہوئے ہے تعلیم دی۔ اور جسم و روح اور خالق و مخلوق کے درمیان جو رشتہ بیان کیا اور فنا کے سات مدارج کا اور انسان کو خداوند تعالیٰ کے ظہور کا ایک ذریعہ بتایا یہ امور اور دیگر اہل تصوف کی تعلیم اس شخص کیلئے نہایت مفید ہے۔ جو موجودہ زمانہ میں مذہب کے مطالعہ کا خواہاں ہے۔ قرآن کریم جو نہایت سادہ طبیعت کے لوگوں پر نازل ہوا اس کی بعض آیات تصوف سے پر ہیں۔ **"فاینما تولوا فثم وجہ اللہ"** جس طرف تم اپنا رخ کرو وہیں خدا ہے۔

بعض مسلم شعرا نے جن میں شاہ لطیف صاحب بھی شامل ہیں تصوف کے دریا بہائے ہیں۔ "گویائی کی نسبت علم خموشی کے قریب تر ہے۔"

"میں سمجھا کہ میں اسے محبت کرتا ہوں لیکن غور کرنے پر معلوم ہوا کہ میری محبت سے پیشتر ہی وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔"

ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے تجھے اپنے اوپر روزانہ ہزاروں موتیں وارد کرنی پڑیں گی۔"

"سچ کے عوض خداوند تعالیٰ تجھے سب کچھ عطا کرتا ہے۔"

"بغیر کسی ناصح کتاب یا معلم کے اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دیکھو۔"

"ایک سچے اور پاک دل میں حقیقی مسجد ہوتی ہے۔ وہاں ہر ایک انسان کو خداوند تعالیٰ کی پرستش کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہی اس کی جائے رہائش ہے۔ وہ پتھر کی مسجد میں نہیں رہتا۔"

یہ چند الفاظ مسلم صوفیوں کی تصانیف اور اشعار سے لئے گئے ہیں۔

شہزادۂ امن

زمانہ حال میں وہ فرقہ جو عیسائیت کے نام سے موسوم ہے۔ بے تعصبی و انصاف پسندی کو صرف اپنے ہی نام سے منسوب و مخصوص سمجھتا ہے۔ اور اسلام کی سچی اور پاک تعلیم کی نسبت طبقہ جہلا میں نفرت و غلط فہمی پھیلانا۔ اور اس پاک مذہب کو خونریزی۔ انتقام پسندی اور تاریکی کے مترادف گرداننا اپنا شیوہ قرار دیتا ہے۔ دریں حال مناسب ہے کہ تاریخی واقعات و شہادت کی روشنی میں حق کو باطل سے متمیز کریں۔

۶۲۳ء میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینٹ کیتھرائن کے پادریوں کو جو اس زمانہ میں کوہ سینا کے دامن میں بود و باش رکھتے تھے بعض ایسی مراعات عطا فرمائیں جو عیسائی بادشاہوں کے زمانہ میں بھی انہیں حاصل نہ تھیں۔

یہ مراعات جو اسلامی طرز حکومت کو عدل پسندی اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت قلب کی صفحہ تاریخ پر تاابد ایک درخشندہ مثال رہے گی نہ صرف پادریوں تک ہی مخصوص رہیں بلکہ عیسائی بالعموم ان سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ تاریخ عالم احترام حقوق انسانی کی اس سے بہتر مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ یہ اسلامی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ مسلم و غیرمسلم رعایا کے حقوق کو برابر قرار دیا گیا۔ ان مراعات کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کا اعلان فرمایا۔

مسلمانوں میں سے جو کوئی ان مراعات کو تسلیم نہ کرے گا یا ان کی خلاف ورزی کرے گا وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا۔ اور وہ اس شخص کی طرح مستوجب سزا ہو گا جس نے خداوند تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑا ہو۔

یہ خلق عظیم صرف حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپؐ کے حکم کے

مطابق خلفائے اسلام بالعموم اسی قسم کی فراخ دلی سے کام لیتے رہے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات سے ہوتی ہے جو آپ نے سپہ سالار عساکر اسلامیہ کو فرمائیں۔

اے یزید یاد رہے کہ خلق خدا پر جبرو تعدی کرنا نہایت مذموم امر ہے۔ بلکہ اگر موقع ہو تو معاملات کو رعایا کے مشورہ کے مطابق سرانجام دینا چاہئے۔

اپنے ہر فعل میں انصاف اور نیک شعاری کو ملحوظ رکھو۔ کیونکہ اس سے منہ موڑنا فلاح و نجات سے منہ موڑنا ہے۔

جب دشمن سے مقابلہ آ پڑے تو مردانہ وار لڑو۔ پیٹھ مت دکھاؤ اگر خدا کے فضل سے فتح نصیب ہو تو بچوں۔ بوڑھوں اور عورتوں کی جانیں تلف مت کرو۔ اور نہ ہی بار آور درختوں کو تباہ کرو۔ غلہ کو برباد مت کرو اور بلا ضرورت جانوروں کو نہ مارو۔

جب وعدہ کرو۔ تو ایفائے وعدہ اپنا فرض جانو اور اپنے الفاظ سے مت پھرو۔ جب دشمن کے ملک میں پیشقدمی کرو۔ تو تارک الدنیا لوگوں کو جو عبادت گاہوں میں اپنا وقت بسر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھتے ہیں ایذا مت پہنچاؤ اور نہ ہی ان کی عبادت میں مخل ہو۔ (بحوالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو نومبر ۱۹۳۳ء لاہور)

حضرت محمدؐ کی زندگی سے سبق سیکھئے

شری لالہ دیش بندھو جی (ڈائرکٹر اخبار "تیج" دہلی)

جس قدر بڑے لوگ دنیا میں گزرے ہیں۔ اگر ہم ان کی لائف کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے اور انسانوں کی اصلاح میں ان بزرگوں کو جس قدر کامیابی ہوئی اس کا صرف ایک ہی سبب تھا وہ یہ کہ اپنے مشن کی صداقت پر انہیں پورا وشواس تھا۔ پہاڑ کی طرح عزم و ارادہ کے مالک تھے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شروع سے آخر تک یہ صفت نہایت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر جلد انہوں نے اپنے مشن میں کامیابی حاصل کی۔ دنیا کے مذاہب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اگرچہ میں نے بہت زیادہ کتب کا مطالعہ نہیں کیا مگر محمدؐ کی لائف جو دو ایک میری نگاہ سے گزری ہیں ان کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور میرا خیال ہے کہ صحیح نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اپنے مشن کی سچائی پر اعتقاد اور ارادے کی مضبوطی و پختگی میں ان کا کوئی دوسرا مثیل نہیں گزرا۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک موقعہ پر آنحضرتؐ کہیں جنگل میں بالکل تن تنہا درخت کے نیچے سو

رہے تھے۔ اتفاق سے آپ کا ایک جانی دشمن بھی ادھر آنکلا۔ جو عرصہ سے آپؐ کے قتل کی فکر میں تھا۔ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے آپؐ کو جگایا اور نہایت گھمنڈ سے کہا۔ "اے محمدؐ اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے" یہ نہایت نازک موقعہ تھا اور قدرتی تشویش کا پیدا ہونا یقینی بات تھی۔ مگر حضرت محمدؐ نے نہایت اطمینان کے ساتھ بغیر کسی تشویش اور پریشانی کے جواب دیا کہ "خدا" یہ خدا ہی تھا جس نے اس کو محمدؐ کا جانی دشمن بنا دیا تھا کوئی پرخاش نہ تھی اور نہ کوئی ذاتی جھگڑا تھا جھگڑا ہی صرف اس قدر تھا کہ محمدؐ ایک پرماتما کی پوجا کا پرچار کرتے تھے اور وہ بہت سے خداؤں کی پوجا کرتا تھا اس لئے جونہی محمدؐ کے منہ سے خدا کا نام نکلا تھا۔ اس کے غصہ و انتقام کی آگ بھڑک اٹھنی چاہیے تھی اور بے آپے ہو کر جس ارادہ سے وہ آیا تھا اور زیادہ اس میں مضبوطی پیدا ہو جانی چاہیے تھی اور خدا کا نام سنتے ہی محمدؐ کو قتل کر دینا چاہیے تھا۔

مگر یہ اٹل وشواش کی آواز تھی۔ جس کی گونج اس کے کانوں کے راستے اس کے ہردے (قلب) کے پردوں سے ٹکرائی اور اس پر اس قدر خوف چھا گیا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی جسے حضرت محمدؐ نے اٹھا لیا اور جو سوال اس نے محمدؐ سے کیا تھا وہی آپؐ نے اس سے کیا کہ "اب بتلاؤ؟ کہ میرے سے تم کو کون بچا سکتا ہے" چونکہ اس کا دل اپنے مقصد کی صداقت سے خالی تھا اور کوئی ایسی سچائی اس کے دل میں نہ تھی جو دل کو لازوال قوت اور طاقت بخشتی ہے۔ اس لئے وہ محمدؐ کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور نہایت عاجزانہ لہجہ میں کہنے لگا کہ "آپؐ ہی بچا سکتے ہیں" یہ سن کر محمدؐ نے اس کی حالت پر افسوس کیا اور کہا کہ کاش اب بھی کہہ دیتا کہ جس نے تم کو میرے ہاتھ سے بچایا وہی خدا مجھ کو بھی تمہارے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کی تلوار واپس کر دی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پرماتما پر اس اعتماد و اعتقاد [illegible] کے اطمینان کو دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اس ایک واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ محمدؐ کو اپنے مشن کی صداقت پر کس قدر گہرا اور مضبوط اعتقاد تھا۔ وہ ایسے نازک اور خطرناک ٹائم پر بھی ذرہ برابر ہراساں اور خوف زدہ نہیں ہوئے۔ یہی بنیادی اعتقاد تھا جس نے محمدؐ کے دل کو وہ لازوال طاقت عطا کی تھی کہ وہ کبھی برداشتہ خاطر نہ ہوئے۔ مشکلات کے پہاڑ ان کے سامنے آئے اور مصائب و آلام کے طوفان نے آپؐ کو گھیر لیا۔ مگر آپؐ کے عزم و ارادہ میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا اور پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصائب و مشکلات کے تمام کالے بادل چھٹ گئے اور بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے مشن میں وہ کامیابی حاصل ہوئی کہ شاید کسی کو اتنے کم عرصہ میں حاصل ہوئی ہو۔

اس کے بعد دوسری چیز آپ کا عزم بالجزم اور ارادے کی مضبوطی تھی۔ واقعات سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے آپؐ نے کس قدر مضبوط ارادہ سے کام کیا اور کس قدر خندہ پیشانی سے ہر قسم کے مصائب و مشکلات کا آپؐ نے مقابلہ کیا۔

جس دن سے آپؐ نے اپنے مشن کا اعلان کیا اور لوگوں کو اس طرف بلانا شروع کیا۔ اسی دن سے مکہ واسی (اہل مکہ) جو پہلے آپؐ کی بے حد عزت کرتے تھے دشمن ہو گئے اور سینکڑوں طریقوں سے آپؐ کو ناکام رکھنے کی کوشش کرنے لگے آپؐ کے پرچار کے راستے میں جو روڑے اٹکاتے تھے ان کو چھوڑ کر جو تکلیفیں اور ظلم آپؐ پر کئے گئے ان کی داستان نہایت دردانگیز ہے۔ راستے میں کانٹے بچھا دینا۔ گڑھے کھود دینا' غلاظت آپؐ کے جسم پر پھینک دینا' یہ تو معمولی مظالم تھے۔ اسی طرح بچوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دینا' تالیاں پٹوانا' طعنے اور فقرے کسنا یہ بھی معمولی باتیں تھیں۔ ان کے علاوہ پتھروں کی بارش سے آپؐ کے جسم کو لہولہان کر دینا اور اس پر بھی بس نہ کرنا' بلکہ تین سال تک مسلسل نہایت سخت ہر قسم کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا یہاں تک کہ دانہ پانی تک اس مقام پر نہیں پہنچنے دیا جاتا تھا۔ جہاں محمدؐ اور آپؐ کے خاندان کو محصور کر دیا گیا تھا بچوں کے رونے کی آوازیں اور بڈھوں اور عورتوں کی بھوک پیاس کی شدت سے چیخوں کو ظالم سنتے تھے مگر کیا مجال جو دانہ بھی پہنچنے دیں یہ صورت حال مسلسل تین سال تک جاری رہی۔

اس پر بھی مخالفوں نے بس نہیں کیا بلکہ امکانی جسمانی اذیت رسانی کے بعد قتل کی سازش کی متعدد لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ آپؐ کو قتل کر ڈالیں قتل کے انعامات مقرر کئے اور جب اس میں کسی قسم کی کامیابی نہیں ہوئی' تو ایک گہری سازش کی اور تمام خاندان کے سرداروں نے متفق ہو کر قتل کرنے کی ایک اسکیم تیار کی اور اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کی سرتوڑ کوشش کی اور آخرکار محمدؐ ہجرت کرنے یعنی اپنے پیارے وطن مکہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے۔ وطن چھوڑ دینے پر بھی آپؐ کے مخالف خاموش نہیں ہوئے' بلکہ مدینہ تک پیچھا کیا اور وہاں بھی قتل کی سازشیں کیں لیکن اس قدر مصائب و مشکلات کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن کے پرچار میں برابر لگے رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی خاموش نہیں ہوئے۔

ایک دفعہ جب مخالفوں کی چیرہ دستیاں اور ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو آپؐ کے چچا ابوطالب نے جو محمدؐ کے مربی و حمایتی تھے۔ کہا کہ "محمدؐ! اب تو مظالم اور سختیاں قوت برداشت سے باہر ہو گئی ہیں اور تمہاری وجہ سے تمام خاندان مصیبت میں مبتلا ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ تم اپنا کام ترک کر دو یا کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دو" حضرت محمدؐ نے اپنے چچا ابوطالب کو جواب دیا کہ "چچا جان! اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیا جائے اور تمام دنیا کی بادشاہت عطا کر دی جائے تب بھی میں خدا کی وحدانیت و یکتائی کا پرچار کرنے سے باز نہیں رہوں گا۔ آپ سب لوگ مجھے چھوڑ دیں میری وجہ سے آپ اور خاندان والے مصیبت نہ اٹھائیں۔ میرا محافظ میرا خدا ہے اور وہی کافی ہے۔" چنانچہ اس کے بعد آپؐ اور زور و شور سے اپنے مشن کا پرچار کرنے لگے۔

اسی طرح ایک دفعہ مکہ والے تمام لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے کہا کہ اگر تم بادشاہت چاہتے ہو' تو ہم سب تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کئے لیتے ہیں اگر تم دولت کے بھوکے ہو' تو ہم سب مل کر اتنا بڑا خزانہ

جمع کئے دیتے ہیں کہ سارے عرب میں کسی کے پاس نہیں ہو گا اور اگر تم خوبصورت عورت کے خواہاں ہو تو تمام عرب میں سب سے زیادہ حسین و جمیل جو عورت آپؐ پسند کریں اس کی آپؐ سے شادی کر دی جائے' مگر آپؐ جس مذہب کا پرچار کر رہے ہیں اس کو چھوڑ دیں حضرت محمدؐ نے اس کا بھی وہی جواب دیا جو ایک صادق اور مخلص رہبر دے سکتا ہے۔ یعنی آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ سب چیزیں اکٹھی کر دی جائیں یعنی بادشاہت' دولت اور حسن۔ تب بھی جو مشن میرے سپرد میرے خدا نے کیا ہے میں اس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ان واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت محمدؐ کو اپنے مشن کی سچائی پر پورا اعتماد اور کامل بھروسہ تھا اور یہ چیز پہاڑ سے زیادہ بلند اور مضبوط عزم و ارادہ پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ ہم سب محمدؐ کی لائف میں صاف طور سے دیکھ سکتے ہیں کہ ایک طرف ان کو اپنے مشن کی سچائی پر اٹل وشواش تھا اور دوسری طرف وہ عزم و ارادہ کے اس قدر مضبوط تھے کہ پہاڑوں سے زیادہ۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و ارادہ میں کبھی رتی بھر تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ نہایت سخت مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے۔ سختیاں جھیلیں۔ مصیبتیں برداشت کیں جان جوکھوں میں پڑی۔ قتل کی سازشیں ہوئیں۔ جسمانی تکالیف دی گئیں۔ آخر میں دیس نکالا ملا۔ مگر حضرت محمدؐ کے پائے استقلال کو ذرہ بھر جنبش نہیں ہوئی اور صداقت و خلوص کے جوش کے ساتھ آپؐ اپنے پوتر مشن کی کامیابی میں لگے رہے اور اس عزم و استقلال کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن میں پوری کامیابی ہوئی اور صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں آپؐ نے اپنی ان تھک اور لگاتار محنت سے عرب جیسے وحشی و جاہل ملک کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

پیغمبر اسلامؐ کی حیات طیبہ نسل انسانی کے لئے بہترین نمونہ

(اے ایچ جے سنگھ ہانی)

نیکی اور پاکیزگی کی طرح بڑائی اور عظمت بھی ایک ایسی چیز ہے جو سب باتوں پر حاوی ہوتی ہے۔ یا تو یہ ایک شخص کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں نظر آتی ہے یا کہیں بھی نہیں۔ نیکی کو ایک جنس قرار دینے کے بجائے ایک نسبتی امر اور درجہ سمجھنا چاہئے۔ اس لئے اگر کسی شخص کی زندگی کے ایک پہلو میں اس کی عظمت تسلیم کر لی جائے تو دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے وہ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بعض حالات کی وجہ سے ایک انسان کے خصائل ظاہر ہو جائیں اور زندگی کے ایک ہی آئینہ میں ترقی کرتے ہوئے نظر آئیں اور دوسرے پہلوؤں میں غلبہ کی قوت ہمیشہ استعداد ہی میں مخفی رہ جائے اس لئے ہم اس طرح ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بہت سے ناقدین ہمیں منوانا چاہتے ہیں۔ کہ اگرچہ آپ بہت بڑے نظم و نسق کی قوت رکھتے تھے لیکن کوئی مفکر یا ولی اللہ نہ تھے۔ اگرچہ بہت

بڑے عملی انسان تھے لیکن نسل انسانی کے لئے نمونہ تھے۔

مجھے اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جو قرآن کریم اور احادیث میں پیش کی گئی ہیں بالکل سادہ فلسفیانہ ہونے سے بظاہر کوری ہیں۔ لیکن کیا سادگی بجائے خود ایک فن اور فلسفہ نہیں؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقدین سے جو اس سرزمین میں کثرت سے موجود ہیں یہ خواہش رکھتا ہوں بالخصوص اپنے ہندو بھائیوں سے جو بعض مسلمان ہم وطنوں کے ناشائستہ طریق عمل کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ وحشت و بربریت کے بیج خود اسلام یا اس کے بانی کے اندر پائے جاتے ہیں کہ نبی کریم کی روح اور ان تعلیمات کو جو قرآن میں موجود ہیں گہرے طور پر مطالعہ کریں اور آپ کے پاک ارشادات اور حالات زندگی پر بھی غور کریں تاکہ آپ کی حقیقی عظمت کو آپ کے عظیم الشان نمونہ اور بینظیر کامیابیوں کو دیکھ سکیں۔

میرا اپنا مطالعہ جو میں نے اسلام اور اس کے پیغمبر کا کیا ہے اس نے مجھے پیغمبر خدا کے عمیق علم آپ کے پاکیزہ نمونہ اور آپ کی تعلیمات کی فلسفیانہ گہرائی کا یقین دلا دیا ہے۔ میں اس کا تذکرہ مختصراً" آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کونسی وہ چیز ہے جس سے میں آپ کے عمیق علم' گہرے ایمان' دنیا کو بے حقیقت سمجھنا معلوم کرسکتا ہوں۔ اس عظیم الشان اسکیم کی کامیابی سے معلوم ہوسکتا ہے جس کو آپ زمین پر چلانے کے لئے دنیا میں آئے تھے۔ جیسا کہ آپؐ سے پیشتر ابراہیم' موسیٰ اور مسیح آکر یہی کام کرتے رہے۔ اور آپ کے فلسفہ کی گہرائی کہاں سے معلوم ہوتی ہے۔ اس پر اسلام کی وہ حالت شاہد ہے جو سائنس اور تہذیب کی موجودہ ترقیات کے سامنے بھی متزلزل نہیں ہوئی۔ میں یہاں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب میں اسلام کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے اس کی تواریخ اور دینی مسائل مراد نہیں ہوتے جنہیں میں سب مذاہب میں ایک اتفاقی چیز سمجھتا ہوں میں صرف اسلام کے اخلاقی اور روحانی پہلو کو لیتا ہوں۔ پس یہ دو چیزیں یعنی اسکیم کی کامیابی اور اسلامی اخلاقیات ہمارے اس زمانہ میں بھی غیر متزلزل ہونا میرے نزدیک پیغمبر خدا کے گہرے فلسفہ اور علم کو ثابت کرتا ہے جس سے سطحی نظر رکھنے والے ناقدین منکر ہیں۔ وہ کیا تھی؟ اور اسلامی اخلاقیات کو میں کیوں غیر متزلزل سمجھتا ہوں۔ میں اس بارے میں چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وہ عظیم الشان کام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ ایک بلند ترین ہستی پر جو تمام کائنات پر حکمران ہے ایمان کو نسل انسانی کے اندر زندہ کرنا' اور بتوں کی پرستش اور مجلسی تفاوت کو دور کرنا تھا۔ میرے نزدیک رسول خدا کا پیغام تین پہلو رکھتا تھا۔ افراد کے لئے سوسائٹی کے لئے مجلسی اور سیاسی لحاظ سے اور تمام نسل انسانی کے لئے اپنے زمانہ میں عرب سوسائٹی کے اندر جو کام آپ نے کیا وہ آپ کی زندگی میں کامیابی کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پیشتر آپؐ نے عرب سوسائٹی کو اصلاح یافتہ دیکھ لیا۔ بت پرستی آپ کے سامنے معدوم ہوگئی اور ایک خدا پر ایمان عرب کے اندر جو آپ کے لئے اس وقت ایک کافی دنیا تھی دوبارہ قائم ہوگیا اور اب آپؐ کی زندگی کا کام ایک صدائے بازگشت بن کر ظاہر

ہو رہا ہے جو اسلامی مشنری کی کوششوں کا اتنا پھل نہیں۔ کیونکہ ان کے باوجود دنیا کے دوسرے حصوں میں جہاں بے شمار مجلسی اور مذہبی اصلاحات مختلف ناموں سے پیدا ہو رہی ہیں خود اپنے ملک میں ہم اس کا نمونہ آریہ سماج' برہمن سماج' سکھ مذہب کی اصلاحی تحریکات میں دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے عقائد کی بنا اسلام کے موحدانہ اور جمہوری اصولوں پر رکھی ہے۔ میں صرف چلتے ہوئے اشارات سے کام لے رہا ہوں۔ اسلام کے احسانات پر زیادہ تفصیلی تبصرہ کا یہ وقت نہیں۔

اب جہاں تک اسلامی اخلاقیات کا معاملہ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بالکل غیر متزلزل ہیں۔ کیونکہ سائنس اور تہذیب کی تمام ضروریات اور مطالبات کو وہ بہت حد تک پورا کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مذاہب ان مطالبات و ضروریات کو پورا نہیں کرتے بلکہ میرا منشا صرف ان غیر منصفانہ الزامات کے مقابلہ میں جو اسلام کے ناقدین نے لگائے ہیں اسلامی اخلاقیات کی حمایت کرنا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی اخلاقیات میں کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم اسے جدت کا خطاب دیتے اور غیر متزلزل سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں تفصیلی تبصرہ کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں۔ میں صرف ان کے اصولوں یا بڑے بڑے خصائص کا ذکر کرتا ہوں جو ان سب لوگوں کو خوب معلوم ہیں جنہیں اسلام کا سطحی علم بھی ہے یہ خصائص کیا ہیں۔

۱۔ اسلام اللہ تعالیٰ اور سوسائٹی کے سامنے نسل انسانی کی مساوات کو تسلیم کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور اس حقیقت نفس الامری سے ثابت ہے کہ اسلام کے ماننے والوں میں ذات پات کا یا کوئی دوسرا امتیاز موجود نہیں۔

۲۔ اسلام مرد و عورت کی آزادی اور مساوات کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اقتصادیات میں بھی عورت کا خود اختیاری کو مانتا ہے جیسا کہ اسلامی شریعت میں نظر آتا ہے۔

۳۔ اسلام ایسے افعال سے روکتا ہے جو توہمات یا دوسرے عالم کے روحوں کے تخیلات پر مبنی ہوں جیسا کہ اس کی تعلیم اور اس کے ماننے والوں کے عملی رجحانات سے پتہ لگتا ہے۔

اگر اسلامی اخلاقیات کے یہ اصول تسلیم کر لئے جائیں تو یہ معلوم کرلینا آسان ہو جائے گا کہ اسلام کو اس قدر مقبولیت کیوں حاصل ہوئی ہے جس سے وہ بلحاظ تعداد مذاہب عالم میں دوسرا یا تیسرا درجہ حاصل کرچکا ہے۔

اسلامی اخلاقیات مجھے موجودہ زمانہ کے اصول جمہوریت و آزادی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی تعلیم میں کوئی قابل تقلید نمونہ یا فلسفہ نہ بھی ہو تب بھی یہ بجائے خود اس کی تلافی کے لئے کافی ہے۔

آخر میں میں اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کوئی بات میں نے دوسرے مذاہب کو حقیر ٹھہرانے یا اسلام کو ان پر فوقیت دینے کے لئے نہیں کی۔ میں نے صرف اسلام کی خوبیوں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے جو میرے بہت سے ہم وطنوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ (بحوالہ اشاعت اسلام ترجمہ اسلامک ریویو مارچ ۱۹۲۳ء لاہور)

حضرت محمدؐ اور انسداد غلامی

لالہ شیام ناتھ ایم ۔ اے ' دہلی

بلاشبہ اسلام نے جہاں اور بے شمار اصلاحات کیں اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شغف کا اظہار کیا۔ وہاں انسداد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ دنیا کے لئے سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز تھی تو یہ غلامی تھی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج نے جنم لیا تھا کہ ہزارہا برس گزر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی حصہ عالم پر اس کا وجود نظر آرہا ہے اور اب سے صدی ڈیڑھ صدی پیشتر تو یہ حالت تھی کہ ہر طرف ایک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یوں اس کا رواج تو قدیم ہے اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر مذہب میں اس کا وجود پایا جاتا رہا ہے۔ ان کی خرید و فروخت بھی کوئی نئی بات نہ تھی' لیکن جو منظم صورت یورپ کے تاجروں نے اسے دی اور جس دلیری اور ڈھٹائی اور نظم و انضباط کے ساتھ انہوں نے ایک ذریعہ تجارت بنایا۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں بھی ڈھونڈھے سے نہیں ملے گی۔ یورپ کے لوگ خواہ وہ انگلستان سے تعلق رکھتے ہوں یا جرمنی سے' فرانس ان کا مسکن ہو یا ہالینڈ۔ افریقہ پہنچ امریکہ کی طرف نکل جاتے اور جانوروں کی طرح ہزارہا تعداد میں انہیں پکڑ کر جہازوں میں بھر دیتے افریقہ گویا غلاموں کا جنگل تھا۔ ان سنگ دلوں نے آبادیوں کی آبادیاں اجاڑ دیں۔ چونکہ جہازوں میں بری طرح بھر دیئے جاتے تھے لہٰذا ان کے لئے خورد و نوش کا سامان ناکافی ہوتا تھا۔ تکالیف سفر اور اذیت دم کشی سے بہت سے تو راستہ ہی میں ختم ہو جاتے تھے اور جو بچ رہتے تھے انہیں اچھے داموں میں فرخت کر کے یہ تاجر خوب منافع اٹھاتے تھے۔ سلطنت روم جو ایک مہذب سلطنت کہلاتی تھی' لیکن غلامی وہاں اپنی پوری بھیانک شکل میں موجود تھی ان کے مالک ان سے اس قدر شدید مشقت لیتے تھے کہ بعض تو موت کی نذر ہو جاتے تھے اور جو بچ رہتے تھے ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔ کوڑوں سے کھالیں ادھیڑ دی جاتی تھیں' لیکن کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہوتا تھا۔ بیشتر آقا معمولی معمولی جرم پر ان کے جسم داغ دیتے' زندہ آگ میں جلا دیتے یا پانی میں غرق کر دیتے تھے۔

ہندوستان کے غلام (اچھوت) جو اب سماجی مساعی سے آزاد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہزاروں سال تک مصائب کا شکار اور دنیا کی ہر آسائش سے محروم رہے ہیں۔ آج بھی انہیں مندروں میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور نہ بعض سڑکوں تک سے گزرنے اور عام کنوؤں سے پانی بھرنے کی۔ غرض کہ دنیا کے ہر ملک میں یہ غلام طبقہ مصائب و آلام میں مبتلا تھا اور دنیا کے کسی گوشہ میں بھی کوئی شخص انہیں انسان سمجھنے اور ان کی آسائش کی پرواہ کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ زمین سخت تھی اور آسمان دور۔ آخر ایشور نے ان کی

مظلومی' بے کسی پر ترس کھایا اور عرب کے گرم خطے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جنہوں نے سب سے پہلے اس ذلیل اور پست طبقہ کی نجات کے متعلق قدم اٹھایا۔ چونکہ غلامی کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں ہر کنبہ اور خاندان میں زرخرید غلام موجود تھے اور ان کے کاروبار کی کامیابی' زراعت کے فروغ اور بہت سی دیگر آسائشوں کا انحصار انہی پر تھا۔ اس لئے مصلحتاً آپؐ نے یہ کیا کہ غلاموں کو آزاد کرنے کی بجائے غلامی کی مذمت شروع کردی اور غلام بنانے اور غلام فروخت کرنے والوں کو اس شدت و تواتر کے ساتھ ڈانٹا کہ عرب میں ایک انقلاب پیدا ہونے لگا۔ تاجر غلام فروخت کرنے اور لوگ انہیں خریدتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس طرح گویا آپؐ نے پہلے اس سرچشمہ کو خشک کیا۔ جہاں سے غلاموں کی فوجیں نکلتی اور اطراف عالم میں پھیلتی تھیں۔

غلاموں سے اچھے سلوک کی ہدایت

ساتھ ہی آپؐ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین بھی شروع کردی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی۔ غلام ایک ارذل ترین مخلوق سمجھی جاتی تھی۔ عزت و سلوک تو ایک طرف وہ کسی آسائش و آرام کے بھی مستحق نہ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن آپؐ کی پیغمبرانہ صدا معمولی صدا نہ تھی جو فضا کی وسعتوں میں کھو کر رہ جاتی۔ اس کا اثر ہونا تھا اور ہو کر رہا۔ اور سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور جوں جوں مسلمانوں کا اقتدار اور ان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا غلاموں کی حالت بھی سنورتی رہی۔ حضرت محمدؐ صاحب نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ غلاموں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہو۔ جو خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہی بھی پہناؤ۔ انہیں تکلیف نہ دو۔ ان سے ان کی قوت سے زیادہ کام نہ لو۔ آپؐ نے یہ بھی واضح کردیا کہ غلاموں کو گالیاں دینے والا بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ ان تلقینات و احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلامی کا صرف نام ہی نام رہ گیا اور وہ ہر معاملہ میں آزادوں کے مساوی ہوگئے۔ غلام آقا کے دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' جنگوں میں لڑنے لگے' فوجوں کے سپہ سالار بننے لگے' شادیاں کرنے لگے اور کسب معاش اور ترقی و عروج کے تمام دروازے ان پر کھل گئے۔ سختیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ انہیں مثل اولاد سمجھا جانے لگا اور ان پر شفقت و محبت کی بارش ہونے لگی۔

غلامی کے دنیا میں مختلف طریقے تھے سب سے بڑا ذریعہ جنگ تھا۔ عام دستور یہ تھا کہ فتح کے بعد فاتح مفتوح کے سب زن و مرد کو غلام بنا لیتا تھا اور یہ بدقسمت امراء میں تقسیم ہوجاتے تھے چونکہ یہ سلسلہ برابر بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس لئے انہیں سوداگروں کے ہاتھ فروخت کردیا جاتا تھا۔ نسبتاً" شریف ہوں یا اعلیٰ انہیں غلام ہی بن کر رہنا پڑتا تھا۔ ان کے آقا ان سے غلاموں کی ہی طرح کام لیتے اور طائر روح کے ساتھ ہی انہیں آزادی نصیب ہوتی تھی جب افلاطون جیسا حکیم اور فلاسفر قید ہو کر کھیت بونے اور ہل جوتنے پر مجبور ہوسکتا تھا' تو پھر ادنیٰ اور معمولی انسانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ ڈاکو قافلہ کے آدمیوں کو پکڑ

کر لے جاتے تھے۔ اور انہیں فروخت کر ڈالتے تھے۔ غرضیکہ غلام بننے کے بعد پھر زندگی حرام ہو جاتی تھی۔ اور لطف حیات ہمیشہ کے لئے برباد ہو کر رہ جاتا تھا۔ دنیا کا کوئی مذہب اور ملک بھی غلامی کی اس لعنت سے خالی نہ تھا مخلوق پر اور زمانے پر مسلمانوں کا یہ ایک بڑا احسان ہے کہ فضائے بسیط میں پہلی آواز جو ان کی ہمدردی میں بلند ہوئی وہ صرف اسلام کی آواز تھی۔ درحقیقت ہم اسلام کی تعلیم پر پورے یا ادھورے عبور کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتے۔ قرآن شریف میں غلاموں کے متعلق صاف الفاظ میں یہ ہدایت موجود ہے۔

"جب تم لڑ چکو تو انہیں گرفتار کرلو۔ پھر یا تو انہیں احسان کرکے چھوڑ دو۔ یا معاوضہ لے کر رہا کردو۔ انہیں کسی قسم کی اذیت نہ دو" مسلمان اپنے قرآن اور اپنے نبیؐ کے حکم پر والہانہ عمل کرتے تھے اور یہ اس حکم کا نتیجہ ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوئے۔ ان کے ساتھ حیرت انگیز اور نہایت شریفانہ برتاؤ کیا گیا۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ صحابہؓ خود پیدل چلے اور انہیں اونٹوں پر بٹھایا اور خود بھوکے رہ کر بھی ان کی شکم سیری کی طرف سے ذرا بھی غفلت نہ کی۔"

قیدی غلاموں کی رہائی

ان قیدیوں کے ساتھ یہ رواداری برتی گئی کہ انہیں اپنا جانی دشمن سمجھتے ہوئے بھی معاوضہ لے کر رہا کردیا۔ جن کے پاس دینے کو کچھ نہ تھا۔ ان سے یہ شرط لی گئی کہ ہر ایک چند مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور آزاد ہوجائے۔ ایک شخص کے پاس کچھ نہ تھا نہ زر اور نہ علم سکھانے کی صلاحیت۔ لہذا اس نے عرض کیا کہ میں گھر پہنچ کر معاوضہ بھیج دوں گا اور حضرت محمدؐ صاحب نے اسے اس وعدہ پر ہی رہا کردیا۔ ایک شخص عمرو بولا کہ میں غریب آدمی ہوں۔ بال بچہ دار ہوں۔ اگر میں قید رہا' تو میرے بال بچوں کو بہت تکلیف ہوگی۔ یہ سن کر آپؐ کو رحم آگیا اور آپؐ نے اسے محض اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ وہ آئندہ مقابلہ پر نہیں آئے گا۔ رحم و کرم اور اسیران جنگ پر نوازش کا یہ کتنا عدیم المثال مظاہرہ ہے۔ جس کی داد دینے کو بے ساختہ جی چاہتا ہے۔ ان شرائط کے بعد بھی کچھ نہ کچھ رہ جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ دشمن اور محارب قوم سے ہوتے تھے خون کے پیاسے بن کر آتے تھے اور انہیں رہا کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا' لیکن ان کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا آپؐ کو غلاموں کا اتنا خیال رہتا تھا کہ دنیا سے رحلت کے وقت بھی آپؐ ان کو نہ بھولے اور ان سے حسن سلوک کی وصیت کی۔

غلاموں کو آزاد کرانے کے ڈھنگ

آپؐ نے غلاموں کو آزاد کرانے کا ایک اور موثر اور آسان طریقہ اختیار کیا۔ یعنی بعض گناہوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی قرار دیا۔ ان کے رہا کرنے کا بڑا ثواب و اجر بتایا اور آخر میں تو قرآن کی یہ آیت بھی نافذ ہوچکی تھی کہ اسیران جنگ کو احسان رکھ کے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دیا کرو۔

قبیلہ بنی ہوازن کے اکٹھے چھ ہزار قیدی بلا معاوضہ ہی رہا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ آپؐ نے غلام بنائے ہوں۔ ایک صحابیؓ نے اپنی لونڈی کے منہ پر اس قصور پر تھپڑ مار دیا کہ اس کی غفلت سے بھیڑیا اس کی بکری اٹھا لے گیا تھا۔ صحابیؓ کا یہ فعل مذہبی حکم کے منافی تھا۔ عورت نے سارا ماجرہ حضرت محمدؐ سے کہہ سنایا۔ آپؐ کو بہت رنج ہوا اور اس طمانچہ کو ہی اس کی آزادی کا زیور بنوا دیا۔ ایک رومی تھے کہ جو معمولی سی خطا پر کھال اوھیڑ کر رکھ دیتے تھے اور ایک اسلام کے یہ پیرو تھے کہ ان کا دانستہ تھپڑ مار دینا ہی گناہ قرار پاتا تھا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمان اپنے غلاموں کی پرورش حضرت محمدؐ صاحب کے احکام کی پابندی میں اولاد کی طرح کرنے لگے تھے۔ غلام گھر کے ایک رکن کی حیثیت سے رہتا تھا انتہا یہ ہے کہ غلاموں نے محمدؐ صاحب کی غلامی کو ماں باپ کی محبت سے بہتر سمجھا۔ آپؐ کا ایک غلام تھا۔ اس کا باپ مدت کے بعد پتہ لگا کہ مدینہ پہنچا اور معاوضہ دے کر اسے رہا کرانا چاہا' لیکن آپؐ نے اسے فوراً" رہا کر دیا۔ غلام رونے لگا کہ مجھے ماں باپ کی محبت سے آپ کی غلامی زیادہ عزیز ہے باپ واپس چلا گیا۔۔ ایک اور غلام انسؓ کہا کرتے تھے کہ دس برس حضور کی خدمت میں رہا' مگر اس تمام مدت میں گھر والوں کی طرح رہا۔ جو آپؐ نے کھایا مجھے کھلایا اور جیسا آپ نے پہنا مجھے بھی پہنایا اور کسی ایک دن بھی مجھے نہ جھڑکا۔۔ زید بھی آپؐ کے غلام تھے۔ حضرت محمدؐ نے اپنی حقیقی پھوپھی زاد بہن سے اس کی شادی کر دی۔ حالانکہ آپؐ کا خاندان عرب کا شریف ترین خاندان تھا اور زید محض غلام تھے۔ اسی طرح ایک اور غلام اسامہؓ کو بھی آپؐ نے پورے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بڑے بڑے شرفاء کو آپ کے ماتحت کر دیا' لیکن کوئی چوں تک نہ کر سکا۔

غلام آقا بنے

مسلمانوں میں بلالؓ بہت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت محمدؐ صاحب کے وقت آپ اذان دینے کی خدمت پر مامور تھے۔ بہت بدشکل تھے۔ جب آپؐ نے ان کی شادی کا عزم کیا' تو بڑے بڑے اعلیٰ متمول اور شریف خاندان قریش انہیں اپنی لڑکیاں دینے کو تیار ہو گئے۔ جب ان کا انتقال ہوا' تو خلیفہ عمرؓ جیسے عظیم الشان فرمانروا نے رو کر یہ کہا کہ "آہ! آج ہمارا آقا دنیا سے چل بسا" یہ تھی اسلامیوں کی غلامی اور اسلام کی مساوات۔ کہ فرمانروا تک غلاموں کو بھرے جلسے میں آقا بتلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ واقعی عہد اسلام میں غلاموں کی حالت اس دور کے آزادوں سے بھی بہتر تھی اور ان کی ہر اعتبار سے عزت کی جاتی تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب ان کو ملتے تھے۔ وہ ہر حیثیت سے مسلمانوں کے بھائی سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان اور مصر پر دنیائے اسلام کے غلاموں نے حکومت کی اور اس شان سے کی کہ تاتاری جیسی وحشی اور بہادر قوم کے زہرے آب ہو گئے اور انہی کے ہاتھوں انہیں شکستیں ملیں۔ بڑے بڑے باجبروت فرمانروا اور بزرگ کامل انہی میں سے پیدا ہوئے۔ گویا اسلام نے غلاموں کو فرش خاک سے اٹھا کر عزت کے آسمان پر بٹھا دیا

اور فی الحقیقت وہ بادشاہ بن گئے۔

یورپ میں ۱۷۹۴ء میں فرانس نے اور ۱۸۳۳ء میں انگلستان نے غلاموں کی آزادی کے قانون پاس کئے مگر اسلام صدیوں پیشتر اس سے کہیں بہتر خدمت بنی نوع انسان انجام دے چکا تھا۔

کیا بیسویں صدی کا یورپ اس فراخدلی اور رواداری کا کوئی ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ یورپ کیا دنیا کا کوئی حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ فخر اسلام اور صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔

غریبی اور کلمۃ الحق

سردار دیوان سنگھ مفتون

میرا بچپن کا زمانہ مذہبی ماحول میں بسر ہوا کیونکہ میری والدہ مذہبی خیال کی تھیں۔ جو بغیر گوردوارہ گئے اور بغیر پاٹھ کئے کھانا بھی نہ کھاتیں۔ اور مجھ پر بھی یہ پابندی عائد کی تھی کہ میں صبح بیدار ہونے کے بعد گوردوارہ ضرور جاؤں۔ اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ایک حد تک متعصب بھی تھا جیسے دوسرے مذاہب کے کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ ہندو ازم، اسلام اور عیسائیت سے نہ صرف مجھے کوئی تعلق تھا بلکہ ان سے کچھ نفرت بھی تھی۔ مگر بائیس سال کی عمر میں ذہن میں ایک انقلاب سا پیدا ہوا اور نفرت کے وہ جذبات بالکل ختم ہوگئے جو دوسرے مذاہب کے متعلق بچپن سے مجھ میں موجود تھے اور ایک ایسا دور شروع ہوا جسے مذہب کے متعلق بے تعلقی کا دور قرار دیا جاسکتا ہے۔

مذہب سے بے تعلقی کا دور جاری تھا اور سب مذہبی مجاوروں کے متعلق میرے دل میں انتہائی نفرت اور حقارت پیدا ہوچکی تھی کہ میں مہاراجہ نابھ (اب آنجہانی) سے ملنے کے لئے دہلی سے مسوری گیا۔ مسوری میں چند روز قیام کے بعد جس روز واپس آرہا تھا اور مسوری سے روانگی میں کافی وقت تھا تو میں نے دیکھا کہ سینما میں حضرت مسیح کے متعلق ایک فلم "کنگ آف کنگز" دکھائی جارہی ہے اور اسکولوں کے عیسائی طلبہ پادریوں کے ساتھ سینما ہال میں داخل ہورہے ہیں۔ وقت گزارنے کے خیال سے میں نے سینما کا ٹکٹ لینا چاہا تو سینما والوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ اسکولوں کا پرائیویٹ شو ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک پادری سے فلم دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ مجھے اپنے ساتھ سینما کے اندر لے گئے۔ اس فلم میں حضرت مسیح کو مصلوب کرنے کا منظر دکھایا گیا تھا۔ اس فلم کو دیکھنے کے بعد مجھ پر کیا اثر ہوا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ میں اس روز سے اپنے آپ کو حضرت مسیح کا بھگت قرار دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد جب بھی ممکن ہوا میں نے اخلاص اور بغیر کسی غرض کے عیسائیوں کی خدمت انجام دی اور میری خواہش ہے کہ میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک عیسائیوں کا بھی خدمت گزار ثابت ہوتا رہوں۔

میں ایک مقدمے کے سلسلے میں دہلی جیل میں تھا اور احراریوں کی تحریک جاری تھی کہ مولوی عبدالقیوم

کانپوری اس تحریک کے سلسلے میں دہلی جیل میں آگئے اور ان کا قیام بھی اسپیشل وارڈ کے اس کمرہ میں ہوا جہاں میں مقیم تھا۔ جیل میں انسان کو حالات پر غور کرنے اور مطالعہ کرنے کا کافی وقت ملتا ہے۔ مولوی صاحب سے رات کو باتیں ہوا کرتیں میری زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ ہر مذہب کے تبلیغی اسپرٹ رکھنے والوں میں اپنے عقائد کی تبلیغ کا بڑا شدید جذبہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا جواب دے یا نہ دے یہ حضرات مذہب یا مسلک کی خوبیاں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہی عبدالقیوم صاحب بھی باتوں باتوں میں اسلام کی خوبیاں بھی بیان کرتے رہتے جن کو کبھی تو میں سنتا اور کبھی بغیر سنے ہی ہاں' یا ہوں' ہوں کر دیتا۔

ایک روز مولوی صاحب نے مجھے رسول اللہؐ کی وہ بات سنائی جس میں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے "افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر" میں نے جب یہ حدیث سنی تو میں نے غور کیا کہ شخصیت کی بلندی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس نے حاکم وقت کے سامنے حق و صداقت کی آواز کو دنیا میں سب سے بڑا جہاد فرمایا ہے۔

چنانچہ جیل سے رہائی کے بعد میں نے رسول اللہؐ کے متعلق ریاست میں ایک نوٹ بھی لکھا اور اس نوٹ کے الفاظ بھی تھے کہ ان ہونٹوں کی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ جن ہونٹوں سے اس حدیث کے یہ الفاظ نکلے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی کبھی فرصت کے وقت قرآن اور حدیثوں کو بھی پڑھنا شروع کیا۔ قرآن کی ایک بہت عمدہ و خوبصورت جلد مجھے تاج کمپنی نے بھیجی۔ قرآن اور حدیث کے مطالعہ کے بعد مجھ پر دوسری حدیثوں کے علاوہ اس حدیث کا بھی بے حد اثر ہوا جس میں رسول اللہؐ نے دعا کی ہے کہ "یا اللہ مجھے غریبوں کی صف میں رکھنا اور مرنے کے بعد بھی مجھے مسکینوں میں جگہ دینا۔" چنانچہ ان دونوں حدیثوں کا ہی اثر ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں حق و صداقت کی آواز پیدا کرتے ہوئے بارہا خطرہ کو لبیک کہا اور خدا کا شکر ہے کہ مالی اعتبار سے میں ہمیشہ ہی غریب اور مقروض رہا اور میرا ایمان ہے کہ گو انتہائی افلاس بھی انسان میں گراوٹ پیدا کرتا ہے' مگر دولت اور سرمایہ تو انسان کو انسانیت سے محروم کر دینے کا باعث ہوتا ہے۔ اور بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو مالدار ہوتے ہوئے بھی انسانیت سے محروم نہ ہوئے۔

میں سکھ خاندان میں پیدا ہوا اور نسل کے اعتبار سے مجھے سکھ ہی سمجھا جانا چاہیے مگر ذاتی خیالات کے اعتبار سے میں حضرت مسیحؑ اور پیغمبر اسلامؐ کا اتنا ہی معتقد اور بھگت ہوں جتنا کوئی عیسائی یا مسلمان ہو سکتا ہے اور میری خوش نصیبی ہو گی کہ مجھے اگر سکھ گورو صاحبان کے علاوہ حضرت مسیحؑ اور رسول اللہؐ اور شری کرشن جیسی عظیم و بلند شخصیتوں کے اسوہ حسنہ کی تقلید نصیب ہو۔

آفتابِ حقانیت

سوامی لکشمن رائے

مفسر رازِ حیات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے تمام صفحات زندگی اس قدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہیں۔ وہ کونسی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں۔ وہ کونسے انسانیت سوز مظالم تھے۔ جو عرب کے درندوں نے اس رحم و ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے وہ کونسے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے سچے ہادی پر روا نہیں رکھے۔

مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کی زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دعا ہی نکلی غیر مسلم مصنفوں کا برا ہو جنہوں نے قسم ہی کھائی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دے دیا کریں گے۔ اور آنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھ کر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں اور اپنے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے۔ کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شان استغناء سے دولت' عزت' شہرت اور حسن کی طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں' عرب کے سربر آوردہ بزرگوں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جس کی ہر کرن کفر سوز تھی ایکدوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے رکھ دیئے۔ اور ان کو اختیار دے دیا گیا کہ ان میں سے اپنی حسب مرضی جو راستہ چاہیں منتخب کر لیں ایک طرف ریگستان عرب کی حسین سے حسین عورتیں' دولت کے انبار' عزت و شہرت کی دستار قدموں پر نثار کرنے کو تیار تھیں اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اٹھا رہا تھا۔

قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ آوازے کسے جاتے تھے۔ نجاستیں پھینکی جاتی تھیں' راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ تاریخ عالم اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اس کے اوراق کو تزکیہ نفس کے ایسے فقید المثال مظاہرہ کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا۔ اس حق کوش پیغمبر کو جس کا مدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ شہرت کی طلسمی طاقت اس کے دل کو فریب نہ دے سکی' حسن اپنی تمام تر دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا۔ انہوں نے بلا تامل فیصلہ کن لہجہ میں کہہ دیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو میری گود میں لا کر ڈال دیں۔ تو بھی تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا۔

(سوامی لکشمن رائے۔ اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ زمیندار لاہور)

بانئ اسلامؐ کی رحم دلی

جناب بی ایس رندھاوا (ہوشیار پور)

مہاتما بدھ' زرتشت' سری کرشن مہاراج اور شری رام چندر جی کے عزیزوں ہم قوموں نے ان پر ظلم کیا اور ستایا جلایا۔ ابراہیمؑ پیغمبر نمرود کے ہاتھوں آگ میں جھونکے گئے۔ زکریاؑ کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کیا گیا۔ فرعون نے موسیٰؑ پر ستم ڈھائے یہودیوں نے عیسیٰؑ کو سولی پر لٹکایا اور اسلام کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا۔ آپ کو پتھروں سے لہولہان کردیا گیا۔ اونٹ کی غلاظت بھری اوجھڑی ان پر ڈالی گئی۔ انہیں پاگل اور مجنون بتایا گیا۔ گھر سے بے گھر کیا گیا اور قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ بتایئے ان رشیوں اوتاروں اور پیغمبروں نے اپنے اپنے مذہب جاری کر کے کیا حاصل کیا۔ کیا سکھ اٹھایا۔ سب کے سب اچھی ہی باتوں کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے اور سنسار کی بھلائی کے خواہاں تھے نہ کہ جھوٹے اور مکار۔

ایسی ہی حالت میں میں کیوں نہ محمدؐ صاحب کی رحمدلی اور شفقت و مروت علی الخلائق کی داد دوں جنہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھا لئے' مگر اپنے ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کو اف تک بھی نہ کی' بلکہ ان کے حق میں دعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہوجانے پر بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیا۔

بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلامؐ پر کیا گیا ہے اور متعصب مورخین نے کوشش کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان کی شکل میں پیش کیا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو ان سے نفرت دلائی جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ صاحب پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلامؐ کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی' بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو ہی سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردی۔ اگر ایسے لوگ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی جرات و ہمت پاتے' تو وہ یقیناً" اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہوتے۔ اب میں آپؐ کی رحمدلی کے چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

خدا نے پیغمبر صاحبؐ کی زبانی تمام دنیا والوں کے نام یہ اعلان کرایا کہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ ہم نے محمدؐ کو صرف مسلمانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پھر عالم انسانیت کی بھی قید نہیں اس میں تمام عالم' حیوانات' نباتات اور جمادات تک شامل ہیں۔ یہ دعویٰ ان دشمنوں اور مخالفوں کے سامنے کیا گیا جو شب و روز آپؐ کو جھٹلانے اور زک پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اگر آپؐ ذرا بے رحم اور سنگدل ہوتے اور آپ نے کبھی کسی پر بے جا ظلم و ستم کیا ہوتا' تو معترضین اس دعویٰ رحمت کو جھٹلانے سے کبھی نہ چوکتے'

لیکن اسلامی تاریخ میں اس قسم کے کسی اعتراض کا سراغ نہیں ملتا۔

کسی شخص کی رحم دلی و سنگدلی کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب کہ اسے اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر پورا پورا تسلط و اقتدار حاصل ہو اور اس اصول کو سامنے رکھ کر میں جب فتح مکہ کے دن کا نظارہ کرتا ہوں تو بانی اسلام کی رحمدلی اور شفقت و رحمت کا ایسا روشن اور پختہ ثبوت ملتا ہے کہ جس کی نظیر تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ یعنی اپنے قابو پائے ہوئے جانی دشمنوں کو یہ کہہ کر کہ "آج کے دن تم آزاد ہو۔ تم پر کوئی تاوان ہے نہ بازپرس" عام معافی کا اعلان کر دیا اور جانی دشمنوں تک کو آزاد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپؐ کی یہ رحمدلی اور شفقت لوگوں کے دلوں کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی۔ اور بہت سے دشمن اس واقعہ سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔

بدر کی جنگ میں آپؐ کو شاندار فتح حاصل ہوئی تھی اور بہت سے قیدی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ جن کی رات بھر مشکیں کسی رہیں۔ آپؐ کے چچا عباسؓ بھی انہی قیدیوں میں تھے۔ ان کی مشکیں قدرے سخت کسی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے آپ کراہ رہے تھے۔ جب ان کے کراہنے کی آواز آپؐ کے کانوں میں پہنچی تو آپؐ بے چین ہو گئے اور رات بھر نیند نہ آئی اور صبح ہوتے ہی سب صحابہؓ سے صلاح و مشورہ کر کے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

اب جو رحمدلی اور انسانوں سے نیک برتاؤ کی جو تعلیم آپؐ نے اپنی امت کو دی وہ بھی ملاحظہ ہو۔

"اللہ تعالیٰ نرمی کرتا' نرمی کو پسند کرتا اور نرمی سے خوش ہوتا ہے۔ نرمی کرنے والے کی مدد کرتا ہے۔"

"ہر ایک پیاسے کو پانی پلانا ثواب کا کام ہے۔"

"جانوروں پر اتنا بوجھ لادو۔ جس کو وہ سہار سکتے ہوں اور ان کو پیٹ بھر کر چارہ دو۔"

"جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔"

یہ تمام حکم عام ہیں۔ ان میں اپنے پرائے کی کوئی تخصیص نہیں۔ خویش و بیگانے کی کوئی قید نہیں' بلکہ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ رحمدلی' نیک برتاؤ' نفع رسانی اور خدمت خلق کا حکم ہے۔ یہی وہ قیمتی اور سنہری تعلیم ہے۔ جس نے مجھے عقیدت کے چند پھول آپؐ کے قدموں پر نچھاور کرنے پر مجبور کیا۔ ایسے سندر ساجن' سندر سروپ اور پریتم پیارے کو پرنام۔

وحدانیت کا متوالا

جناب ڈاکٹر یدہ ویر سنگھ

پاک ہستیوں کی سوانح عمری کے سننے سنانے والے دونوں ہی نیک سیرت ہوتے ہیں۔ حضرت محمدؐ ایک نیک ہستی تھے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک

پیغمبر تھے۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے محمدؐ صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل بڑھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے۔ عرب جیسے وحشی ملک میں جہاں پر ذرا سی مخالفت ہونے پر مخالفت کرنے والے کی گردن کاٹ دی جاتی تھی۔ اس پاک ہستی نے جس استقلال اور بہادری سے اسلامی مذہب کے اعلیٰ اصولوں کا پرچار کیا وہ ملک کی تاریخ میں طلائی حرفوں سے لکھا ہوا ہے اور جس کو ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے دل کے اندر کسی قسم کا بغض و تعصب نہ ہو۔ چھ سال کی کڑی پرستش کے بعد جب حضرت محمدؐ کو "لا الٰہ الا اللہ" کا گیان ہوا' تو انہوں نے ایک دن بغیر کسی قسم کا دل میں ڈر رکھتے اور بے دھڑک ہو کر اس نئی روشنی کو پھیلانا شروع کر دیا اور سب سے پہلے اپنی اہلیہ سے شروع کیا اور پھر ہر ایک بنی نوع انسان تک پہنچایا۔

یہ امر تو مشہور ہے کہ انسان کی مذہبی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور وہ مقصد خدا ہے۔ ظاہر دیکھا جاتا ہے کہ جب بھی خدا کا بھروسہ چھوڑ کر ہزاروں دیوتاؤں' قبروں' مورتیوں اور آدمی پوجا کا رواج جاتیوں اور ملکوں میں شروع ہو جاتا ہے تو اس ملک کا رہنے والا یا اس مذہب کا ماننے والا اپنے اصولوں سے نیچے گر جاتا ہے' آدمیوں کا چال چلن گرنے لگتا ہے' تو وہ سارا ملک کا ملک چال چلن سے گرا ہوا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں آہستہ آہستہ ایک ایسی شے پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا سنبھالنا بہت دشوار ہو جاتا ہے اور وہ آخر میں سب کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ ملک و ملت کے لئے اونچ آچار و چال چلن کا ہونا بہت ضروری اور اہم ہے۔ اس کے بنا کوئی بھی انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ دراصل چلن ہی اُنتی کا سب سے بڑا بنیاد کار ہے۔

جن جماعتوں کے آچار گر گئے ہیں' وہ دن بدن غلامی کی زنجیروں میں جکڑی جا رہی ہیں اور مشکلیں برداشت کر رہی ہیں اور دن بدن نظروں سے گرتی جا رہی ہیں اور آخر میں ایک دن بالکل نیست و نابود ہو جائیں گی اور ہوئی جاتی ہیں۔

درحقیقت آچار کی بنیاد' آپ کا پیار' محبت' بھروسہ اور سچائی ہے اور سچائی ہی خدا ہے۔ اس لئے قبروں' مورتیوں' پیروں وغیرہ کی پرستش کرنے والے ہرگز چلن والے آدمی نہیں ہوتے ہیں اور جو لوگ سچائی یا خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اس سے ہی اپنے آپ کو ملا ہوا سمجھتے ہیں وہی مضبوط چلن والے ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں جو آدمی ڈرے ہوتے ہیں' وہ کمزور ہوتے ہیں اور بزدلی غیر خدا کی پرستش' ڈر اور لالچ کے سبب سے پیدا ہوتی ہے اور لوگ کرتے ہی اس نیت سے ہیں کہ اگر فلاں دیوتا کی منت سماجت نہ کی گئی' تو ہمارے بچوں کو فلاں بیماری ہو جائے گی۔ فلاں قبر پر چڑھاوا چڑھانے سے ہمیں زر ملے گا۔ دولت ملے گی۔ میرے اولاد ہو گی۔ جس ملک میں بت پرستی ہے۔ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں محبت اور بھروسہ کی جگہ ڈر اور لالچ اور ڈرپوک پن پیدا ہو جاتا ہے جو کہ ان کو نیچ بنا دیتا ہے جو لوگ پرماتما اور سچائی میں عقیدہ رکھتے ہیں' وہی دراصل پکے آچار والے ہوتے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے ان چلن

سے گری ہوئی جاتیوں کو وحدانیت کا وعظ سنا کر اس جماعت کا اور اس کے ذریعہ دنیا کا اور تمام جماعتوں کا کتنا بھلا کیا ہے اور یہ ہی ایک چیز تھی جس کے آگے عرب کی تمام بڑی بڑی طاقتیں سرنگوں ہو گئیں۔

پیغمبرؐ کی سوانح عمری محبت اور خدمت کی ہزاروں مثالوں سے بھری پڑی ہے اور ایک سچے' سچائی کی طرف جانے والے کی زندگی ہمیشہ محبت اور خدمت کے جذبات سے پر ہوتی ہے۔ ایسا کہنے میں آتا ہے کہ ایک دن حضرتؐ کے پاس ایک عرب آیا۔ اس کو ایک غیرمذہب کا جانتے ہوئے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خوف ہونے کا سبق پڑھایا اور اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے کپڑے سونے کے لئے دیئے۔ یہ شخص بیمار تھا اس لئے اس نے آپؐ کے دیئے ہوئے بستر پر ہی غلاظت کر دی۔ جس سے تمام بستر خراب ہو گیا۔ وہ اس ڈر سے کہ مسلمان مجھے اس فعل کی سزا نہ دیں۔ بہت سویرے وہاں سے بھاگ گیا۔ جب لوگوں کو پتہ چلا تو انھوں نے بہت سخت سست کہا اور اس کی برائی کی' لیکن حضرتؐ کے ماتھے پر کسی قسم کی کوئی شکن نہ پڑی اور کہنے لگے کہ وہ تو میرا مہمان تھا اور جھٹ اس کے خراب بستر کو دھونے لگے۔ مہمان عرب اتفاق سے اپنی تلوار بھول گیا تھا جب اس کو یاد آئی تو فوراً" ڈرتا ڈرتا واپس آیا۔ حضرت نے اس کو اپنے پاس بٹھا کر اس کو تسلی دی اور اس کا وہیرج بندھوایا۔ عرب نے دیکھا کہ پیغمبر اسلام خود اس کے گند کو صاف کر رہے ہیں' تو وہ پانی پانی ہو گیا اور حضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور تھوڑے عرصہ بعد معہ اپنے بال بچوں کے مذہب اسلام میں آگیا۔

ایسے ایسے ہزاروں واقعات حضرتؐ کی زندگی میں پیش آئے۔ جس سے ان کی محبت' خدمت اور ایشور پرستی کی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔

آیئے! ہم سب اپنے آپس کے تفرقوں کو ایک طرف رکھ کر ایک متبرک موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اس بڑی ہستی کے نام پر اپنی محبت کے پھول چڑھائیں اور دعا کریں کہ آج کے مسلمان بھی اپنے نبیؐ جیسے مسلمان بن جائیں اور اپنے نبیؐ کی اچھائیوں کے ذریعے سے جو کہ خدا کی پرستش اور بندوں کی خدمت ہے۔ سارے جہان کو وحدانیت کا سندیسہ سنا دیں اور سارے ملکوں کے لوگوں کو غلامی سے نجات دلا کر بس ایک خدا کا غلام اور خلق خدا کا خادم بنا دیں۔

محمدؐ پیغمبر اسلام

پروفیسر راما کرشنا راؤ

پیش نظر مضمون ایک انگریزی کتاب "Muhammad The Prophet of Islam" کے کچھ اجزاء کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پروفیسر کے۔ ایس۔ راما کرشنا راؤ (ہیڈ ڈپارٹمنٹ آف فلاسفی' گورنمنٹ کالج فار ویمن' میسور) کی تصنیف ہے جو بورڈ آف اسلامک پبلی کیشنز' دہلی کی طرف سے پہلی بار ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔

"مسلم مورخین کے مطابق' محمدؐ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو عرب کے صحرا میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کے نام کا مطلب ہے "بہت تعریف کیا ہوا۔" میرے نزدیک وہ تمام فرزندان عرب میں سب سے زیادہ عالی دماغ انسان تھے۔ سرخ ریت کے اس ناقابل عبور صحرا میں جتنے شاعر اور بادشاہ ان سے پہلے یا ان کے بعد ہوئے' ان سب پر وہ بدرجہا زیادہ فوقیت رکھتے تھے۔ محمدؐ کا ظہور ہوا تو عرب ایک صحرا تھا' وہ کچھ بھی نہ تھا۔ خالی صحرا سے محمدؐ کی طاقت ور روح نے ایک نئی دنیا بنائی۔ نئی زندگی' نیا کلچر' نئی تہذیب اور نئی سلطنت پیدا کی۔ جو مراکش سے انڈیز تک پھیلی ہوئی تھی اور جس نے تین براعظموں (ایشیا' افریقہ' یورپ) کے خیالات اور زندگی کو متاثر کیا۔

میری اس تحریر کا موضوع ایک ایسے مذہب کے اصولوں کی بابت لکھنا ہے جو کہ تاریخی ہے اور اس کا پیغمبر بھی ایک تاریخی شخصیت ہے۔ سر ولیم میور جیسا ایک معاند ناقد بھی قرآن کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "دنیا میں غالباً" قرآن کے سوا کوئی دوسری کتاب نہیں ہے جس کا متن بارہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اس درجہ خالص صورت میں محفوظ ہو"۔ میں یہ بھی اضافہ کروں گا کہ حضرت محمدؐ ایک تاریخی شخصیت ہیں۔ آپ کی زندگی کا ہر واقعہ نہایت احتیاط سے منضبط کیا گیا ہے حتی کہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات بھی آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کردی گئی ہیں۔ آپؐ کی زندگی اور آپؐ کا کام پراسراریت کے پردہ میں چھپا ہوا نہیں ہے۔ یہ ضرورت نہیں ہے کہ ایک شخص صحیح معلومات کے لئے اس مشکل مہم کو سر کرے کہ وہ بھس کے ڈھیر میں سے چھان کر سچائی کے دانے نکالے۔

میرا کام اس لئے بھی ہلکا ہو چکا ہے کہ وہ زمانہ اب بہت تیزی سے رخصت ہو رہا ہے جب کہ کچھ

ناقدین سیاسی اور غیر سیاسی وجوہ سے اسلام کو بہت بگاڑ کر پیش کرتے تھے۔ پروفیسر بیوان "کیمبرج میڈیول ہسٹری" میں لکھتے ہیں "محمدؐ اور اسلام کے بارے میں کتابیں جو یورپ میں ۱۹ویں صدی کے آغاز سے پہلے چھپتی تھیں آج ان کو محض قلمی عجوبے سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام اور تلوار کا نظریہ آج کہیں بھی قابل لحاظ نہیں سمجھا جاتا۔" اسلام کا یہ اصول کہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں' آج سب کو پوری طرح معلوم ہے۔ مشہور مورخ گبن نے لکھا ہے "مسلمانوں کی طرف ایک مجرمانہ اصول منسوب کیا جاتا رہا ہے کہ ہر مذہب کو تلوار کے زور سے ختم کردیا جائے۔" مگر گبن کہتا ہے کہ جہالت اور تعصب کا یہ الزام قرآن سے' مسلم فاتحین کی تاریخ سے نیز مسلم عوام کے رویہ سے غلط ثابت ہوتا ہے جو کہ ہمیشہ قانونی اور سماجی طور پر مسیحی عبادت کے ساتھ رواداری کا طریقہ اختیار کرتے رہے ہیں۔ محمدؐ کی زندگی کی عظیم کامیابی صرف اخلاقی طاقت کے ذریعہ ہوئی' تلوار کی کسی مار کے بغیر۔

قدیم زمانہ میں عربوں کا یہ حال تھا کہ اتنی معمولی سی بات پر وہ چالیس سال تک لڑتے رہے کہ ایک قبیلہ کا اونٹ بھٹک کر دوسرے قبیلہ کی چراگاہ میں چلا گیا۔ اس جنگ میں دونوں قبیلوں کے ستر ہزار آدمی مارے گئے اور خطرہ پیدا ہوگیا کہ دونوں قبیلوں کی نسل ختم ہو جائے گی۔ ایسے جھگڑالو عربوں کو پیغمبر اسلامؐ نے خودانضباطی اور تنظیم کی تعلیم یہاں تک دی کہ میدان جنگ میں بھی ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

صلح کے لئے آپؐ کا منصوبہ جب بار بار کوشش کے باوجود ناکام ہوگیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے جو آپ کو کھینچ کر میدان جنگ میں لے آئے۔ آپؐ کا یہ اقدام محض دفاع کے لئے تھا۔ تاہم انہوں نے میدان جنگ کے پورے طریق عمل کو بالکل بدل دیا۔ ان کی پوری زندگی میں جو لڑائیاں ہوئیں' ان سب میں مرنے والوں کی مجموعی تعداد' جب کہ پورا جزیرہ نمائے عرب ان کے جھنڈے کے نیچے آیا' چند سو سے زیادہ نہیں۔ انہوں نے عرب وحشیوں کو نماز پڑھنا سکھایا' محض انفرادی طور پر نہیں' بلکہ اجتماعی طور پر' حتی کہ انہوں نے ہدایت کی کہ جنگ کے طوفان میں بھی اپنے خدا کے آگے سجدہ کرو۔ جب بھی عبادت کا وقت آجائے' اور یہ روزانہ پانچ وقت آتا ہے' تو اجتماعی عبادت چھوڑی نہیں جا سکتی' حتی کہ ملتوی بھی نہیں کی جا سکتی۔ لشکر کا ایک حصہ اگر دشمنوں سے مقابلہ میں مصروف رہے تو اس کا دوسرا حصہ اپنے خدا کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دے۔ جب ایک فریق اپنی عبادت ختم کرلے تو وہ مورچہ سنبھال لے اور دوسرا فریق آکر اپنی عبادت کرے۔

وحشت و بربریت کے زمانہ میں میدان جنگ تک انسانیت کا اصول جاری کیا گیا۔ سخت ہدایات جاری کی گئیں کہ خیانت نہ کی جائے۔ دھوکا نہ دیا جائے۔ عہد کو توڑا نہ جائے۔ ہاتھ پاؤں نہ کاٹے جائیں۔ عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ جلایا جائے۔ عبادت گاہوں میں عبادت کرنے والے لوگوں پر زیادتی نہ کی جائے۔ پیغمبر کا خود اپنا طرز عمل اپنے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ مثالی نمونہ کا طرز عمل تھا۔ مکہ کی فتح کے بعد ان کو پورا اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ وہ شہر جس نے آپؐ کا

پیغام سننے سے انکار کر دیا تھا۔ جس نے آپ کے اوپر اور آپ کے ساتھیوں کے اوپر شدید ظلم کئے تھے۔ جس نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حتی کہ جب آپ اپنا وطن چھوڑ کر دو سو میل دور (مدینہ) چلے گئے' اس وقت بھی انہوں نے آپؐ کا بائیکاٹ کرنے اور آپؐ کو تکلیفیں پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ آج وہ شہر مکہ آپؐ کے قدموں کے نیچے تھا۔ جنگ کے مسلمہ قوانین کے مطابق وہ ان تمام مظالم کا بدلہ لے سکتے تھے جو آپؐ پر اور آپؐ کے لوگوں پر کئے گئے تھے۔ مگر آپؐ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ محمدؐ کا دل رحم اور محبت کے دودھ سے بھر گیا۔ آپؐ نے اعلان کیا "آج تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں۔ آج تم سب آزاد ہو۔"

یہ ان مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تھا کہ کیوں آپؐ نے دفاع میں جنگ کرنے کی اجازت دی۔ اس لئے تاکہ انسانوں کو متحد کیا جاسکے۔ اور جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو آپؐ کے بدترین دشمن تک معاف کر دیئے گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کے محبوب چچا حمزہؓ کو قتل کیا تھا' ان کے مردہ جسم کا مثلہ کیا تھا وہ بھی آپؐ کی مہربانیوں سے محروم نہ رہے۔

عالمی اخوت اور انسانی مساوات کا اصول جس کی آپؐ نے تبلیغ کی وہ انسانیت کی سماجی ترقی میں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ تمام بڑے مذاہب نے اس قسم کے اصولوں کی تبلیغ کی ہے مگر پیغمبر اسلام نے اس نظریہ کو حقیقی عمل کی صورت دے دی اور اس کی اہمیت شاید کچھ دنوں بعد پوری طرح سمجھی جاسکے جب کہ بین الاقوامی شعور جاگے گا' نسلی تعصبات ختم ہو جائیں گے اور انسانی اخوت کا ایک طاقت ور نظریہ وجود میں آجائے گا۔ سروجنی نائیڈو اسلام کے اس پہلو پر بولتی ہوئی کہتی ہیں۔

"وہ پہلا مذہب تھا جس نے جمہوریت کی تبلیغ کی اور اس کو عمل کی صورت دی۔ کیوں کہ مسجد میں جب اذانیں بلند ہوتی ہیں اور نمازی ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں تو اسلام کی جمہوریت روزانہ پانچ بار مجسم ہوتی ہے جب کہ معمولی آدمی اور بادشاہ ایک صف میں شامل ہو کر جھکتے ہیں اور کہتے ہیں "خدا سب سے بڑا ہے۔" ہندوستان کی یہ مشہور شاعرہ مزید لکھتی ہے۔ "میں اسلام کی اس ناقابل تقسیم وحدت کو دیکھ کر بار بار حیران ہوتی ہوں جو کہ آدمی کو طبعی طور پر بھائی بھائی بنا دیتی ہے۔ جب آپ ایک مصری' ایک الجیریائی' ایک ہندوستانی یا ترکی سے لندن میں ملتے ہیں تو ان میں جو فرق ملے گا وہ صرف اتنا سا کہ ایک کی پیدائش مصر میں ہوئی اور دوسرے کی ہندوستان میں۔"

مہاتما گاندھی اپنے ناقابل تقلید انداز میں لکھتے ہیں "کسی نے کہا ہے کہ جنوبی افریقہ کے لوگ اسلام کے ظہور سے ڈر رہے ہیں۔ وہ اسلام جس نے اسپین کو مہذب بنایا' وہ اسلام جو روشنی کی شمع کو مراکش تک لے گیا اور دنیا کو اخوت کا مقدس پیغام دیا۔ جنوبی افریقہ کے یورپی لوگ اسلام کے ظہور سے ڈر رہے ہیں کیوں کہ اسلام آئے گا تو وہ کالوں اور گوروں میں برابری کا اعلان کرے گا۔ ان کو اس سے ڈرنا ہی چاہئے۔ اگر اخوت ایک گناہ ہے۔ اگر مختلف نسلوں میں برابری وہ چیز ہے جس سے وہ ڈرتے ہیں تب ان کا ڈر بالکل

بجا ہے۔"

ہر سال حج کے موسم میں دنیا اسلام کے اس حیرت ناک بین الاقوامی مظاہرہ کو دیکھتی ہے جو کہ نسل' رنگ اور رتبہ کے تمام فرق کو برابر کر دیتا ہے۔ نہ صرف یورپی' افریقی' ایرانی' ہندوستانی' چینی سب کے سب ایک خدائی خاندان کے ممبر کی حیثیت سے مکہ میں ملتے ہیں۔ بلکہ سب کے سب ایک قسم کے لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہر آدمی معمولی سفید بغیر سلے ہوئے کپڑے کے دو ٹکڑے لپیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک ٹکڑا کمر کے گرد اور دوسرا ٹکڑا کندھے کے اوپر۔ اسی کے ساتھ ننگے سر' بغیر کسی رسم اور کسی دھوم دھام کے اور یہ آواز لگاتے ہوئے "میں حاضر ہوں' خدایا میں حاضر ہوں' تو ایک ہے' تیرا کوئی شریک نہیں۔ حکم صرف تیرا ہی ہے۔" اس طرح یہاں ایسی کوئی چیز باقی نہیں رہتی جو چھوٹے اور بڑے کے درمیان فرق کرے اور ہر حاجی یہ احساس لے کر گھر واپس آتا ہے کہ اسلام ایک بین الاقوامی اہمیت رکھنے والا دین ہے۔

پروفیسر ہرگرونجی کے الفاظ میں "اقوام کی جمعیت جو پیغمبر اسلامؐ نے بنائی' اس نے بین الاقوامی اتحاد اور انسانی اخوت کے اصول کو ایسی عالمی سطح پر قائم کیا ہے جو دوسری قوموں کو روشنی دکھانے والا ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ دنیا کی کوئی بھی دوسری قوم اتحاد اقوام کے لئے اس کے برابر کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

پیغمبر اسلام نے جمہوری حکومت کو اس کی بہترین صورت میں قائم کیا۔ خلیفہ عمرؓ خلیفہ علیؓ جو پیغمبر کے داماد بھی تھے' خلیفہ منصور عباسی جو خلیفہ وقت تھے اور دوسرے بہت سے خلفاء اور سلاطین اسلام عدالتوں میں معمولی آدمی کی طرح حاضر ہوئے۔ آج بھی ہم سب جانتے ہیں کہ کالے نیگروؤں کے ساتھ مہذب سفید نسلوں کا سلوک کیا ہوتا ہے۔ اب بلالؓ کی بابت غور کرو جو چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں ایک نیگرو غلام تھے۔ نماز کے لئے اذان دینے کا کام ابتدائی اسلام کے زمانے میں ایک عزت کا کام سمجھا جاتا تھا اور یہ باعزت کام اس نیگرو غلام کے سپرد کیا گیا تھا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد' پیغمبر نے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز کے لئے اذان دیں۔ اور یہ نیگرو غلام' اپنے کالے رنگ اور اپنے موٹے ہونٹوں کے ساتھ مقدس کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوا' جو کہ اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ تاریخی اور سب سے زیادہ مقدس جگہ ہے۔ اس وقت کچھ مغرور عرب تکلیف کے ساتھ بولے۔ "اف' یہ کالا حبشی غلام' برا ہو اس کا۔ وہ مقدس کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوا ہے اذان دینے کے لئے۔"

غرور اور تعصب کا یہ مزاج پیغمبر اسلام ختم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے اس کا جواب دیتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں کہا۔ "ساری حمد اور شکر اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو جاہلیت کے زمانہ کے فخر اور برائی سے نجات بخشی۔ اے لوگو یاد رکھو' تمام انسان صرف دو قسموں میں بٹے ہوئے ہیں' متقی اور اللہ سے ڈرنے والے جو اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ دوسرے گنہ گار اور سخت دل جو اللہ کے نزدیک حقیر اور بے قیمت ہیں۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔" یہی بات قرآن میں اس طرح کہی گئی ہے۔ "اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور

مختلف خاندان بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ یقیناً" اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پوری طرح خبردار ہے (حجرات)

پیغمبر اسلامؐ نے اس طرح اتنی زبردست تبدیلی پیدا کی کہ وہ لوگ جو خالص عرب تھے اور اعلیٰ ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے' انہوں نے اپنی لڑکیاں اس نیگرو غلام کے لئے شادی میں پیش کیں۔ اسلام کے دوسرے خلیفہ جو عمر فاروقؓ کے نام سے مشہور ہیں' جب وہ اس نیگرو غلام کو دیکھتے تو وہ فوراً" ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان الفاظ کے ساتھ ان کا استقبال کرتے۔ "یہ ہمارے معلم آگئے' یہ ہمارے سردار آگئے۔" قرآن اور محمدؐ کے ذریعہ کیسا حیرت ناک انقلاب تھا جو عربوں کے درمیان آیا' وہ عرب جو اس زمانہ میں سب سے زیادہ مغرور قوم کی حیثیت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ عظیم ترین جرمن شاعر گوئٹے نے قرآن پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کتاب تمام زمانوں میں سب سے زیادہ موثر کتاب کی حیثیت سے باقی رہے گی۔"

اور یہی وجہ ہے کہ برنارڈ شا کو یہ کہنا پڑا "اگر کوئی مذہب ہے جو انگلینڈ ہی نہیں بلکہ یورپ پر اگلے ۱۰۰ سال کے اندر حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ اسلام ہے۔"

اسلام کی یہی جمہوری اسپرٹ ہے جس نے عورت کو مرد کی غلامی سے نکالا۔ سر چارلس ایڈورڈ آر ہیمسالڈ ہملٹن نے کہا ہے۔

"اسلام بتاتا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر بے گناہ ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں' دونوں کے اندر ایک ہی روح ہے اور دونوں ذہنی' روحانی اور اخلاقی ترقی کی یکساں قابلیت رکھتے ہیں۔" عربوں کے یہاں یہ زبردست روایت چلی آرہی تھی کہ وراثت کا حق دار وہی ہے جو برچھا چلاتا ہے اور تلوار کے قبضہ کو پکڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر اسلام صنف نازک کا حمایتی بن کر ظاہر ہوا اور عورت کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے سرپرستوں کی وراثت میں حصہ دار بن سکتی ہیں۔ اسلام بہت پہلے عورت کو یہ حق دے چکا تھا کہ وہ جائداد کی مالک بن سکتی ہیں۔ اس کے بارہ صدیوں بعد ایسا ہو سکا کہ ۱۸۸۱ء میں انگلستان نے جو کہ جمہوریت کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے' اسلام کی اس تعلیم کو اختیار کیا اور وہاں ایک قانون پاس ہوا جس کا نام تھا شادی شدہ عورتوں کا قانون (دی میرڈ و۔منز ایکٹ The married women's act) مگر صدیوں پہلے پیغمبر اسلام یہ اعلان کر چکے تھے کہ "عورتیں مرد کا نصف ثانی ہیں۔ عورتوں کا حق ہر حال میں محترم ہے۔ نگرانی رکھو کہ عورتوں کو وہ حق ملتا رہے جو ان کو دیا گیا ہے۔"

اسلام براہ راست طور پر سیاسی اور اقتصادی نظام سے تعلق نہیں رکھتا۔ مگر بالواسطہ طور پر اور' جہاں تک سیاسی اور اقتصادی معاملات انسان کے طور طریقے اور اخلاقیات کو متاثر کرتے ہیں' وہ اقتصادی زندگی کے لئے کچھ نہایت اہم اصول مقرر کرتا ہے۔ پروفیسر میسی نن کے مطابق' اسلام مبالغہ آمیز انتہاؤں کے درمیان توازن کو برقرار رکھتا ہے اور ہمیشہ کردار کی تعمیر پر زور دیتا ہے جو کہ تہذیب کی بنیاد ہے۔ اس کی

ضمانت چند بنیادی احکام کے ذریعہ کی گئی ہے۔ اس کا وراثت کا قانون' زکوٰۃ کا نظم اور لازمی نظام' اقتصادی میدان میں تمام سماج دشمن طریقوں کو غیر قانونی قرار دینا جیسے اجارہ داری' سود' پیشگی طور پر طے کی ہوئی اور بغیر کمائی ہوئی آمدنیاں' بازار کا سب سامان خرید لینا' ذخیرہ اندوزی' کسی چیز کی مصنوعی قلت پیدا کرنا تاکہ قیمتوں میں اضافہ ہو۔ اسی طرح جو غیر قانونی ہے۔ اس کے برعکس تعلیم گاہوں' عبادت خانوں' اسپتالوں' کنووں' یتیم خانوں کو امداد دینا بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پہلی بار ایسا ہوا کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم کے تحت یتیم خانے قائم ہوئے۔ دنیا اپنے یتیم خانوں کے لئے اسی پیغمبر اسلام کی احسان مند ہے جو خود بھی ایک یتیم تھے۔

کارلائل نے محمدؐ کے بارے میں لکھا ہے۔ "یہ تمام خوبیاں' انسانیت کی فطری آواز' پارسائی اور مساوات' فطرت کے اس صحرائی فرزند کے دل میں جاگزیں ہونے کی وجہ سے آشکارا تھیں۔"

ایک مورخ نے کہا ہے کہ کسی عظیم انسان کا امتحان تین باتوں کی روشنی میں لینا چاہئے۔ کیا وہ اپنے معاصرین کی رائے میں حقیقی طور سے اونچے اخلاق کا حامل تھا؟ کیا وہ واقعتہ" اتنا عظیم تھا کہ اپنے زمانہ کے معیاروں سے بھی بلند ہوگیا ہو؟ کیا اس نے اپنے بعد آنے والی دنیا کے لئے کوئی مستقل میراث چھوڑی؟ اس فہرست کو مزید بڑھایا جا سکتا ہے' لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ پیغمبر محمدؐ عظمت کے اس معیار پر اعلیٰ ترین درجہ میں پورے اترتے ہیں۔ آخری دو باتوں کے بارے میں پہلے ہی اشارہ کیا جا چکا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا پیغمبر اسلام کو ان کے معاصرین نے حقیقتاً" اونچے اخلاق کا حامل پایا۔ تاریخی دستاویزات بتاتی ہیں کہ محمدؐ کے تمام معاصرین' دوست ہوں یا دشمن' سبھی نے ان کی پاک خوبیوں' بے داغ امانت داری' عظیم اچھائیوں' زندگی کے تمام شعبوں میں کامل اخلاص اور امانت کو تسلیم کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی' اور وہ لوگ بھی جو کہ آپ کے پیغام کو نہ مانتے تھے' وہ بھی اپنے ذاتی اختلافات کے سلسلے میں آپؐ کی انتہائی غیر جانب داری کی وجہ سے آپ کو ثالث مانتے تھے۔ یہاں تک کہ جو آپ کے پیغام کو تسلیم نہیں کرتے تھے وہ بھی یہ کہنے پر مجبور تھے۔ "اے محمدؐ ہم تم کو جھوٹا نہیں کہتے' بلکہ جس نے آپ کو کتاب اور پیغام دیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔" ان کا خیال تھا کہ آپؐ پر کسی چیز کا سایہ ہے۔ انہوں نے آپؐ کے علاج کے لئے تشدد کو بھی اپنایا۔ لیکن ان میں جو عمدہ ترین لوگ تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک نیا نور آپؐ پر نازل ہوا ہے اور انہوں نے اس نور کو پانے کے لئے پیش قدمی کی۔ پیغمبر اسلام کی تاریخ کا قابل ذکر واقعہ ہے کہ آپؐ کے قابل ترین رشتہ دار' چچازاد بھائی' آپؐ کو قریب سے جاننے والے عزیز دوست' سب پر آپؐ کے پیغام کا گہرا اثر ہوا اور سب آپؐ کے خدائی الہام کی صداقت سے متاثر ہوئے۔ اگر یہ شریف ذی عقل' صاحب علم اور آپؐ کی ذاتی زندگی کو قریب سے جاننے والے مرد اور عورت آپؐ کے اندر ذرہ برابر بھی حیلہ سازی' دھوکہ' دنیا داری یا ایمان کی کمی پاتے تو اخلاقی زندگی' روحانی بیداری اور اجتماعی اصلاح کے بارے میں محمدؐ کا منصوبہ ناکام ہوگیا ہوتا اور ساری عمارت چند لمحوں میں ٹوٹ کر زمین پر آرہتی۔ اس کے

برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کے ماننے والے آپؐ پر اتنا زیادہ فدا تھے کہ خود اختیاری طور پر انہوں نے آپؐ کو اپنی زندگی کا قائد مان لیا تھا۔ انہوں نے آپؐ کی خاطر ظلم اور بھوک کا مقابلہ کیا۔ شدید ترین تشدد اور قبیلہ سے اخراج کی وجہ سے انتہائی ذہنی کرب کے باوجود آپؐ کے لئے ان لوگوں کا ایمان' بھروسہ' اطاعت اور تعظیم برقرار رہی۔ اگر انہوں نے اپنے لیڈر میں ذرا سی بھی خامی دیکھی ہوتی تو کیا ایسا ہو سکتا تھا۔

اسلام کے ابتدائی مومنین کی تاریخ پڑھئے تو بے گناہ مردوں اور عورتوں پر ہونے والے ظلم سے ہر دل پگھل اٹھے گا۔ معصوم عورت سمیہ کو نیزے مار مار کر ٹکڑے کردیا گیا۔ خباب بن ارت کو جلتے ہوئے کوئلے پر لیٹنے پر مجبور کیا گیا۔ اور وہ بھی اس حال میں کہ بے رحم ظالم اپنا پیر ان کے سینے پر رکھے ہوئے تھا' خباب بن عدی کو ظالمانہ طور سے جسم کے ایک حصہ کو کاٹ کر اور ان کا زندہ گوشت تراش کر ہلاک کیا گیا اور جب اس ظلم کے درمیان ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ یہ تمنا نہیں کرتے کہ خود محمدؐ ان کی جگہ ہوتے جو کہ اس وقت اپنے گھر اپنے خاندان کے ساتھ تھے۔ اس حالت میں بھی مظلوم نے چیخ کر کہا کہ اگر محمدؐ کو کانٹا بھی چبھے تو وہ خود کو اور اپنے پورے خاندان کو قربان کردیں گے تاکہ آپ کو کانٹے کی تکلیف نہ ہو۔ اس قسم کے درجنوں دل سوز واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ واقعات کیا ظاہر کرتے ہیں؟ ایسا کیوں ہوا کہ اسلام کے ان مرد عورت جان نثاروں نے نہ صرف اپنا ایمان محمدؐ کے حوالے کردیا' بلکہ انہوں نے اپنے جسموں' دلوں اور روحوں کو بھی آپؐ پر نچھاور کردیا۔ کیا محمدؐ کے قریب ترین معتقدین کا یہ مضبوط ایمان و یقین اس بات کی اعلیٰ ترین گواہی نہیں ہے کہ آپؐ اپنے پیغام کے بارے میں مخلص تھے اور اپنے کام میں انتہائی حد تک خود کو کھپائے ہوئے تھے۔

اور یہ لوگ معمولی حیثیت یا کمتر ذہنی سطح کے لوگ نہیں تھے۔ بالکل ابتدائی دور سے ہی' آپؐ کے گرد مکہ کا کھمن جمع ہوگیا تھا۔ یہ شریف ترین لوگ تھے جو کہ منصب' جاہ' ثروت اور ثقافت کے مالک تھے۔ ان میں آپؐ کے قریبی رشتہ دار بھی تھے جو کہ آپؐ کی زندگی کے داخلی اور خارجی پہلوؤں سے خوب واقف تھے۔ اور آپؐ کے بعد اسلام کے پہلے چار خلیفہ بھی اسی ابتدائی زمانہ کے مومنین میں سے تھے جنہوں نے عظیم ذمہ داریاں اٹھائیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا Encyclopaedia Britanica کا کہنا ہے کہ "محمدؐ تمام نبیوں اور دینی شخصیات میں سب سے زیادہ کامیاب ہیں"۔ لیکن یہ کامیابی کسی اتفاقی واقعہ کی مرہون منت نہیں ہے۔ یہ کوئی غیرمتوقع واقعہ نہیں تھا۔ یہ کامیابی صرف اس لئے ہو سکی کہ معاصرین نے پیغمبر کو حقیقی اخلاق اور عالی ظرفی کا حامل پایا۔ یہ کامیابی آپؐ کی قابل تعریف اور پوری طرح چھا جانے والی شخصیت کا نتیجہ تھی۔

محمدؐ کی شخصیت کے بارے میں مکمل صداقت کو جاننا بہت ہی مشکل ہے۔ میں تو صرف اس کی بعض جھلکیوں کو پا سکتا ہوں۔ کتنے خوبصورت مناظر کے بعد دیگرے ڈرامائی طور پر سامنے آتے رہتے ہیں۔ محمدؐ پیغمبر' محمدؐ جنرل' محمدؐ حکمراں' محمدؐ غازی' محمدؐ تاجر' محمدؐ مبلغ' محمدؐ فلسفی' محمدؐ سیاست داں' محمدؐ خطیب' محمدؐ مصلح' محمدؐ

یتیموں کا ملجا' غلاموں کا والی' محمدؐ جج' محمدؐ پیشوا۔ ان تمام خوبصورت ادوار میں' انسانی اعمال کے ان تمام دائروں میں آپؐ ایک ہیرو معلوم ہوتے ہیں۔

یتیمی کی حالت بے چارگی کی آخری انتہا ہے اور اس دنیا میں آپؐ کی زندگی اسی انتہا سے شروع ہوئی۔ حکمرانی مادی طاقت کی انتہا ہے' اور اس دنیا میں آپؐ کی زندگی اسی پر ختم ہوئی۔

ایک یتیم بچے اور مظلوم مہاجر سے ابتدا کر کے آپؐ ایک پوری قوم کے روحانی اور مادی حاکم اعلیٰ اور اس کی تقدیر کے مالک بن گئے۔ اس عمل کے دوران پیش آنے والے امتحانات و ترغیبات' مشکلات و تغیرات' روشنی اور سائے' اونچ نیچ' دہشت اور عظمت کے دوران وہ دنیا کے امتحان میں کامیاب ہو کر زندگی کے ہر میدان میں ایک نمونہ بن کر ظاہر ہوئے۔ ان کی کامیابیاں زندگی کے کسی ایک میدان سے متعلق نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام احوال پر حاوی ہیں۔

مثال کے طور پر عظمت اگر یہ ہے کہ بربریت اور مکمل اخلاقی تاریکی میں پڑی ہوئی قوم کو پاک کیا جائے تو جس نے اس پوری قوم کی کایا پلٹ دی' اس گری ہوئی قوم کو اتنا اونچا اٹھا دیا کہ وہ تہذیب و معرفت کی روشنی کی حامل بن گئی' اس عظیم شخصیت کو عظمت کا دعویٰ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ اگر عظمت یہ ہے کہ کسی سوسائٹی کے متنفر عناصر کو آپس میں بھائی چارگی اور خیرخواہی کے روابط میں جوڑ دیا جائے تو صحرا میں ہونے والے نبی کو عظمت کے امتیاز کا پورا حق حاصل ہے۔ اگر عظمت ذلیل کن توہمات اور ہر قسم کی مہلک عادتوں میں مبتلا قوم کی اصلاح کرنا ہے' تو پیغمبر اسلامؐ نے لاکھوں آدمیوں کے دل سے توہمات اور غیر معقول خوف کو نکال باہر کیا۔ اگر عظمت بلند اخلاق کا مظاہرہ ہے' تو محمدؐ کے دوستوں' دشمنوں سبھی نے ان کو "الامین" اور "الصادق" کا لقب دیا تھا۔ اگر فاتح عظیم ہوتا ہے' تو محمدؐ بھی ایک مجبور یتیم اور عام انسان کی زندگی سے بلند ہو کر جزیرہ عرب کے حاکم بن گئے جو کہ خسرو اور قیصر کا ہم پلہ منصب تھا۔ محمدؐ وہ تھے جنہوں نے ایک عظیم سلطنت قائم کی جو کہ ان گزری ہوئی چودہ صدیوں میں بھی برقرار ہے۔ اگر لیڈر کے لئے اس کے تابعین کا احترام اس کی عظمت کا معیار ہے تو پیغمبرؐ کا نام آج بھی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں لوگوں کے لئے جادو کی حیثیت رکھتا ہے۔

انہوں نے ایتھنز' روم' فارس' ہندوستان یا چین میں فلسفہ کی تعلیم نہیں حاصل کی تھی۔ لیکن انہوں نے انسانیت کو لافانی حیثیت کے حامل ترین حقائق سے باخبر کیا۔ محمدؐ خود تو ان پڑھ تھے' لیکن وہ اتنی فصاحت اور جوش سے بولتے تھے کہ لوگ بے اختیار رو پڑتے تھے۔ اگرچہ محمدؐ یتیم اور دنیا کی دولتوں سے محروم پیدا ہوئے تھے' لیکن پھر بھی سب ان سے محبت کرتے تھے۔ انہوں نے کسی فوجی کالج میں تعلیم نہیں حاصل کی تھی' لیکن پھر بھی بڑی بڑی مشکلات پر قابو پا کر انہوں نے اپنی فوجوں کو منظم کیا اور اپنی ماہرانہ اخلاقی قوتوں کے بل پر جنگیں جیت لیں۔ خوبیوں سے بھرپور ایسے لوگ بہت نادر ہیں جن میں دوسروں کو بھی دعوت دینے کا ملکہ ہو۔

Unlettered himself, he could yet speak to tears of ecstasy. Born an eorphan and blessed with no worldly goods, he was loved by all. He had studied at no military academy; yet he could organise his forces against tremendous odds and gained victories through the moral forces which he marshalled. Gifted men with a genius for preaching are rare. Descartes included the perfect preacher among the rarest kind in the world. Hitler in his Mein Kamp has expressed a similar view. He says: "A great theorist is seldom a great leader. An agitator is far more likely to possess these qualities. He will always be a better leader. For, leadership means ability to move masses of men. The talent to produce ideas has nothing in common with capacity for leadership". But, he says: the union of the theorist, organiser, and leader in one man is the rearest phenomenon on this earth; therein consists greatness." In the person of the Prophet of Islam the world has seen this rarest phenomenon on the earth, walking in flesh and blood.

And more wonderful still is what the Reverend Bosworth Smith remarks: "Head of the State as well as the Church, be was Caesar and Pope in one; but, he was Pope without the Pope's claims, and caesar without the legions of Caesar, without a standing army, without a bodyguard, without a palace, without a fixed revenue. If ever any man had the right to say that he ruled by a right divine, it was Muhammad, for he had all power without its instruments and without its supports. He cared not for the dressings of power. The simplicity of his private life was in keeping with his public life."

ویکارٹ نے کہا ہے کہ مکمل واعی دنیا کی سب سے نادر مخلوقات میں سے ایک ہے۔

ہٹلر نے بھی اپنی سوانح عمری "میری جدوجہد" میں اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک عظیم نظریہ ساز شاذ و نادر ہی ایک عظیم قائد ہوتا ہے۔ احتجاجی لیڈر ان خوبیوں کا حامل کم ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایسا آدمی بہتر لیڈر ہو کیوں کہ قیادت کے لئے عوام کو حرکت میں لانے کی خصوصیت ضروری ہے۔ افکار پیدا کرنے کی صلاحیت' قائدانہ صلاحیت کے ساتھ کوئی قدر مشترک نہیں رکھتی۔ پیغمبر اسلام کی ذات میں دنیا نے اس نادر ترین منظر کو بھی حقیقی وجود کی صورت میں دیکھ لیا۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات وہ ہے جس کا اظہار پروفیسر باسورتھ اسمتھ B. Smith نے کیا ہے۔ "وہ ریاست اور چرچ (دینی تنظیم) دونوں کے سربراہ تھے' وہ ایک ساتھ پوپ اور قیصر دونوں تھے۔ لیکن وہ ایسے پوپ تھے' جو پوپ کے دعووں سے خالی تھا۔ وہ ایسے قیصر تھے جو قیصر کی فوجوں کے بغیر تھا۔ نہ ان کے پاس ہر وقت تیار کھڑی رہنے والی فوج تھی۔ نہ ذاتی حفاظتی کارکن نہ ہی محل' نہ ہی کوئی مقررہ ٹیکس کی آمدنی۔ اگر کسی کو کبھی یہ دعویٰ کرنے کا حق ہو کہ اس نے خدائی حق کے ذریعہ حکومت کی ہے' تو وہ خود یہی ہوں گے' کیوں کہ ان کے پاس تمام اختیارات تھے' لیکن ان تمام ذرائع و وسائل کے بغیر جن سے وہ اختیارات حاصل کئے جاتے ہیں اور باقی رکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے طاقت کی نمائش اور رکھ رکھاؤ کا کبھی خیال نہیں کیا۔ ان کی نجی زندگی کی سادگی ویسی ہی تھی جیسی ان کی عام زندگی۔"

مکہ فتح ہونے کے بعد ایک ملین مربع میل سے زیادہ زمین ان کے قدموں کے نیچے آگئی۔ پورے جزیرہ عرب کا حکمراں ہونے کے باوجود وہ اپنے جوتے اور کھردرے اونی کپڑے خود ٹھیک کرتے تھے۔ بکریوں کو دوہتے تھے۔ زمین پر جھاڑو دیتے تھے۔ آگ جلاتے تھے اور خاندان کے چھوٹے چھوٹے کام کرتے تھے۔ مدینہ کا پورا شہر' جہاں آپ رہتے تھے' آپ کے آخری دنوں میں بہت مال دار ہوگیا تھا۔ ہر جگہ سیم و زر کی فراوانی تھی۔ لیکن خوشحالی کے ان دنوں میں بھی کئی کئی ہفتے اس طرح گزرتے تھے کہ جزیرہ عرب کے حکمراں کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ ان کا سارا کھانا ان دنوں میں پانی اور کھجور ہوتی تھی۔ پورا خاندان بہت سی راتوں کو بھوکا سوتا تھا کیوں کہ شام کو انہیں کھانے کو کچھ بھی میسر نہ ہو سکا تھا۔ ایک لمبے مشغول دن کے بعد وہ کسی نرم بستر پر نہیں سوتے تھے' بلکہ کھجور کے پتے کی بنی ہوئی چٹائی پر۔ راتوں کو وہ اکثر رو رو کر اپنے خالق سے دعا کرتے تھے کہ انہیں اپنے مشن کو پورا کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ روایتوں میں آیا ہے کہ ان کی آواز رونے کی وجہ سے ایسی ہو جاتی تھی جیسے کہ کوئی پتیلی آگ پر ہو اور اس کا ابلنا شروع ہوگیا ہو۔ ان کی موت کے دن ان کا سارا اثاثہ چند سکے تھے' جس کا کچھ حصہ قرضہ ادا کرنے کے لئے دیا گیا اور باقی ایک غریب کو دے دیا گیا جو ان کے گھر خیرات مانگنے آیا تھا۔ جس کپڑے میں ان کی زندگی تمام ہوئی اس میں بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے۔ وہ گھر' جس سے ساری دنیا میں روشنی پھیلی' تاریک تھا کیوں کہ اس کے پاس دیا جلانے کے لئے تیل نہیں تھا۔ حالات بدل گئے' لیکن اللہ کے پیغمبر نہیں بدلے۔ جیت میں اور ہار میں' حکمرانی

میں یا بدحالی میں' فراوانی میں یا محتاجی میں وہ ایک ہی آدمی تھے۔ ہر حال میں ان کا سلوک ایک ہی تھا۔ جس طرح اللہ پاک کے طریقے اور قوانین ایک ہیں اسی طرح سے اللہ کے انبیاء بھی بدلنے والے نہیں ہوتے۔

ایک ضرب المثل میں کہا گیا ہے کہ امانت دار آدمی اللہ کی بہترین مخلوق ہے۔ محمدؐ امانت دار سے بھی کچھ زیادہ تھے ان کے پور پور میں انسانیت رچی بسی ہوئی تھی۔ انسانی ہمدردی' انسان دوستی ان کی روح کی موسیقی تھی۔ ان کا مشن ہی یہ تھا کہ انسان کی خدمت کی جائے۔ انسان کو بلند کیا جائے۔ پاک کیا جائے' تعلیم دی جائے۔ دوسرے لفظوں میں انسان کو انسان بنایا جائے۔ یہی ان کی زندگی کا سارا مدعا تھا۔ ان کے خیالات' الفاظ اور اعمال سب کا مقصد انسانیت کی بہتری تھی۔

دکھاوا ان میں بالکل نہیں تھا اور وہ انتہائی حد تک بے غرض تھے۔ انہوں نے اپنے لئے کون سے ٹائیٹل چنے؟

صرف وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ پہلے بندہ پھر رسول۔ وہ اسی طرح پیغمبر تھے جس طرح دوسرے بہت سے پیغمبر تھے جو دنیا کے مختلف حصوں میں آچکے ہیں' جن میں .جنوں کو ہم جانتے تھے اور بعض دوسرے ہمارے لئے نامعلوم ہیں۔ اگر کوئی ان حقائق پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ مسلم باقی نہیں رہتا۔ اس بات پر ایمان ہر مسلم کے عقیدہ کا جز ہے۔

ایک یورپین مولف نے لکھا ہے "ان کے زمانے کے حالات اور ان کے پیروؤں کا آپؐ پر انتہائی حد تک اعتقاد کو دیکھتے ہوئے سب سے بڑی معجزانہ بات یہ ہے کہ محمدؐ نے کبھی معجزات پر قادر ہونے کا دعوی نہیں کیا۔" محمدؐ سے معجزے بھی ہوئے' لیکن ان کا مقصد اپنے دین کا پروپیگنڈہ کرنا نہ تھا بلکہ انہوں نے ان معجزات کو صرف اللہ سے اور اللہ کے فہم و ادراک سے بالا طریقہ کار سے منسوب کیا۔

وہ صاف کہتے تھے کہ دوسروں کی طرح وہ بھی ایک عام آدمی ہیں۔ وہ زمین و آسمان کے خزانوں کی ملکیت کا دعوی نہیں کرتے تھے' نہ ہی وہ غیب کو جاننے کا دعوی کرتے تھے۔ یہ سب اس وقت ہوا جب معجزات کو عام بات سمجھا جاتا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ کوئی بھی مقدس شخص چٹکیوں میں معجزات لا سکتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جزیرہ عرب کے اندر اور باہر ہر جگہ مافوق الفطرت عقائد کی حکمرانی تھی۔ انہوں نے اپنے پیروؤں کی توجہ فطرت اور فطری قوانین پر غور کرنے کے لئے دلائی' تاکہ وہ اللہ کی عظمت کو صحیح طرح سے سمجھ سکیں۔

قرآن کا کہنا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ہم نے کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (الدخان ۳۹-۳۸)

دنیا کوئی واہمہ نہیں ہے' نہ ہی دنیا بلامقصد پیدا کی گئی ہے۔ دنیا برحق پیدا کی گئی ہے۔ قرآن کی وہ آیات جو فطرت کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتی ہیں وہ نماز' روزہ' حج وغیرہ کے بارے میں حکم دینے والی آیات کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ قرآن کے اثر کے تحت مسلمانوں نے فطرت کا عمیق مطالعہ شروع کیا' اور

اسی وجہ سے سائنسی مطالعہ اور تجربہ کا مزاج پیدا ہوا جو کہ یونانیوں کے یہاں معدوم تھا۔ جبکہ مسلم ماہر نباتات ابن بیطار نے (علم نباتات) پر ساری دنیا کے پودے جمع کر کے ایک ایسی کتاب لکھی جس کو میئر (Mayer) نے اپنی کتاب (Gesch der Botanika) میں "محنت کا مینار" بتایا ہے' جب کہ البیرونی نے چالیس سال تک سفر کر کے معدنیات کے نمونے حاصل کئے' جبکہ مسلم علمائے فلکیات بارہ بارہ سال سے زیادہ کے مطالعہ کو مدون کر رہے تھے' ارسطو نے فزکس پر بغیر ایک بھی تجربہ کئے ہوئے قلم اٹھایا' طبی تاریخ پر اس نے اتنی لاپرواہی سے لکھا کہ اس نے اس بات کی بھی ضرورت نہیں سمجھی کہ "انسان کے دانت جانور سے زیادہ ہوتے ہیں" کا دعویٰ کرنے سے پہلے اس کی تصدیق بھی کرلیتا جو کہ کتنا آسان کام تھا۔ جالینوس نے' جس کو قدیم علم تشریح کا سب سے بڑا استاد سمجھا جاتا ہے' لکھا ہے کہ نچلا جبڑا دو ہڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس بات کو صدیوں تک تسلیم کیا جاتا رہا یہاں تک کہ عبداللطیف نے انسانی ڈھانچہ کا مطالعہ کیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات بیان کرنے کے بعد رابرٹ بریفالٹ نے (The Making of History) میں لکھا ہے "ہماری سائنس عرب تہذیب کی اس سے کہیں زیادہ مقروض ہے جتنی کہ وہ خود اپنے وجود کے لئے عرب تہذیب کی مقروض ہے۔"

اسی مولف نے مزید لکھا ہے "یونانیوں نے نظاموں کی بنیاد رکھی' عمومیات کا رواج دیا اور نظریات بنائے' لیکن تلاش کے صبر آزما طریقے' ایجابی معلومات کا جمع ہونا' سائنس کے دقیق طریقے' مفصل اور طویل تجربات' تجرباتی مطالعہ۔ یہ سب چیزیں یونانی مزاج کے لئے اجنبی تھیں۔ جس چیز کو ہم یورپ میں سائنس کہتے ہیں' وہ تلاش کے نئے طریقوں' تجربات' مطالعہ' وزن کرنے اور ریاضیات کی ترقی کی وجہ سے وجود میں آئی ہے اور یہ طور طریقے یونانیوں کو معلوم نہ تھے۔ عربوں نے اس مزاج اور طور طریقوں کو یورپ میں روشناس کرایا۔"

پیغمبر محمدؐ کی تعلیمات کی عملی نوعیت نے ہی سائنسی اسپرٹ کو جنم دیا۔ ان کی تعلیمات نے روزمرہ کی محنت اور دنیاوی امور کو احترام و تقدس عطا کیا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ اللہ نے انسان کو عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔" لیکن یہاں عبادت کا اپنا خاص مفہوم ہے۔ اسلام میں اللہ کی عبادت صرف نماز تک محدود نہیں ہے' بلکہ ہر وہ کام جو اللہ کی خوشنودی اور انسانیت کی بھلائی کے لئے کیا جائے وہ بھی عبادت ہی کا جزء ہے۔ زندگی کے تمام معاملات اسلام کی نظر میں تقدس کے حامل ہیں بشرطیکہ ان کو امانت داری' انصاف اور خالص نیت سے کیا جائے۔ اسلام نے "دینی" اور "غیردینی" معاملات کی حدبندی کا خاتمہ کردیا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ اگر تم پاک و طاہر غذا کھا کر اللہ کا شکر ادا کرو تو یہ بھی ایک عبادت ہے۔ پیغمبر کے ایک قول میں آیا ہے کہ "اگر کوئی اپنی دل کی خواہش کو بھی پورا کرے تو اللہ پاک اس کو اجر دے گا بشرطیکہ اس کو حاصل کرنے کے طریقے جائز رہے ہوں۔" یہ سن کر ایک صحابی نے کہا "اے اللہ کے رسول ایسا کر کے وہ انسان صرف اپنے دل کی خواہش کو پورا کررہا ہے۔" پیغمبر نے فوراً جواب دیا "اگر وہ اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے کوئی غلط

طریقہ اپناتا تو اس کو سزا ملتی' تو صحیح طریقہ اپنانے کی وجہ سے اسے انعام کیوں نہیں ملے گا۔"

دین کو پوری طرح سے زندگی کو بہتر بنانے کے لئے وقف ہونا چاہئے۔ نہ کہ وہ صرف چند دنیوی زندگی سے ماوری امور سے متعلق ہو۔ دین کے اس نئے تصور نے نئی اخلاقی قدروں کو جنم دیا۔ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی ایک خاص بات یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں انسانیت کے مختلف امور پر اس کا اثر بہت قوی ہے' عوام پر اس کا گہرا اثر' حقوق و واجبات کے تصورات کا تعین' جاہل وحشی اور عقل مند فلسفی دونوں کے لئے یکساں طور پر مناسب اور بدلنے کی صلاحیت رکھنے والا ہونا ان تعلیمات کی خصوصیات میں سے ہے۔

لیکن یہ بات ٹھیک طور پر ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ اچھے اعمال کی تاکید اعتقاد کی درستگی کو قربان کرکے نہیں کی گئی ہے۔ ایسے مدارس فکر بھی ہیں جو اعمال کو قربان کرکے حقیقتہ اعتقاد کی دعوت دیتے ہیں' یا اعتقاد کو قربان کرکے عمدہ اعمال کی دعوت دیتے ہیں' لیکن اسلام صحیح اعتقاد اور صحیح اعمال پر قائم ہے۔ وسائل اتنے ہی اہم ہیں جتنے نتائج۔ اور نتائج اتنے ہی اہم ہیں جتنے وسائل۔ ان دونوں کے درمیان زندہ وحدت ہے۔ دونوں ایک ساتھ زندہ ہیں اور نشوونما پاتے ہیں۔ اگر آپ ان دونوں کو الگ الگ کردیں تو دونوں میں اضمحلال پیدا ہو جائے گا اور دونوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اسلام میں عقیدہ کا تعلق اعمال سے ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ صحیح علم کو صحیح عمل میں تبدیل کرکے صحیح نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔ "جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے اعمال کرتے ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے۔" یہ الفاظ قرآن میں بار بار کم از کم پچاس بار دہرائے گئے ہیں۔ غور و فکر کی ہمت افزائی کی گئی ہے' لیکن غور و فکر خود ایک مقصد نہیں ہے۔ اسلام کے دائرہ میں ان لوگوں کا وجود نہیں ہے جو اعتقاد تو رکھتے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کا تصور بھی ناقابل فہم ہے جو ایمان تو رکھیں لیکن عمل غلط کریں۔ الہی قانون صرف معیاروں کا قانون نہیں' بلکہ محنت و عمل کا قانون ہے۔ الہی قانون نے انسان کے لئے دائمی ترقی کا راستہ بتایا ہے جس میں انسان علم سے عمل کی طرف اور عمل سے اطمینان کی طرف ترقی کرتا ہے۔

وہ صحیح اعتقاد کون سا ہے جس سے صحیح عمل خودبخود ابلتا ہے اور جس سے مکمل سکینت حاصل ہوتی ہے؟ یہ مرکزی اعتقاد توحید ہے۔ "خدا کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے" کا اعتقاد ہی وہ محور ہے جس کے گرد اسلام کی ساری تعلیمات اور سارے اعمال گھومتے ہیں۔ خدا ہر طرح سے ایک نادر شے ہے' نہ صرف اپنے نور الہی وجود کی وجہ سے بلکہ اپنی الہی صفات کی وجہ سے بھی۔

تھامس کارلائل نے لکھا ہے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہماری ساری طاقت خدا کی اطاعت میں چھپی ہوئی ہے۔ چاہے وہ ہمارے ساتھ کچھ بھی کررہا ہو' چاہے وہ موت یا موت سے بدتر کوئی چیز بھیج رہا ہو' وہ بہرحال ہمارے لئے اچھی ہے اور یوں ہم اپنے کو خدا کے سپرد کردیتے ہیں۔

کارلائل مزید لکھتا ہے "گوئٹے کا کہنا ہے کہ اگر اسلام یہی ہے تو کیا ہم سب اسلام میں نہیں رہ رہے ہیں۔ ہاں ہم سب جو اخلاقی زندگی رکھتے ہیں اسلام ہی میں رہ رہے ہیں۔ یہ وہ سب سے بڑی حکمت ہے جو کہ اب تک آسمان نے زمین پر آشکارا کی ہے۔"

حضرت محمدؐ

رائے صاحب شری لالہ رگھوناتھ سہائے

نوٹ۔ پیش نظر مضمون رائے صاحب شری لالہ رگھوناتھ سہائے (بی اے) کا لکھا ہوا ہے۔ وہ تقسیم سے پہلے انجمن اتحاد مذاہب (لاہور) کے صدر تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۰ء میں پنجاب آرٹ پریس، بیرون موری دروازہ، لاہور سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ اس کے ۱۸۳ صفحات تھے اور اس کا نام تھا۔ "روشن ستارے" اس کتاب میں دس نامور مذہبی بزرگوں کے حالات درج تھے۔ اس کا ایک باب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ یہ باب مکمل طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

جس وقت حضرت محمدؐ صاحب کا ظہور ہوا، ملک عرب میں بہت سی مذہبی، مجلسی اور اخلاقی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانی زندگی کو لوگ کھلونوں کی طرح بے حقیقت سمجھتے تھے۔ ذرا سی بات پر کسی کی جان لے لینا ان کے لئے محض تماشا تھا۔ عورتوں کو بہت ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ ایک ایک مرد آٹھ آٹھ دس دس بلکہ اس سے بھی زیادہ شادیاں کر سکتا تھا۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا بہت برا خیال کیا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ قبر میں دبا دیا جاتا تھا۔ غلاموں کی تجارت عام تھی۔ شراب خوری کی یہ حالت تھی کہ لوگوں کے گھروں میں گھڑے کے گھڑے بھرے رکھے رہتے تھے۔ لوگ شراب میں بدمست ہو کر بہت سی بے ہودہ کارروائیاں کرتے تھے۔ قمار بازی بہت زوروں پر تھی۔ بت پرستی کا یہ حال تھا کہ ہر ایک گھرانے اور خاندان میں علیحدہ علیحدہ بت موجود تھے۔

عرب کی اس افسوس ناک حالت کا نقشہ مولانا حالی صاحب نے اپنی مشہور نظم مسدس حالی میں خوب کھینچا ہے۔ جب عرب کی یہ حالت تھی تو ضروری تھا کہ اس کو دور کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ کے اٹل قانون کے مطابق کوئی اس کا خاص بندہ آتا اور اس حالت کو دور کرتا۔

چنانچہ قریش قبیلے میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے ہاں ۲۹ر اگست ۵۷۱ء کو حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے مگر افسوس کہ ان کے باپ ان کی پیدائش سے چند ماہ پیشتر ہی چوبیس برس کی عمر میں اس جہان سے چل بسے تھے، اور ان کے دادا عبدالمطلب نے ان کی پرورش کا انتظام کیا۔ کچھ روز ان کی والدہ حضرت آمنہ

نے انھیں اپنا دودھ پلایا پھر ان کو ایک دایہ حلیمہ نامی کے سپرد کردیا۔ ابھی چھ سال کے ہوتے نہ پائے تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور کچھ عرصے بعد ان کے دادا بھی انتقال فرما گئے۔ اب ان کی پرورش ان کے چچا ابوطالب کے ذمے ہوئی۔

ان میں شروع سے ہی غور و فکر کی عادت تھی۔ اکثر چپ چاپ بیٹھے زندگی کے مختلف مسائل پر سوچا کرتے تھے۔ ان کے چچا ان کا دل بہلانے اور کچھ کاروبار سکھلانے کی غرض سے' جب وہ تجارت کے سلسلے میں باہر جاتے تو انھیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ قدرت نے ان کے اندر شروع سے ہی راست بازی اور دیانت داری کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ بہت سے لوگ آکر ان سے اپنے جھگڑوں اور تنازعوں کا فیصلہ کراتے تھے۔ ان سفروں میں پہاڑوں اور سمندروں کے نظاروں نے ان کے دل پر خدا کی قدرت کا سکہ خوب بٹھا دیا۔

جب ان کی عمر پچیس برس کی تھی۔ تو انھیں خدیجہ نامی ایک بیوہ نے ان کی شہرت اور دیانت داری کا حال سن کر بلا بھیجا۔ اور بہت سا مال دے کر تجارت کی غرض سے یمن کی طرف بھیجا۔ انھیں چچا کے ساتھ رہتے رہتے تجارت کا کافی تجربہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے خدیجہ کے مال کو بہت نفع پر فروخت کیا۔ ان کو دوگنی تنخواہ پیش کی گئی۔ اور ان کی خوبیوں سے متاثر ہو کر خدیجہ نے ان سے شادی کی درخواست کی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ سے خدیجہ کی درخواست منظور کر کے اس سے شادی کر لی۔ اس وقت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اور حضرت صاحبؐ پچیس برس کے تھے۔ پندرہ سال کے بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔ اور انھیں بہت رنج ہوا۔ ان کی موت کے بعد اکثر حضرت صاحبؐ بہت محبت اور شکرگزاری سے انھیں یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت صاحبؐ نے ایک غلام زید نامی کی حالت کمزور دیکھ کر اسے خدیجہ سے مانگ لیا اور فوراً" آزاد کردیا۔ آزادی ملنے پر زید نے اپنے گھر جانا پسند نہیں کیا' بلکہ تمام عمر حضرت محمدؐ کے پاس رہنے کا فیصلہ کرلیا۔

حضرت صاحب اپنے ہم وطنوں کی جہالت اور خرابیوں کو دیکھ کر ہر وقت اداس رہتے تھے۔ اکثر تنہائی میں اپنا وقت گزارتے اور گڑگڑا کر خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے کہ اے خدا' انھیں گناہوں سے بچا اور ان کا دل اپنی طرف پھیر۔ آخر خدا نے ان کے پاک دل کو اپنے نور سے بھردیا۔ اور یہ محسوس کرنے لگے کہ خدا چاہتا ہے کہ میں اس کا رسول بن کر لوگوں کو اس کی پرستش کی طرف راغب کروں۔ جب ان کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اور غار حرا میں بیٹھے ہوئے خدا کے دھیان میں محو تھے' تو اچانک ایک آواز ان کے کان میں پڑی کہ "اے محمدؐ! اٹھ اور خدا کا نام لے کر پڑھ' تجھ پر وہ راستہ کھولا گیا ہے' جس کی تو تلاش میں تھا"۔ یہ آواز سن کر وہ کانپ اٹھے۔ گھبرائے ہوئے اور پسینوں میں تر گھر پہنچے اور سارا قصہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا۔ انھوں نے حضرت کو تسلی دی اور کہا کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں اور آپؐ کو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ ان پر ایمان لائیں۔ اور بعد میں حضرت علیؓ' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ اور چند لوگوں نے انھیں

تسلیم کیا اور ان پر ایمان لے آئے۔

تین سال تک تو حضرت محمدؐ صاحب چپکے چپکے اپنے چند دوستوں اور رشتے داروں کو خدا کا حکم سناتے رہے۔ آخر ایک دفعہ تمام اپنے رشتے داروں' دوستوں اور قبیلے والوں کو جمع کر کے ان کو بتلایا کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں اس وحدہ لاشریک کی پرستش کی تلقین کرنے اور برائیوں سے بچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہ سن کر لوگوں نے بہت شور مچایا۔ اور کہا کہ تو غلط کہتا ہے۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی اور باقاعدہ مختلف مقامات پر وعظ کرنا شروع کردیا۔ لوگوں نے حضرت کے چچا ابوطالب کے پاس جاکر کہا تو اپنے بھتیجے کو سمجھا کہ اس کفر سے باز آئے ورنہ ہم اس کے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔ ابوطالب نے بہت سمجھایا کہ بیٹا مفت میں تم کیوں لوگوں سے بیر باندھتے ہو۔ مزے سے زندگی بسر کرو۔ نہ جانے یہ لوگ غصہ میں آکر کیا کر بیٹھیں۔ مگر محمدؐ صاحب نے کہا کہ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے میں اپنے ارادے سے باز نہیں آسکتا۔ خدا نے میرے سپرد یہ کام کیا ہے۔ اس کا بجا لانا میرا فرض ہے۔ چاہے ایسا کرنے میں میری جان تک بھی جاتی رہے۔ جب ابوطالب کو یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ اپنے ارادے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے تو کہا۔ اچھا کچھ ہی ہو میں تیری حفاظت کروں گا۔ چچا کی زبان سے یہ حوصلہ افزا جواب سن کر ان کا جوش بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اور خوب زور سے اپنے مشن کا پرچار کرنا شروع کردیا۔

اب حضرت صاحب کے پیرووں کی تعداد روز بروز زیادہ ہوتی گئی اور ساتھ ہی ساتھ قریشیوں کی مخالفت بھی بڑھ گئی۔ انہوں نے ان کو طرح طرح کے لالچ دئے۔ دھمکیاں بھی دیں۔ ان کو قتل کرنے کا ارادہ بھی کیا۔ مگر انہوں نے ان کی مخالفتوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔ خود حضرت صاحب کے چچا ابولہب اور اس کی بیوی ان کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے یہاں تک کہ جب وہ صبح کو منہ اندھیرے عبادت کے لئے جنگل میں جاتے تو چچی ان کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی اور ان کے پاؤں اور پنڈلیاں زخمی ہو جاتے۔ ایک دفعہ جب یہ نماز پڑھ رہے تھے تو ایک شخص نے ان کے گلے میں پٹکا ڈال کر گھونٹنا چاہا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے ان کی جان بچائی۔ جب وہ کھانا کھانے بیٹھتے تو لوگ ان کے کھانے میں کوڑا کرکٹ گرا دیتے۔ کئی دفعہ ان پر گندگی پھینک دیتے۔ ان کی لڑکی کپڑوں پر پانی ڈالتی جاتی اور روتی جاتی۔ مگر یہ کہتے بیٹی کچھ پرواہ نہیں۔ خدا خود میری حفاظت کرے گا۔

اسی طرح ان کے پیرووں کو بھی لوگ طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ان کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے' ان کو گرم ریت پر لٹا دیتے۔ . . . . مگر یہ لوگ اعتقاد کے ایسے پکے تھے کہ ہر قسم کا دکھ اٹھا کر بھی اسلام کو نہ چھوڑتے اور ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرتے۔

قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر بہت سے مسلمان حبش کے علاقے میں چلے گئے۔ اور وہاں کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی پناہ لی۔ لیکن وہاں بھی مخالفوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور بادشاہ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ اور ایک نیا دین نکالا ہے۔ جو آپ کے دین کے بھی مخالف ہے۔

انہیں پناہ نہ دو۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر سب حال دریافت کیا۔ اور جب جعفرؓ نے بادشاہ کو بتلایا کہ ہم لوگ پہلے جاہل تھے۔ بت پرستی کرتے تھے۔ گندی اور فحش باتیں بکتے تھے۔ لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے۔ شراب پیتے تھے۔ جوا کھیلتے تھے۔ غرض ہر قسم کی بدکاریوں میں مبتلا تھے۔ خدا نے ہمارے لئے رسولؐ بھیجا۔ اور اس نے ہمیں نیکی کی طرف مائل کیا۔ یہ سن کر نجاشی کے دل پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور اس نے کہہ دیا کہ یہ میری پناہ میں آئے ہیں' میں انہیں یہاں سے نکال نہیں سکتا۔ یہ سن کر مخالفین اپنے منہ لے کر واپس چلے گئے۔

مسلمانوں کے حبش میں چلے جانے کے بعد حضرت صاحبؐ مکہ میں برابر وعظ کرتے رہے۔ اس اثنا میں دو زبردست ہستیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ایک تو خود ان کے چچا حمزہؓ جو بہت بارسوخ شخص تھے اور دوسرے عمر جو بعد میں حضرت عمرؓ کہلائے۔ حضرت عمرؓ پہلے ان کے جانی دشمن تھے۔ اور تلوار گلے میں ڈال کر ان کے قتل کو نکلے تھے۔ مگر قرآن شریف کی چند آیتیں سن کر ان کے پیرو بن گئے۔ اور چار یاروں میں شمار ہونے لگے۔ جب ان کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو لوگوں کی مخالفت اور بھی بڑھ گئی۔ انہوں نے مکہ چھوڑ کر طائف میں قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہاں کے لوگ پہلے ہی ان کے مخالف تھے۔ جب ان کا وعظ سنا تو بہت برافروختہ ہوئے۔ اور انہیں وہاں سے نکال دیا۔ مکہ والوں نے انہیں شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ مگر ایک شخص مطعم نامی نے لوگوں کو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ میں محمدؐ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس طرح وہ مکہ میں رہنے لگے۔ مگر شریر لوگ مخالفت سے کب باز آتے تھے۔ انہوں نے مطعم کو بھی تنگ کرنا شروع کردیا۔ حضرت صاحبؐ نے جب دیکھا کہ میری وجہ سے بے چارے مطعم کو بھی سخت تکلیف دی جاتی ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ میں اب آپ کی پناہ میں رہنا نہیں چاہتا۔ خدا میرا محافظ ہے۔ جو ہوگا میں برداشت کروں گا۔ مجھے ہرگز یہ گوارا نہیں کہ میرے سبب سے آپ کو تکلیف ہو۔

اب ان کا وعظ سن کر بہت سے لوگ ان کے پیرو بن گئے۔ طفیل نامی رئیس جو اس ڈر سے کہ ان کا کلام اس کے کان میں نہ پڑ جائے اور اس پر اثر ہو جائے اپنے کان میں روئی ٹھونس لیتا تھا ایک دفعہ جلدی میں ٹھونسنا بھول گیا اور ان کا وعظ سن کر ان کا پیرو بن گیا۔ ایک دفعہ جب وہ تاجروں اور جاتریوں کو وعظ کر رہے تھے۔ تو چند مدینے کے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کا وعظ سن کر وہ ان کے پیرو بن گئے۔ اور اپنے ساتھ اسلام کا واعظ لے گئے۔ وہاں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر ان کو مدینہ بلایا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان مدینے چلے گئے۔ مدینہ والوں نے حضرت صاحبؐ اور مسلمانوں کا بہت تپاک سے استقبال کیا۔ مسلمانوں کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ ان کو کاشت کے لئے اپنی زمینیں دے دیں اور ہر طرح پر ان کو برادرانہ حقوق عطا کئے۔

حضرت صاحبؐ نے کچھ روز مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر قبا نامی آبادی میں قیام کیا۔ حضرت علیؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے پہلی مسجد نماز کے لئے بنوائی۔ اس کے بنانے میں خود آپؐ نے صحابہ کے

ساتھ مل کر مزدوروں کا کام کیا۔ مدینہ والوں کے زور دینے پر آپؐ مدینہ گئے۔ اور ارادہ کیا کہ جہاں میری اونٹنی ٹھہر جائے گی وہیں قیام کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوایوبؓ کے مکان کے پاس اونٹنی ٹھہر گئی اور آپؐ نے وہیں قیام کیا۔ وہاں اگرچہ زمین مفت ملتی تھی مگر آپؐ نے قیمت دے کر زمین خریدی اور یہاں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ محنت مزدوری کر کے مسجد بنائی۔ اس وقت مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ نماز پڑھنا نصیب ہوا۔ اور جمعہ کا دن جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کے لئے مقرر ہوا۔ مدینے میں مسلمانوں کی رہائش اور گزارے کا تسلی بخش انتظام کر کے آنحضرتؐ نے یہودیوں کے ساتھ عہدنامہ کر کے ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ یہودی لوگ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے۔ اور بعد میں مسلمانوں کے مخالفوں کے ساتھ سازباز کر کے انہیں بہت تکلیف دیتے رہے۔

گو اب مسلمان مدینے میں امن و امان سے رہتے تھے۔ لیکن ان کے دشمنوں کو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اس طرح پر آزادی سے اپنا کام کرتے رہیں۔ وہ تو چاہتے تھے کہ اگر ان کا بس چلے تو مسلمانوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ انہوں نے عبداللہ نامی ایک شخص سے جو مدینے میں رہتا تھا اور دل ہی دل میں حضرت صاحب کا روزافزوں رسوخ دیکھ کر بہت جلتا تھا' خط و کتابت کرنی شروع کی اور اس سے کہا کہ حضرت صاحبؐ کو مدینے سے نکال دے۔ مگر جب وہ کچھ نہ کر سکا تو اس نے اور مخالفوں نے آس پاس کے قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف بہت بھڑکایا۔ اور یہ سب لوگ بہت سی جمعیت لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ آنحضرتؐ جنگ نہ چاہتے تھے۔ مگر مسلمانوں کی حفاظت کے لئے خدا سے دعا کر کے تین سو آدمی لے کر آگے بڑھے اور جاں باز لوگوں نے ایک ہزار آدمیوں کو سخت شکست دی اور بہت سے آدمی قید کر لئے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور ضمانت لے کر انہیں چھوڑ دیا۔

اس شکست سے مخالفوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے تین ہزار آدمیوں کی زبردست فوج تیار کی اور بہت سا سامان جنگ جمع کیا۔ بہت سی عورتیں بھی فوج کے ساتھ ہولیں۔ یہ فوج مدینے کی طرف روانہ ہوئی۔ حضرت صاحبؐ نہیں چاہتے تھے کہ مقابلہ کیا جائے۔ مگر اور مسلمانوں کے زور دینے پر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کے پاس صرف سات سو جوان تھے۔ خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دشمنوں کے بہت سے آدمی کام آئے۔ خود آنحضرتؐ زخمی ہوئے۔ اس خبر سے مسلمان مایوس ہو گئے اور ان کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ اس لڑائی کے متعلق تحقیق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس کو شکست ہوئی۔ بہرحال طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ اس لڑائی میں حضرت صاحبؐ نے اپنے دشمنوں کے لئے دعا مانگی کہ اے خدا! انہیں معاف کر۔ کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

اس جنگ کے بعد حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب ہم اسلام کو بالکل نیست و نابود کر کے چھوڑیں گے۔ کئی قبیلوں کے لوگوں نے مسلمان بننے کا بہانہ کر کے مسلمانوں کے بہت سے واعظوں

کو قتل کر ڈالا۔ یہودی لوگ بھی اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مل گئے۔ چنانچہ چوبیس ہزار فوج تیار ہو گئی۔ مگر خدا کی غیبی طاقت مسلمانوں کی امداد کر رہی تھی اور ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے مدینے کے اس طرف جہاں پہاڑ نہ تھے۔ ایک خندق کھودنے کا ارادہ کیا جس میں خود حضرت صاحبؐ نے ہاتھ میں پھاؤڑہ لے کر مزدوروں کا کام کیا۔ خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ ایک رات سخت آندھی چلی اور موسلا دھار مینہ برسا۔ اور دشمنوں کے سب خیمے اکھڑ گئے۔ ان پر غضب کا خوف طاری ہو گیا۔ وہ سمجھے کہ خدا کی طرف سے قیامت نازل ہوئی ہے۔ ان میں سخت ابتری پھیل گئی اور سب لوگ اپنی بدھنا بوریا باندھ کر چلتے بنے۔ اس طرح پر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ درحقیقت اسے غیبی امداد ہی سمجھنا چاہئے ورنہ اگر لڑائی ہوتی تو ایک بھی مسلمان نہ بچ سکتا تھا۔

یہودیوں کی شرارتیں برابر جاری تھیں۔ حضرت صاحبؐ تو ہر چند چاہتے تھے کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ صلح کر کے چین سے مدینے میں رہیں لیکن خندق کی لڑائی میں انہوں نے سخت غداری کا ثبوت دیا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی تقریر اور نظموں میں مسلمانوں اور خصوصاً" حضرت صاحبؐ کی ہجو کرتے رہتے تھے۔ مسلمان عورتوں کو وہ آتے جاتے بہت تنگ کرتے تھے۔ ایک دفعہ زینب نامی یہودی عورت نے حضرت صاحبؐ اور بہت سے مسلمانوں کو دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ حضرت صاحبؐ کو شبہ ہو گیا۔ اور خدا کی مہربانی سے سب کی جان بچ گئی۔ اس سازش میں بہت سے بڑے بڑے یہودی شامل تھے۔ اور کوئی ہوتا تو سب یہودیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا۔ مگر آنحضرتؐ نے چند سرغنوں کو ہی سزا دینا کافی سمجھا۔

اب سب کو یقین ہو گیا تھا کہ قریش اب خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ کیوں کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ حضرت صاحبؐ کا بھی یہ خیال تھا کہ اب قریش دل چھوڑ بیٹھے ہیں اس لئے انہوں نے حج کے ارادے سے مکہ جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ تیرہ چودہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر کعبے کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ کوئی شخص ہتھیار یا لڑائی کا سامان اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ اور صرف ایک تلوار میان میں اپنی حفاظت کے لئے رکھے۔ جب وہ مکے کے قریب پہنچے تو قریش کو شبہ ہوا کہ مسلمان مکے پر حملہ کرنے آئے ہیں۔ جب قریش کا قاصد ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ ہم محض حج کی نیت سے یہاں آئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ قریش کے ساتھ صلح ہو جائے۔ چنانچہ کچھ قیل و قال کے بعد صلح کی چند شرطیں طے ہو گئیں۔ اور مسلمان بغیر حج کئے واپس آ گئے۔ بعض مسلمانوں نے اس کو بہت برا سمجھا۔ حضرت صاحبؐ نے اس موقع پر صلح کرنا ہی مناسب سمجھا تھا۔ اگر لڑائی ہوتی تو ایک مسلمان بھی زندہ واپس نہ آتا۔ کیونکہ وہ بالکل جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کہلاتا ہے۔

اس صلح کے بعد مسلمانوں کی طاقت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔ حضرت صاحبؐ نے مختلف مقامات پر اپنے واعظ بھیجے۔ اور مختلف سلطنتوں کے حکمرانوں کو دعوت اسلام دی۔ کئی سلطنتوں نے اسلام کی

بہت قدر کی اور مسلمانوں کو وعظ کرنے کی کھلی اجازت مل گئی۔

قریش کے لوگ صلح تو ضرور کر چکے تھے۔ مگر اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور وہ اسی تاک میں رہتے تھے کہ جب موقع ملے اسلام کا خاتمہ کردیں۔ چنانچہ وہ برابر چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ ایک دفعہ انہوں نے مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ کے آدمی کو عین کعبے میں قتل کر ڈالا۔ آنحضرتؐ نے قاصد بھیجا کہ کیا آپ حدیبیہ کے صلح نامے کو برقرار رکھنا نہیں چاہتے۔ قریش نے ٹال مٹول کرنا چاہا۔ اور آخر کہہ دیا کہ وہ صلح نامہ قائم نہیں رہ سکتا۔

اب آنحضرتؐ نے فیصلہ کیا کہ روز روز کی جھک جھک ٹھیک نہیں ہے۔ اب قریش کو ایسا سبق سکھانا چاہیے کہ آئندہ سر اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے زور و شور سے مکے پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور دس ہزار جرار فوج لے کر ۸ ہجری میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ قریش پر مسلمانوں کا خوف طاری ہو جائے اور وہ بلا جنگ کئے اطاعت قبول کرلیں۔ چنانچہ مکے سے چند میل کے فاصلے پر ڈیرے ڈال دئے اور سب نے اپنے اپنے خیمہ کے سامنے آگ جلادی۔ قریش یہ دیکھ کر کہ اس قدر اسلامی لشکر مکے پر چڑھ آیا ہے ڈر گئے۔ ابوسفیان جو اسلام کا جانی دشمن تھا' گو وہ دل میں اسلام کی روحانی قوت کو محسوس کرتا تھا' قاصد بن کر گیا۔ لیکن حضرت صاحبؐ کے نیک سلوک سے متاثر ہوکر اس نے اپنے قصوروں کی معافی مانگ لی۔ حضرت صاحبؐ نے دریادلی سے اسے معاف کردیا۔ اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس نے واپس جا کر اعلان کردیا کہ اب اسلام کا مقابلہ کرنا بے سود ہے جو شخص امان چاہتا ہے یا تو میرے گھر میں چلا آئے یا اپنا دروازہ بند کرلے۔ کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی۔

اب اسلامی لشکر مختلف طرفوں سے مکے میں داخل ہوا۔ حضرت صاحبؐ نے فوج کے افسروں کو سخت حکم دے دیا کہ مکے والوں پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔ آنحضرتؐ نے اپنے رفیقوں کے ساتھ کعبہ میں جاکر نماز پڑھی۔ شہر کے لوگ تھر تھر کانپ رہے تھے کہ نہ جانے اب کیا ہوگا۔ شاید آنحضرتؐ قتل عام کا ہی حکم دے دیں۔ اس لئے بہت سے لوگ شہر سے بھاگ جانے کا انتظام کر رہے تھے۔ جب آپ، کو معلوم ہوا کہ لوگ اس قدر خوف زدہ ہو رہے ہیں تو آپ نے اعلان کردیا "کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور کوئی شخص شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور انتقام کا دن نہیں ہے بلکہ آج شفقت اور رحمت کا دن ہے۔ میں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں۔ اور نہ تم سے کسی قسم کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ میں تم سے وہی سلوک کروں گا۔ جو یوسفؑ نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دوں گا۔"

یہ اعلان سن کر لوگوں کی جان میں جان آئی۔ اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ واقعات پیش آئے جن کی مثال شاید ہی دنیا کی تواریخ میں کہیں ملتی ہو۔ ابوسفیان کو جو پہلے مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا' آنحضرتؐ نے مکے میں داخل ہونے سے پہلے ہی معاف کردیا تھا۔ اس کی بیوی ہندہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے خاوند نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ غصے میں آپے سے باہر ہوگئی۔ اور اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کر

اسے جوتیوں سے خوب پیٹا۔ اور اس کے منہ پر تھوکا۔ وہ بہت ڈری ہوئی تھی۔ کہ نہ جانے مجھے کیا سزا ملے۔ کیوں کہ اس نے لڑائی میں آنحضرتؐ کے چچا حمزہؓ کی لاش کا پیٹ چاک کر کے اور کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔ جب وہ آنحضرتؐ کے سامنے آئی تو شرم کے مارے منہ پر نقاب ڈال کر آئی۔ آنحضرتؐ نے کہا۔ اے ہندہ میں خوش ہوں کہ تو اپنے اعمال پر پشیمان ہے۔ تو صرف ایک خدا کی پرستش کیا کر۔ ہرگز جھوٹ نہ بولا کر اور ہمیشہ بدکرداری سے پرہیز کیا کر۔ یہ کہہ کر اسے بالکل معاف کردیا۔ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئی۔

عکرمہ کو جس نے مکے میں داخل ہوتے ہی دو بے گناہ مسلمانوں کو تیر مار کر ہلاک کردیا تھا۔ اس کی بیوی کی سفارش پر معاف کردیا۔ اسی طرح ایک شخص ہبار نامی کو جس نے آنحضرتؐ کی لڑکی زینب کو جب کہ وہ حاملہ تھیں پتھر مار کر ہلاک کردیا تھا معاف کردیا۔

طائف کے لوگوں نے جب آنحضرتؐ وہاں گئے تھے تو انہیں پتھر مار مار کر گھائل کردیا تھا پھر سر اٹھایا۔ ان پر چڑھائی کر کے ان کے قلعے فتح کر لئے۔ اور چھ ہزار فوجیوں کو قید کرلیا۔ لیکن وہاں کے لوگوں کی طرف سے یہ یقین دلانے پر کہ وہ ہمیشہ وفادار رہیں گے سب قیدیوں کو آزاد کردیا۔ اور کسی کو بھی مسلمان بننے پر مجبور نہ کیا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو سب کو مسلمان بنا سکتے تھے۔

اب اسلام تمام عرب میں پھیل چکا تھا۔ اور عربوں نے آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا تھا۔ آپ نے تمام صیغوں کے انتظام کی طرف توجہ کی۔ محصول اور لگان کی وصولی کے قواعد بنائے۔ فوجوں کی باقاعدہ ترتیب اور تربیت کا انتظام کیا۔ سرحد کی حفاظت کے لئے چھاؤنیاں بنائیں۔ ہر ایک کے لئے آمدنی کا خاص حصہ زکوۃ میں دینا ضروری قرار دیا۔ مختلف قبیلوں کی بغاوتوں کو رفع کرنے کا خاص انتظام کیا۔

آس پاس کی عیسائی حکومتوں کو اسلام کی ترقی بہت ناگوار گزرتی تھی۔ اور وہ اکثر کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ کرتی رہتی تھیں۔ ان کی سرکوبی کا بھی خوب انتظام کیا اور تمام اردگرد کے حاکموں کے ساتھ عہدنامے کر لئے تاکہ تمام ملکوں میں امن و امان قائم رہ سکے۔ اب انہوں نے نہایت دھوم دھام سے حج کی تیاریاں کیں اور اس حج کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان شامل ہوئے۔ چند ہی سال میں اسلام کا تمام عرب میں پھیل جانا اور مختلف فرقوں اور قبیلوں کا آنحضرتؐ کا پیرو بن جانا دراصل ایک معجزہ تھا۔ شاید ہی کسی اور پیغمبر کو اپنی زندگی میں اس قدر کامیابی نصیب ہوئی ہو اس حج کے موقع پر ہر طرف بہشتی نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جہاں چھوٹے بڑے امیر و غریب کی کچھ تمیز نہ تھی۔ ہر طرف انسانی مساوات کا دل کش اور دل فریب منظر تھا۔ اور سب اپنے محبوب کے گرد جمع ہو کر اپنے خالق خداوند تعالیٰ کی پرستش اور عبادت میں مصروف تھے۔

اب بائیس سال کی لگاتار محنت اور مخالفوں کی سختیوں اور اذیتوں اور تیز جنگ و جدل و ملکی انتظام کی اہم ذمہ داریوں کی وجہ سے آپ کا جسم بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید ان مشکلات کا کبھی کا شکار ہوگیا ہوتا۔ مگر انسان آخر انسان ہے اس کی جسمانی طاقتیں آخر جواب دینے لگتی ہیں۔

چنانچہ آپ ۱۱ھ میں بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ اور آپؐ کے رفیقوں نے ان کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ آخری دن مسواک سے منہ صاف کیا۔ اور دوشنبہ کے دن ۸؍ جون ۶۳۲ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کی جدائی کا بے حد رنج ہوا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بہت بہت دلاسا دیا۔ آخر وہ سب اس واقعہ کو خدا کی مرضی سمجھ کر چھاتی پر پتھر رکھ کر بیٹھ گئے۔

آنحضرتؐ کی عادات بہت سیدھی سادی تھیں۔ ہمیشہ موٹا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ کرتہ' چادر اور تہ بند کے سوائے اور کپڑا نہ پہنتے تھے۔ خوراک کی سادگی کا تو یہ حال تھا کہ شاید غریب مزدور بھی آج کل ایسی سادہ خوراک نہ کھاتا ہو۔ جو کا آٹا ہانڈی میں آگ پر چڑھا دیا اور اوپر سے کچھ زیتون کا تیل' زیرہ وار کالی مرچیں ڈال دیں اور آپ کا کھانا تیار ہو گیا۔ اکثر کھجوریں کھا کر ہی گزارہ کر لیا کرتے۔ غرض جو سامنے آتا وہی خدا کا شکر کر کے کھا لیتے تھے۔

صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خود اپنے ہاتھ سے اپنے مکان میں جھاڑو دے لیا کرتے تھے۔ اپنے کپڑے خود دھو لیا کرتے تھے اور پھٹے پرانے کپڑے خود سی لیا کرتے تھے۔ ان کے مکان میں ایک چارپائی' ایک پانی کی ٹھلیا اور بورئے کے سوائے اور سامان موجود نہ رہتا تھا۔ ہمیشہ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اوائل عمر میں وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ گھر بار کے کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہمیشہ ہاتھ بٹاتے تھے۔ بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ جوتیاں خود گانٹھ لیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے۔ اونٹوں کو باندھ لیتے۔ اور ان کے آگے چارہ ڈالتے تھے۔ غرض کسی قسم کے کام سے انہیں عار نہ تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہوں نے مسجدیں بنائیں۔ مزدوروں کا کام کیا۔ کھانے سے پہلے اور پیچھے ہاتھ دھوتے اور منہ کو خوب صاف کرتے تھے۔ داتن (مسواک) کیا کرتے تھے۔ بالوں میں ہمیشہ کنگھی کرتے اور کبھی کبھی تیل بھی لگایا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنی سادہ زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ کسی قسم کا کام یا پیشہ ذلیل نہیں' بشرطیکہ راست بازی اور دیانت داری کو مدنظر رکھا جائے۔

مزاج میں انکساری غضب کی تھی۔ کوئی تعظیم کو کھڑا ہوتا تو اسے منع کر دیتے۔ خواہ کوئی غلام بھی کھانے کو بلاتا تو اس کے ہاں بلاتکلف چلے جاتے اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ جب کسی مجمع میں جاتے تو سب کے ساتھ مل کر بیٹھتے تھے۔ جب کوئی دوسرا بات کرتا تو اس میں ہرگز دخل نہ دیتے تھے۔ اگر کچھ کہنا ضروری ہوتا تو بہت حلیمی اور عاجزی سے کہتے۔ آپ کا دل دشمنی عداوت' انتقام' سخت گیری اور درشت کلامی کے ناپاک جذبات سے پاک تھا۔ ہمیشہ معافی اور درگزر کے لئے تیار رہتے تھے۔ جیسا کہ مکہ کی فتح کے وقت بہت سے واقعات سے ظاہر ہوا۔ سچائی' دیانت داری اور الطاف ان کی فطرت کے جزو بن گئے تھے ہر وقت اپنے پیروؤں کو راست بازی کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ ان کی فیاضی بے مثال تھی۔ حتی الامکان کسی کے سوال کو رد نہ کرتے تھے۔ خود تکلیف اٹھا کر اور بھوکا رہ کر دوسروں کے سوال کو پورا کرتے رہتے تھے۔

ان کی فیاضی بے مثال تھی۔ مال و دولت ہرگز جمع نہ کرتے تھے بلکہ جب تک مال تقسیم نہ کر دیتے ان کو چین نہ پڑتا تھا۔ غریب' یتیم اور محتاجوں کی امداد کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ انہوں نے غلاموں کے حقوق آقاؤں پر قائم کیے اور عورتوں بچوں کے حقوق مردوں پر قائم کیے۔

جب کسی کی بیماری کی خبر سن لیتے تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جاتے۔ جب کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے جنازے کے ساتھ جاتے۔ انسان کا تو ذکر کیا وہ بے زبان جانوروں پر بھی بہت ترس کھاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جانوروں کی لڑائی کو عرب کے ہر مقام پر بالکل بند کر دیا تھا۔ لاغر جانوروں کو دیکھتے تو کہا کرتے اے لوگو! بے زبانوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ مہمان نواز اول درجے کے تھے۔ جب کوئی مہمان آجاتا تو اپنا کھانا اس کو کھلا دیتے۔ آپ بہت شیریں زبان تھے۔ سب سے بہت نرمی اور ملائمت سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ ہرگز کسی کو بددعا نہیں دیتے تھے۔ خداوند تعالیٰ کی بخشش و رحمت پر ایسا زبردست اعتقاد رکھتے تھے کہ بڑی بڑی مصیبتوں میں حوصلہ نہ ہارتے تھے۔ اسی وجہ سے مٹھی بھر آدمیوں سے دشمنوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ کامیابی سے کرتے رہے۔ غار ثور میں جب ابوبکرؓ کے ساتھ جا کر چھپے تھے تو دشمنوں کی آہٹ سن کر ابوبکرؓ گھبرا گئے اور کہا کہ اے رسولؐ اب ہم دو ہیں۔ زور سے کہا۔ نہیں ہم تین ہیں۔ یعنی تیرا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ کیسا زبردست ایمان ہے۔

حضرتؐ کے چند واقعات

ہم ذیل میں حضرت صاحبؐ کے متعلق چند روایات درج کرتے ہیں جن سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی خوبیاں عطا کی تھیں۔

۱۔ ایک یہودی کا کسی مسلمان سے جھگڑا ہو گیا۔ حضرت نے بے رو رعایت تحقیقات کی اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ اور مسلمانوں کی ناراضگی کی مطلق پروا نہ کی۔

۲۔ ایک عورت کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ کئی بڑے بڑے آدمیوں نے اس کی سفارش کی مگر آنحضرتؐ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر سفارشوں کی مطلق پروا نہ کی۔ اور حکم دے دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے لئے یہی حکم دیتا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

۳۔ ایک دفعہ ایک یہودی کا کچھ روپیہ حضرتؐ کو دینا تھا۔ وہ یہودی تقاضا کرنے آیا اور سخت کلامی کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ کو اس پر بہت غصہ آیا مگر حضرت صاحبؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ یہ بات ٹھیک نہیں۔ تجھے چاہئے تھا کہ ہم دونوں کو نصیحت کرتا کہ قرض خواہ کو نرمی سے مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور مجھے نیکی سے روپیہ واپس کرنا چاہئے۔ حضرت نے یہودی کو پاس بٹھایا اور اس کو قرضے سے کچھ زیادہ دے کر رخصت کیا۔ اس نیک سلوک کا یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ ان کا مرید بن گیا۔

۴ ایک دفعہ آپ اپنے احباب کے ساتھ کہیں دور جنگل میں سیر کو گئے۔ جب کھانے بنانے کی ضرورت پیش آئی تو آپؐ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمے لیا۔ غرض وہ کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ اور ہمیشہ خواہ کیسا ہی چھوٹا کام ہو کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔

۵ ایک دفعہ ایک شخص کو کسی قصور کے عوض آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ آپ کو دیکھ کر کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ارے ڈرتا کیوں ہے۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب قریش کا لڑکا ہوں۔ جو کئی دفعہ غریبی کی وجہ سے سوکھا گوشت کھا کر ہی گزارہ کر لیتی تھی۔

۶ ایک دفعہ کئی صحابی جنگ پر گئے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہ آتا تھا۔ آپ ہر روز ان کے گھر جا کر دودھ دوہ آیا کرتے تھے۔ اسی طرح غریب عورتیں ان کے پاس آکر مختلف کام بتلا دیتی تھیں۔ اور وہ اٹھ کر سب کے کام کر آتے تھے۔

۷ ایک دفعہ مدینے کے چند بدو ان کے ہاں مہمان ہو کر آئے۔ ایک بدو کو زیادہ کھانے کی وجہ سے رات کو بہت دست آگئے اور بستر خراب ہو گیا۔ وہ صبح ہی شرم کے مارے اٹھ کر چلا گیا۔ آپؐ نے اٹھ کر اس کی غلاظت کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔ لوگوں نے کہا ہمارے ہوتے ہوئے آپؐ ایسا کام کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا اپنے مہمان کی ہر ایک قسم کی خدمت کا میں ہی ذمہ دار ہوں۔

۸ ایک دفعہ ایک رئیس نے چار اونٹوں پر غلہ لاد کر آپ کے پاس بھیجا۔ حضرت بلالؓ نے غلہ بیچ کر یہودیوں کا قرضہ ادا کیا۔ جب بلالؓ واپس آئے تو پوچھا کیا کچھ غلہ بچا ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ابھی غلہ باقی ہے تو فرمایا کہ جب تک باقی غلہ غریبوں میں تقسیم نہ ہو جائے میں گھر میں نہیں جا سکتا۔ چنانچہ اس رات مسجد میں ہی قیام کیا۔ اور اگلے دن تمام غلہ تقسیم کرا کے گھر گئے۔

حضرت صاحبؐ کی تعلیم

آپ نے مسلمانوں کے چار فرائض قائم کئے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ پچھلے دو ان لوگوں کے لئے ضروری قرار دئے جن میں روپیہ خرچ کرنے کی طاقت ہو۔

انہوں نے ایک خدا اور صرف ایک ہی خدا کی پرستش کی تعلیم دی۔ وہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ سب انسان برابر ہیں اور ان کے حقوق بھی برابر ہیں۔

ایسے شخص کو جو بدی کی زندگی بسر کرتا ہے نماز بھی نہیں بچا سکتی۔ تمہارا چلن ہی ہے جس پر سزا اور جزا کا انحصار ہے۔

اے مسلمانو! تم دوسروں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ تب ہی تمہارا ایمان ٹھیک ہو سکتا ہے۔

کسی شخص کی ضرورت کو پورا کر دینا تمام عمر خدا کی عبادت کے برابر ہے۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی نیکی خلقت کو آرام پہنچانا ہے۔

جو بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا اور بچوں پر شفقت نہیں کرتا وہ میری امت میں نہیں ہے۔

جھگڑا کرنے والا انسان خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت ہے۔

جس نے اپنی زبان اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھا ہے میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔

تمہارا ہمسایہ اگر تم سے امداد مانگے تو اس کی امداد کرو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ اگر تم سے اسے کوئی کام پڑے تو پورا کرو۔ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرو۔ اور مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ جب کوئی خوشی کا موقع ہو تو اسے مبارک باد دو۔ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرو۔

کچھ پرواہ نہیں۔ اگر دنیا کی اور چیزیں تیرے پاس نہ ہوں۔ مگر یہ چیزیں ضرور ہونی چاہئیں۔ ا۔ راست گفتاری۔ ۲۔ دیانت داری ۳۔ خوش خلقی ۴۔ حلال کی کمائی۔

خادم کا قصور دن میں ستر دفعہ معاف کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور دولت کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے کاموں اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ہر ایک نیک کام خیرات ہے۔ کسی کو نیک کام کی ہدایت کرنا بھی خیرات ہے۔ بھولے بھٹکے کو رستہ دکھانا۔ اندھے کی مدد کرنا۔ راستہ میں سے پتھر اور کانٹے اٹھا دینا۔ پیاسے کو پانی پلا دینا۔ یہ سب خیرات کے کام ہیں۔

اے مسلمانو! یاد رکھو۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کی عزت کرنا لازمی ہے۔ پرائے مال پر نگاہ رکھنا حرام ہے۔ جو جیسا کرے گا۔ ویسا بھرے گا۔ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ نیک برتاؤ کرنا۔ کسی کی حق تلفی نہ کرنا۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ کرنا۔

خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ سارے جہانوں کا مالک ہے۔ اسی کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔

جو چیز اولاد کے لئے بازار سے لاؤ سب سے پہلے لڑکی کو دو۔

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا۔

ایسا اشارہ کرنا بھی حرام ہے جس سے دوسروں کو رنج پہنچے۔

باب ہشتم

نعت
مدحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

ہندو اور سکھ شعراء کا منظوم خراجِ عقیدت

(نعتیہ کلام)

باب ہشتم

(ہندو اور سکھ شعراء کا منظوم خراج عقیدت (نعتیہ کلام))

رحمت للعالمین' محسن انسانیت' سرور کائنات' پیغمبر آخرالزماں' محسن دنیائے امکاں' روح جہان بیکراں' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات چودہ سو برس سے محققین' مورخین' سیرت نگاروں' دانشوروں' ادیبوں اور شاعروں کا محبوب موضوع رہی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلم شعراء کے عقید تمندانہ نعتیہ کلام کے ساتھ ساتھ اس خطہ پر غیر مسلم ہندو اور سکھ شعراء نے بھی خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر آپؐ کی شان میں نعتیہ کلام کے ذریعہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور بلاامتیاز مذہب خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کہتے ہیں!

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں　　صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

شیش چندر سکسینہ کہتے ہیں!

یہ ذات اقدس تو ہر انسان کو ہے محبوب　　مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمدؐ

روہندر رویندر جین کہتے ہیں!

آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں　　صرف شامل ہوں مسلمان' رسول اکرمؐ

سرداری لعل نشتر کہتے ہیں!

فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے　　ثناء خواں محمدؐ کا سارا جہاں ہے

ستہ پال رضوانی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں!

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف و کرم مانتے ہیں

ہم دیر نشین بھی ہیں تیرے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں

کرشن موہن نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا!

کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب   برہمن بھی احترام مصطفیٰ

چودھری دلو رام کوثری کا شمار اردو کے ممتاز نعت گو شعراء میں ہوتا ہے انہوں نے ایک غیر منقوط نعتیہ دیوان بھی مرتب کیا۔ موصوف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں!

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلماں   ہیں کوثری ہندو بھی طلبگار محمدؐ

اردو شاعری میں غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام قابل ذکر حیثیت کا حامل ہے۔ ان غیر مسلم شعراء بالخصوص ہندو اور سکھ شعراء نے باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حیات طیبہؐ کے مختلف پہلوؤں پر گلہائے عقیدت پیش کئے۔

اس کی مختصر سی جھلک ہندو شاعر امرچند قیس جالندھری کے مندرجہ ذیل اشعار میں دیکھی جاسکتی ہے!

وہ ابر فیض نعیم بھی ہے' نسیم رحمت جسیم بھی ہے
شفیق بھی ہے' خلیق بھی ہے' رحیم بھی ہے' کریم بھی ہے
وہ حسن سیرت کا ہے مرقع' جمال حق ہے جمال اس کا
وہ پیکر فطرت معلیٰ' شبیہ خلق عظیم بھی ہے
وہ معنی حسن آفرینش نظر نواز ہر اہل بینش
حبیب رب جلیل بھی ہے' جمیل بھی ہے' سلیم بھی ہے
وہ علم و عرفان کا مدینہ' خزینہ راز اس کا سینہ
وہ پیکر نور سرمدی ہے وہ حسن خلق عظیم بھی ہے
وہ حامل و صاحب شریعت وہ مرشد و ہادی طریقت
معلم معرفت بھی وہ ہے' رموز حق کا علیم بھی وہ ہے
خلیلؑ کی وہ دعاء کا ثمرہ' کلیمؑ نے دی' اس کی بشارت
وہ خاتم نعمت نبوت' ظہور لطف عمیم بھی ہے

"نور سخن" کے مولف محترم نور احمد میرٹھی غیر مسلم شعراء کے نعتیہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"غیر مسلم نعت گو شاعروں نے نہ صرف نبی برحقؐ سے انتہائی خلوص و عقیدت کا اظہار کیا ہے بلکہ اکثر شعراء نے حضور اکرمؐ کے دامن رحمت میں پناہ مانگی ہے۔ تمام شاعروں نے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا ہے۔

بعض شعراء کے ہاں زبان و بیان کی گل افشانیاں بھی ہیں۔ اور اضطرابی کیفیات بھی' جذبات کی حدت بھی ہے اور محسوسات کی شدت بھی' فکری لہروں کی روانی بھی ہے اور تاریخ کی ورق گردانی بھی' جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان شعراء نے تعلیمات اسلامی اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اسی لئے بعض شعراء نے پیغمبر اسلامؐ سے اپنے تعلق کا واضح اظہار کیا ہے' ایسے اشعار پاکیزگی جذبات کا بہترین نمونہ ہیں۔"

غیر مسلم شعراء کی ایک بڑی تعداد نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں مجموعائے کلام مرتب کئے جن میں بعض غیر مسلم شعراء کے نعتیہ مجموعے دستیاب بھی ہیں بعض زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں اور بعض تاحال غیر مطبوعہ ہیں۔ جن میں مہاراجہ سر کشن پرشاد متوفی (۱۹۴۰) کا مجموعہ "ہدیہ شاد" جسے ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے ہدیہ شاد ہی کے نام سے موسوم کیا ہے یہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۶ھ میں طبع ہوا۔ جبکہ "تاریخ ادب اردو" میں رام بابو سکسینہ نے سر کشن پرشاد کے نعتیہ مجموعہ کا نام "تمکدہ رحمت" تحریر کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں ہی الگ نعتیہ مجموعے ہوں۔

چودھری دلو رام کوثری متوفی (۱۹۳۵ء) کا "مجموعہ کوثری" اور غیر منقوطہ نعتیہ دیوان "اردو کی نعتیہ شاعری" کے مصنف ڈاکٹر فرمان فتحپوری کوثری کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

کوثری کے نعتیہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت زبان کی سادگی اور جذبات کی پاکیزگی ہے۔ ان کا کلام ظاہر کرتا ہے کہ نعت گوئی ان کی ذہنی کاوش یا محض محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے دل کی آواز اور ان کی طبع شاعرانہ کی فطری جولان گاہ تھی۔

چودھری دلو رام کوثری کا ایک اور مجموعہ "آب کوثر" (۱۹۳۹ء) اور اس کے علاوہ "اسرار اردو" ہیں' پنڈت بالمکند عرش ملیسانی کا نعتیہ مجموعہ "آہنگ حجاز" کے نام سے ۱۹۵۳ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر سامنے آیا عرش ملیسانی نعت گو شعراء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

لچھمی نرائن شفیق کا مجموعہ کلام "معراج نامہ" چرن سرن ناز مانک پوری کا مجموعہ "رہبر اعظم" علاوہ ازیں مکھن لال مکھن' اور منشی شنکر لال کے نعتیہ مجموعے اردو میں ملتے ہیں۔ جبکہ غیر مسلم شعراء کے نعتیہ مجموعے ہندی' پنجابی' میواتی میں بھی ملتے ہیں۔

ہندی میں وویانند کا مجموعہ "پیغمبر اسلام" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم سوانح حیات ہے۔ یہ کتاب ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے اورا سے ۱۹۸۳ء میں نتک پرکاش پٹنہ نے شائع کیا ہے۔ اسی طرح ایک تامل شاعر والا ٹول نے بھی تامل زبان میں منظوم سوانح حیات لکھ کر پیغمبر اسلام کے حضور گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔

غیر مسلم شعراء کی ایک بڑی تعداد نے رحمت للعالمین' شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نعتیہ کلام کے ذریعہ گلہائے عقیدت اور خراج تحسین پیش کر کے ارشاد خداوندی **"ورفعنا لک**

نکرک" پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز شعراء میں سے عقیدت کے اس اظہار میں سادھو رام آرزو سہارنپوری' جگن ناتھ آزاد' پنڈت جگن ناتھ پرشاد' پنڈت رام پرتاب' رانا بھگوان داس' بیدل رام پوری' پنڈت ہرکشن لال' پنڈت رگھو ناتھ' چندر پرکاش' کنور مہندر سنگھ بیدی' پنڈت امرناتھ' پنڈت بہاری لال' کوثری دلو رام' لالہ رام جی لال گوندھر' پنڈت دیا شنکر نسیم' عزت سنگھ دلیش دہلوی' سندر ملیسانی' پنڈت برج موہن' پربھودیال مصر' درگاسہائے سرور' راجندر بہادر' موج فتح گڑھی' بسمل الہ آبادی' ہری چند اختر' ستیہ پال' اختر رضوانی' اندر جیت تشنہ' برج ناتھ پرشاد' پنڈت آہن موہن' راجا مکھن لال' پنڈت ہری کشور شرما' لالہ دھرم پال' شکیل امرتسری' تارا چند تارا لاہوری' ہرگوپال تشنہ' پیارے لال رونق دہلوی' ساحر ہوشیار پوری' پربھودیال' عاشق لکھنوی' عرش صہبائی' لالہ لال چند فلک' امرچند قیس جالندھری' اودھے ناتھ نشتر لکھنوی' کالکا پرشاد' ہیرا نند سوز' فراق گورکھپوری' گوپی ناتھ امن' سادھو رام' منشی شیو پرشاد' عرش ملیسانی با لمکنداور مہاراجہ سرکشن پرشاد کے نام قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ شعراء میں جن مشاہیر کا درجہ ہے یا جن کا کلام قابل ذکر حیثیت کا حامل ہے انہیں بطور خاص اس باب میں شامل کیا گیا ہے۔

مذکورہ باب میں غیر مسلم ہندو اور سکھ شعراء کے نعتیہ کلام کا بیشتر حصہ فانی مراد آبادی کی کتاب "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے پی ایچ ڈی کے مقالہ "اردو میں نعتیہ شاعری" محفوظ الرحمٰن کی کتاب "ہندو شعراء دربار رسولؐ میں" ڈاکٹر فرمان فتحپوری کی تصنیف "اردو کی نعتیہ شاعری" شفیق بریلوی کی کتاب "ارمغان نعت" اور بطور خاص محترم نور احمد میرٹھی کی معروف کتاب "نور سخن" کے علاوہ مختلف رسائل و جرائد کے سیرت نمبر اور نعت نمبر اور خصوصی ایڈیشنز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲۹۱

آپؐ کی توصیف ہو سکتی نہیں

رشی پٹیالوی' رشی

آپؐ کی تعریف کوئی کیا کرے
آپؐ کی تعریف ہو سکتی نہیں

مجھ سے بے بس' مجھ سے بے مقدور سے
آپؐ کی توصیف ہو سکتی نہیں

اے رسول اللہؐ' اے صل علیٰ
آپؐ نے ادنیٰ کو اعلیٰ کردیا

ہر طرف ہے آپؐ سے نور و ضیا
آپؐ نے دل میں اجالا کر دیا

اے رسول اللہؐ' اے صل علیٰ

آپؐ ہیں افضل الانسان رسول اکرمؐ

رویندر، رویندر جین

آپؐ کی شان عجب شان رسول اکرمؐ آپؐ اللہ کے مہمان رسول اکرمؐ

روز اول کے ہیں عنوان رسول اکرمؐ !! اور محشر کے ہیں سلطان رسول اکرمؐ

آپؐ تکمیل مساوات امین و صادق آپؐ ہیں افضل الانسان رسول اکرمؐ !

آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں صرف شامل ہوں مسلمان رسول اکرمؐ

آپؐ ہی کی تو بدولت ہے میسر ہم کو !!! وہ جسے کہتے ہیں قرآن رسول اکرمؐ

آپؐ اکرام ہی اکرام عطائے اول آپؐ احسان ہی احسان رسول اکرمؐ

آپؐ کا ذکر ہے وہ ذکر کہ جس کو سن کر پختہ ہو جاتا ہے ایمان رسول اکرمؐ

آج لب پر ذکر محبوب خدا آنے کو ہے

بیکل امرتسری' بابو برج گوپی ناتھ

یا خدا تعریف میں کس کی ہوں میں رطب اللسان
چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں مرا طرز بیاں

آج لب پر ذکر محبوب خدا آنے کو ہے!!!
ناز کا پھر وقت اے بخت رسا آنے کو ہے!

شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہ حق میں اپنا رہنما مانیں تجھے

نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرے آگے آبرو کفار کی پانی ہوئی

آرزو ہے شہ بطحا کا میں روضہ دیکھوں

آرزو' ڈاکٹر انجنا سندھیر

میں بھی آنکھوں سے کبھی گنبد خضرا دیکھوں
آرزو ہے شہ بطحا کا میں روضہ دیکھوں
مجھ پہ بھی شاہ دوعالم کی نظر ہو جائے
اوج پر اپنے مقدر کا ستارہ دیکھوں

آسودہ میں کونین میں ہوں نعت نبیؐ سے

چودھری کوثری دلو رام

امید میں رکھتا ہوں جناب احدی سے
الفت ہے محمدؐ سے محبت ہے علیؓ سے

کیا دشمن گمراہ کی ہے اصل و حقیقت
زنہار میں ڈرتا نہیں شیطان قوی سے

طفلی سے ذرا نام محمدؐ پہ ہوا ہوں
اسلام پہ شیدا ہوں سو جان سے جی سے

ہر چند ہے اغیار کا مجمع بڑا بھاری
پر عاشق حضرت نہیں ڈرتے کسی سے

مرنے کا مجھے خوف نہ جینے کی ہوس ہے
سر اپنا ہتھیلی پہ ہے کہہ دو یہ شقی سے

کیوں دولت دنیا کا تجھے زعم ہے غافل
کیوں ناز تو کرتا ہے کہ پر ہیں تیرے کیسے

جو گزری زر و سیم سے قارون لعیں پر
گزرے گی وہی تجھ پہ ذرا پوچھ اسی سے

دل دولت اسلام سے بندہ کا غنی ہے
آسودہ میں کونین میں ہوں نعت نبیؐ سے

ہے کوثری خاک نشین عاشق احمدؐ
مطلق نہیں ہے ڈر اسے گردوں کی کجی سے

آیا ہے نہ آئے گا محمدؐ سا کوئی اور

گلشن بریلوی، رمیش نرائن سکسینہ

آنے کو تو سنسار میں آئے ہیں نبی اور
آیا ہے نہ آئے گا محمدؐ سا کوئی اور

ہو نام نبیؐ لب پہ تصور میں مدینہ
سوچا نہیں کچھ اس کے سوا ہم نے کبھی اور

میں حشر میں دیدوں گا ثبوت اپنے کیے کا
مجھ سا نہ گنہ گار، نبیؐ سا نہ سخی اور

خالی کوئی پلٹا ہی نہیں در سے نبیؐ کے
ہندو ہو مسلمان ہو سکھ ہو کہ کوئی اور

یاد آتی ہے جب دوریٔ سرکار مدینہ
بڑھ جاتی ہے گلشن مری آنکھوں میں نمی اور

اعزاز بڑھایا ہے مرا نعت نبیؐ نے

منشی پیارے لال، رونق

دی داد سخن مجھ کو ہر اک پیر و صبی نے
اعزاز بڑھایا ہے مرا نعت نبیؐ نے

دل چھین لیا اک جوان عربیؐ نے
مختار دوعالم شہ امی لقبیؐ نے

اک شور ملائک میں ہوا صل علی کا
رکھا جو قدم عرش معلی پہ نبیؐ نے

تقدیر کو پیٹوں کہ میں قسمت کو الٰہی!
محروم رکھا کعبہ سے راحت طلبی نے

پہنچا ہی دیا مجھ کو لب کوثر و تسنیم
کچھ مضطربی نے مری کچھ تشنہ لبی نے

رہتا ہے مری آنکھوں میں کونین کا جلوہ
بخشا ہے مجھے نور وہ دیدار نبیؐ نے

دو ٹکڑے قمر کے ہوئے انگلی جو اٹھائی
اک معجزہ ادنی سا دکھایا یہ نبیؐ نے

یثرب مجھے جلدی سے بلا لیجئے شاہا
گر رکھا ہے بے چین زیارت طلبی نے

گر گر کے قدم پر قدم پاک کو چوما!
کیا کام نکالا ہے مری بے ادبی نے

پھر دل کو ہوئی ہے ہوس سیر مدینہ!

بے چین کیا پھر مجھے جنت طلبی نے

فریاد کہ مل جاؤں شہیدوں میں الٰہی

مارا ہے مجھے عشق رسول عربیؐ نے

صد شکر کہ رونق مری امید بر آئی

بلوا لیا روضہ پہ مجھے آج نبیؐ نے
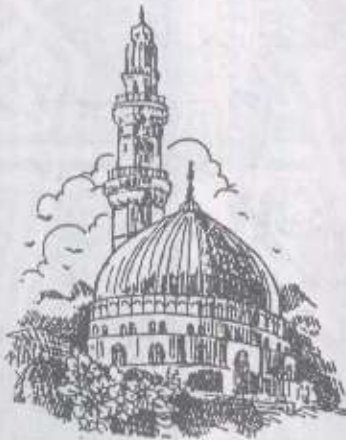
بادشاہ ہفت کشور ہے گدائے مصطفیؐ

وہبی، منشی شیو پرشاد

بے خبر ہو دونوں عالم سے سوائے مصطفیؐ یا الٰہی! دل ہو ایسا مبتلائے مصطفیؐ

دل ہے میرا بستہ زلف دو تائے مصطفیؐ جان ہے پروانہ شمع لقائے مصطفیؐ

حکم موسیٰ کو ہوا، معراج میں فا خلع مگر تاج فرش عرش ہے نعلین پائے مصطفیؐ

بوریائے فقر تخت سلطنت سے ہے سوا بادشاہ ہفت کشور ہے گدائے مصطفیؐ

ذرے اس در کے ہیں کیا سیارے کیا شمس و قمر جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصطفیؐ

شافع محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب کون محبوب الٰہی ہے سوائے مصطفیؐ

جو ہوا سائل رہی اس کو نہ پھر احتیاج ایسا کردیتی ہے مستغنی عطائے مصطفیؐ

آدمی کیا مدح کر سکتے نہیں جن و ملک حق تعالیٰ آپ کرتا ہے ثنائے مصطفیؐ

آسمان پر لوگ کہتے ہیں جنہیں شمس و قمر زیب ہے کہئے کہ ہیں یہ نقش پائے مصطفیؐ

ہوتی ہے حسرت یہی کیوں دل نہ یہ میرا ہوا
دیکھتا ہوں جب میں وہی نقش پائے مصطفیؐ

بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

ہمدم بھوری پرشاد

شوق پابوسی لئے چل تو مدینے مجھ کو
زہے قسمت کہ بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو

واپسیں دم ہے مجھے ذکر نبیؐ کرنے دو
دوستو! موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو

چشم مشتاق ہے در پر، تو ہیں کان آہٹ پر
ان کے آنے کی خبر دی جو کسی نے مجھ کو

کیوں دل خستہ مرا ہجر میں بے تاب نہ ہو
ہوگئے ان کی زیارت کو مہینے مجھ کو

کیوں نہ ہو فخر، یہ توقیر ہے کیا کم ہمدم
بخش دی نعت کی جاگیر نبیؐ نے مجھ کو

تجھے خیر البشر کہتے ہیں ہندو بھی مسلماں بھی

سمن سرحدی، رام چند

محمد مصطفیٰؐ نے مجھ کو دیوانہ بنایا ہے
مئے توحید سے مخمور و مستانہ بنایا ہے

تجھے خیر البشر کہتے ہیں ہندو بھی مسلماں بھی
ترے دل کو خدا نے کیا فقیرانہ بنایا ہے

حرارت بخش دی ایمان کی ہر قلب مومن کو
شعور علم کا ہر دل کو کاشانہ بنایا ہے

خدا ہی نے تو بخشا ہے مجھے شوق سخن گوئی
تری توصیف کا بھی اس نے دیوانہ بنایا ہے

سمن تجھ کو عقیدت ہے محمدؐ مصطفیٰؐ سے بھی
کرم سے اس نے اپنے تجھ کو فرزانہ بنایا ہے

ترا عشق ہستی شش جہت ترا حسن پیکر معرفت

ساحر، پنڈت امرناتھ

میرا قلب مطلع نور ہے کہ حرم میں جلوہ یار ہے
دل و دید محو نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے نہ غبار ہے

ترے جلووں کا تری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
کہ صفات کون و مکان کی تری ذات دارومدار ہے

ترا عشق ہستی شش جہت ترا حسن پیکر معرفت
اسے تو نے اپنا بنا لیا کہ ترا یہ قول و قرار ہے

یہ حضور شاہ نظام دیں ترا حسن خسرو دلبراں
ترا جلوہ بزم ہے خسروی کہ ترے چمن کی بہار ہے

جو نہ صوت و حرف میں آسکے جو دو کون میں نہ سما سکے
رگ جان ساحر خستہ میں وہ چمن کی ایسی بہار ہے

ترے نام سے ابتدا ہو رہی ہے

امر چند قیس جالندھری

ترے نام سے ابتدا ہو رہی ہے تری یاد پر انتہا ہو رہی ہے

زبان پاک، مسرور دل آنکھ روشن جمال نبیؐ کی ثنا ہو رہی ہے

فدا ہورہا ہے خدا خود نبیؐ پر! نبیؐ پر خدائی فدا ہو رہی ہے

جبین جہاں، آستان محمدؐ عقیدت کی یہ انتہا ہو رہی ہے

کرشمہ ہے شان کریمی کا شاید کہ مجھ سے خطا پر خطا ہو رہی ہے

مرا سر ہے پائے پیمبر پہ ساحر
نماز ارادت ادا ہو رہی ہے

گوپی ناتھ امن

شفیع امم رحمت عالمیں ہے
فقط وہ متاع مسلماں نہیں ہے

نظام کہن کو کیا پارہ پارہ
تری ذات والا نمو آفریں ہے

یہ لڑتے قبیلوں کو کس نے بتایا
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

جہاں سے سدا نور پھیلا جہاں میں
مرے ایشیا کی عجب سرزمیں ہے

ترے میکدے کی رہے خیر ساقی
یہ کاسہ ہے میرا یہ میری جبیں ہے

جان شیریں آپؐ کی، دل آپؐ کا، سر آپؐ کا

رام کشمیری، لالہ بیلی رام

آپؐ وہ ہیں، کبریا کے دل میں گھر آپؐ کا
آپؐ اس کے پیارے ہیں اور وہ ہے دلبر آپؐ کا

رات ہو دن ہو، سحر ہو، شام ہو یا دوپہر
منتظر رہتا ہے سائل کیلئے در آپؐ کا!!

جو ہمارے پاس ہے، وہ آپؐ کا ہے یا نبیؐ
جان شیریں آپؐ کی، دل آپؐ کا، سر آپؐ کا

گر تمنا ہے کوئی تو ہے یہی دل میں میرے
رات دن دیکھا کروں روئے منور آپؐ کا

رام کو چاہے زمانہ چھوڑ دے پروا نہیں
رام سے لیکن نہ چھوٹے گا نبیؐ در آپؐ کا

جو نبیؐ کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے

چودھری دلو رام کوثری

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفیٰؐ کے ساتھ ہے
جو نبیؐ کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے

کس لئے پھر درپئے آزار ہیں اشرار قوم
اس کا کیا کرلیں گے جو خیرالوریٰؐ کے ساتھ ہے

کچھ نہیں حسرت ید بیضا کی مجھ کو اے کلیم
ہاتھ اپنا دامن آل عبا کے ساتھ ہے

انکشاف مدعا پیش احد میں کیا کہوں
میم احمد ہے کہ جو میری دعا کے ساتھ ہے

رحمت للعالمینؐ کے حشر میں معنے کھلے
خلق ساری شافع روز جزاؐ کے ساتھ ہے

لے کے دلو رام کو حضرت گئے جنت میں جب
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے

خدا کے بعد اگر ہے تو ذات آپؐ کی ہے

بشیشور پرشاد، منور لکھنوی

عروج آپؐ سے تھا گو تمام راتوں کا! حقیقتاً" شب معراج رات آپؐ کی ہے

اسی سے ہے لقب پاک سرور کونین

یہ عرش و فرش، یہ کل کائنات آپؐ کی ہے

نفس نفس سے فروزاں ہوئے حرم کے چراغ تمام نور الٰہی حیات آپؐ کی ہے

اب اور اس کے سوا کیا ہوگا عطائے دولت ایماں زکات آپؐ کی ہے

ہے مرتبہ اسے دارالسلام کا حاصل!

شریک دل نگہ التفات آپؐ کی ہے

نہ انبیاء کو میسر نہ اولیاء کو نصیب جو منزلت دم صوم و صلوٰۃ آپؐ کی ہے

کنار ایزد مطلق میں جلوہ فرما ہیں نہیں کسی کی جو شان نجات آپؐ کی ہے

یہ شرح صدر کی لذت ہے آپؐ سے منسوب

یہ روشنی سرشاخ نبات آپؐ کی ہے

عرب کو جس نے بنایا جواب صد فردوس بس ایک ذات ستودہ صفات آپؐ کی ہے

صنم کدوں میں بھی ہے اعتراف عظمت خاص کہ سروری سر لات و منات آپؐ کی ہے

ہے کون شیخ معظم کی جو کرے تردید

خدا کے بعد اگر ہے تو ذات آپؐ کی ہے

دل سے تم عزت محمدؐ کی کرو اے ہندوؤ

رام پیاری

دل سے تم عزت محمدؐ کی کرو اے ہندوؤ
غور اک انسان کی تعلیم الفت پہ کرو

جن کے دل میں عزت و عظمت محمدؐ کی نہیں
کر نہیں سکتے بزرگوں کی وہ عزت بالیقیں

ہندو و مسلم کو یکساں یہ میرا پیغام ہے
غور سے دونوں پڑھیں دانائی اس کا نام ہے

دل و جاں پر ہے اکرام محمدؐ

پرویز، پرکاش ناتھ

خیال افروز ہے نام محمدؐ
بہت افضل ہے پیغام محمدؐ

رہے گا تا ابد سرشار و بے خود
ملا جس رند کو جام محمدؐ

دل و جاں کیوں نہ ہوں مرہون منت
دل و جاں پر ہے اکرام محمدؐ

ہوا عرفان ہست و بود اس کو!
سنا جس دل نے پیغام محمدؐ!

فراز زندگی کا ہے یہ زینہ
جسے کہتے ہیں الہام محمدؐ

دل و جاں سے ہوں ثناخوان رسول عربیؐ

مہاراجہ سرکشن پرشاد

آپ کا خوان کرم سارے جہاں میں ہے بچھا
یار و اغیار ہیں مہمان رسول عربیؐ!

آپ کی دید کی خواہش ہے دل مضطر کو
مضطرب رکھتے ہیں ارمان رسول عربیؐ!

انبیاء جتنے ہیں آپؐ ان کے بھی شافع ہوں گے
سب کے سب مانیں گے احسان رسول عربیؐ

باغ احمدؐ کے ہیں دو پھول حسنؓ اور حسینؓ
یہی دو ہیں گل و ریحان رسول عربیؐ

بخشوائیں نہ اگر آپ مجھے حشر میں!
ہوگا بس ہاتھ میں دامان رسول عربیؐ

عشق سے بڑھ کے کوئی چیز نہیں میرے پاس
کہ یہ ہدیہ ہے شایان رسول عربیؐ

مئے توحید پلا کر مجھے کردیں سرشار
ہوگا سر پر مرے احسان رسول عربیؐ

کیوں نہ تعریف کریں لوگ سخن کی پرشاد
دل و جان سے ہوں ثناخوان رسول عربیؐ

ساری دنیا میں بڑا کون ہے حضرتؐ کے سوا

عاشق لکھنوی' پربھودیال

رحمت للعالمینؐ' دامان رحمت کے سوا
زیب سرتاج شہی' تاج شفاعت کے سوا
ہادی خیر البشرؐ' ماہ ہدایت کے سوا
کس قدر اوصاف ہیں ان میں نبوت کے سوا

ساری دنیا میں بڑا کون ہے حضرتؐ کے سوا

رشک حسن حور ہے حسن حسیناں کا دیار
رشک مسلماں ہیں غلامان حبیب کردگار
رشک طوبیٰ ہے قدر عنائے شاہ روزگار
خلد والے دیکھتے ہیں آ کے یثرب کی بہار

اک جنت اور بھی ہے باغ جنت کے سوا

بادشاہ دوسرا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں
شافع روز جزا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں
صدر بزم انبیاء ہے کون؟ کوئی بھی نہیں
اور محبوب خدا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں

میرے آقا کے سوا میرے حضرت کے سوا

چشمہ آب بقا ہیں آپؐ بیشک مان لوں
مشعل راہ ہدایت آپؐ ہیں یہ جان لوں
شافع میدان محشر آپؐ ہیں یہ ٹھان لوں
دیکھ لوں میں آپؐ کو آپؐ کو پہچان لوں

عقل صاحب بھی ملے چشم بصیرت کے سوا

مطلع الحمد لا کر جگمگا دے خلق کو
عارض روشن دکھا کر جگمگا دے خلق کو
نور وحدت کی ضیا کر جگمگا دے خلق کو
کفر کی ظلمت مٹا کر جگمگا دے خلق کو

یہ ضیا کس میں تھی خورشید رسالت کے سوا

غنچہ باغ جناں زیبا ہے اس کو گر کہوں
غیرموزوں کچھ نہ ہوگا ماہ کامل مان لوں
روشنی بخش دل تاریک لازم ہے کہوں
عارض احمدؐ کو میں سورج سے کیا تشبیہ دوں

یاں تو سورج میں نہیں کچھ بھی تمازت کے سوا

عارض روشن کی شوخی سے ہوا خورشید مات
مصحف رخ دیکھ کر چھپتا پھرا مہتاب رات
انابیں تھی کون کعبہ میں بجز حضرت کی ذات
ظاہر و باطن کے جلوہ سے ہوئی ظاہر یہ بات

حسن صورت بھی تھا ان میں حسن سیرت کے سوا

ساغرِ وحدت ہے جامِ مصطفیٰؐ

کرشن موہن، کرشن لال موہن

ہیں سلاطین بھی غلامِ مصطفیٰؐ
یہ ہے شان و اہتمامِ مصطفیٰؐ

اہلِ ظلمت ہو گئے زار و زبوں
تھا وہ تزک و احتشامِ مصطفیٰؐ

ایک ہوں کیوں کر نہ محمود و ایاز
ساغرِ وحدت ہے جامِ مصطفیٰؐ

کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب
برہمن بھی احترامِ مصطفیٰؐ

بے گماں اے کرشن موہن ثبت ہے
قلبِ گیتی پر دوامِ مصطفیٰؐ

سلام اس پر جلائی شمع عرفان جس نے سینوں میں

آزاد، جگن ناتھ

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو آیا رحمت اللعالمین بن کر
پیام دوست بن کر صادق الوعد و امیں بن کر
سلام اس پر جلائی شمع عرفان جس نے سینوں میں
کیا حق کیلئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹے میں جس نے ایک اخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیز بندہ و آقا مٹا ڈالی
سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
رہا زیر قدم جس کے شکوہ و فر خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیر گنبد خضرا
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
مددگار و معاون بے بسوں کا زیردستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا
سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا
سلام آزاد کا آزاد کی رنگیں بیانی کا

شہنشاہ اعظم محمدؐ محمدؐ

چوہدری کوثری دلو رام

شہنشاہ اعظم محمدؐ محمدؐ
رسول دو عالم محمدؐ محمدؐ

زباں کا یہی ہے اشارہ لبوں کو
کہیں مل کے باہم محمدؐ محمدؐ

بہ ہنگام معراج چرچا یہی تھا!
فلک پر تھا پیہم محمدؐ محمدؐ

وہ ہے ابن آدمؑ وہ ہے فخر آدم
مکرم معظم محمدؐ محمدؐ

یہ دعوے سے کہتا ہوں سب کو سنا کر
خدا کا ہے محرم محمدؐ محمدؐ

اگرچہ نبیؐ آخری ہے وہ لیکن!
ہے سب سے مقدم محمدؐ محمدؐ

ہے لازم کہ ہر ایک مسلم کہے یوں
نبیؐ ہے مسلم محمدؐ محمدؐ

صلہ ہو یہی نعت گوئی کا میری
خدا خوش ہو خرم محمدؐ محمدؐ

الٰہی مرے منہ میں جبتک زباں ہو
زباں پر ہو ہر دم محمدؐ محمدؐ

وظیفہ یہی کوثری جی ہے اپنا
جپا کرتے ہیں محمدؐ محمدؐ

صلِّ علیٰ محمد صلِّ علیٰ محمد

لالہ امرناتھ قیس

جلوہ فگن خدا کا نور تیری جبین ناز پر
جھک گئے جس کے روبرو دیکھو کافروں کے سر
تو ہی خدا کا آخری دھر میں ہے پیامبر
ترا عمل خدا کا حکم تیرا وطن خدا کا گھر
صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

عرش سے اونچا ہے مقام نبیؐ

ساگر نکوروی، بلونت کمار

رات دن لیتے ہیں وہ نام نبیؐ
صدق دل سے جو ہیں غلام نبیؐ

کوئی ہم پایہ ہو تو کیونکر وہ ہو!!!
عرش سے اونچا ہے مقام نبیؐ

کھل گئے اس پہ راز دوعالم!!!
کر لیا نوش جس نے جام نبیؐ

مثل شمس و قمر منور ہے
دل میں جب سے ہوا ہے مقام نبیؐ

کیوں مسلماں نہ اس پہ ہوں قربان
شرح قرآن جو ہے کلام نبیؐ

کیوں نہ ہوں بے نیاز میخانے
ہیں جو لطف آشنائے جام نبیؐ

گو میں ہوں بت پرست اے ساگر
پھر بھی دل میں ہے احترام نبیؐ

فردوس ہے اک گوشہ دامان محمدؐ

جوہرؔ چندر پرکاش

اللہ رے عروج شبستان محمدؐ
ہے عرش بریں زینہ ایوان محمدؐ

رکھتے ہیں نہاں دل میں جو ارمان محمدؐ
پھر ان پہ نہ ہو کس لئے فیضان محمدؐ

لو مل ہی گیا حشر میں بخشش کا سہارا!!!
ہاتھ آہی گیا گوشہ دامان محمدؐ

ہے ذات نبیؐ باعث تکوین دوعالم
کونین کی ہر شے پہ ہے احسان محمدؐ

کیوں ان پہ نہ ہو رحمت باری کی تراوش
جو اصل میں ہیں بندہ خاصان محمدؐ

کونین ہے اک کوچہ محبوب دو عالمؐ
فردوس ہے اک گوشہ دامان محمدؐ

ہر ایک کا حصہ نہیں نعت نبیؐ جوہر
اللہ جسے بخش دے عرفان محمدؐ

فرمان رب پاک ہے فرمان مصطفیٰ ﷺ

سحرؔ کنور مہندر سنگھ بیدی

تکمیل معرفت ہے محبت رسولؐ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی

ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا ہی کو عزت رسولؐ کی

تسکین دل ہے سرور کون و مکاں کی یاد
سرمایۂ حیات ہے الفت رسولؐ کی

انسانیت، محبت باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی

فرمان رب پاک ہے فرمان مصطفیٰ ﷺ
احکام ایزدی ہیں ہدایت رسولؐ کی

اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دوجہاں
دل میں رہے سحرؔ کے محبت رسولؐ کی

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

اختر ہری چند

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
شوکت مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصر کسریٰ کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات
اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا
کہہ دیا لا تقنطوا اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سربسر محو تمنا کر دیا
آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

کیا دل سے ہو بیاں تیرے اخلاق کی توصیف

دل، منوہر لال

آقا جو محمدؐ ہے عرب اور عجم کا
بے مثل نمونہ ہے مروت کا کرم کا

حاصل ہے جنہیں تیرے غلاموں کی غلامی
لیتے نہیں وہ نام کبھی قیصر و جم کا

کہتے ہیں جسے اہل جہاں احمدؐ مرسل
دریا ہے وہ الفت کا وہ منبع ہے کرم کا

جلوے سے تیرے تیرگی دہر ہوئی گم
دنیا کا عجب اختر تقدیر ہے چمکا

جس قوم کی جانب ہے تیری چشم عنایت
اس کو نہیں ارماں کوئی دینار و درم کا

فردوس نظر ہے تیرے مسکن کی زیارت
روضہ تیرا دنیا میں بدل باغ ارم کا

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح تیرے لطف و کرم کا

کیونکر بیاں ہو مدحت خیر البشرؐ رتن

رتن پنڈوری' پنڈت رلارام

آیا ہے لب پہ نام رسول کریمؐ کا
جلوہ تڑپ اٹھا ہے ریاض نعیم کا

بحر عدن میں لاکھوں ہوں لولوئے شاہوار
کچھ رنگ و روپ اور ہے در یتیمؐ کا

اے اہل بزم جانب بطحا چلا ہوں میں
پیغام لے کے آیا ہے جھونکا نسیم کا

خلد بریں جچے مری نظروں میں کس طرح
دیکھا ہے ایک پھول ریاض نعیم کا

اللہ رے خاک بیت مقدس کا مرتبہ
مسجود ذرہ ذرہ ہے عرش عظیم کا

وحدت کو ناز کیوں نہ ہو احمد کی ذات پر
سمجھا ہے جس نے راز الفت لام میم کا

شافع اگر حضورؐ رسالت مآب ہوں
پھر کیوں نہ فیض عام ہو رب کریم کا

شاہد نہ ہو سکا کبھی مشہود سے الگ
نور خدا ہے نور رسول کریمؐ کا

کیونکر بیان ہو مدحت خیرالبشر رتن
ہے تنگ قافیہ مری طبع سلیم کا

کیوں نہ اعجاز محمدؐ کے ہوں قائل اغیار

زخمی، منشی راج بہادر

راہ پر آئے، یہ برگشتہ مقدر اپنا
حرم پاک کے ہو گرد جو چکر اپنا

یا نبیؐ! سنبل گلزار جناں کو بھولے
تم سونگھا دو جسے گیسوئے عنبر اپنا

محو آئینۂ رخسار محمدؐ ہیں ہم
ہفت کشور میں نصیب ہے سکندر اپنا

جام بھر کر ہمیں یا ساقی کوثر دینا
ہو گذر حشر میں دم لب کوثر اپنا

لب شیریں محمدؐ کے جو لکھے اوصاف
شعر ہر ایک ہوا قند مکرر اپنا

ہم جو آنکھوں سے لگا لیتے ردائے عربی
پھر نہ جامہ میں سماتا تن لاغر اپنا

کیوں نہ اعجاز محمدؐ کے ہوں قائل اغیار
کرلیا ایک زمانہ کو مسخر اپنا

کیوں نہ مل جائے ہمیں منزل مقصد زخمی
خضر جادہ الفت ہے پیمبرؐ اپنا

کیوں نہ دنیا ہو ثنا خواں تری اے پاک رسولؐ

ماہر بلگرامی' کملایت سہائے

چل گیا اسم محمدؐ کا وہ جادو دل میں
پالیا جس نے ہر اک جذبے پہ قابو دل میں

نام احمدؐ کا جو چرچا ہوا ہر سو دل میں
درد دل بیٹھ گیا اٹھ کے دوزانو دل میں

آج اوصاف نبیؐ اس کو کرنا ہیں رقم
خود جھکا جاتا ہے تعظیم میں رہ رہ کے قلم

صرف اسلام ہی کا تو نہیں تو پیغمبرؐ
ترا احسان ہے ہر قوم پہ ہر ملت پر

بخدا تو نے راہ راست دکھائی اٹھ کر
تیرا ممنون ہے دنیا کا ہر اک فرد بشر

کیوں نہ دنیا ہو ثنا خواں تری اے پاک رسولؐ
پاک دل' پاک نفس' پاک اصول

لکھتا ہوں ثنائے رخ نیکوئے محمدؐ

جذب، پنڈت رگھوندر راؤ

لکھتا ہوں ثنائے رخ نیکوئے محمدؐ
ہے روکش خورشید فلک روئے محمدؐ

مکہ سے مدینہ سے ہے پہنچی سر افلاک
بوئے گل رخسارہ و گیسوئے محمدؐ

حوران جناں سب ہوئیں قربان شب معراج
دیکھا جو نہال قد دلجوئے محمدؐ

اس جذب دل افگار کو رویا میں کسی شب
یارب تو دکھا دے رخ نیکوئے محمدؐ

لکھ رہے ہیں ہم در دندان احمدؐ کی ثنا

لالہ تارا چند تارا لاہوری

ہیں جہاں میں گو بظاہر مائل زنار ہم
دل سے ہیں مفتون حسن احمد مختار ہم

لکھ رہے ہیں ہم در دندان احمدؐ کی ثنا
ڈھیر گوہر کا لگاتے ہیں سربازار ہم

گہ خدا کا دھیان ہے یا گاہ اس کے دوست کا
رہتے بے کاری میں بھی یارو نہیں بے کار ہم

اس تمنا میں دردیدہ سدا رہتے ہیں وا
شاہد مقصود کا دیکھیں کہیں دیدار ہم

یاالٰہی کشتی رحمت تری درکار ہے
ورنہ ہو سکتے نہیں بحر الم سے پار ہم

گر مدینہ کی طرف جاوے تو لکھ بھیجیں وہاں
دامن بادصبا پر اپنا حال زار ہم

خال رخسار نبیؐ کی کیا صفت تارا لکھے
کہہ نہیں سکتے ہیں ہرگز نافہ تاتار ہم

لکھنا ہے وصف حسن رسالت مآبؐ کا

روتق دہلوی، پیارے لال

حاصل شرف ہے کس کو خدا کی جناب کا
ہمسر ہے کون شان رسالت مآبؐ کا

چمکا جو نور حسن رسالت مآبؐ کا
روشن ہوا چراغ جہان خراب کا

عاشق ہوں اس جناب رسالت مآبؐ کا
کونین ایک ذرہ ہے جس کی جناب کا

پردہ وہ حضور نے جو اٹھایا حجاب کا
آنکھوں میں نور دے گیا گوشہ نقاب کا

دم میں براق پر سر عرش بریں گئے
تھا معجزہ یہ آپ کے پائے رکاب کا

لے کر سیاہی نور رخ آفتاب سے
لکھنا ہے وصف حسن رسالت مآبؐ کا

رونق سخن کو میرے نہ حاصل ہو کیوں شرف
مداح ہوں جناب رسالت مآبؐ کا

مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

محمور لکھنوی، برج ناتھ پرشاد

یہ ارض مدینہ ہے کہ فردوس بریں ہے
جو ذرہ ہے اس شہر کا وہ مہر مبیں ہے

کیا اس کا بگاڑیں گے زمانے کے حوادث
جس کی در سرکار دو عالمؐ پہ جبیں ہے

دیکھے تو کوئی گنبد خضرا کی تجلی
اک نور ہے جو فرش سے تاعرش بریں ہے

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

جس ذات کی مدحت میں کہی نعت ہے میں نے
محمور آج وہی مرے دل میں مکیں ہے

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں

ادب سیتاپوری، کنور سورج نرائن سہنا

محمدؐ ایک فرقے کے نہیں ہیں
محمدؐ سب کے ہیں اور بالیقیں ہیں
ادب لائے نہ کیوں ایمان ان پر
محمدؐ رحمت للعالمین ہیں

محمدؐ صدر محفل بود شب جائے کہ من بودم

عرش ملیسانی' بال مکند

زباں افسانہ دل بود شب جائے کہ من بودم
نظر نظارہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

ز محفل دیدم و نے محفل آرائے دگر دیدم
ہماں یک جان محفل بود شب جائے کہ من بودم

امید راحت عقبیٰ' فراغت از غم دنیا
مرا ہر لطف حاصل بود شب جائے کہ من بودم

ہر آں نجمے کہ کسب نور کروے از نگار من
شبیر ماہ کامل بود شب جائے کہ من بودم

ملائک دست بستہ عرش و کرسی لطف آمادہ
محمدؐ صدر محفل بود شب جائے کہ من بودم

مدح حسن مصطفیؐ ہے ایک بحر بیکراں

آنند' پنڈت جگناتھ پرشاد

دشت فاراں تک جو میر کارواں پہنچا نہیں
معرفت کی منزلوں تک وہ جواں پہنچا نہیں

ایک قطرہ مل سکا اس کو نہ جام عشق سے
تشنہ لب جو نادر پیر مغاں پہنچا نہیں

دل سلگتا ہی رہا فرقت میں ان کی عمر بھر
گنبد خضراء تلک لیکن دھواں پہنچا نہیں

مدح حسن مصطفیؐ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

نیک و بد کی ہے خبر تو' واقف کونین ہے
ہے پہنچ تیری جہاں وہم و گماں پہنچا نہیں

کیا خطا ایسی ہوئی آنند جو محروم ہے
اب تک ان کے گوش تک شور فغاں پہنچا نہیں

مرحبا سید مکی مدنی العربیؐ

مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد

پر تو ذات احد جلوہ سر عجمیؐ   روکش مہر حقیقت تو چہ عالی نسبی
چہ کنم وصف تو اے ہاشمی و مطلبی   مرحبا سید مکیؐ مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

از وجود تو شدہ جامہ احرام عدم   چشمہائے تو نمودہ اثر لا و نعم
از خرام تو بود رونق گلزار ارم   من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

درد عشق تو بدل باد مرا اے دلبرؐ   باد سودائے از آں زلف معبر درسر
باد تصویر تو دردیدہ مرا شام و سحر   چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

گرچہ گویند براقت زسر خاک گزشت   کس نداند مگر از دانش و ادراک گزشت
وہ چہ در چشم زدن صاحب لولاک گزشت   شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بمقامے کہ رسیدیؐ نرسد ہیچ نبی

جلوہ حق چو شدی اے شہ والا درجات   گشت پیوستہ بیک آئینہ ذات و صفات
حبذا برزخ کبرای سکون و حرکات   ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات
رحم فرما کہ زحد میگزرد تشنہ لبی

ساقی کوثر و تسنیم عطا کن یک جام   تابمانم زمئے عشق تو سرمست مدام
حسرت لذت آزار شود نیک انجام   نخل بستان مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرہ آفاق بہ شیریں رطبی

کیمیا ہست حیات تو بنی آدم را   زندگی ہست ثبات تو بنی آدم را
جو کجا داد صفات تو بنی آدم را   ہے نیست بذات تو بنی آدم را

مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمدؐ

طالب دہلوی، شیش چندر سکسینہ

حلقہ ہے مہ نو کا گریبان محمدؐ
ہے مطلع انوار کہ دامان محمدؐ

کیا درس مساوات دیا نوع بشر کو
اترے گا نہ سر سے کبھی احسان محمدؐ

کیوں ایسی اسیری پہ نہ صدقے ہو رہائی
آزاد دو عالم ہیں غلامان محمدؐ

اے رحمت عالمؐ ترے جلووں کے تصدق
ہم کو بھی دکھا دے رخ تابان محمدؐ

یہ ذات مقدس تو ہر انسان کو ہے محبوب
مسلم ہی نہیں وابستہ دامان محمدؐ

کیا اس سے سوا ہو مری بیدار یقینی
میں شعر کہوں وہ بھی بہ عنوان محمدؐ

طالب اسے انسان بھی کہنا نہیں زیبا
جو مرد مسلماں نہیں شایان محمدؐ

مظہرِ حسن ذات ہیں احمدؐ

صابر، یوگندر پال

مظہر حسن ذات ہیں احمدؐ
رحمت ہر حیات ہیں احمدؐ

اپنے اور غیر میں نہیں تفریق
سرور کائنات ہیں احمدؐ

گو حقیقت کا راز ہیں احمدؐ
شمع بزم مجاز ہیں احمدؐ

سخت حیرت سے سوچتا ہے جہاں
ناز ہیں یا نیاز ہیں احمدؐ

میں ہوں ہر دم ثنا خوان محمدؐ

کوڑی، دلو رام

عظیم الشان ہے شان محمدؐ
خدا ہے مرتبہ دان محمدؐ
کتب خانے کیے منسوخ سارے
کتاب حق ہے قرآن محمدؐ
نبیؐ کے واسطے سب کچھ بنا ہے
بڑی ہے قیمتی جان محمدؐ
شریعت اور طریقت اور حقیقت
یہ تینوں ہیں کنیزان محمدؐ
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں
غلامان غلامان محمدؐ
نبیؐ کا نطق ہے نطق الٰہی
کلام حق ہے فرمان محمدؐ
خدا کا نور ہے نور پیمبر
خدا کی شان ہے شان محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
یہی ہیں چار یاران محمدؐ
علیؓ ان میں وصی مصطفیٰؐ ہے
علیؓ ہے رنگ بستان محمدؐ
علیؓ و فاطمہؓ و شبیرؓ و شبرؓ

بسا ان سے گلستان محمدؐ
بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثناخوان محمدؐ

نبی مکرم شہنشاہ عالی

بھگوان' رانا بھگوان داس

نبی مکرم شہنشاہ عالی
بہ اوصاف ذاتی و شان کمالی

جمال دوعالم تیری ذات عالی
دوعالم کی رونق تیری خوش جمالی

خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انسان
یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصالی

تو فیاض عالم ہے داتائے اعظم
مبارک تیرے در کا ہر اک سوالی

نگاہ کرم ہو نواسوں کا صدقہ
تیرے در پہ آیا ہوں بن کر سوالی

میں جلوے کا طالب ہوں اے جان عالم
دکھادے دکھادے وہ شان جمالی

تیرے آستانہ پہ میں جان دوں گا

نہ جاؤں نہ جاؤں نہ جاؤں گا خالی

تجھے واسطہ حضرت فاطمہؓ کا
میری لاج رکھ لے دوعالم کے والی

نہ مایوس ہوتا یہ کہتا ہے بھگوان
کہ جو محمدؐ ہے سب سے نرالی

نعت احمدؐ ہے زبان خامہ تحریر پر

امر چند قیس جالندھری

نعت احمدؐ ہے زبان خامہ تحریر پر
ناز کرتا ہے مصور آپؐ کی تصویر پر

سر بہ سر گنج معانی آپ کا ایک ایک حرف
سر بہ سر مبنی ہے قرآں آپ کی تقریر پر

قبلہ روحانیاں ہے آپ کی آرام گاہ
ناز ہے یثرب کو اپنی خوبی تقدیر پر

بزم عالم ہے ضیابار آپؐ کی تنویر سے
صد چراغ طور' قرباں آپ کی تنویر پر

آب حیواں جرعہ کش ہے اس لب تقریر سے
حرف تقریر آپ کا ہے جس لب تقریر پر

آپؐ نے پیدا کیا ایسا اثر تکبیر میں
وجد کرتے ہیں فرشتے نغمہ تکبیر پر

فوج سے مطلب نہ کچھ طبل و علم سے واسطہ
آپؐ کے خادم ہیں نازاں نعرہ تکبیر پر

مرد مسلم کی ہے جنت سایہ شمشیر میں
آپؐ نے یہ نقش کندہ کردیا شمشیر پر

قیس ہم کو یاد آتی ہیں وہ اطہر ہستیاں
جب نظر پڑتی ہے اپنی آیہ تطہیر پر

وہ بحر عرفاں کا ہے سفینہ کہ حق کا سینہ ہے اک خزینہ

شیدا دہلوی، منشی چنڈی پرشا

وہ لطف رنگ سحاب بھی ہے، نسیم رحمت مآب بھی ہے
رسولوں میں انتخاب بھی ہے، زمیں پہ گردوں رکاب بھی ہے

رفیق بھی ہے خلیق بھی ہے، آشنائے رمز طریق بھی ہے
وہ ایک بحر عمیق بھی ہے، بشر فرشتہ جناب بھی ہے

وہ پیکر نور ہے مجسم، وہ راز عرفان حق کا محرم
وہ عاجزوں بیکسوں کا ہمدم، وہ اک جلالت مآب بھی ہے

رحیم بھی ہے کریم بھی ہے، نعیم بھی ہے حکیم بھی ہے
جہاں میں فضل عظیم بھی ہے، علیم راہ ثواب بھی ہے

مئے رسالت کا نور پیکر خم حقیقت کا صاف منظر
وہ بادہ معرفت کا ساغر، جہاں میں دور شراب بھی ہے

وہ بحر عرفاں کا ہے سفینہ کہ حق کا سینہ ہے اک خزینہ
ہے بام حقانیت کا زینہ وہ گویا لاحساب بھی ہے

شفیع بھی ہے، سمیع بھی ہے، خبیر بھی ہے

بصیر بھی ہے، نصیر بھی ہے، مگر وہ امی خطاب بھی ہے

وہ ذرہ ہو کر بھی مہر ٹھہرا، وہ قطرہ ہو کر بنا ہے دریا
بشر بھی فوق البشر ہے یکتا، وہ بحر بھی ہے حباب بھی ہے

وہ سینہ اس کا فلک فضا ہے، وہ قلب اس کا رہ صفا ہے
وہاں وہ بیدار رہنما ہے، خضر جہاں محو خواب بھی ہے

وہ قاب قوسین کا نظارہ، حبیب کہہ کر جسے پکارا
احد کا احمدؐ سے ہے اشارہ، سوال بھی ہے جواب بھی ہے

ہے روح فردوس کا خزانہ، کہ نعت گوئی کا ہے ترانہ
کہ جس کا شیدا ہے اک زمانہ، یہ باغ رضواں کا باب بھی ہے

وہ پیکر فطرت معلےٰ، شبیہ خلق عظیم بھی ہے

قیس جالندھری، امرچند

وہ ابر فیض نعیم بھی ہے، نسیم رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے، خلیق بھی ہے، رحیم بھی ہے، کریم بھی ہے

وہ حسن سیرت کا ہے مرقع جمال حق ہے جمال اس کا
وہ پیکر فطرت معلےٰ، شبیہ خلق عظیم بھی ہے

وہ معنی حسن آفرینش نظر نواز ہر اہل بینش
حبیب رب جلیل بھی ہے، جمیل بھی ہے سلیم بھی ہے

وہ علم و عرفاں کا مدینہ خزینہ راز اس کا سینہ
وہ پیکر نور سرمدی ہے وہ حسن خلق عظیم بھی ہے

وہ حامل و صاحب شریعت وہ مرشد و ہادی طریقت
معلم معرفت بھی وہ ہے، رموز حق کا علیم بھی وہ ہے

خلیلؑ کی وہ دعا کا ثمرہ، کلیمؑ نے اس کی دی بشارت
وہ خاتم نعمت نبوت ظہور لطف عمیم بھی ہے

کوئی یہ اس کا وقار دیکھے پھر اس پہ یہ انکسار دیکھے

سر مبارک پہ تاج اطہر ہے دوش پر اک گلیم بھی ہے

اٹھائیں جن سے اذیتیں پھر انہیں کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شان حلم بھی ہے اور ایسا کوئی حلیم بھی ہے

وہ بقعہ نور وہ مدینہ حضور خلوت نشیں ہیں جس میں
نعیم خلد بریں بھی اس میں وہ رشک خلد نعیم بھی ہے

ہوا جو یثرب سے آ رہی ہے، ہر اک کلی کو کھلا رہی ہے
یہی ہوا ہے نسیم رحمت، یہی تو لطف شمیم بھی ہے

جناب موسیٰ کلیم تھے، میں بھی مانتا ہوں کلیم ان کو
مرے پیمبر کا ہے یہ رتبہ جلیس بھی ہے کلیم بھی ہے

یہ آپؐ کے قیس کا ہے ایماں حضورؐ ہیں رہنمائے انساں
حضورؐ کا جو نہیں قائل شقی بھی ہے وہ لئیم بھی ہے

وہ شاہ' وہ شاہ شہاں

چمن لال چمن

وہ خاتم پیغمبراںؐ وہ شاہ' وہ شاہ شہاںؐ
وہ غمگسار بیکراں روح روان عاشقاں
محبوب رب دوجہاںؐ!

وہ جس کے آنے سے کھلی دل کے گلستان کی کلی
پھر پھولنے پھلنے لگی جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
ٹوٹی ہوئی پھوٹی ہوئی

مشرق سے مغرب تک ہوا اک دم اجالا نور کا
اور کفر کی ظلمت جو تھی کافور گویا ہو گئی
آنے سے اس کے بے گماں

وہ شاہ' وہ شاہ شہاں وہ خاتم پیغمبراں
وہ جس کے آنے کی خبر دیتے تھے موسیٰ پیشتر
وہ حکمران بحر و بر سمجھے ہیں اس کو راہبر
حور و ملک جن و بشر

شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ ابر کرم بحر سخا
مقبول و منظور خدا وہ حسن کا اک دیوتا
لولاک تھا جس کو کہا

اللہ نے جس کے لئے آیات سے تحفے دئے
وہ جس کو رب ذوالمنن کہتا ہے خود محبوب من
میں کیا کہوں پھر اے چمن وہ صاحب شق القمر

وہی مصطفیٰؐ وہی مجتبیٰ ' وہی مبتدا ' وہی منتہا

زار دہلوی ' پنڈت تربھون ناتھ

ہوئی خود حقیقت مختفی ' تھی جلی لباس مجاز میں
نظر آئی جس کی ضیائے ضو ' جسد قریش حجاز میں

ہوا رونما ' جلوہ ترا جو احد سرائے طراز میں
تو چھپائے احمد پاک کے نہ چھپا ہے ' وہ میم و راز میں

وہی ذات بابرکات تھی ' بخدا سکون حیات تھی
وہ ربوبیت کی شمولیت تھی ادائے حلم طراز میں

وہی مصطفیٰؐ وہی مجتبیٰؐ وہی مبتدا ' وہی منتہا
وہی سوز میں ' وہی ساز میں ' وہی ترک میں وہی تاز میں

وہی آن حق وہی شان حق وہی کان حق وہی جان حق
ہوئے مومن اس کے ہی کلمہ گو کیے سجدے اس کو نماز میں

وہی چشم نور دراصل تھی کہ بصیرتی شب وصل تھی
نہ ہوئے جو آئینہ حیرتی یہ محاذ آئینہ ناز میں

یہ برتری ' دم بہتری سر مہتری دل سروری

تھی یہ شکوہ ابن سبکتگین کی اس انکسار نیاز میں

زہے صدق و عدل زہے سخا، زہے فقر و حلم زہے عطا
ہوئے نشر حشر جہاں میں یہ کسی طرز عفو طراز میں

یہ وکالتیں، یہ کفالتیں، یہ شفاعتیں، یہ ہدایتیں
ہیں روایتیں انہیں جو فقط ہیں رسولؐ پاک کی آز میں

وہ تھا جس طرح کا حقیقتاً" کوئی سمجھا اس کو نہ من و عن
کہ اسیر کم نگی تھے سب ہی طلسم شعبدہ باز میں

وہی عین حق وہی حق حق، وہ ہمہ و باہمہ بے ہمہ
کہیں صاف صاف نہ رند کیوں نہیں قید منع جواز میں

ہوئے خار مسلم منتشر ہوئے زار مومن منتظر
ہیں امیدوار کہ پائیں بار حضور بندہ نواز میں

ہندو ہے ایک احمدؐ مرسل کا مدح گر

کوثریؔ دلو رام

محشر میں دی فرشتوں نے داور کو۔ یہ خبر
ہندو ہے ایک احمدؐ مرسل کا مدح گر

ہے بت پرست اگرچہ وہ لیکن ہے نعت گو
احمدؐ کی نعت لکھتا ہے دنیا میں بیشتر

ہے نام دلو رام تخلص ہے کوثری
لے جائیں اس کو خلد میں یا جانب سقر

سنتے ہی یہ ملائکہ سے انوکھی بات
فرمایا ذوالجلال نے جنت ہے اس کا گھر

اللہ اکبر احمدؐ مرسل کا یہ لحاظ
کی حق نے لطف کی سگ دنیا پہ بھی نظر

ہو کس سے بیاں، منزلت و شان محمدؐ

حامی بریلوی، پنڈت بشن نرائن

ہو کس سے بیان، منزلت و شان محمدؐ
ہے آپ خداوند ثنا خوان محمدؐ

عاصی تپش مہر قیامت سے ڈریں کیوں
کافی ہے انہیں سایہ دامان محمدؐ

رضواں بھی اشاروں سے بتائیں گے کہ وہ ہے
ڈھونڈیں گے جو ہم حشر میں ایوان محمدؐ

دیکھیں گی رخ پاک جو فردوس میں حوریں
ہو جائیں گی سو جان سے قربان محمدؐ

بخشیں مجھے توفیق اگر نعت کی حامی
بھولوں نہ کبھی عمر بھر احسان محمدؐ

ہو نہیں سکتا بیان عز و شان مصطفیٰؐ

ماتھر جے پوری، چاند بہاری لال

ہوں اگر روح الامین بھی پاسبان مصطفیٰؐ
رک نہیں سکتے کسی سے عاشقان مصطفیٰؐ

سادگی تو دیکھئے میری جبیں کی، جھک گئی
عرش اعظم کو سمجھ کر آستان مصطفیٰؐ

کوئی سمجھا ہے نہ سمجھے گا کلام پاک کو
جس طرح سمجھے ہوئے ہیں عاشقان مصطفیٰؐ

اب مراد امن نہیں ہے دامن رحمت سے کم
آ پڑی ہے اس پہ خاک آستان مصطفیٰؐ

بادہ توحید کا اک جام مجھ کو بھی تو دے
اے شب معراج والے میزبان مصطفیٰؐ

ہم دکھا دیں گے تمہیں کعبہ ادھر آتا ہوا
جس طرف سجدہ کریں گے عاشقان مصطفیٰؐ

آخر انسان ہے صبا تو، یہ ملائک کہتے ہیں
ہو نہیں سکتا بیان عز و شان مصطفیٰؐ

ہیں شمس و قمر نقش کف پائے محمدؐ

پربھو دیال عاشق لکھنوی

ہر جن و ملک کیوں نہو شیدائے محمدؐ عالم میں ہوا کوئی نہ ہمسائے محمدؐ
ہیں شمس و قمر نقش کف پائے محمدؐ معراج فلک ہے قد زیبائے محمدؐ
ہے عرش نہ عالم بالائے محمدؐ

پر آب رہے نرگس شہلائے محمدؐ بیتاب رہے زلف چلپائے محمدؐ
تھی بخشش امت جو تمنائے محمدؐ تا عرش کئی بار گئے آئے محمدؐ
بیکل رہے امت کے لئے ہائے محمدؐ

دل میں رخ محبوب الٰہی کی ضیا ہے آنکھوں میں جمال گل عارض کی فضا ہے
آزار محبت مجھے قسمت سے ملا ہے بازار شفاعت میں خریدار خدا ہے
سر پر لئے پھرتا ہوں میں سودائے محمدؐ

سچ کہو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا؟ پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ رتبہ؟
بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچا؟ اللہ رے زینت تری اے عرش معلےٰ!
جھومر ہے ترا نقش کف پائے محمدؐ

قرآن میں سحرا" لکھی شوکت ہے بیاں کی مداح نبیؐ تھے بڑی شہرت ہے بیاں کی
عاشق کی نگاہوں میں بھی عظمت ہے بیاں کی اے وادی یثرب یہی حسرت ہے بیاں کی
ہو جاؤں میں گم اور مجھے پا جائیں محمدؐ

یہ اوج یہ شرف یہ فضیلت رسولؐ کی

عیش الہ آبادی، رامیشور ناتھ

یہ اوج یہ شرف یہ فضیلت رسولؐ کی
قرب خدائے پاک ہے قربت رسولؐ کی

دل محو ہے ہمارا مدینے کی سیر میں
گھر بیٹھے ہو رہی ہے زیارت رسولؐ کی

سو بار ہوگا اس پہ کرم ذات پاکؐ کا
اک بار ہوگی جس پہ عنایت رسولؐ کی

جن کے دلوں میں حسرت دیدار خلد ہو
طیبہ میں جا کے دیکھیں وہ جنت رسولؐ کی

گمراہ مجھ کو عیش کوئی کر سکے گا کیا
روشن ہے دل میں شمع عقیدت رسولؐ کی

یہ کمال نعت گوئی اور پھر ہندو میں ہے

لالہ چھنو مل' نافذ دہلوی

اب حسیں دل ہیں نہ ان کی یاد اب پہلو میں ہے
آج کل الجھا ہوا دل شاہ کے گیسو میں ہے

دیدہ تر خون دل شامل یہ کیوں آنسو میں ہے
جب تشفی کے لئے یادِ نبیؐ پہلو میں ہے

ہجر احمدؐ میں ہوا ہوں اس قدر گریہ کناں
نوح کے طوفان کا عالم ہر اک آنسو میں ہے

پرسش روز جزا کی فکر پھر کیوں ہو ہمیں
بخشوانا جب ہمارا' آپ کے قابو میں ہے

جسم و جاں جلتے ہیں فرقت میں نبی کی رات دن
دل نہیں آتش کی چنگاری مرے پہلو میں ہے

مشک و عنبر کو میسر نہ وہ پھولوں کو نصیب
آپ کی زلفوں سے بہتر کوئی بھی خوشبو میں ہے

کعبہ مسلم جدا ہے' کعبہ دل ہے جدا

سجدہ گاہ عاشقاں محراب دو ابرو میں ہے

اچھے اچھے اور بھی دیکھے ہیں گلشن دہر میں
گلشن بطحی مگر بے مثل رنگ و بو میں ہے

ہے سراپا درد کوئل، درد ہے آواز میں
دیکھنا کس درد سے مصروف تو ہی تو میں ہے

در پہ پیشانی گھسوں آنکھوں کو تلووں سے ملوں
یہ تمنا ساتھ لے کر دل مرے پہلو میں ہے

کیا مدینے کے چمن سے ہو کے آئی ہے ابھی
کس لئے یہ دلکشی قمری تری کو کو میں ہے

کس لئے ہو خوف تربت کا اندھیرے کا مجھے
روئے زیبا کا تصور جب مرے پہلو میں ہے

الفت حضرت کا نافذ ایک ادنی ہے یہ وصف
یہ کمال نعت گوئی اور پھر ہندو میں ہے

کتابیات

(اردو)

(۱) آفتاب حقانیت
سوامی لکشمن جی مہاراج
دارالکتب سلیمانی پنجاب

(۲) آہنگ حجاز
عرش ملیسانی
محبوب المطابع دہلی ۱۹۵۳ء

(۳) اذان بت کدہ
مرتب محمد الدین فوق
سری نگر کشمیر ۱۹۳۴ء

(۴) اردو کے ہندو نعت گو شعراء
ابو الھاشم ندوی
لاہور ۱۹۶۵ء

(۵) اردو میں نعتیہ شاعری
ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق
اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۷۶ء

(۶) اردو نثر میں سیرت رسولؐ
ڈاکٹر انور محمود خالد
مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۹ء

(۷) ارمغان جذب
راگھوندر راؤ جذب
ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد ۱۹۲۹ء

(۸) ارمغان نعت
شفیق بریلوی
مرکز علوم اسلامیہ گارڈن کراچی ۱۹۷۵ء

(۹) اسلام اور دیگر مذاہب
الحاج جی این احمد

(۱۰) اسلام اور رواداری
صباح الدین عبد الرحمٰن
ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۱) اسلام اور عربی تمدن
ایچ جی ویلز
ترجمہ شاہ معین الدین ندوی
ندوۃ المصنفین

(۱۲) اسلام اور مستشرقین
سید صباح الدین عبد الرحمٰن
مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۵ء

(۱۳) اسلام پندرہویں صدی میں
وحید الدین خان
فضلی سنز کراچی

(۱۴) اسلام دور جدید کا خالق
وحید الدین خان
فضلی سنز کراچی ۱۹۹۰ء

(۱۵) اسلام کا نظریہ جنگ
ابوالکلام آزاد
بساط ادب لاہور ۱۹۸۷ء

(۱۶) اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۸۲ء

(۱۷) اسلام میں مذہبی رواداری
سید صباح الدین عبدالرحمٰن
مطبع دارالمصنفین انڈیا ۱۹۸۷ء

(۱۸) النبی الخاتمؐ
سید مناظر احسن گیلانی
المکتبۃ الرشیدیہ لاہور ۱۹۸۸ء

(۱۹) انتم رشی اور محمدؐ
پنڈت وید پرکاش اپادھیائے

(۲۰) انسانیت کے محسن اعظمؐ اور شریف اور متمدن دنیا کا اخلاقی فرض
مولانا ابوالحسن علی ندوی
مجلس نشریات اسلام کراچی

(۲۱) ایران بعہد ساسانیاں
آرتھر کرسٹن سن

(۲۲) ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمدؐ
مرتبہ حاجی محمد اسرائیل گوگی
مکتبہ انوار مدینہ مانسہرہ سرحد ۱۹۹۳ء

(۲۳) تاریخ ادب اردو
رام بابو سکسینہ
مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

(۲۴) تاریخ عرب
موسیو سیدیو / اردو ترجمہ مولوی عبدالغفار رامپوری
نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی ۱۹۸۶ء

(۲۵) تاریخ یورپ
اے جی گرانٹ

(۲۶) تذکرہ نعت گویان اردو
پروفیسر سید یونس شاہ

(۲۷) تذکرہ ہندی گویان مصحفی
انجمن ترقی اردو کراچی

(۲۸) تعدد ازواج پر ایک نظر
مولانا محمد شہاب الدین ندوی
مجلس نشریات اسلام ۱۹۹۳ء

(۲۹) تمدن عرب
ڈاکٹر گستاؤلی بان / اردو ترجمہ مولوی سید علی بلگرامی
مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء

(۳۰) تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۶ء

(۳۱) پیام محبت
کوشل رام سروپ
دیوان چند اینڈ سنز لاہور ۱۹۲۸ء

(۳۲) پیغمبر اسلامؐ (مجموعہ تقریر سیرت)
چوہدری چھوٹو رام
مطبوعہ دفتر اشاعت سیرت مصری شاہ لاہور ۱۹۳۷ء

(۳۳) پیغمبر اسلامؐ
رگھوناتھ سہائے

(۳۴) پیغمبر اسلامؐ
دویانند
پلنک پرکاش پٹنہ ۱۹۸۳ء

(۳۵) پیغمبر اسلامؐ غیر مسلموں کی نظر میں
ادارت عقل عباسی
نئی راہ بمبئی ۱۹۵۴ء

(۳۶) جگت گرو
مرتبہ سید سرور شاہ گیلانی
دفتر اشاعت سیرت لاہور ۱۹۳۸ء

(۳۷) جگت مہارشی (ہندو دانشوروں کے لیکچرز کا مجموعہ)
دفتر اشاعت سیرت لاہور ۱۹۳۴ء

(۳۸) جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری
حمیدہ سلطان احمد
دہلی مکتبہ شاہرہ ۱۹۶۳ء

(۳۹) جمال سیرت
کرنل وصی الدین احمد
مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۸۶ء

(۴۰) چار مینار
گوبند رام سیٹھی پرشاد۔ ۱۹۴۳ء

(۴۱) چمنستان شعراء
لچھمی نرائن شفیق
انجمن ترقی اردو کراچی

(۴۲) چند مکاتیب
مولانا عبدالقدوس ہاشمی
پاک اکیڈمی ۱۹۹۳ء

(۴۳) حضرت محمدؐ اور اسلام
بابو گنج لال ایم اے

(۴۴) حضرت محمدؐ اور اسلام
پنڈت سندر لال

(۴۵) حضرت محمدؐ کی سوانح عمریؐ
پروفیسر لالہ لاجپت رائے نیر

(۴۶) خطبات مدارس
علامہ سید سلیمان ندوی
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

(۴۷) دعوت اسلام
پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ / اردو ترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ
محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور ۱۹۷۲ء

(۴۸) ذکر رسولؐ مردوں کی مسیحائی
مولانا عبدالماجد دریابادی
مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور ۱۹۸۷ء

(۴۹) رحمت للعالمین
قاضی محمد سلیمان منصور پوری
الفیصل لاہور ۱۹۹۱ء

(۵۰) رسول عربی
پروفیسر جی سنگھ دارا
مطبوعہ سیرت اکیڈمی لاہور ۱۹۸۹ء

(۵۱) روشن ستارے
رائے صاحب شری لالہ رگھو ناتھ سہائے
پنجاب آرٹ پریس لاہور ۱۹۴۰ء

(۵۲) رہبر اعظمؐ
چرن سرن ناز مانکپوری
دہلی ۱۹۸۶ء

(۵۳) سرور کونینؐ اغیار کی نظر میں
حاجی سید بشیر احمد شاہ روپڑی
مطبوعہ کتاب مرکز گوجرانوالہ ۱۹۹۰ء

(۵۴) سوانحعمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام
شردھے پرکاش دیوجی
نول کشور پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۹۰۷ء

(۵۵) سوانحعمری محمدؐ
لالہ دلیارام کولائی اردو ترجمہ لائف آف محمدؐ / واشنگٹن ارونگ۔ ۱۸۹۲ء

(۵۶) سید الانبیاءؐ
تھامس کارلائل / اردو ترجمہ محمد اعظم خان
کاروان ادب کراچی ۱۹۹۰ء

(۵۷) سیرۃ المصطفیٰؐ
مولانا محمد ادریس کاندھلوی
مکتبہ عثمانیہ لاہور ۱۹۹۲ء

(۵۸) سیرت النبیؐ
علامہ شبلی نعمانی / علامہ سید سلیمان ندوی
مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۲۱ء

(۵۹) شان رسالتؐ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ
ظفر علی قریشی
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا ۱۹۹۵ء

(۶۰) شان محمدؐ
میاں عابد احمد
ادارہ ادب و ثقافت لاہور ۱۹۸۸ء

(۶۱) شعر الہند
عبدالسلام ندوی
مطبع معارف اعظم گڑھ

(۶۲) شہادت الاقوام علی صدق الاسلام
علامہ اشرف علی تھانوی ؒ

(۶۳) طب العرب
ایڈورڈ جی براؤن / اردو ترجمہ حکیم سید علی احمد نیرواسطی
ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۰ء

(۶۴) ظہور اسلام
وحید الدین خان
مکتبہ الرسالہ نظام الدین دہلی ۱۹۸۴ء

(۶۵) عرب کا چاند
سوامی جی مہاراج
۱۹۶۳ء

(۶۶) عرب کا چاند
سوامی لکشمن پرشاد

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور / طبع ہفتم

(۶۷) عورت اور اسلامی تعلیم
مالک رام
یونائیٹڈ پریس لکھنؤ 1951ء

(۶۸) عورت، ماں، بہن، بیوی، بیٹی
اشار زیدی
مجلس نشریات اسلام کراچی

(۶۹) عہد نبویؐ کے میدان جنگ
ڈاکٹر حمید اللہ
بیت التوحید کراچی

(۷۰) غیر مسلم مشاہیر عالم اور محاسن اسلام
مولانا ابو محمد امام الدین صاحب
صدیقی ٹرسٹ کراچی

(۷۱) کالنکی اوتار اور حضرت محمدؐ
ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے
ناشر سری سورات ویدانت پرکاش سنگھ
۱۹۶۹ء

(۷۲) مجموعہ کوثری
چودھری دلورام کوثری
۱۹۲۴ء

(۷۳) محبوب خداؐ
چوہدری افضل حق
الفیصل لاہور ۱۹۹۳ء

(۷۴) محمدؐ پیغمبر اسلام
پروفیسر راما کرشنا راو / مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

(۷۵) محمد رسول اللہؐ
آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے / اردو ترجمہ سید امین زیدی
مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۷۸

(۷۶) محمد رسول اللہؐ
آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے / اردو ترجمہ و تلخیص محمد علی چراغ
نذیر سنز پبلشرز اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء

(۷۷) محمد رسول اللہؐ
جان بیگٹ / اردو ترجمہ حبیب حیدر آبادی
سٹیزن پبلشرز کراچی

(۷۸) محمد رسول اللہؐ
کونستن ویرژیل گیورگیو / اردو ترجمہ عبد الصمد صارم الازہری / مکتبہ معین الادب ۱۹۷۳ء

(۷۹) محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں
مولانا محمد حنیف یزدانی
مکتبہ نذیریہ لاہور ۱۹۷۹ء

(۸۰) محمدؐ کا جیون چرتر
مسٹر شانتا رام

(۸۱) محمد کی سرکار میں ایک سکھ کی قلمی عقیدت
سردار گوردت سنگھ / مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۸۶ء

(۸۲) مسلمان اور ان کے نبی کی تعلیم
سردار رام سنگھ گیانی

(۸۳) معراج نامہ
لچھمی نرائن شفیق

(۸۴) مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
مکتبہ رشیدیہ ساہیوال ۱۹۷۸ء

(۸۵) ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالت
محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ
الفیصل لاہور ۱۹۹۴ء

(۸۶) نور سخن
نور احمد میرٹھی
ادارہ فکر نو کراچی ۱۳۰۹ء

(۸۷) ہدیہ شاد
مہاراجہ سرکشن پرشاد
۱۳۳۲ء

(۸۸) ہندو شعراء کا نعتیہ کلام
فانی مراد آبادی
عارف ویلفئنگ ہاؤس لائل پور ۱۹۶۳ء

(سندھی)

(۱) اسلام جو پیغمبر
بھرت چند ڈ کیل ل ۱۹۳۱ء

(۲) پیغمبر اسلامؐ
جیٹھ مل پرسرام
۱۹۳۸ء

(۳) محمد رسول اللہ عرف حضرت محمد جی
حیاتی جو احوال
لال چند امرو ڈنو

(۴) میر محمد عربی
امر لعل منگوانی
۱۹۳۷ء

(عربی)

(۱) آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی
الدکتور وھبۃ الزحیلی
المکتبۃ الحدیثۃ بمصر

(۲) ادلۃ علی صدق النبوۃ المحمدیۃ ورد الشبہات عنہا
تالیف ھادی عبدالکریم مرعی
دار الفرقان عمان الاردن ۔ ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء

(۳) الاسلام انصف المرأۃ اباطیل تدفعہا حقائق
الدکتور عبدالتمیمی عوض الراجحی
وزارۃ الاوقاف الجمہوریۃ مصر العربیۃ

(۴) الاسلام والحضارۃ العربیۃ
محمد کرد علی

(۵) الاسلام و الرسول فی نظر منصفی الشرق و الغرب
تالیف احمد بن حجر ال بوطامی
مطابع قطر الوطنیۃ ۱۳۹۸ھ

(۶) الاسلام والمستشرقون
تالیف د۔ عبدالجلیل شلبی
مطابع دار الشعب القاہرۃ ۱۹۷۷ء

(۷) الاسلام و موقف علماء المستشرقین
تالیف د۔ عبدالحمید متولی
مطابع النصر جدۃ ۱۴۰۳ھ

(۸) الرسول فی کتابات المستشرقین
تالیف نذیر حمدان
مطبعۃ رابطۃ العالم الاسلامی مکۃ المکرمۃ ۱۴۰۱ھ

(۹) المرأۃ بین الافراط و التفریط
سہیلۃ زین العابدین
الدار السعودیۃ للنشر جدۃ ۱۹۸۳ء

(۱۰) المرأة بین الفقہ و القانون
مصطفی السباعی
المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۶ء

(۱۱) المرأۃ العربیۃ فی جاھلیتھا واسلامھا
عبداللہ عفیفی

(۱۲) المرأۃ فی الاسلام وفی الفکر الغربی
حیدر فواد
بیروت

(۱۳) المرأۃ فی جمیع الادیان والعصور
محمد عبدہ المقصود
بیروت

(۱۴) المرأۃ فی عالمی الغرب والاسلام
عمر رضا کحالتہ
موسستہ الرسالتہ بیروت ۱۹۸۲ء

(۱۵) المرأۃ فی القرآن
عباس محمود العقاد
دار الھلال مصر

(۱۶) المستشرقون
نجیب العقیقی
دار المعارف بمصر عام ۱۹۶۵م

(۱۷) المستشرقون والاسلام
زکریا ھاشم
المجلس الاعلی للشوون الاسلامیتہ
۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵م

(۱۸) الھند عقائدھا وأساطیرھا
عبدالرحمن حمدی
دار المعارف القاھرۃ

(۱۹) تعدد الزوجات من النواحی الدینیتہ والاجماعیتہ والقانونیتہ
تالیف الدکتور عبدالناصر توفیق العطار
سلسلتہ البحوث الاسلامیتہ بمصر ۱۹۷۲م

(۲۰) محمد رسول الاسلام فی نظر فلاسفتہ الغرب و مشاھیر علماء و کتابہ
تالیف محمد فھمی عبدالوھاب

دار الاعتصام القاہرۃ ۱۳۹۹ھ

(۲۱) مرکز المرأۃ فی قانون حمورابی وفی قانون الموسوی
استاذ سلیم عقاد
بمصر ۱۹۲۷

(۲۲) مع المفسرین والمستشرقین فی زواج النبیؐ بزینب بنت جحش
تالیف الدکتور زاہر عواض الالمعی
مطبعۃ عیسی البابی الحلبی القاہرۃ ۱۹۷۶م

(۲۳) مناہج المستشرقین فی الدراسات العربیۃ الاسلامیۃ
تالیف مجموعۃ من الباحثین
مکتب التربیۃ العربی الریاض ۱۴۰۵ھ

(۲۴) نظرات استشراقیۃ فی الاسلام
تالیف الدکتور محمد غلاب
وزارۃ الثقافۃ بمصر

رسائل و جرائد

(۱) اخبار رشی بجنور بھارت
جولائی ۱۹۳۵ء

(۲) اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن
نومبر ۱۹۳۲ء

(۳) اردو ڈائجسٹ لاہور
رحمت للعالمین نمبر اول و دوم
اپریل ۱۹۸۸ء، مئی ۱۹۸۹ء

(۴) اشاعت اسلام (ترجمہ اسلامک ریویو انگریزی) لاہور
اکتوبر ۱۹۱۳ء، دسمبر ۱۹۱۶ء، نومبر ۱۹۲۳ء، فروری ۱۹۲۴ء
مارچ ۱۹۲۴ء، اکتوبر ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۶ء، دسمبر ۱۹۴۸ء

(۵) الامان دہلی
جولائی ۱۹۳۲ء

(۶) ابلاغ بیروت
صفر ۱۳۳۰ھ

(۷) الکرمل شام عربی
ربیع الاول ۱۳۴۵ھ، اکتوبر ۱۹۲۶ء

(۸) الوطن (عربی مسیحی) بیروت
۱۹۱۱ء

(۹) حیات نو کراچی
۱۹۶۵ء، ۱۹۶۸ء

(۱۰) خاتون پاکستان کراچی
رسول نمبر ۱۹۶۳ء

(۱۱) دعوت دہلی
ستمبر ۱۹۸۳ء

(۱۲) دین و دنیا دہلی
اپریل ۱۹۵۳ء، مارچ ۱۹۵۶ء، اگست ۱۹۵۷ء
اکتوبر ۱۹۶۱ء، جون ۱۹۶۳ء، اگست ۱۹۶۲، ۱۹۶۹ء

(۱۳) رسالہ پیشوا
ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

(۱۴) رسالہ مولوی
ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، ۱۳۵۲ھ

(۱۵) رسالہ مولوی، دہلی

ربیع الاول ۱۳۵۱ھ، شوال ۱۳۷۰ھ

(۱۶) روزنامہ جنگ کراچی

۲۷ جون ۱۹۹۱ء

(۱۷) زمیندار لاہور

(۱۸) سفینہ کراچی

ستمبر ۱۹۶۶ء

(۱۹) شام و سحر لاہور

نعت نمبر

۱۹۸۵ء

(۲۰) فاران

سیرت نمبر

۱۹۵۶ء کراچی

(۲۱) فکر و نظر

سیرت نمبر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

جولائی دسمبر ۱۹۹۲ء

(۲۲) ماہنامہ اظہار کراچی

سیرت نمبر

جنوری، فروری ۱۹۸۰ء

(۲۳) ماہنامہ الوارث کراچی

رسول کریم ؐ نمبر جنوری، فروری ۱۹۸۱ء

(۲۴) ماہنامہ بصیر کراچی

اکتوبر ۱۹۷۲ء

(۲۵) ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (دیوبند انڈیا)

اکتوبر ۱۹۶۶ء

(۲۶) ماہنامہ کیلاش ہوشیار پور

سیرت نمبر

اگست ۱۹۳۰ء

(۲۷) ماہنامہ معارف اسلام لاہور

رسول نمبر ۱۳۸۲ھ

(۲۸) ماہنامہ ماہ نو کراچی

اشاعت خاص سیرت جولائی، اگست ۱۹۶۳ء

(۲۹) ماہنامہ مدینہ

جولائی ۱۹۳۳ء

(۳۰) ماہنامہ نظام المشائخ دہلی
رسول نمبر جولائی، اگست ۱۹۳۰ء

(۳۱) ماہنامہ نعت لاہور
غیر مسلموں کی نعت
اگست ۱۹۸۸ء

(۳۲) ماہ نو کراچی
سیرت رسول نمبر جولائی ۱۹۶۳ء

(۳۳) معارف
مجلس دار المصنفین / مرتبہ علامہ سید سلیمان
ندوی
ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء

(۳۴) ہفت روزہ استقلال
۱۸۸۷ء

(۳۵) ہفت روزہ چٹان لاہور
رحمت للعالمین نمبر ۱۹۶۴ء

(۳۶) The Muslim World

(۳۷) The States Man, Delhi
April 1986

ENGLISH BIBLIOGRAPHY

1- ALTEKAR, DR. A.S. "THE POSITION OF WOMEN IN HINDU CIVILIZATION" DELHI. 1981.

2- ARNOLD, SIR THOMAS, "THE PREACHING OF ISLAM" LONDON 1961.

3- BAGOT, JOHN. GLOBB PASHA."THE LIFE AND TIMESE OF MUHAMMAD" LONDON, 1979.

4- BESSENT, ANNIE, "THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD" MADRAS. 1932.

5- BRIFFAULT, ROBERT. "THE MAKING OF HUMANITY" LONDON. 1919.

6- BODLEY, R.V.C. "THE MESSENGER. THE LIFE OF MOHAMMED" LONDON. 1964.

7- BOULAIN, VILLIERS, H.C. "HISTOREDES ARABES, AVED. LAVIE DE MAHOMET" AMERSTERDAM.

8- BOULAIN, VILLIERS. "VIE DE MAHOMET" AMERSTERDAM.

9- CARLYLE, THOMAS, ON HEROES AND HERO WORSHIP, LONDON, 1956.

10- CRAFT, MARY WOLLSTONE. "A VINDI CATION OF THE RIGHTS OF WOMENS" AMERICA. 1792.

11- COULSON, N.J. "ISLAMIC SURVEYS A HISTORY OF ISLAMIC LAW" EDIN BURG. 1971.

12- DAVEN PORT, JOHN. "APOLOGY FOR MOHAMMAD AND THE QURAN" LONDON. 1869. REPRINT, LAHORE. 1975.

13- DERMENGHEM, E. "LAVIEDE MAHOMET" PARIS. 1929.

14- DRAPER, JOHN WILLIAM. "A HISTORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF THE EUROPE" LONDON. 1875.

15- "ENCYCLOPAEDIA AMERICANA" 1961.

16 "ENCYCLOPAEDIA OF BRITTANICA " 1984. 1983.

17- "ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION AND ETHICS" NEW YORK. 1921.

18- ERNEST. DE BUNSEN. "ISLAM ORTRUE CHRISTIANTY. LONDON. 1889.

19- FINLAY, JAMES, "HISTORY OF THE BY ZANTINE EMPIRE" LONDON, 1920.

20- FISHER, GEORGE, THE BEGINNIG OF CHARISTIANITY, "NEW YORK, 1886.

21- GIBB, H. A. R. "STUDIES ON THE CIVILIZATION OF ISLAM" LONDON, 1922.

22- GIBB, SIR HAMILTON A. R. MOHAMMEDAN IS M, A HISTORICAL SURVEY" OXFORD UNIV. PRESS, 1950.

23- GRUNEBAUM, GUSTAV E, VON, "MEDIEVAL SILAM," CHICAGO, 1947.

24- GIBBON, EDWARD, THE "DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE" EVERY MAN'S EDITION.

25- GUILLUMME, ALFRED. "ISLAM" 1963.

26- HAMMERTON, J. A. ED. "UNIVERSAL HISTORY OF THE WORLD" LONDON.

27- HITTI, P. K. "HISTORY OF THE ARABES" LONDON, 1970.

28- HOLT, P. M. "THE COMBRIDGE HISTORY OF ISLAM"

29- HORPERS, BEBLE DICTIONARY BY MADELENE- SMILLER.

30- IRVING, WASHINGTON. "LIFE OF MAHOMET" NEW YORK.

31- JEAN MELIA, "LECORAN FOUR LA FRANCE"

32- KHWAJA, JAMIL AHMED. MOHAMMAD IN NON MUSLIM EYES, FEROZ SONS. KARACHI.

33- LANDAU, ROM, "ISLAM AND THE ARABS," LONDON, 1958.

34- LANE- POOLE, STANLEY, "STUDIES IN A MOSQUE" 1966.

35- LAWRENCE, E. BROWN, "THE PROSPECTS OF ISLAM" LONDON 1949.

36- LEBON, GUSTAVE. "CIVILIZATION DE ARABES"

37- LEITNER, G. W. "MUHAMMADAN ISM" REPRINT LAHORE. 1893.

38- LEONARD, MAJOR. A. G. "ISLAM HERMORAL AND SPIRITUAL VALUE. LAHORE. (REPRINT).

39- LEONARD, ARTHUR. G. "ISLAM, HERMORAL AND SPIRITUAL VALUE" LONDON. 1927.

40- LINGS, MARTINS. "MUHAMMAD HIS LIFE BASED ON EAR LIEST" LONDON. 1983.

41- MARGOLIOTH, D. S. "MOHAMMAD AND THE RISE OF ISLAM" NEW YORK.1905.

42- MICHAEL, H. HART. "THE 100- A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK" 1978.

43- MONTENT, ED. "AL ISLAM" PARIS

44- MUIR, SIR WILLIAM. "LIFE OF MAHOMET", LONDON. OLDEN BURG, BUDDHA. 1906.

45- PATAI, RAPHAEL. "WOMEN IN THE MODERN WORLD" NEW YORK.

46- QURESHI, ZAFARALI. "PROPHET MUHAMMAD AND HIS WESTERN CRITICS" ILMI KITAB KHANA LAHORE. 1984.

47- RAMA CRISHNA RAU, K. S. "MUHAMMAD THE PROPHET OF ISLAM" DELHI. 1979.

48- ROBERT'S J. M. "THE RILIGIOS HISTORY OF THE WORLD" MEW YORK. 1984.

49- RODWELL, J. M. "THE KORAN" LONDON. 1918.

50- RUSSELL, BERTRAND. "A HISTORY OF WESTERN PHILOSOPHY" LONDON. 1984.

51- SACHAR, ABRAMLEON. A HISTORY OF THE JEWS.

52- SALE, GEORGE. "THE KORANOR ALCORAN OF MOHAMMAD" LONDON.

53- SCHACHT, JOSEPH. "MUHAMMAD" "ENCYCLOPAEDIA OF SOCIAL SCINECE" NEW YORK. 1959.

54- SCOTT, S. P. "HISTORY OF THE MOORISH EMPIRE IN EUROPE," PHILADEL PHIA, 1904.

55- SMITH, R. BOSWORTH, "MUHAMMAD AND MUHAMMADAN ISM" LONDON. 1874. (REPRINT LAHORE)

56- SMITH, WELFRED CANTWEL. "ISLAM AND MODERN HISTORY" NEW YORK. 1975.

57- STOBBART, J. W. H. "ISLAM AND ITS FOUNDER" LONDON. 1901.

58- SYED, DR. SYED FURQAN ALI.
POLY GAMY ANDTHE PROPHET OF ISLAM (ENGLISH TRANS LATION KAUKAB SHADANI) FEROZ SONS KARACHI. 1989.

59- TOYNBEE, A. J. "CIVILIZATION ON TRIAL" NEW YORK. 1948.

60- WATT, MONTGOMERY. "MUHAMMAD AT MADINA" OXFORD UNIVERSITY PRESS 1956.

61- WATT, MONTGOMERY. "MUHAMMAD AT MECCA" OXFORD UNIVERSITY RPESS. 1953.

62- WATT, MONTGOMERY, MUHAMMAD PROPHET AND STATESMAN, OXFORD UNIVERSITY PRESS, 1961.

63- WELLS, H. G. "A SHORT HISTORY OF THE WORLD "LONDON. 1924.

64- WELLS, H. G., "THE OUTLINE OF HISTORY, "NEW YORK, 1931.

65- WESTER, MARCK. "THE FUTURE MARRAGE IN WESTERN CIVILIZATION"

66- ZAIN, SYED ABUZAFAR. "THE PROPHET OF ISLAM AS THE IDEAL HUSBAND" KARACHI. 1990.

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صلِّ على محمدٍ وعلى آلِ محمدٍ

كما صليتَ على ابراهيمَ وعلى آلِ ابراهيمَ

إنك حميدٌ مجيدٌ

اللهم

بارك على محمدٍ وعلى آلِ محمدٍ

كما باركتَ على ابراهيمَ وعلى آلِ ابراهيمَ

إنك حميدٌ مجيدٌ

پیش نظر کتاب سیرت طیبہ ﷺ پر اپنی شان انفرادیت کا امتیازی شاہکار ہے۔ جس میں هادی عالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کا خراج عقیدت شامل ہے۔

خصوصاً مندرجہ ذیل موضوعات قابل ذکر ہیں۔

★ دین اسلام کی حقانیت "صداقت" اور مذاہب عالم پر فوقیت ★ اشاعت اسلام اور تلوار ★ اسلام اور تعدد ازواج ★ خاتم الانبیاء اور تعدد ازواج ★ اسلام اور غلامی ★ جزیہ ★ عورت اسلام اور مذاہب عالم ایک تاریخی و تقابلی مطالعہ۔ غیر مسلم سیرت نگاروں اور مذاہب عالم کے دانشوروں کی کتب سیرت سے اقتباسات سیرت طیبہ پر ان کے گراں قدر مضامین و مقالات کے علاوہ ہندو اور سکھ شعراء کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔